عظیم تفسیر کا اوّلین اُردو ترجمہ مع عربی متن

تفسیر ابنِ عربی

جلد اوّل

عارف باللہ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم:

علامہ صائم چشتی

چشتی کتب خانہ فیصل آباد

عظیم تفسیر کا اوّلین اُردو ترجمہ مع عربی متن

تفسیر ابن عربی

جلد اوّل

عارف باللہ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم:

علامہ صائم چشتی

چشتی کتب خانہ فیصل آباد

نام کتاب	تفسیر ابن عربی (جلد اول)
مفسّر	شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ
پہلا ایڈیشن	15 جولائی 1992ء
دوسرا ایڈیشن	اپریل 2006ء
تیسرا ایڈیشن	مارچ 2016ء
تعداد	ایک ہزار
طابع	صاحبزادہ محمد لطیف ساجد، محمد شفیق مجاہد
کمپوزنگ	چشتی کمپوزرز
ہدیہ	روپے
پرنٹنگ	خضر جاوید پرنٹرز لاہور

استدعا

انسانی طاقت اور بساط میں جو کچھ ہے اس کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ادارہ نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ نسخہ ہذا میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہ رہ جائے پھر بھی انسان خطا کا پتلا ہے اگر دوران طباعت کوئی زیر۔ زبر۔ نقطہ۔ شد یا مد ٹوٹ جائے تو اسے غلطی نہیں کہتے۔ کثیر تعداد میں چھپنے والی مطبوعات میں باوجود ہر امکانی کوشش کے ایسی خفیف نادانستہ لغزش قابل گرفت نہیں ہوتی بلکہ قابل معافی ہوتی ہے۔ کوئی مسلمان جان بوجھ کر دیدہ دانستہ تو طباعت میں ذرا سی غفلت بھی نہیں کرسکتا۔ پھر بھی آپ سے استدعا ہے کہ اگر قرآن پاک پڑھنے کے دوران اس قسم کی کسی غلطی کا شبہ ہو تو ہمیں مطلع فرما کر مشکور فرمائیے۔ ان شاء اللہ آئندہ طباعت میں درست کردی جائے گی۔ ادارہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ‌ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَاۤءِ الۡقَوۡمِ لَا يَكَادُوۡنَ يَفۡقَهُوۡنَ حَدِيۡثًا ۝۷۸

آپ فرمادیں سب اللہ کی طرف سے ہے تو اِن لوگوں کو کیا ہو گیا کوئی بات سمجھتے ہی نہیں۔

(سورۃ النساء آیت ۷۸)

وَلِلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ‌ۚ فَاَيۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ

وَجۡهُ اللّٰهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ۝۱۱۵

اور مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے لئے ہیں تو تم جدھر منہ کرو ''وجہ اللہ'' اللہ کا چہرہ ہے

بیشک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۱۵)

كُلُّ شَىۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ‌ؕ لَهُ الۡحُكۡمُ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ

کوئی معبود نہیں مگر وہ اُس وجہ کے سوا ہر چیز ہلاک ''معدوم'' ہو جائے گی

(سورۃ القصص آیت ۸۸)

قرآنِ عظیم کے باطنی معانی (فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال ان القرآن نزل

علیٰ سبعۃ احرف لکل آیۃ منہا ظہر وبطن

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! یقیناً قرآن سات قرأت پر نازل ہوا ہے اور اِس کی ہر آیت کے لئے ظاہری اور باطنی معنی ہیں۔

(تفسیر ابن جریر ج ۱ ص ۱۰) (تفسیر درِ منثور ج ۱ ص ۶)

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۲) (تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۲)

اِنتساب

منازلِ رُوحانیت کے شہسواروں کے نام

☆☆☆☆☆

نذرِ عقیدت

بصد خلوص بحضور

تاجدارِ سلطنتِ رُوحانیت، شہنشاہِ اُقلیمِ وِلایت مُفسّرِ اعظم، بابِ مدینۃ العلم،
امیر المومنین، اِمام المتقین، سیّدنا و مُرشدنا و اِمامنا

علی ابنِ ابوطالب علیہ السّلام

خاکپائے بُوتراب صائم چشتی

ایصالِ رحمت

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، واقفِ رموزِ خفی و جلی ابنِ علی
قلندرِ زمان حضرت پیر سید علی جان شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فہرست

تقریظِ عالیہ

از : جناب شیخ التفسیر والحدیث، اُستاذ العلماء، صدر المدرسین، عارف باللہ

حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی مدظلہ العالی

شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر الاسلام وبانی جامعہ رضویہ اعظم آباد فیصل آباد

محامد اُس ذاتِ ستُودہ صفات کو سزاوار ہیں جس کے لانہایت دائرہ اِختیار و اِقتدار میں تمام جائزات محصور ہیں اور صَانع کی حِکمت کے حاکی اور واجبین میں محفوف ہونے کے باعث اُس کی خالقیت کے مظہر ہیں اور لاتعداد دُرود وسلام اُس محبوبِ لایزال پر جو باعثِ کون ومکاں، مظہرِ ذاتِ اِلٰہ، مومنوں کی آخری اُمید گاہ اور اہلِ علم کا منشاءِ ارتقا ہیں اُنہی سے ہر کمال کمال ہے، ہماری ثناء پر فخر کیسا جب کہ ہر ثناء اُنہی سے ہے بارش سمندر کے پانی میں اِضافہ کرنے پر فخر کرے تو یہ فخر لغو ہے بارش کو یہ پانی سمندر ہی سے ملا تھا جو پھر سمندر ہی میں لوٹ گیا۔"

علم صفت کمال ہے جو منبعِ کلام سے علماءِ اعلام کو حاصل ہے اِس عظیم کمال سے مُستفیض ہونے والوں میں سے شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں جنہوں نے قرآن مجید میں مستور اَسرار اور محجوبِ افکار منصّہءِ شہود میں لاکر اہلِ علم پر اِحسان فرمایا لیکن یہ اسرار وافکار بھی مشکل سے سمجھ میں آنے والی مُغلق عبارات میں مرموز تھے اور کسی مظہر اور ظاہر کرنے والے کا اِرتقاب و اِنتظار تھا جو ان اَدَق عبارات کی وضاحت کر کے عوام کو مُستفید کرے۔ محترم علامہ صائم چشتی اِس اَمر کی طرف پیش قدمی کر کے عنایاتِ الٰہیہ سے بہرہ مند ہوئے ہیں، میں نے موصوف کی تحریر ترجمان کے بعض مقامات بنظرِ غائر دیکھے جو قابلِ ستائش ترجمہ کے مظہر اور آئینہ دار ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے انہیں اِس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے کہ عوام اِس سے مستفید ہوں محترم موصوف نے تفسیر کر کے عنوانات بہترین ذکر کیے ہیں اللہ تعالیٰ اَحسن جزاء دے۔ (آمین)

غُلام رسُول رضوی

تعارف

عظیم مفسرِ قرآن، شارحِ حدیث، محقق، مُترجم، نعت گوشاعر عاشقِ اہلِ بیت، فنافی الرسول

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرتِ علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ قیامِ پاکستان کے بعد فیصل آباد کی سرزمین سے مہرِ مُنیر بن کر نعتیہ اَدب کے اُفق پر جلوہ اَفروز ہوئے۔ جب انہوں نے فیصل آباد میں نعت گوئی کا آغاز کیا اُس وقت بہت ہی کم شعراء اس صنف سے وابستہ وآشنا تھے۔ انہوں نے سینکڑوں مجموعہ ہائے نعت لکھے۔ اُن کی منظوم کتب میں حمد ونعت، قصائد و مناقب، رباعیات وقطعات شامل ہوتے۔ اپنے عہد کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے انتہائی آسان پیرایہ میں نعت کہی جو ڈائریکٹ دلوں پر اثرانداز ہوتی اور اُسے عوامی پذیرائی حاصل ہوجاتی۔ اُن کی منظوم کتب کی تعداد تین سو زیادہ ہے اس کے علاوہ اُن کی دوسو سے زائد تحقیقی تصانیف، سیرت وسوانح، ترجم تفاسیر واحادیث اور کتب لغت شامل ہیں۔ حضرت علامہ صائم چشتی نے نعتیہ شاعری کے علاوہ بطور مُفسّرِ قُرآن، شارحِ حدیث، محقق ومترجم، مبلغ اور ادیب اپنی بلند پایہ شخصیت کو منوایا۔ حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی قصبہ گنڈی ونڈ نزد سرائے امانت خان تھانہ جھبال تحصیل ترنتارن ضلع امرتسر تھا۔ آپ 25 دسمبر 1932ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام ''محمد ابراہیم'' تھا آپ کے والد کا نام شیخ محمد اسماعیل تھا۔ علامہ صائم چشتی نے مذہبی گھرانے میں پرورش پائی۔

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ کریم کی ناظرہ تعلیم اپنے والدِ گرامی سے حاصل کی، آپ تعلیمی لحاظ سے بہت ذہین اور محنتی تھے، راتوں کو دیر تک مطالعہ کرنے کی عادت اِن کو بہت کم عُمری سے تھی۔ علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے پرائمری تعلیم گنڈی ونڈ میں مکمل کی، آپ نے جامعہ رضویہ مظہرالاسلام فیصل آباد میں سید منصور شاہ صاحب سے صرف ونحو کی ابتدائی تعلیم اور علومِ متداولہ کا آٹھ سالہ کورس دو سال کے عرصہ میں مکمل کیا۔ 1970ء میں مولانا غلام رسول رضویہ سے دورۂ حدیث کیا، اِس کے علاوہ طبیہ کالج سے طب یونانی میں بھی ڈپلومہ حاصل کیا۔

1948ء میں آپ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئے آپ کی اہلیہ محترمہ کا نام غلام فاطمہ ہے 1978ء میں پہلی بار فریضۂ حج ادا کیا، آپ نے بھرپوری زندگی گزاری، آپ نے کئی اِداروں کا کام تنہا سرانجام دیا۔ آپ نے نعت گوئی کے لئے تحریک کے طور پر کام کیا، آج اِسی لئے فیصل آباد کو شہرِ نعت کہا جاتا ہے۔ علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ 14 شوال المکرم 22 جنوری 2000ء کو وصال فرما گئے۔

خُدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تین بیٹے صاحبزادہ محمد لطیف ساجد، صاحبزادہ محمد شفیق مجاہد اور صاحبزادہ محمد توصیف حیدر اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔

علامہ صائم چشتی کی تصنیفات کے سلسلہ کی اولین کتاب ''محمد کا در چھوڑ کر جانے والو'' سے شروع ہو کر اُن کی آخری غیر مطبوعہ کتاب ''والقلم'' تک ہے، آپ نے بہت سی تحقیقی کتب تصنیف فرمائیں جو اپنی منفرد حیثیت سے محققین کے لئے حوالہ جاتی کتب کا درجہ رکھتی ہیں جن میں البتول، ایمان ابی طالب، مشکل کشاء، گیارہویں شریف، من دون اللہ کیا ہے، خاتونِ جنت، شہید ابن شہید، المدد یارسول اللہ، پھل تے کنڈے، زینب داویر منظوم، خطباتِ چشتیہ، الصدیق، الحسن وغیرہ شامل ہیں۔

آپ نے دقیق ترین عربی کتب کو اُردو میں ڈھالنے کا کام کیا جن میں تفسیر کبیر، تفسیر خازن، فتوحاتِ مکیہ، کتاب النفس والروح، خصائص علی، اسنیٰ المطالب فی نجاتِ ابی طالب، والدین مصطفیٰ، ریاض النضرہ فی مناقب عشرہ، دفع الوسواس فی قال بعد الناس، الشرف المویدلآل محمد، مناجاتِ غزالی، سیرت نبویہ، دیوان حضرت ابوطالب، قصیدہ امینیہ وغیرہ شامل ہیں۔ اِن کے علاوہ بھی آپ نے بہت سی عربی کتب کے تراجم فرمائے جو ابھی زیر طبع ہیں جن میں کتاب المغازی، رسائلِ سیوطی اور قصیدہ بردہ شریف منظوم شامل ہیں۔ عربی کتب کے علاوہ آپ نے کئی فارسی کتب کا ترجمہ فرمایا جن میں روضۃ الشھداء ۲ جلد، ردِ شطیحاتِ احمد سرہندی، ہدیۃ المھدی، یک روزہ، مثنوی نورِ ہدایت اور فتاویٰ شاہ رفیع الدین وغیرہ۔

آپ کی شخصیت پر ہونے والی تحقیق و ریسرچ کے حوالہ سے دو کتابیں پہلی کتاب سید محمد یونس شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی ''علامہ صائم چشتی زندہ ہے'' اور دوسری کتاب محمد مقصود مدنی کی ''میرے محسن'' طبع ہو چکی ہیں۔ اِن کے علاوہ ایک کتاب انگریزی زبان میں محترمہ ریحانہ کوثر عینی صاحبہ نے لکھی ہے جو ابھی زیر طبع ہے۔

فیصل آباد کے علمائے اہلسنّت کے تذکار پر مشتمل کتاب ''روشن ستارے'' میں آپ کی شخصیت کے حوالہ سے تحقیقی مضمون شامل کیا گیا ہے، جبکہ پنجاب یونیورسٹی نے حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے دو مقالے منظور کیے ہیں، پہلا مقالہ ایم۔اے اردو ''علامہ صائم چشتی بحیثیت نعت گو شاعر'' تحریر ہوا یہ مقالہ سیّدہ نوازش رباب نے تحریر کیا جبکہ دوسرا مقالہ ایم اے پنجابی پنجاب یونیورسٹی کی طالبہ آمنہ احمد نے ''علامہ صائم چشتی فکر تے فن'' کے عنوان سے تحریر کیا۔

اِن کتابوں اور مقالہ جات کے علاوہ علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور آپ کے علمی و تحقیقی کارناموں کے حوالہ سے ملک کے مقتدر اخبارات و جرائد مثلاً روزنامہ نوائے وقت، روزنامہ جنگ، روزنامہ پاکستان روزنامہ امن اور فیصل آباد کے مقامی اخبارات روزنامہ عوام، روزنامہ غریب، روزنامہ پیغام، روزنامہ ڈیلی رپورٹ،

روز نامہ سعادت، روز نامہ شیلٹر وغیرہ میں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ اِن کے علاوہ ماہنامہ شام وسحر، ماہنامہ لکھاری، ماہنامہ گہراب، ماہنامہ سوک، ماہنامہ سانجھان اور دیگر رسائل میں آپ کی شخصیت اور فن کے حوالہ سے مضامین چھپ چکے ہیں۔ آپ کی پنجابی کتب کی فہرست ڈاکٹر شہباز ملک نے پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام چھپنے والی ''پنجابی کتابیات'' میں شامل کی ہیں،

آپ کی ترجمہ نگاری

ترجمہ نگاری اُدب کی وہ صنف ہے ہے جو ہمیشہ سے اہم رہی، قرآن پاک کا نزول عربی زبان میں ہوا تو اِس کو دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا گیا اِسی طرح حدیث شریف کے تراجم دُنیا کی کئی زبانوں میں ہوئے اِسلام کے پھیلاؤ میں ترجمہ نگاری کے فن کی اہمیت مسلمہ ہے برصغیر پاک وہند میں علامہ وحید الزمان نے صحاح ستہ کے تراجم کئے اِسی طرح شاہ ولی اللہ نے قرآنِ پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کا اُردو زبان میں ترجمہ ''کنز الایمان'' کیا۔ اعلیٰ حضرتؒ کے علاوہ بھی بہت سے علماء نے قرآنِ پاک کے تراجم کئے اِن کے علاوہ ندوۃ العلماء کے علمائے کرام نے ترجمہ نگاری میں بہت کام کیا۔

فی زمانہ عربی اور فارسی زبانوں کی طرف عدم توجہی کی وجہ سے بے شمار اِسلامی کتب عام لوگوں کی پہنچ سے دُور تھیں اِس امر کی ضرورت تھی کہ اِن کتب کے تراجم اُردو زبان میں ہوں، اِس کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے نامور علمائے کرام نے اِس کا بیڑہ اُٹھایا۔

مفکرِ اسلام، مفسرِ قرآن، محقق دوراں حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ نگاری کے حوالہ سے گراں قدر کام کیا۔ آپ نے تراجم کے حوالہ سے ایسی کتب کا انتخاب کیا جن کے تراجم پہلے نہیں ہوئے تھے اِن میں تفسیر، حدیث، تاریخ، سیرت، تصوف اور ادب کی عظیم کتابیں شامل ہیں۔

آپ کے تراجم کی خصوصیت یہ ہے سہل نگاری کے ساتھ ساتھ آپ نے اصل کتاب کے متن کو ترجمہ کے قریب رکھا ہے اِس لئے اصل کتب کے مضامین کمی بیشی کا شکار نہیں ہوئے، آپ نے جن کتب کے تراجم فرمائے ہیں اُن میں آیات واحادیث کی تخریج کے ساتھ عربی متن بھی شامل کیا گیا ہے تاکہ قارئین اصل عبارت کے ساتھ ترجمے کا موازنہ کرسکیں اور علمائے کرام اَصل عبارت سے استفادہ کرسکیں۔

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۶۲ میں سیّد محمد امین علی نقوی شاہ صاحب کے ''قصیدہ امینیہ'' کا اُردو میں ترجمہ کیا جس کے بارے میں سیّد محمد امین علی نقوی شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ میں عربی عبارت پڑھتا تھا اور علامہ صائم چشتی صاحب اُس کا ترجمہ فی البدیہہ کرتے جاتے۔ سیّد محمد امین علی نقوی اِس قصیدے کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں! ''حضرت صائم چشتی مدظلہ العالی کا تہہ دل سے ممنون ومشکور ہوں کہ جنہوں نے نہایت فصاحت وبلاغت

کے ساتھ عارفانہ عاشقانہ ترجمہ سپرد قلم فرمایا اور میرے ارادہ و نیت میں میرا ہاتھ بٹایا اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کا یہ عاشقانہ ترجمہ بے نظیر و لاجواب ہے۔

ہر لفظ خوب تر ہر اِک شعر خوب تر

طرزِ بیاں شگفتہ و شفتہ و پُراثر

اور آپ کے ترجمہ میں جو سوز و گداز ہے اِس کا اندازہ قارئین خود لگائیں اور مزید خوبی یہ ہے کہ آپ کا اُردو ترجمہ عربی کے وزن و بحر کے عین مطابق اور وہی طرزِ ادا ہے"

حضرت علامہ صائم چشتیؒ نے شیخ الاکبر محی الدین ابوبکر محمد بن علی الطائی رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف پر معرکۃ الآراء کتاب "فتوحاتِ مکیہ" کا اُردو میں ترجمہ کیا جو چھ جلدوں میں طبع ہو چکا ہے آپ کا یہی ترجمہ ہندوستان میں اعتقاد پبلشنگ کمپنی نے شائع کیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کہتے ہیں! "فتوحاتِ مکیہ اِن امتیازی اوصاف کی بنا پر ہر دور میں علماء و صوفیا کی توجہ مرکز رہی ہے درسگاہوں اور رُوحانی تربیت گاہوں میں اسکی باقاعدہ تدریس ہوتی رہی ہے، برصغیر کے قارئین بھی اِس کی لطافتوں سے آشنا ہیں لیکن وہ طبقہ جو عربی زبان سے کما حقہ واقف نہ تھا احساسِ محرومی کا شکار رہا چاہت کے باوجود اور محبت کے بے پناہ جذبات کے باوصف زبان کی غیریت سدِ راہ رہی۔

ضرورت تھی کہ اِس عظیم علمی اور رُوحانی سرمائے کو اُردو دان اصحاب کیلئے پیش کیا جائے، بحمد للہ یہ سعادت ہمارے دوست اور کرم فرما جناب علامہ صائم چشتیؒ کو حاصل ہوئی، فتوحاتِ مکیہ کا ترجمہ ایک بہت بڑی جرأت ہے اِس کے لئے ایسے انسان کی ضرورت تھی جو علم و ادب کی وادیوں کا راہی اور تصوف و دین کے نشیب و فراز سے آگاہ ہو۔ علامہ صائم چشتی پنجابی زبان کے نمائندہ شاعر ہیں، اُردو نظم و نثر میں اُن کا قلم بے تکان کئی مشکل مراحل سے گزر چکا ہے، چشتی نسبت سے اور ذاتی میلان کی وجہ سے اُن میں تصوف کے رموز و اوقاف سمجھنے کی صلاحیت ہے اُنہوں نے نظم و نثر میں متعدد کتابیں تالیف کی ہیں جن میں فنی مسائل سے لے کر علمی و ادبی نگارشات سب شامل ہیں فقہ، تاریخ، سیر میں اُن کے قلم سے کئی اُلجھے ہوئے مسائل پر ضخیم کتب تحریر ہوئی ہیں، عمر بھر کے تجربے اور گداز کے بعد اُنہوں نے یہ بیڑا اُٹھایا ہے کہ شیخ اکبر کی نمائندہ کتاب الفتوحاتِ مکیہ کو اُردو قالب میں ڈھال دیا جائے، علامہ صائم چشتی کا ترجمہ رواں دواں ہے الفاظ کے انتخاب میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔

(ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی دیباچہ فتوحاتِ مکیہ)

ڈاکٹر احسن زیدی کہتے ہیں! " بعض شخصیات خالقِ کائنات کی خصوصی رحمتوں کا مرکز ہوتی ہیں وہ پھل جھڑی کی طرح روشنی کے پھول برسا کر اپنے وجود کا احساس دلاتی رہتی ہیں، علامہ صائم چشتی ایسی ہی محترم شخصیت ہیں

قدرت نے اُن کی ذات میں کئی خوبیاں جمع کر دی ہیں وہ اُردو اور پنجابی میں قادر الکلام شاعر ہیں۔ فارسی اور عربی زبانوں میں انہیں ماہرانہ دسترس حاصل ہے تفسیر اور تاریخ اُن کا پسندیدہ جولان گاہ ہے۔

علامہ صائم چشتی کے علمی ذوق اور دینی شغف نے ہماری مشکلات کا جائزہ لے کر کچھ اہم کتب کو اُردو میں ڈھالنے کا قصد کیا ہے۔ اُنہوں نے اِس مقصد کیلئے جن کتب کا انتخاب کیا ہے وہ اپنی عالمگیر شہرت کے سبب دینی حلقوں میں مقبولِ عام کا درجہ رکھتی ہیں، اِن میں امام فخر الدین رازیؒ کی تفسیر کبیر، شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کی تفسیر ابن عربی اور فتوحاتِ مکیہ، اور امام علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی خازن کی تفسیر خازن خاص طور پر اہلِ علم کی توجہ کا محور رہی ہیں۔ علامہ صائم چشتی عربی اور اُردو دونوں زبانوں پر عبور رکھتے ہیں اور دینی علوم کے ساتھ ان کے گہرے شغف نے ان کیلئے ترجمے کی منزل آسان کر دی ہے انہوں نے ترجمے کے لئے سادہ اور عام فہم زبان استعمال کی، ان کی اِس سعی جمیلہ کی بدولت اُردو جاننے والے قارئین کیلئے ان موتیوں تک رسائی ممکن ہوگئی جو عربی زبان کے غلاف میں مخفی تھے اور جس سے کسبِ فیض کرنا اُن کیلئے محالِ کار تھا۔ (تقریظ تفسیر خازن ڈاکٹر احسن زیدی)

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کہتے ہیں!"یہ بات بالکل بجا ہے کہ علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ اُس وقت میں ہر فن مولا تھے۔ علوم اور معارف کی جو وسیع دنیا ہے اُس کی بہت سی چیزوں سے اُن کا واسطہ تھا اور اُن پر وہ عبور رکھتے تھے اُنہوں نے اِس قدر محنت فرمائی کہ بڑی بڑی تصانیف تحریر فرمائیں اور کئی تفاسیر کو عربی سے اُردو میں منتقل کر دیا۔

خصوصیت کے ساتھ اُن کی جو تفسیریں ہیں جو صوفیاء کی تفاسیر ہیں جیسا کہ ابن العربی کی تفسیر اُس کو بھی اُنہوں نے اُردو میں منتقل کر دیا، تفسیر کبیر امام رازی کو بھی اُردو میں منتقل کر دیا اور ایک بہت خوبصورت تفسیر ہے جسے ہم تفسیر خازن کہتے ہیں اُس کا بھی اُنہوں نے اُردو میں ترجمہ کر دیا اور وہ چھپ چکی ہے تو اس لحاظ سے اُن کی اسلام کے لئے بہت بڑی خدمات ہیں کہ اتنا بڑا وسیع ذخیرہ کام کا ہے اور یہ صرف تفاسیر کی حد تک منحصر نہیں بلکہ اور کئی قسم کے متنوع موضوعات کی کتابوں کو اُنہوں نے اُردو میں منتقل کیا ہے اور یہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ اُنہیں عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔ اور پھر یہ کہ قدرت کے ساتھ وہ عربی سے اُردو میں کسی منتقل کرنا چاہتے تو بغیر کسی مشکل کے بغیر کسی دقت کے وہ منتقل کر لیتے تھے اور یہ ترجمہ نگاری ایک ایسا فن اور ایسا کمال ہے جو کم لوگوں کے حصے میں آتا ہے۔"

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ساٹھ عربی کتب کا اردو میں ترجمہ فرمایا ہے اور فارسی سے اُردو میں ترجمہ کی گئی کتب کی تعداد آٹھ ہے آپ کی ترجمہ نگاری کے حوالہ سے تحقیقی کام کی اَشد ضرورت ہے اُمید ہے اہلِ علم حضرات اِس حوالہ سے آپ کی خدمات اور عظیم کام کو اہلِ اسلام کے سامنے پیش کرتے رہیں گے۔

مُفسرّ و تفسیر

(از مترجم)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

صاحبِ تفسیر و تاویل حضرت مُحیّ الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ عُلماء و اَولیاء کے کثیر گروہ کے نزدیک شیخ اکبر ہیں، اور بڑائی کیا بیان کی جائے ؟

عارف باللہ ہیں، تعارف کیا پیش کیا جائے ؟

اسمِ گرامی ''مُحیّ الدین'' ہے، دین کو زندہ کرنے والے کی زِندگی میں فناء و زوال کہاں؟
حکیمِ اِلٰہی، خاتمِ اَولیاءِ وَارثین، برزُخِ بَرازخ، مُحی الحقّ والدّین، بحرِ ذخّار فی المعارف، کبریتِ اَحمر اُن کے مَعروف اَلقاب ہیں۔

یہ اور اِن کے علاوہ لاتعداد اَلقابات و خطابات اُن لوگوں کے تجویز کردہ ہیں جو خود آئمہ اِسلام اور اشیاخِ واَقطابِ عصر تھے۔

اِمام فخر الدّین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ''شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ'' کے حضور خراجِ عقیدت

''کان الشیخ محی الدین ابن العربی ولیاً عظیماً''

''شیخ محی الدین ابن عربی عظیم ولی تھے''

شیخ قُطب الدین حموی رحمۃ اللہ علیہ سے پُوچھا گیا آپ نے شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کو کیسا پایا ؟

فرمایا !

''وجدته فی العلم والزھد والمعارف بحراً زاخراً لاساحل له''

"میں نے اُنہیں علم و زُہد اور مُعارف کا وہ بحرِ ذخار پایا جس کا کنارا نہیں۔"

فخر المحدثین شارحِ بخاری شیخ الاسلام حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُنہیں "اِمامِ راسخ" کا لقب دیتے ہُوئے فرمایا!

"الامام الراسخ محی الدین ابی عبد اللہ المقری الحاتمی"

قُطب الاقطاب اِمام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

"وان الشیخ محی الدین روح التنزلات والامداد والف الوجود وعین الشھود وھاء المشھود الناھج مناھج النبی العربی قدس اللہ تعالی سرہٗ واعلی فی الوجود"

صاحبِ عوارف المعارف شیخ شہاب الدّین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

"شیخِ اکبر محی الدین ابن عربی بحر الرائق ہیں۔"

صاحبِ قاموس وسفر السعادت مُفسّر و مُحدّث اِمامِ لُغت مجد الدّین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ شیخِ اکبر کی شانِ جلالت کا یُوں اِعتراف کرتے ہیں۔

"لم یبلغنا عن احد من القوم انه بلغ فی علم الشریعة والحقیقة ما بلغ الشیخ محی الدین ابدًا الشیخ محی الدین شیخ طریقت حالاً و عِلماً و امام التحقیق حقیقةً و رسماً ومحی علوم العارفین فِعلاً واِسماً۔"

"علمِ شریعت وطریقت میں جہاں شیخ محی الدین ابنِ عربی پہنچے ہیں علماء میں سے کبھی کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا شیخ محی الدین حالاً وعلماً شیخِ طریقت حقیقتاً ورسماً اِمامِ تحقیق اور فعلاً اور اِسماً عارِفین کے عُلوم کو زندہ فرمانے والے ہیں۔"

شیخِ اکبر ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کا کامل تعارف سینکڑوں صفحات کا مُقتضی ہے اُن کے بارے میں محض علماءِ اُمّت کے ریمارکس (Remarxe) ہی اِکھٹا کر دیئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب معرضِ وجود میں آسکتی ہے۔

شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتوحاتِ مکیّہ، فصُوص الحکم اور اِس تفسیر کے علاوہ ساٹھ جلدوں پر مُشتمل تفسیرِ قُرآن اِسلامی لٹریچر کا وہ قیمتی سرمایہ ہے جس پر اہلِ اسلام بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا فلسفۂ وحدت الوجود

شیخِ اکبر ابنِ عربی قدّس سرّہٗ العزیز کو فلسفۂ وحدت الوجود کا اِمام تسلیم کیا جاتا ہے چند معاندین نے لوگوں کو تصانیفِ ابنِ عربی کے مطالعہ سے روکا بھی ہے مگر یہ محض تحکّم ہے صوفیاءِ کرام اور علماءِ اُمّت نے اِس قسم کا مشورہ دینے والوں کا سختی سے محاسبہ کیا ہے اِن اَوراق میں گنجائش نہیں کہ وہ تمام تحریریں آپ کے سامنے لاسکوں جو علماءِ اُمّت نے شیخِ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں یادگار چھوڑی ہیں تاہم ''حیاتِ شیخِ اکبر'' کے نام سے ایک مبسوط کتاب زیرِ تصنیف ہے اُس میں انشاء اللہ العزیز موافقین ومُخالفین کے تمام مباحث کا اِحاطہ کرنے کی کوشش کروں گا فی الحال شیخِ اکبر کے ''فلسفۂ وحدت الوجود'' پر مختصر گفتگو ہوگی۔

دیگر کتابوں کے علاوہ اِس تفسیرِ قرآن میں بھی شیخِ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلۂ وحدت الوجود کو ہی سامنے رکھا ہے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ فلسفۂ وحدت والوجود ہے کیا جس پر موافقین ومخالفین ایک دوسرے کے محاسبہ میں سرگرداں ہیں ؟

اِختصار و اِقتصار سے بات کی جائے تو صرف ایک ہی جُملہ کافی ہے اور وہ یہ ہے کہ شیخِ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام مخلوق محض عدم ہے اور صرف ایک ہی وجود ہے اور وہ وجودِ باری تعالیٰ ہے۔

آپ نے اپنی مبسوط کتاب ''فتوحاتِ مکیّہ'' کے خطبۂ آغاز کا آغاز بھی اِسی جملہ کے ساتھ کیا ہے۔

''الحمد للہ الذی اوجد الاشیا عن عدمہ وعدمہ''

''یعنی تمام تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جو اَشیاء کو عدم سے وجود میں لایا اور

"پھر اُسے معدوم کیا۔"

شیخِ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اِس تفسیر میں بھی اُسی تصوّر کو سامنے رکھا ہے اور ہر ہر آیت کے باطنی پس منظر میں اِسی حقیقت کو اُجاگر کیا ہے، شیخِ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام کائنات اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم کی ذات وصفات اور اَفعال کی مظہر اور ظِلّ ہے اور تمام مخلوقات اپنی ذوات وصفات اور اَفعال میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اَفعال کی محتاج ہیں۔

شیخِ اکبر رحمۃ اللہ علیہ بار بار اِس حقیقت کو باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا نہ کسی کا وجود ہے اور نہ کوئی موجود ہے اِس لئے اُن کا مشورہ ہے کہ اِنسان اپنی ذات وصفات اور اَفعال کی کُلّیۃً نفی کرتے ہوئے مقامِ فناء فی اللہ حاصل کرے۔

شیخِ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! اِنسان نہ تو اللہ تعالیٰ کے سِوا کسی اور کو موجود مانے اور نہ خود کو موجود جانے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کی ذات کو موجود سمجھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں شرک کا اِرتکاب کرتا ہے اگر صفاتِ الٰہی کے علاوہ کسی دُوسرے کی صفات کا اَثبات کرتا ہے تو وہ صفاتِ خُداوندی میں شرک کرتا ہے۔

شیخِ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اَے انسان! جب تیرا عارضی وجود فناء محض اور عدم محض ہے تو تُو اِس کو قائم کرنے کی کوشش کیوں کرتا ہے اِس لئے کہ تیرا وجود اُس وجود کے ساتھ قائم ہے جو قیّومِ مُطلق ہے اگر تُو اپنے اِس فانی وجود کو قائم رکھنے کا خواہش مند ہے تو قیّومِ مُطلق کے وجود میں فناء ہو جا اپنی ہستیِ موہومہ کو نیستی میں بدل دے اِس لئے کہ اِس کی اصل عدم اور نیستی ہے اور اگر تُو موجودِ مُطلق اور ذاتِ واجب الوجود کے مقابلہ میں اپنی ہستیِ موہومہ کا اَثبات کرے گا تو ایسی صُورت میں تو اُس ذاتِ واجبُ الوجود سے دُور ہو جائے گا جس کی قُربت نے تجھے قائم رکھا تھا اور یہ تیری محرومی اور بد نصیبی ہے۔"

یہ ہے شیخِ اکبر ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفۂ وحدت الوجود کا اجمالی خاکہ شیخ نے کہیں بھی یہ تصوّر

پیش نہیں کیا کہ یہ کائنات خُدا ہے بلکہ یہ باور کرانا چاہا ہے کہ خُدا ہی کائنات بھی ہے جیسا کہ فرمانِ خُداوندی ہے!

''اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ''

''یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کا نُور ہے''

بعض حضرات فلسفۂ وحدتِ وجود کی بجائے فلسفۂ وحدتِ شہود کے قائل ہیں یہ اَمرِ عظیم ہے کیا اِس کے تناظر میں متعدّد وجودات کا اَثبات کرنا مقصود نہیں؟ جبکہ تمام اہلِ علم کے نزدیک یہ فیصلہ شُدہ اَمر ہے کہ واجب الوجود ذات صرف اور صرف ایک ہے اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہے جب ایک ہی وجود موجود ہے تو پھر وحدت کے اور کیا معنی ہیں۔''

حق یہ ہے کہ وحدتِ شہود بھی جبھی متصوّر ہوگی جب وجود ایک ہو، وجودات کی کثرت میں شہُود کی وحدت اور اِکائی کیسے مُمکن ہے اِس کا مطلب ہے بطُون کئی ہیں اور ظہُور ایک ہے حالانکہ اوّل وآخر ظاہر و باطن ایک ہی ہے اور تجلیّاتِ صفات کی کثرت کے پردۂ زنگاری میں ایک ہی ذات جلوہ اَفروز ہے۔

بہر نوع! یہ ایک پیچیدہ اور مُشکل ترین مسئلہ ہے جس کی تفہیم ذُوق ووجدان کے طریق پر ہی ہوسکتی ہے، تاہم یہ اَمر مُسلّم ہے کہ شیخ اِنسان کو خُدا نہیں مانتے اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی انسان میں حلُول واِتحاد کے قائل ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ ! بندہ چاہے جتنا عُروج کر جائے بندہ ہی رہتا ہے
اور ربّ چاہے کتنا نزُول فرمائے ربّ ہی ہے۔''

ہاں! یہ مُمکن ہے کہ بندہ تزکیہ وتحلّیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کر لینے کے بعد فناء فی اللہ ہو کر مقام تنزیہہ مین داخل ہو جائے مگر یہ کسی بھی صُورت مُمکن نہیں کہ اللہ ربُّ العزت مقام تشبیہہ میں آ جائے ایسی صُورت میں شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کسی قسم کی بدگمانی درست بات نہیں۔

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فلسفۂ وحدتِ شہود کے قائل ہیں مگر اِس کے ساتھ اُن کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وَحدتِ شہود کا راز مجھی پر مُنکشف ہوا ہے مُجھ سے پہلے تمام لوگ وحدت الوجود کے قائل تھے، اِس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وحدت الوجود کا مسئلہ شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ نہیں بلکہ پُوری اُمّت کا اِجماعی مسئلہ ہے جبکہ اِس کے بالعکس شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اِس مسلک میں اکیلے ہیں۔

مزید برآں یہ کہ موصوف نے جس اَمر کو وحدتِ شہود کے نام سے پیش کیا ہے وہ بالآخر وحدت الوجود پر منتج ہوتا ہے نام بدل دینے سے بھی حقیقت کو تبدیل نہیں کیا جا سکا۔

بہر حال! یہاں مزید دلائل کی ضرورت نہیں شیخِ اکبر ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اِس تفسیر کے ہر ورق پر موجود ہے جس کا آپ مطالعہ کرنے والے ہیں۔

تصانیف

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تصانیف جن کا تذکرہ اِس تفسیر کے مقدمہ میں کیا گیا۔

- فتوحاتِ مکیہ (الحمدللہ اِس کتاب کے ترجمہ کی سعادت بھی مجھے حاصل ہوئی ہے اور اِس ترجمہ کی چھ جلدیں چھپ چکی ہیں)
- فصوص الحکم
- ترجمان الاشواق
- منظوم ذخائر وآلاعلاق فی شرح ترجمان الاشواق
- کتاب الاخلاق
- دیوان ابنِ عربی یا دیوان الاکبر منظوم
- تفسیر القرآن علیٰ الطریقۃ الشرعیۃ ۱۲ جلد اور دو جلدوں میں یہ تفسیرِ قرآن جس کی تاویل باطنی طریق پر کی گئی ہے۔

شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر تذکرہ نگاروں نے آپ کی اُس تفسیرِ قرآن کا بھی تذکرہ کیا ہے جس کی بعض کے نزدیک پچپن اور بعض کے نزدیک ساٹھ جلدیں ہیں۔

مِیلاد و مَولد

''کانت ولادة القطب الاکبر ابوبکر محمد بن علی بن محمد بن احمد بن عبد اللہ الطائی الحاتمی الشہیر بابن عربی فی مدینہ مرسیہ فی جنوبی شرقی اُندلس'' ۱۷ رمضان ۵٦۰ھ الموافق ۲۸ یولیو ۱۱٦۵ء فی بیت ثروة و حسب و زھد و تقویٰ۔

(مقدمہ تفسیر ابنِ عربی ص ۸)

''یعنی قطبِ اکبر ابوبکر محمد بن علی بن محمد بن احمد بن عبد اللہ طائی حاتمی المعروف ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ اُندلس کے جنُوب مشرق میں مرسیہ شہر کے ایک عابد و زاہد مُتقی اہلِ ثروت گھرانے میں ۱۷ رمضان المبارک ۵٦۰ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۱٦۵ء کو پیدا ہوئے۔''

یہ تفسیر

شیخ الاکبر مُحیٰ الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ مجید کی یہ تفسیر بلا شُبہ جُملہ مُفسّرین کی روش سے ہٹ کر تالیف فرمائی ہے بلکہ قُرآنِ مجید کے اُن مفاہیم و معانی سے بھی اِحتراز کیا ہے جن کے ظواہر پر احکامِ شرعیہ کی اَساس اُستوار کی گئی ہے تاہم قرآنِ مجید ایک آفاقی کتاب ہے تو یقیناً اِس کی تفہیم کے لئے متعدد زاویوں کو اپنایا جاسکتا ہے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قُرآنِ کریم کی ہر آیت بلکہ ہر حرف کے ظاہری اور باطنی دونوں معنے ہونے کی تصدیق فرمائی ہے علاوہ اَزیں قُرآن مجید میں اِس اَمر کی بھی نشاندہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام مقدّس کے ظاہری اور باطنی معنی ہونے کے عِلاوہ اِس کے

الفاظ میں وہ خاص تاثیر اور قوّت بھی ہے جو خاص خاص لوگوں کو میسّر ہے، ایک نا قابل تردید حقیقت کے مطابق قُرآنِ مجید تمام آسمانی کتابوں اور صحائف سے زیادہ مکمّل اور زیادہ بُلند مرتبت ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی آسمانی کتاب زبُور شریف کے الفاظ کی باطنی تاثیر اَخذ کرنے والے ایک شخص کے بارے میں خُود قرآنِ مجید نے یُوں وضاحت فرمائی ہے۔

"قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ۔"

ترجمہ ! اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے پھر جب سُلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا۔"

(سورۃ النمل آیت ۴۰)

"یعنی حضرت سُلیمان علیہ السلام نے جب بلقیس کا تخت لانے کے لئے وقت کے بارے میں اپنے درباریوں سے دریافت فرمایا تو جس کے پاس کتاب کا علم تھا اُس نے کہا میں اُسے آپ کی خدمت میں پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دوں گا پھر جب حضرت سُلیمان علیہ السلام نے دیکھا تو تخت پاس پڑا ہوا تھا۔"

گویا قرآن مجید کا ایک علم وہ بھی ہے جس سے آیات والفاظ کی باطنی تاثیر کا ظہور ہوتا ہے چنانچہ اگر کوئی شخص اِس علم کو جانتا ہے یا اِس کے بارے میں گفتگو کرتا ہے تو اُسے درست ہی ماننا پڑے گا۔ سیّدنا و مولانا حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے !

"میں قُرآن مجید کے اُس علم کو جاننے والا ہوں کہ اگر اُس کا ایک حرف پہاڑ پر پڑھوں تو پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دے۔"

سیّدی و مولائی غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اِسی عِلم کتاب کو سرّ اور راز کا نام دیتے ہوئے فرماتے ہیں !

"کہ اگر میں اپنا راز پہاڑ پر ڈال دُوں تو وہ ریت کے ذرّات میں

تبدیل ہو جائے اور اگر میں اپنا راز مُردے پر ڈال دُوں تو وہ زندہ ہو جائے۔''

حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا، کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز بھی ہے جو قرآن میں موجود نہ ہو ؟

آپ نے فرمایا ! ''والذی فلق الحبة برء النسمة ما عندنا الا ما فی القرآن الا فهما يعطى رجل فی کتابه وما فی الصحيفة''

''یعنی اُس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور ہر جان کو پیدا فرمایا ہمارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جو قرآن میں نہ ہو مگر فہم جو اپنی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو دیا اور جسے میں نے اپنے صحیفہ میں لکھا''

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۴۰)

شیخ اکبر محیؒ الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کو بقول اُن کے فناء فی الذات ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اُنہوں نے اِس اَرفع واعلیٰ مقام پر مُشاہدہ کیا کہ ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا جو کچھ بھی ہے سوائے عَدم کے کچھ بھی نہیں۔ وجودِ کائنات اور تمام موجودات کو عَدم سے ظہور میں لایا گیا ہے اور ذاتی وجود نہ رکھنے کے باعث یہ سب معدوم ہیں اِس نظریہ کے پیشِ منظر میں انہوں نے آیاتِ قُرآنی میں غور فرمایا تو جن کثیر آیات کو اپنے نظریات کے مطابق پایا اُن کی تاویل ضبطِ تحریر میں لے آئے اور جس آیت کو اُس کے ظاہر سے پھیرنا اُن کے لئے ممکن نہ تھا اُس کی تاویل ترک کردی اِن تمام اُمور کا اِظہار اُنہوں نے خود ہی فرمایا ہے۔

قارئین سے اِلتماس ہے کہ وہ اِس تفسیر کا مطالعہ کرتے وقت قُرآنِ مجید کی ہر آیت کی تفسیر کی جستجو نہ کریں بلکہ جس آیت کی تفسیر مل جائے اُسی پر اِکتفاء کریں۔

وَالسَّلام
صائم چشتی
جولائی ۱۹۹۲

تقدیم

از: شیخ الاکبر مُحی الدّین ابنِ عُربی قُدّس سرّہ العزیز

تمام تعریفیں اُس اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے کلام کے مناظم اپنے حُسنِ صفات کے مظاہر اور اپنی صفات کے طَوالع اور اپنے نُورِ ذات کے مُطالع بنائے۔

وہ ذات جس نے تحقّقِ سماع کے لئے اپنے اَصفیاء کے قُلوب کے راستوں کو چُنا اور یقینی اِطلاع کے لئے اپنے اولیاء کے اَفہام کی عبادت گاہوں کو خالص محبّت کے چشمے بنایا اور اُن چشموں کے کِناروں میں محبّت کی شُعاؤں کی روشنیوں کے ساتھ اُن کے اَسرار کو لطیف بنایا اور اُن کی فناء کے ساتھ اُن کی اَرواح کو اپنے چہرے کے شہودِ جمال کا شوق عطا فرمایا۔

پھر اُن کی طرف کلام القاء فرمایا جس سے وہ صُبح شام راحت حاصل کرتے ہیں اور اِس کلام کے ساتھ اُنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا تقرّب حاصل ہو گیا یہاں تک کہ اُن کی خلاصی اور نجات ہو گئی۔''

اُن کے قلوب اِس کلامِ الٰہی کے ظاہر سے پاکیزہ ہیں، جب یہ پانی بہتا ہے تو اُن کے قلوب اِس کے باطن سے سیراب ہو جاتے ہیں اور جب یہ بحرِ موّاج ہو جاتا ہے تو وہ چاہتے ہیں کہ اِس میں غوطہ زن ہو کر اِس کے اَسرار کے موتی نکالیں۔ پھر جب اُن پر پانی بڑھ آتا ہے تو وہ اِس کی موجوں میں ڈوب جاتے ہیں لیکن اَفہام کی وادیاں بقدرِ فہم اِس کے فیض سے اور عقول کی نہریں اِس کی نہر کے ترشح سے فیض یاب ہوتی ہیں تو وادی کے کناروں پر جواہرِ ثاقبہ اور موتی پھینک دیتی ہیں اور یہ

نہریں کناروں پر شگفتہ پھل پھول اُگاتی ہیں تو قلوب اِس کی طوالت سے مستفیض ہوتے وقت اُس کی حد پر کھڑے ہو جاتے ہیں نہروں کے کنارے قیمتی پتھروں اور مال و دولت سے بھرے ہُوئے ہیں جن کی گنتی نہیں ہو سکتی'' اور نفوس اپنی ضرورت کے مطابق پھل پھول اور کلیاں چُن کر بامُراد ہوتے ہیں۔''

رہے اَسرار ؟ تو جب اِس کی دستک سُنتے ہیں تو قوارع الا آیات طلوع ہوتے ہیں جن سے طلائعِ صفات پر طلوع ہوتا ہے تو دیکھنے والا صفات کے حُسن کو دیکھ کر کھو جاتا ہے اور اُن کی تجلیات کے وقت دہشت زدہ ہو کر رہ جاتا ہے اور تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ رُوح اُس سے ترقی کو پہنچتی ہے تو اُس کے جمال کی طلعت کے پیچھے اُس کے باقی وجہ کی طلعت ہے، اور اُس پر وجود کی نفی کے ساتھ حُکمِ شہود ہے اور اُس کا اقرار لازم ہے تو پاک ہے وہ ذات جس واحد القہار کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

پاک ہے وہ جو اپنے جلال و جمال کی صفات کے زیور کے ساتھ کلام میں اپنے بندوں پر اُس صُورت میں تجلّی فرماتا ہے جس کے ساتھ اُس کی ذات اور اُس کا کمال ہے۔

اور صلوٰۃ ہو اُس شجرۂ مبارکہ پر جس نے اِس کلام کے ساتھ نُطق فرمایا، اور سلام ہو اُس پر جس سے اور جس کے لئے اور جس کی طرف اِسے اُس کا مَورد اور اُس کا مصدر بنایا، اور آپ ﷺ کی آلِ پاک پر اور اُن لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کے علم کا اور اُس کی کتابِ عزیز کا مخزن ہیں اور آپ ﷺ کے اُن اصحاب پر جو بہت محفوظ مقام پر آپ کے ساتھ دین کی صبح کرتے۔''

اَمابعد! میں نے حفاظت کے ساتھ تلاوتِ قرآن کی اور قوّتِ ایمان کے ساتھ اِس کے معانی پر غور و فکر کیا ہے میں نے باوجود دِل کے قلق اور سینہ کی تنگی کے اَوراد و وظائف پر مواظبت اور مُداومت کی مگر اِن کے ساتھ نہ میرے قلب کا اِنشراح ہوا اور نہ اِس سے میں اپنے ربّ کی طرف پھر سکا یہاں تک کہ مُجھے قرآنِ مجید کی تلاوت کے ساتھ اُلفت اور اُنس ہو گیا اور میں نے اِس کے

پیالے اور شربت کی شرینی وحلاوت کا مزہ چکھّا تو اِنشراحِ صدر ہو گیا طبعیت وخاطر کو وُسعت مل گئی، دِل کشادہ ہو کر کھل اُٹھا، خُوشی وسیع ہو گئی، وقت اور حال اچھّا ہو گیا اور اِس فتوح کے ساتھ رُوح مسرُور ہو گئی گویا کہ وہ ہمیشہ صبح شام اِس شربت سے لُطف اندوز ہو رہی ہے میرے لئے ہر آیت کے نیچے وہ معانی منکشف ہوئے جن کی پُوری پُوری تعریف وتوصیف میری زُبان کر ہی نہیں سکتی اور نہ ہی اِس کے ضبط واحصیٰ کے فُوت کرنے کی قُدرت ہے اور نہ ہی اِس کے نشر واِفشاء سے صبر کرنے کی طاقت ہے۔''

تو میں اُس حدیث کا ذکر کرتا ہوں جس کے پیچھے مقاصد اور اُمیدیں ہیں اور وہ ہر صامت و ناطق سے افضل واعلیٰ اُمّی وصادق نبی عَلیہ افضل الصلوٰۃ کا یہ فرمان ہے،

''ما نزل من القرآن آیۃ اِلّا ولھا ظھر وبطن، ولکل حرف حد و لکل حد مطلع''

''یعنی قُرآن مجید میں جو آیت نازل ہوئی ہے اُس کا ظاہری معنیٰ بھی ہے اور باطنی بھی اور ہر حرف کے لئے حُد ہے اور ہر حد کے لئے مطلع ہے۔''

تو قُرآن مجید کے اَلفاظ سے سے جو ظاہر معنیٰ مفہوم ہو گا وہ تاویل ہے اور حد کا معنیٰ یہ ہے جس کی طرف معنیِ کلام سے لا متناہی فہوم ہوں جبکہ مطلع سے مُراد یہ ہے کہ جو اِس کی طرف صعود کرے اُسے مَلکُ العلام جلّ جلالہٗ کے شہود پر اِطلاع ہو جائے۔

اِمام محقِ سابق سیّدنا امام جعفر صادق علیہ السلام کا اِرشاد منقول ہے۔

''لقد تجلی اللہ لعبادہ فی کلامہ ولکن لا تبصرون''

''یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کلام میں اپنے بندوں کے لئے تجلّی فرماتا ہے ولیکن وہ دیکھتے نہیں۔''

اور سیّدنا امام جعفر صادق علیہ السلام کے بارے میں ہے۔

''انہ خر مغشیاً علیہ وھو فی الصلوٰۃ فسئل عن ذالك فقال ! ما زلت اردد الآیۃ حتیٰ سمعتھا من المتکلم بھا۔''

''یعنی آپ کو نماز میں غش آ گیا تو آپ سے غش آنے کی وجہ پُوچھی گئی آپ نے فرمایا ! میں جب تک ایک آیت کا جواب اُس سے نہ سُن لُوں جس سے ہم کلام ہوتا ہوں دوسری آیت نہیں پڑھتا۔''

یعنی جو کچھ میں کہہ رہا ہوتا ہوں اُس کا جواب اپنے رب سے سُن کر گُفتگو کو آگے بڑھاتا ہوں۔

تو میں نے اِن اوراق کی تسوید میں دلیری کر لی ہوسکتا ہے بقعہ تفسیر کے ارد گرد گھومنے اور مطلعات میں سے جس تقریر کی طاقت نہیں اُس کے پانی میں غوّاصی کرنے کے بغیر طبعیت اِس اَمر کے ساتھ فیاض ہو جائے۔

کتاب کی نظم و ترتیب میں یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ نہ تو مکرّر آنے والی آیات کی تاویل کا اِعادہ کیا جائے اور نہ ہی اُس مضمون کی تکرار کی جائے جس کے اَسالیب میں مُشابہت پائی جاتی ہے اور ہر اُس آیت کی تفسیر کو بھی چھوڑ دیا ہے جو میرے نزدیک تاویل کو قبول نہیں کرتی، اور اُس آیت کی بھی ہرگز تاویل نہیں کی گئی جس کی تاویل کی ضرورت نہیں اور نہ ہی مجھے یہ گمان اور زُعم ہے کہ جس حد میں اُسے وارد کیا گیا ہے میں اُس تک پہنچ گیا ہوں، ہرگز نہیں اِس لئے کہ وُجوہِ فہم اُس اَمر میں منحصر نہیں جس میں مَیں سمجھا ہوں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم اُس اَمر میں مقیّد نہیں جسے میں جانتا ہوں۔

اِس کے ساتھ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو اُس آیت میں بیان ہوا اُس پر میرا فہم نہ ٹھہرا ہو یا نہ واقف ہو بلکہ بسا اَوقات خود میرے لئے اِس میں کئی وجہ سے لکھا ہوا ظاہر ہوتا ہے جو اُس کے محاذی میں باطل ہوتا ہے۔

پہلا پارہ

نیز یہ کہ اَحکامِ ظاہر میں جس آیت کی وہ تاویل ممکن ہی نہ ہو جس سے اُس کا ظاہر مُراد لیا جا سکے تو اُس کی تھوڑی سے تاویل کر دی ہے تا کہ اِس کے ساتھ جان لیا جائے کہ فہم کو اُس کی طرف راستہ ہے اور یہ کہ اُس کے نظائر پر اِستدلال ہو سکے کہ اِس کے ظواہر سے آگے بڑھا جا سکتا ہے، اِس لئے کہ اِس کی تاویل میں راستہ سے ہٹ جانا ضروری نہیں، اور مردانگی کا عنوان تکلّف کو چھوڑ دینا ہے ہوسکتا ہے میرے علاوہ کوئی دوسرا اِس اَمر کی اَحسن وجوہ سے رہبری کر سکے کیونکہ بندوں میں سے جو کوئی آسانی چاہتا ہے یہ اُس کے لئے آسان ہے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہر کلمہ میں اِتنے کلمات ہیں کہ دریا ختم ہو جائے مگر یہ کلمات ختم نہ ہوں گے اندریں صُورت اِن کے حصر وشمار کی طرف کون سی راہ ہو سکتی ہے لیکن یہ تفسیر اہلِ ذَوق و وجدان حضرات کے لئے نمونہ ہے۔

تلاوتِ قُرآن کے وقت اِس نمونہ کو بھی سامنے رکھیں تا کہ اُن کی اِستعداد کے مطابق علمِ الٰہی کے مکنونات سے اُن پر انکشاف ہو اور اُن کی اِستطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے غیب کے خفیات میں سے اُن پر تجلی پڑے۔

اور اللہ ہی اہلِ مجاہدہ کی رہنمائی مکاشفہ اور مشاہدہ کی طرف اور اہلِ شوق کی رہنمائی مشاربِ ذَوق کی طرف کرتا ہے بیشک وہ ولی التحقیق ہے اور اُسی کے ہاتھ توفیق ہے۔

تَفسِیرِ فَاتِحَۃُ الکِتَاب

اِسمِ اعظم

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ترجمہ! اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

اِسمِ ! اِسم وہ ہے جس کے ساتھ کسی چیز کا تعارُف ہوتا ہے جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء نوعیت کی وہ صُورتیں ہیں جو اِن اَسماء کے خصائص پر دلالت کرتی ہیں اور یہ صُورتیں اللہ تعالیٰ کی صفات اور ذات اور اُس کے وجہ پر اپنے وجود کے ساتھ اور اُس کی وحدت پر اپنے تعیّن کے ساتھ آتی ہیں۔

اَللہ ! ذاتِ الٰہی کا اِسم ''اللہ'' علی الاطلاق حیثیت سے ہے نہ کہ صفات کے لئے اُن سے مُتصف ہونے کے اعتبار سے.

الرَّحمٰن ! رحمان حسبِ اِقتضاءِ حکمت موجودِ کمال کے لئے ہر ایک کو فیض رساں اور ہدایت کی وجہ سے آئندہ امور پر گمان کیا گیا نام ہے۔''

الرَّحِیم ! رحیم نہایت کے اعتبار سے نوعِ انسانی کو مخصوص معنوی کمال کا فیض پہنچانے والا اِس لئے بعض نے کہا یا رحمان دُنیا و آخرت اور رحیم آخرت ہے تو اِسم ''رحیم'' کا معنیٰ اُس صُورتِ انسانیہ کاملہ جامعہ کے ساتھ عام اور خاص رحمت ہے جو ذاتِ الٰہی کی مظہر اور تمام صفات

کے ساتھ حقِ اعظم دائمی ہے، پڑھ یہی اِسم اعظم ہے، اور اِسی معنیٰ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِس ارشاد کی طرف اشارا ہے۔

"اُوتیت جوامع الکلم وبعثت لاتمم مکارم الاخلاق"

"یعنی میں جامع کلمات دیا گیا ہوں اور مکارم اخلاق کو پُورا کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہُوں اِس لئے کہ کلماتِ موجودات کے حقائق اور اعیان ہیں۔"

(الحدیث)

جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام اللہ تعالیٰ نے کلمہ رکھا ہے اور مکارم الاخلاق کلمہ کے وہ حالات اور خواص ہیں جو جامعِ انسانی ہونے میں اُس کے تمام محصورہ افعال کے مصادر ہیں۔"

حُروفِ تہجّی اور مراتبِ مُوجُودات

یہاں لطیفہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے حروفِ تہجّی مراتبِ موجودات کے مطابق بنائے ہیں اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسلام اور حضرت علی علیہ السلام اور بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں پائے گئے یہاں اِسی اَمر کی طرف اِشارہ ہے۔ اِس لئے بعض نے کہا! موجودات بِسْمِ اللّٰہ کی باء سے ظہور میں آئے ہیں چونکہ حرفِ باء اُس الفِ موضوعہ سے ملا ہوا ہے جس کے ساتھ اللہ کی ذات ہے تو یہ عقلِ اوّل کی طرف اشارا ہے جو "اوّل ما خلق اللہ" کی طرف مخاطب ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جسے پہلے پیدا فرمایا۔

"ما خلقت خلقا احب الی ولا اکرم علی منك بك اعطی وبك اخذ وبك اثیب وبك اعاقب"

"اَے محبوب میں نے جو مخلوق پیدا کی ہے وہ مجھے آپ سے زیادہ محبوب نہیں اور نہ ہی میرے نزدیک آپ سے زیادہ اِکرام والی ہے میں آپ کے ساتھ

عطا کرتا ہوں آپ کے ساتھ لیتا ہوں آپ کے ساتھ ثواب دیتا ہوں اور آپ کی وجہ سے عقوبت اور سزا دیتا ہوں۔"

(الحدیث)

حروف کے لطائف

اِس کلمہ یعنی (بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ) کے حروفِ ملفوظہ اٹھارہ اور حروفِ مکتوبہ اُنیس ہیں اور جب کلمات الگ ہوتے ہیں حروف بائیس کی طرف منفصل ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ اٹھارہ ملفوظہ حروف سے عَوالم کی طرف اٹھارہ ہزار عالم کا اشارہ عبارت ہے اِس لئے کہ الف بمعنی ایک ہزار عددِ کامل باقی مراتبِ اعداد پر مُشتمل ہے اور یہ اُمِّ مراتب ہے الف یعنی ہزار کے اُوپر کوئی عدد نہیں تو اِس سے اُمّہاتِ عَوالم عبارت ہیں اور اُمّہاتِ عوالم یہ ہیں جبروت، عالمِ ملکوت، عرش، کرسی، سات آسمان، اربع عناصر اور موالیدِ ثلاثہ اِن میں سے ہر ایک اپنی جزئیات کی طرف منفصل ہے، جبکہ کلمہ (بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ) کے اُنّیس مکتوبہ الفاظ سے عالمِ انسانی کی طرف اشارہ ہے اِس لئے کہ انسان اگرچہ عالمِ حیوان میں داخل ہے مگر اپنی بزرگی اور تمام مخلوق کے لئے اپنی جامعیت اور وجود کے لئے اپنے حصر کے اعتبار سے عالمِ آخرت میں اُس کے لئے اعلیٰ شان اور اُس کی سرداری کی بُرہان ہے۔

جیسا کہ ارشادِ ربانی " وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَجِبۡرِيۡلَ " میں بیان کیا گیا ہے۔

بسم اللہ کی باء کا الف

تین پوشیدہ الف بائیس حروف کا تتمّہ ہیں جو ذات وصفات اور افعال کے اعتبار سے علیحدگی کے وقت عالمِ الٰہی حق کی طرف اشارہ ہیں اور یہ تین الف تفصیل کے وقت تین عالم اور تحقیق کے وقت ایک عالم ہیں جبکہ تین مکتوبہ الف انسانی مظہرِ اعظم اور عالمِ الٰہی کے پردہ پر اِن عوالم کے ظہور

کی طرف اشارہ ہیں۔

جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ بسم اللہ کی باء کا الف کہاں گیا ؟ فرمایا !

''اُسے شیطان نے چُرا لیا''

تو بسم اللہ کی باء طویل اَمر کے ساتھ الف کا عوض اور مُنتشر ہونے والی رحمت کی صُورت میں حجابِ الٰہی کے پھٹنے کی طرف اشارہ ہے جبکہ صُورتِ انسانی میں اِس کے ظہور کو سوائے اہل اللہ کے کوئی نہیں جانتا اِسی لئے وضع میں نکرہ ہے۔

حجابات کیسے اُٹھتے ہیں؟

حدیث شریف میں آیا ہے ''خلق آدم علی صورته''یعنی آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا تو معلوم ہُوا ذات پر صِفات کے پردے ہیں اور صِفات افعال کے پردے میں ہیں جب کہ افعال ! اَکوان و آثار کے پردوں کے ساتھ محجوب ہیں، تو اگر اِن اَفعال پر توکّل کی تجلّی پڑے گی تو حجاباتِ اَکوان اُٹھ جائیں گے اور اگر صفات پر رضا و تسلیم کی تجلّی پڑے گی تو اَفعال کے پردے اُٹھ جاتے ہیں تو یہ انسان موحدِ کامل ہے کرے جو کرے اور پڑھے جو پڑھے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کی تفسیر

توحیدِ افعال توحیدِ صفات پر مقدّم ہے اور توحیدِ صفات توحیدِ ذات پر مقدّم ہے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سُجود کے وقت اِن تینوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

''اعوذ بعفوك عن عقابك اعوذ سخطك و اعوذ بك منك''

یعنی ''یا اللہ ! میں تیرے عفو کے ساتھ تیری عقوبت سے اور تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے اور تیرے ساتھ تُجھ سے پناہ چاہتا ہُوں۔''

(تفسیر آیت نمبر ۱ تا ۴)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ؕ﴿۴﴾

ترجمہ ! سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا بہت مہربان رحمت والا روزِ جزاء کا مالک ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔

اَلۡحَمۡدُ ! کا مطلب یہ ہے کہ فعل اور زبانِ حال کے ساتھ حمد کرنا اور یہ اشیاء سے غایتوں کا حصول اور ظہورِ کمالات ہے اِس لئے کہ یہ اپنے مولا کی وہ ثناءِ فاتحہ اور مدحِ رائعہ ہے جس کا وہ مستحق ہے پس تمام تر موجودات اُس کی خصوصیات اور خواص کے ساتھ اور اُس کی غایتوں کی طرف متوجہ ہے اور اُس کے کمالات تسبیح وحمد کرتے ہوئے قوّت کے کنارے سے فعل کی طرف نکلتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا !

''وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ''

یعنی ''اور کوئی چیز نہیں جو اُس کی تعریف کرتی ہوئی اُس کی تسبیح نہ بیان کرے''

(بنی اسرائیل آیت ۴۴)

تو اُن کی تسبیح یہ ہے کہ وہ معبود عزّوجل شریک اور صفاتِ نقص سے پاک اور منزہ ہے اِن اشیاء کا پہنچنا اُس کے واحد ہونے کی طرف اور اِن کی دلالت اُس کی وحدت اور اُس کی قدرت پر ہے اِن کی تحمید اُس کے کمالاتِ مترتبہ کا اِظہار ہے اور اِن صفاتِ جلالیہ جمالیہ کے لئے اُس کی مظہریت ہے۔

اور وہ ربُ العزّت عزّوجل ہر ایک کے لئے اپنی مَبدئیت کے اِعتبار سے اپنی ذات کے ساتھ مختص ہے جبکہ اُس کی حافظیّت ومدبّریت اُسی کے لئے ہے چنانچہ تمام عالموں کی ربُوبیّت کے یہی معنی ہیں۔

یعنی ہر ایک کے لئے جو کچھ بھی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کو اُس کا علم ہے اور وہ اُس کو جانتا ہے جیسا کہ خاتم جب اُس کے ساتھ اختتام ہو اور قالب جب اُس میں تقلیب ہو اور السلامۃ کی جمع کی جمع اُس کے اِشتمال کی وجہ سے علم یا تغلیب کے مَعنوں میں ہے اور اُس کے مقابل میں عام وخاص بہتر فائدہ ہے یعنی نعمتِ ظاہری جیسے کہ صحت اور رزق ہے اور نعمتِ باطنی جیسے کہ معرفت اور علم ہے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی تفسیر

یہ جزاء کے دن میں اپنی نہایت کے اعتبار سے چیزوں کی مالکیت کے معنوں میں ہے اِس لئے کہ حقیقت میں کوئی بدلہ نہیں دیتا مگر وہ معبود جس کی طرف وقت جزاء ملکیت منتہی ہوتی ہو یعنی محض وہی بدلہ دے سکتا ہے جو اکیلا ہر چیز کا مالک ہو۔ چنانچہ فانی سے باقی نعمت کے اَثبات سے زہد کے ساتھ اُس کے تجرّد کے وقت ہے اور تجلّیاتِ اَفعالِ عبد کے اَفعال سے اُس کی کھال کھینچنے کے وقت ہے (یعنی الگ کرنے کے وقت ہے)

اور اُس کی صفات کا عوض اُس کی صفات محو ہونے کے وقت ہے اور اُس کی ذات کی بقاء کے ساتھ اُس کی فناء کے وقت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے وجودِ حقّانی عطا فرمایا ہو پس اُس اللہ تعالیٰ کے لئے مُطلق حمد ہے اور اُس کی ماہیّت اَزلاً اور اَبداً اُس کے اِستحقاق کے مطابق بذاتہٖ اُسی کے لئے ہے بدایت نہایت کے اِعتبار سے اور زُبانوں کی تفاصیل پر دونوں کے درمیان مقام جمع میں نہیں تو وہ تفصیلاً اور جمعاً حامد ومحمود اور مبداء ومنتہٰی عابد ومعبود ہے۔

جب تجلّی وارد ہوتی ہے

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ جب اُس کے بندوں کے لئے اُس کی صفات سے اُس کے ساتھ اُس کے کلام میں تجلّی وارد ہوتی ہے اُس کے بندے اُس کی عظمت اور اُس کی قدر وقیمت اور اُس کے کمالِ قدرت اور اُس کے جلال کے گواہ ہو جاتے ہیں تو وہ عبادت کو اُس کے ساتھ مخصوص

کرتے ہوئے قولاً اور فعلاً مخاطب ہوتے ہیں اور اُسی سے امداد طلب کرتے ہیں اِس لئے وہ اُس کے سوا کسی کو معبود نہیں دیکھتے اور نہ ہی اُس کے علاوہ کسی کے پاس قوّت اور طاقت کو دیکھتے ہیں تو اگر یہ بندے حاضر ہوں تو اِن کی تمام تر حرکات وسکنات اُس کے ساتھ اور اُس کے لئے عبادت ہوتی ہیں پس وہ اپنی نماز پر دائم رہتے ہیں اور زبانِ محبّت کے ساتھ دُعا کرتے ہیں تا کہ وہ ہر وجہ سے اُس کے جمال کا مشاہدہ کریں۔

(تفسیر آیت نمبر ۵ تا ۷)

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

ترجمہ ! ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تُو نے احسان کیا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ یعنی ہمیں ہدایت پر ثابت قدم رکھ اور اُس طریقِ وحدت میں اِستقامت کی قُدرت عطا فرما جو نعمتِ خاصہ کے ساتھ انعام پانے والوں کا وہ راستہ ہے جسے معرفت و محبّت اور ہدایتِ حقّانیہ ذاتیہ کہا جاتا ہے اور یہ راستہ اُن اَنبیاء وشہداء صادِقین واولیاء کا راستہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا اوّل وآخر اور ظاہر وباطن میں مشاہدہ کرتے ہیں تو اُن کے شہود میں ظلِّ فانی کے وجود سے اُس کے باقی رُخ کی طلعت غائب ہو جاتی ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ! یہ وہ لوگ ہیں جو ظواہر کے ساتھ ٹھہر گئے اور نعمتِ رحمانیہ نعیمِ جسمانیہ اور حقائقِ رُوحانیہ سے ذوقِ حسّی نعیمِ قلبی اور ذوقِ عقلی کے ساتھ محجوب ہو گئے جیسا کہ یہودی ہیں اِس لئے کہ وہ ظواہر اور جنّت اور حُور وقصور کی دعوت دیتے ہیں تو اُن پر غضب ہوا کیونکہ غضب دُور ہٹائے جانے اور بُعد کو مُستلزم ہے۔ اور ظواہر کے ساتھ ٹھہر جانا ہی وہ حِجابِ ظُلمانی ہے جو انتہائی دُوری ہے۔

وَلَا الضَّآلِّیْنَ ! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے باطن کے ساتھ وقوف کیا محض باطن پر ٹھہر جانا نُورانی پردہ ہے اور یہ لوگ رحمانیت سے نعمتِ رحیمیہ کے ساتھ پردے میں ہیں اور ظاہریتِ حق سے غافل ہیں اور برابر راستے سے بھٹکے ہُوئے ہیں۔

یہ لوگ ہر ایک میں جمالِ محبوب کو حرام کہتے ہیں جیسا کہ نصاریٰ کیونکہ یہ لوگ باطنوں اور عالمِ قُدوس کے انوار کی دعوت دیتے ہیں اور مُحمّدی موحدین ظاہر و باطن سب کی طرف دعوت دیتے ہیں اور جمالِ ذات اور حُسنِ صفات کے درمیان جمع ہیں یعنی دونوں کو مانتے ہیں جیسا کہ وارد ہوا۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ

"یعنی اپنے ربّ کی بخشش اور جنّت کی طرف دوڑو۔"

(سورۃ آل عمران آیت ۱۳۳)

اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ

"اللہ سے ڈرو اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصّے تمہیں عطا فرمائے گا اور تُمہارے لئے نُور کر دے گا جس میں تم چلو۔"

(سورۃ الحدید آیت ۲۸)

"وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا"

"یعنی اللہ کی عبادت کرو اور اس کا کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔"

(سورۃ النساء آیت ۳۶)

تو اِن لوگوں کی تینوں دُعائیں قبول کی جاتی ہیں جیسا کہ اِن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے!

"وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ ط"

"اُس کی رحمت کے اُمیدوار ہیں اور اُس کے عذاب سے خوفزدہ ہیں۔"

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۵۷)

"یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا"

"کہیں گے اَے ہمارے رب ہمارا نور پورا فرمادے"

(سورۃ التحریم آیت ۸)

"اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا"

"وہ جو کہتے ہیں اللہ ہمارا ربّ ہے پھر اِس پر قائم رہتے ہیں۔"

(سورۃ حم السجدہ آیت ۳۰)

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو خبر دی ہے یہ لوگ اُس تمام کے ساتھ ثواب حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کا بدلہ جنّت کے باغات ہیں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ"

"ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں۔"

(سورۃ البینۃ آیت ۸)

"لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ"

"ان کے لئے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔"

(سورۃ الحدید آیت ۱۹)

"فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط"

تو تم جدھر منہ کرو اُدھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ)

(سورۃ البقرہ ۱۱۵)

"لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط"

"بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔"

(سورۃ یونس آیت ۲۶)

تفسیر سُورۃ البقرہ

(تفسیر آیت نمبر ۱ تا ۵)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

الٓمّٓ ﴿۱﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۲﴾ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ
وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ
اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓىٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓىٕكَ
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمہ ! وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے۔

الٓمّٓ اِن تینوں حروف سے کلِ وُجود کی طرف اُس کے کل ہونے کی حیثیت سے اِشارہ ہے

ا۔ اُس ذات کی طرف اشارہ ہے جو ہمیشہ سے وُجودِ اوّل ہے۔

ل۔ یہ عقلِ فعال حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف اِشارہ ہے اور یہ درمیانی وجود ہے جو مُبداء سے فیضیاب ہو کر منتہی کو مستفیض کرتا ہے۔

م۔ حضور رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اَقدس کی طرف

اشارہ ہے آپ وہ وُجودِ آخر ہیں جس کے ساتھ اُس کا دائرہ مکمل ہو کر اپنے اوّل کے ساتھ مل جاتا ہے اِسی لئے آپ ختم ہیں چُنانچہ حدیثِ قُدسی ہے۔

"ان الزمان قد استدار کھیئۃ یوم خلق السمٰوات والارض"

''یعنی بے شک زمانے کا دَورہ اِسی ہیئت پر ہے جس پر آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے وقت تھا۔''

الٓمٓ کی مزید تشریح

اَسلاف میں سے ایک بُزرگ سے روایت ہے (ل) دو الفوں سے مرکبّ ہے، یعنی ذات کے مقابل وضع ہوئی اور باوجود صفتِ علم ہونے کے دونوں عَالم اُن تین عَوالمِ اِلٰہیہ سے ہیں جن کی طرف ہم نے اِشارہ کیا ہے تو لام اللہ تعالیٰ کے اَسماء سے ایک اِسم ہے اِس لئے کہ ہر اِسم ''ما و آما'' کی صفت کے باوجود ذات سے عبارت ہے۔

یہ حرف اُن تمام تر صفات و اَفعال کے باوجود جن کے ساتھ صُورتِ مُحمّدیہ میں پوشیدہ ذات کی طرف اِشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ اِسم اِس حیثیت سے اِسمِ اعظم ہے کہ اُسے نہیں پہچانتا مگر جو اُسے پہچانتا ہے۔

کیا تو جانتا ہے کہ (م) جو کہ ذات کی صُورت ہے اِس میں کیسے پوشیدہ ہے ؟

تو بے شک میم، میں یاء ہے اور یاء میں الف ہے یاء حروفِ تہجّی کی وضع میں ایک راز ہے اگرچہ وہ حرف نہیں مگر اُس میں الف ہے اور اُس قول کے قریب ہے جس میں کہا گیا کہ اِس کا معنیٰ اللہ علیم وحکیم کے ساتھ منقسم ہے۔

چونکہ حضرت جبریل علیہ السلام عِلم کا مظہر ہیں چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کا اِسمِ علیم ہیں اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حِکمت کا مَظہر ہیں تو آپ اللہ تعالیٰ کا اِسمِ حکیم ہیں۔

اِس اَمر سے اُس شخص کے قول کے معنی عبارت ہیں جس نے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ کے اَسماء ہیں اور علم نہ پُورا ہوتا ہے نہ کامل مگر جب وہ بالفعل عالمِ حکمت میں ملا ہوا ہو جو کہ عالمِ اَسباب و مسببّات ہے پس حکمت یعنی مظہرِ حکمت حضرت مُحمد مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹتا ہے، کیونکہ صرف اکیلا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لینے سے اِسلام حاصل نہیں ہوتا مگر یہ کہ صرف اکیلے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو ملا لیں تو اسلام کامل ہو جاتا ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ کی تفسیر

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ کے معنی ''اَلموعُود'' وعدہ کی گئی کتاب ہے یعنی ہر مومن کی صُورت جس کی طرف ہر چیز پر مشتمل کتاب جفر وجامعہ، منتقل ہو اور یہ کتاب آخری زمانہ میں وعدہ کئے گئے حضرت اِمام مہدی علیہ السلام کے ساتھ ہو گی، اُسے نہیں پڑھیں گے جیسا کہ وہ حقیقتاً ہے مگر وہ یعنی امام مہدی علیہ السلام ہی اُس کی حقیقت سے واقف ہوں گے۔

اور جَفر وہ لوحِ قضاء ہے جو عقلِ کُل ہے اور جامعہ وہ لوحِ قدر ہے جو نفسِ کُل ہے۔

پس جفر اور جامعہ کتاب کے معنی اُس تمام اُمر پر حاوی اور محیط ہیں جو ہوا ہے اور جو ہو گا یعنی اُس میں مَا كَانَ وَ مَا يَكُوْن کا علم تحریر ہے جیسا کہ تیرا قول سُورۃ بقرہ اور سُورہ نمل کے بارے میں ہے۔

لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ تحقیق کے نزدیک یہ ہے کہ اُس کے ساتھ حق ہے اور قول کی تقدیر میں اُس کا معنیٰ اُس حق کے ساتھ ہو گا جو اِس حیثیت سے کُل ہے کہ وہ کُل ہے کیونکہ اِس کتابِ موعود کا بیان حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی زبان اور کتابوں میں آیا ہے کہ وہ اِس کے ساتھ آئیں گے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''نحن ناتیکم بالتنزیل'' یعنی ہم تُمہارے پاس تنزیل کے ساتھ آئیں گے۔

رہی تاویل تو آخری زمانہ میں اُس کے ساتھ حضرت اِمام مہدی علیہ السّلام تشریف لائیں گے اور قسم کے جواب کا حذف کرنا اِس پر اِس کتاب کی دلالت کے لئے ہے جیسا کہ قُرآنِ مجید کے دوسرے مقامات مثلاً والشمس ۔ والنا زعات وغیرہ میں حذف ہے یعنی اِس کتابِ موعود قرآنِ مجید کے لئے جو حضرت مُحمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آئے گی ہم تورات وانجیل میں نازل کرنے والے ہیں اِس پر حذف اس کے ارشاد ذٰلِكَ الْكِتٰب کے لئے ہے یعنی یہ کتاب علمِ سابق میں معلوم ہے۔

چنانچہ تورات واِنجیل میں اَلموعود حق کی حیثیت سے ہے اِس میں شک وریب کی مجال نہیں۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کی تفسیر

یعنی یہ کتاب فِی نفسہٖ اُن لوگوں کو ہدایت کرتی ہے جو رذائل سے پرہیز کرتے ہیں اور اُس اَمرِ حجاب سے بچتے ہیں جو قبُولِ حق سے مانِع ہو۔ جاننا چاہیے کہ عاقبت کی حیثیت سے اِن لوگوں کی سات اَصناف ہیں اِن میں سعید اور شقی ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔"

فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ

''تو اُن میں کچھ بد بخت ہوں گے اور کچھ خُوش نصیب''

(سورۃ ھود آیت ۱۰۵)

اور بد بخت واَشقیاء اَصحابِ شمال یعنی بائیں ہاتھ والے اور سعداء اَصحاب الیمین یعنی دائیں ہاتھ والے ہیں اور سابِقون مقرّبین ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

"وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً"

''اور تم تین قسم کے ہوجاؤ گے۔''

(سورۃ الواقعہ آیت ۷)

اصحابِ شمال کا حال

اُصحابِ شمال وہ لوگ ہیں جو حق سے دُور کئے گئے ہیں اور اِن کے لئے کہا گیا کہ یہ اہلِ ظُلمت ہیں ان کا حجاب کُلّی ہے اور اُن کے دلوں پر اَزل سے مُہر لگی ہوئی ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا !

"وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ "

''اور کتنے ہی جن اور انسان ہیں جنہیں ہم نے جہنم کے لئے پیدا فرمایا۔''

(سورۃ اعراف آیت ۱۷۹)

حدیثِ ربّانی میں ہے کہ اُنہیں آگ کے لئے پیدا کیا گیا اور ہمیں کچھ پرواہ نہیں، رہے منافقین ! تو یہ لوگ اپنی اَصل میں مُستعد حسبِ فِطرت و پیدائش روشنی کو قبول کرنے والے ہیں ولیکن اِن کے قلوب گُناہ کے غالب آ جانے سے محجوب ہیں جو کہ اِکتسابِ رذائل کی بناء پر اُن میں بُرائیوں کا راسخ نہ ہونا اُن کی بخشش کا باعث بنے گا یا اِس سے اُن کی توبہ کا اِمکان ہے،

تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی بُرائیوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نیکیوں میں تبدیل فرما دے گا اور یہ لوگ اُسی قدر مُعذّب ہوں گے جس قدر اُن میں گُناہ راسخ ہوں گے یہاں تک کہ اُن کا بُرائیوں کی صُورت میں کمایا ہوا ڈھل جائے گا اور وہ نجات اور خُلاصی حاصل کرلیں گے چنانچہ یہ لوگ اہلِ عدل وعقاب ہیں اور اِن میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظلم کیا عنقریب اُن کی کمائی ہوئی بُرائی اُنہیں پہنچے گی لیکن رحمت اُن کا تدارک کردے گی اُن میں تیسری قسم کے لوگ اہلِ آخرت اور سابقون ہیں۔

محبّین و محبُوبین کون ہیں ؟

محبّین وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے اُس کے جہاد کا حق ادا کرتے

ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اُس کی طرف رُجوع کرنے کا حق اَدا کرتے ہیں یہ لوگ اُس کی ہدایت کے راستے پر ہیں اور اللہ تعالیٰ سے محبّت کرنے والے ہیں۔

محبوبین وہ لوگ ہیں جو اہلِ عنایتِ اَزلیہ ہیں یہ اَزل ہی سے برگزیدہ اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیئے گئے ہیں تو مُحبّین اور محبوبین دونوں صفوں کے لوگ اہل اللہ اور اللہ کے دوست ہیں۔ پس قُرآن اَشقیاء میں سے فریقِ اوّل کو اُن کی عدم استعداد کی بناء پر ہدایت قبول کرنے سے مانع ہے جب کہ بدبختوں کی دوسری قسم کے زوال کی وجہ اُن کے اِعتقاد کا کلیۃً فساد اور اُن کی اِستعداد کا مسخ ہونا اور رُکنا ہے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللہ

مُتّقین کا خاص گروہ

باقی پانچ آخری لوگوں کے لئے جو محبوب مُتقین میں شامل ہیں ہدایت ہے اور یہ اپنے سلوک فی اللہ میں جذب و وصول کے بعد ہدایتِ کتاب کے مُحتاج ہیں ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِرشاد ہے۔

" كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ "

''یعنی آپ کا دل اِس کے ساتھ ثابت ہے''

(سورۃ الفرقان آیت ۳۲)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے !

" وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ "

'' اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔''

(سورۃ ھود آیت ۱۲۰)

ایسے ہی رسولوں کی خبروں سے آپ پر کمی نہیں جس کے ساتھ آپ کا دِل ثابت ہے چنانچہ

محبّ وصول وجذب سے پہلے اور وصول وجذب کے بعد اُس کی طرف محتاج ہے کہ اُس کا سلوک اِلی اللہ اور فی اللہ ہو، علیٰ ھٰذا اِس مقام میں مُتقیّن قوتوں کے ساتھ اپنی فطرتِ اَصلیہ پر مستعد لوگ ہیں یہ لوگ اپنے دِلوں کی صفائی اور اپنے نفسوں کی پاکیزگی اور اپنے فطری نُور کی بقاء کے لئے گناہِ شرک وشک کے غالب آنے سے اِجتناب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ نہیں توڑتے جبکہ یہ تقویٰ ایمان پر مقدّم ہے اور اِس کے لئے دوسرے مراتبِ متاخرہ ہیں جیسا کہ عنقریب اِنشاءاللہ آئے گا۔

اِیمان کی اَقسام

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ جس کے ساتھ اُن سے تقلیدی یا تحقیقی اِیمانِ غیب ہے۔

اِیمان کی دو اقسام ہیں (۱) تقلیدی، (۲) تحقیقی۔

پھر تحقیقی ایمان کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) استدلالی اور (۲) کشفی۔ یہ دونوں علم اور غیب کی حد پر کھڑے ہیں، اور جو نہیں کھڑے اُن میں پہلا اِیقان ہے جس کا نام علم الیقین ہے اور دوسرا عینی ہے جو کہ مشاہدہ ہے اور اُس کا نام عین الیقین ہے جبکہ تیسرا حقی اور شہودِ ذاتی ہے اور اُس کا نام حق الیقین ہے۔ آخری دونوں قسمیں یعنی عین الیقین اور حق الیقین اِیمان بالغیب کے تحت داخل نہیں اور اِیمان بالغیب اَعمالِ قلبیہ کو مستلزم ہے یہی تزکیہ ہے اور یہی سعادتِ باقیہ کے اِحراز سے مشغول بدنیہ خارجیہ سعادتوں کی طرف مَیلان سے تطہیرِ قلب ہے۔

اِقسام سعادات

سعادتیں تین ہیں۔ (۱) قلبیہ (۲) بدنیہ (۳) ماحولِ بدن

سعادتِ قلبیہ ! یہ سعادت معارف وحِکَم کمالاتِ علمیہ وعملیہ اور خلقیہ پر مبنی ہے۔

سعادتِ بدنیہ ! یہ سعادت صحت وقوت لذاتِ جسمانیہ اور شہواتِ طبعیہ کو شامل ہے

سعادتِ ماحول بدن ! یہ سعادت اَموال و اَسباب پر مبنی ہے جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا !

" الا وان من النعم سعة المال، وافضل من سعة المال صحة الجسد، وتقوى القلب۔"

''اور اگر چہ وُسعتِ مال نعمت ہے مگر مقوی قلب جسمانی صحت وُسعت مال سے افضل ہے۔''

جبکہ پہلی دونوں سعادتوں سے اِحتراز ضروری ہے تا کہ آخری سعادت یعنی سعادتِ ماحولِ بدن کو زُہد وعبادت سے طلب کیا جائے، چنانچہ نماز کا قائم کرنا بدنی راحتوں کو ترک کرنا اور آلاتِ جسمانیہ کو مشکل میں ڈالنا ہے۔

نماز ہی وہ اصل عبادت ہے کہ جب تو اِسے پائے گا تو باقیات کو مُتاخر نہیں کرے گا یعنی نماز اَدا کرے گا تو باقی عبادات کی طرف از خود رُجحان ہو جائے گا ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

"اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ"

''بے شک نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔''

(سورۃ العنکبوت آیت ۴۵)

انفاقِ مال کیا ہے ؟

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ! مال کا خرچ کرنا محبوب خارجی سعادت سے نفس کی طرف جس کا نام زُہد ہے اِعراض کرنا ہے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بسا اوقات رُوح کی

بخشش سے اِلتزام بُخل کے لئے زیادہ سخت ہوتا ہے اور واجب قدر کے ساتھ مکتفی نہیں ہوتا۔

پس فرمایا وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ تا کہ جود وسخا کے ساتھ زائد مال کو چھوڑنے اور مروّتوں بخششوں اور نہ فرض کئے گئے صدقات کی وُجوہ سے مال کو بخش دینے پر دل تیار ہو جائے اور اُس کے نفس کو بخل سے بچائے رکھے۔

مال کا خرچ کرنا ایک دوسرے کے ساتھ وارد کرنے سے مخصوص ہے تا کہ بے اندازہ خرچ کرنے کی رذالت میں بخشش وعطا ضرر والی مقدار سے واقع ہو پس اُس جود وعطا کی فضلیت جو متخلق بِاَخلاقِ اللہ کے باب سے ہے حرام ہے۔

اللہ والے اہلِ آخرت ہیں

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ اور جو آپ سے پہلے نازل ہوا یعنی تحقیقی اِیمان تین اقسام کو شامل اعمالِ قلبیہ کو مستلزم ہے یہی تحلیہ وتزئین ہے۔

اور یہی کتبِ الٰہیہ میں نازل ہونے والے حِکم ومعارف کو دل کا پہچان لینا اور قلب کا معاد اور اُمورِ آخرت کے اَحوال کے متعلق علوم اور علمِ قدس کے حقائق کو جان لینا ہے لہٰذا فرمایا۔

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ جب کہ اہلِ آخرت وہ لوگ ہیں جو تزکیہ کی حد سے تجاوز نہیں کرتے اور تحلیہ تک پہنچتے ہیں یہی اُس کی میراث ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا !

من عمل بما علم ورثه الله علم مالم يعلم

اہل اللہ علم ویقین کے جامع ہیں وہ اپنے رب کی طرف سے اُسی کی طرف راہِ ہدایت پر اور اُس گھر کی طرف ہیں جو دارالسلام اور فضل اور لطف وثواب ہے پس یہ فلاح پانے والے ہیں نہ کہ اِن کے علاوہ عقاب وحجاب والوں میں سے فلاح پائیں گے اِس لئے فرمایا اُولٰٓئِكَ یعنی تزکیہ و

تحلیہ میں سے اِن صفاتِ مذکورہ سے متصف ہیں۔

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں علیٰ ھذا القیاس "وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ" پہلا اور الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ دوسرا اِس پر معطوف ہے اور أُولَٰئِكَ اِس کی خبر ہے اور اگر متقین کی صفت مُقرر کی جائے تو اِس سے مُراد ہدایت کے بعد تقویٰ میں کامل لوگ مراد ہیں اور مجاز اُبابِ تسمیہ سے ہوگی جس کے ساتھ اُس کی طرف سوال کیا جائے۔

(تفسیر آیت نمبر ٦ تا ٨)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑥ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ⑦ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ⑧

ترجمہ ! بیشک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔

جن پر جنت کے دروازے بند ہیں

یہ لوگ اَشقیاء میں سے وہ فریقِ اوّل ہیں جو اہلِ قہرِ الٰہی ہیں اِن میں اَنذار کامیاب نہیں اور نہ ہی آگ سے اُن کی خلاصی کا راستہ ہے ان پر آپ کے رب کا کلمہ محقق ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے اور ایسے ہی جن لوگوں نے کُفر کیا تو آپ کے رب کا کلمہ حق ہے کہ وہ اہلِ جہنّم ہیں۔ اُن پر راستہ مسدود ہے اور اُن پر دروازے بند ہیں کیونکہ دِل وہ مشعرِ الٰہی ہے جو محلِ اِلہام ہے تو وہ اُس

سے مہر کے ساتھ حجاب میں ہیں۔

اور سمع و بصر دونوں انسانوں کے مشعر ہیں یعنی فہم و اِعتبار کے دونوں دروازے ظاہر ہیں، پس اُن پر حرام ہے کہ دونوں میں دِل کی طرف نفوذِ معنی ہو سکتا نہ اُن کے لئے باطن میں علمِ ذوقی کشفی کے لئے راستہ ہے اور ظاہر میں علمِ تعلّمی و کسبی کے لئے راہ ہے۔ پس وہ اندھیروں کی گہرائیوں میں قید کئے گئے ہیں یہ اُن کو بڑا عذاب ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ یہ اَشقیاء میں سے دوسرا فریق ہے اُن کے دعوئ ایمان باللہ کے باوجود اُن سے ایمان سلب کرلیا گیا ہے کیونکہ محلِّ اِیمان دِل ہے زبان نہیں۔

اعرابیوں نے کہا ہم اِیمان لائے ولیکن کہتے ہیں ہم نے اسلام قبول کیا اور تُمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اور اُن کے قول اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ کا معنی توحید وآخرت کا دعویٰ کرنا ہے اور یہ دونوں ہی دین کی اصل اور اَساس ہیں روکنے والے اہلِ کتاب سے ہیں کیونکہ آخرت کے باب میں اہلِ کتاب کا عقیدہ حق کے مطابق نہیں۔

جاننا چاہیے کہ کُفر اِحتجاب وحجاب کا نام ہے، چنانچہ یہ حق سے پردہ ہے جیسا کہ مشرکین اور دین سے حجاب میں رہنے والے جیسا کہ اہلِ کتاب اور جو حق سے محجوب ہے وہ دین سے محجوب ہے چونکہ اُس کی طرف ضرورتاً وصول کا راستہ ہے۔

رہا دین سے محجوب، تو بے شک وہ حق سے حجاب میں نہیں تو یہ دونوں حجابوں کے اُٹھنے کا دعویٰ کرتے ہیں باوجود اِس کے کہ اُن کی ذوات سے ایمان سلب ہو چکا ہے اور یہ جھوٹ بولتے ہیں یعنی یہ مومنوں کے ساتھ نہیں ہیں اور دھوکہ دیتے ہیں۔

رسول کو دھوکہ دینا خدا کو دھوکہ دینا ہے

دونوں طرف سے لفظ دھوکہ کا استعمال ظاہر خیر اور باطن شر ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی

مُخادِعت یعنی دھوکے کا بدلہ دینا اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مُخادِعت ہے۔

اِرشادِ خداوندی ہے!

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ"

''جس نے رسول کی اطاعت کی یقیناً اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

(النساء آیت ۸۰)

اور فرمایا !

"وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ"

''اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔''

(الانفال آیت ۱۷)

جو مٹی آپ نے پھینکی تھی آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اِس لئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور حدیث میں آیا ہے۔

حدیثِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

"لا يزال العبد يتقرب الى بالنوافل حتى أحبه. فاذا احببته كنت سمعه الذى به يسمع، وبصره الذى به يبصر، ولسانه الذى به يتكلم، ويده الذى بها يبطش ورجله الذى بها يمشى۔"

''ہمیشہ میرا بندہ میرا تقرّب نوافل کے ساتھ حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے جب میں اُسے محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اُس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اُس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے کلام کرتا ہے اور اُس کا ہاتھ بن جاتا

ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔"

پس وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو ظاہری ایمان و محبّت اور باطنی کفر و عداوت سے دھوکا دیتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ اور مومنین اُن کے دھوکے کا بدلہ دیتے ہیں اور اُن سے سلام دُعا رکھتے ہیں اور اُن پر خون روکنے یعنی قتل کرنے حصنِ اَموال وغیرہ میں احکامِ اسلام کا اجراء کرتے ہیں۔

بایں ہمہ اُن کے لئے عذابِ الیم اور ذِلّت و رُسوائی ہے اُن کا مآل گندگی اور غلاظت ہے اور اُن کا انجام بُرا ہے اُن کے حال سے اللہ تعالیٰ نے خبروں اور وحی سے دُنیا ہی میں اُن کی رُسوائی بیان کردی لیکن دھوکا دینے والوں اور دھوکے کا بدلہ دینے والوں کے درمیان فرق ہے،

بیشک وہ دھوکا دیتے تھے جس سے اُنہیں فتح و کامرانی حاصل نہ ہوئی مگر یہ کہ اُن کا دھوکا دینا اُن کی جانوں کی ہلاکت اور اُن کے لئے حسرت و افسوس کا باعث بنا اور اُن کی میراث ظُلمت و کُفر اور نفاق کی زیادتی کے ساتھ وبال اور عبرتناک سزا ہے اور اِس پر دُوری اور شقاوت اور اسبابِ ہلاکت کا جمع ہونا مستزاد ہے۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا اُنہیں دھوکے کا بدلہ دینا اُن میں مؤثر اور اثر آفرین ہے اور اُن کی ہلاکت شدید ہلاکت ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

"وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝"

"اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے اُن کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔"

(سورۃ آل عمران آیت ۵۴)

اُنہوں نے تدبیر کی تو اللہ نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے اور وہ اپنی معاملہ فہمی کی غرض سے اپنی جہالت کا شکار ہیں اور اس ظاہر اَمر کو محسوس نہیں کرتے۔

(تفسیر آیت نمبر ۹ تا ۱۲)

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲

ترجمہ ! فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انہیں شعور نہیں ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے بدلہ ان کے جھوٹ کا اور جو اُن سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔

دِلوں کی بیماری کیا ہے؟

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ تنکیرِ مرض اور جملہ ظرفیہ کا وارد ہونا بیماری کے عروض و استقرار اور اُس میں رچ بس جانے کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ ہم نے اس کی طرف تقسیم میں اشارہ کیا ہے کہ اُن کے دلوں میں بیماری ہے یا موت۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ یعنی اللہ تعالیٰ اِعلاءِ کلمۃ الدین اور رسول و مومنین کی امداد و نُصرت سے اُن کے دوسرے حقد و حسد اور بُغض و کینہ کو بڑھاتا ہے اور تمام تر رذائل دِلوں کے اَمراض ہیں کیونکہ یہ اُن کے ضعف اور کمزوری کے اَسباب اور اُن کے افعالِ خاصہ میں آفت و مصیبت اور آخرت میں اُن کی ہلاکت ہیں۔

اور دونوں عذابوں کے درمیان فرق ہے، منافقوں کے لئے عذابِ الیم یعنی دردناک عذاب اور کافروں کے لئے عذابِ عظیم یعنی بڑا عذاب ہے۔

کیونکہ ازل میں رَدّ کئے گئے اور دُور ہٹائے گئے لوگوں کا عذابِ عظیم ہے اور وہ اُس کے دردوالم کی شدّت کو محسوس نہیں کر پاتے اس لئے کہ اُن کے دِلوں میں ادراک کی صفائی معدوم ہے۔ جیسا کہ مُردے یا مفلوج کے پُر گوشت عضو کا حال اُس نسبت کے ساتھ جس کا اجراء اُس کے کاٹنے وغیرہ کے دردو آلام سے ہوتا ہے۔

رہے منافقین، تو وہ اصل میں اپنی استعداد اور اپنی بقاءِ ادراک کے ثبوت کے لئے دردوالم کی شدّت پاتے یعنی محسوس کرتے ہیں کیونکہ اُن کا عذاب الیم ہے۔

فسادِ نفس سے نہ رُکنے والے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ یعنی جب انہیں جہتِ سفلیہ سے منع کیا جاتا ہے، جہتِ سفلیہ نفوس اور اُن کے متعلق مصلحتوں سے عبارت ہے جو کہ نفوس کی تکدیر و تکلیف اور لوگوں کے درمیان فتنوں کو ہوا دینے اور جنگوں اور بغض وعداوت کا باعث بنتی ہے تو وہ اِس کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں ہم اپنے نفسوں کی اصلاح کر چکے ہیں اس لئے کہ وہ حصولِ معاش اور معاشی اسباب کے میسّر آنے اور اپنے لئے امورِ دنیا کی تنظیم کو درست صُورت میں دیکھتے ہیں بطور خاص دنیا کی محبّت میں اپنی گراں فروشی لذاتِ بدنیہ اور لذاتِ عقلیہ میں اُن کا انہماک اُن کے خیال میں اُن کی مراد برآنا اور ان کے مطلوب کا میسّر آنا ہے اور وہ اپنے اُس فساد کو محسوس نہیں کرتے جس کا ادراک حِس کرتی ہے۔

جب اُنہیں حقیقی ایمان کی طرف بلاتے ہیں جیسا کہ فقراء مسلمانوں اور گوشہ نشینوں کا ایمان ہے تو یہ لوگ اُنہیں حُطامِ دُنیوی کے ترک کرنے اور اپنے حقیقی تقویٰ وزُہد کی بدولت دُنیاوی متاع و لذات اور اچھی چیزوں سے اعراض کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو انہیں بیوقوف قرار دیتے ہیں اس لئے یہ ان کی غمگینی کی انتہا اور قیدِ ہوس کی قیدی محفلوں کے مقاصد کی آخری حد اور اُن کے وہم کا

دھوکا ہے جو انہیں رَدّی اور گھٹیا سمت کو لے جاتا ہے اور یہ اَمر اُن کی ذات کے لئے ہے جسے حیاتِ دُنیوی کے ظاہر سے جانتے پہچانتے ہیں۔

رہی آخرت! تو آخرت سے وہ غافل ہیں اور نہیں جانتے کہ انتہائی بے وقوف وہ ہے جو اُشرف واعلیٰ باقی رہنے والے اَمر پر ادنیٰ واسفل فانی کو اختیار کر لیتا ہے۔

اور دو فاصلوں کے درمیان شعور اور عِلم کا فرق ہے کیونکہ اُن منافقوں کے دھوکے کا اثر اُن کے نفوس میں اور اس کی فسادانیت زمین میں ظاہر اَمر ہے جیسا کہ محسوس کیا جانے والا اَمر اور آخرت کی نعمتوں کا دُنیوی نعمتوں پر ترجیح دینا سفاہت وحکمت کے درمیان فرق کو مُستلزم ہے پس عقلی اِستدلال کے علم سے صرفِ نظر کرنا ہوگا۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۳ تا ۱۴)

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ! اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں سنتا ہے؟ وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ہنسی کرتے ہیں۔

منافق میں نُورانیّت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی یہ اُن کے دو اِستعدادوں کے حصُول کے لئے ان کی لازمی منافقت کی حکایت ہے جس میں ایک تو فطری نُوری ہے جو کہ کمزور و مغلوب اور بُجھ جانے کے

قریب ہے اور یہ وہ ہے جس سے مُنافق اپنی نسبت مومنوں کے ساتھ کرتا ہے۔

دوسری اِستعداد کسبی اور ظلمانی ہے جو کہ طاقت ور اور غائب ہے اور اِس سے وہ کافروں کے ساتھ ملا رہتا ہے اس لئے کہ اگر مُنافقوں میں مَعمولی سا نُور بھی نہ ہوتا تو وہ ہرگز ہرگز مومنوں کے ساتھ مخلوط ہونے اور اُن کی مصاحبت پر قادر نہ ہوتے جیسا کہ اُن کے علاوہ دوسرے کفّار تو تمام وُجوہ سے نُور و ظلمت کے درمیان منافات لازمی ہے۔ اور شیطان رَاندۂ درگاہ شطون جس کا معنیٰ دُوری اور بُعد ہے اُس سے بھی اُوپر ہے اور اُن کے شیطان دُوری کی گہرائی میں ہیں اور وہ مَردود کئے ہوئے ہیں اور اُن کے سردار منافقت میں پہنچے ہوئے ہیں۔

چنانچہ اُن کا مومنوں کا تمسخر اُڑانا اِس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اُن کے نُور کی جہت کمزور تھی اور اُن میں ظُلمت کی جِہت طاقت ور تھی۔

اِس لئے کہ کسی چیز کو حقارت سے دیکھنا اِس اَمر پر دلالت کرتا ہے کہ اُس میں یہ چیز نہایت ہی قلیل وزن میں اور معمولی مقدار میں پائی جاتی ہے چونکہ اُن کے پاس کم نُور تھا اِس لئے وہ نُورانیوں کو حقارت سے دیکھتے تھے جبکہ نُور کے ساتھ ہی نُور کی مِقدار کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ اُن میں ظُلمت کا رُجحان تھا اِس لئے وہ کافروں کی طرف پناہ لیتے اور اُن سے مِل جاتے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۵ تا ۱۶)

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ ! اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔

منافق کو مرتبے کے درمیان فرق محسوس ہوتا ہے

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی تحقیر فرماتا ہے، کیونکہ وہ جہت جس کو وہ حضرتِ الٰہیہ کے ساتھ منسوب کرتے تھے وہ اُن میں نہایت ہی خفیف اور کمزور تھی تو اُن میں اُسی قدر جہتِ الٰہیہ کی نفی پائی جاتی تھی جو اُن کے نزدیک ثابت تھی جیسا کہ مومنوں میں جس قدر اُن کی اَنانیتِ نفسانیہ کی نفی پائی جاتی تھی تو منافق اللہ تعالیٰ کے ہاں دو مُرتبوں کے درمیان فرق پاتے تھے

چنانچہ اُنہیں اُن کی بہیمیت اور درندگی کے اندھیروں میں ڈھیل دی جاتی جو شیطان اور نَفسانی صفات اور موادِ ہلاکت ہیں تو یہی اُن کے شہوات ولذّات اور اُن کے اَموال ومعیشتِ دُنیوی تھے جنہیں اُنہوں نے اپنی خواہشات کے ساتھ تحیر کے عالم میں اِختیار کر رکھا تھا۔

سرکشی رُوح کو مکدّر کردیتی ہے

فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ۔ عمہ سے مُراد اُن کا دِل کا اندھا ہونا ہے اور اُن کی سرکشی کا اپنی اُس حد سے تجاوز کر جانا ہے جس پر وہ پہنچتے تھے اور حد سے مُراد صَدر ہے یعنی دِل کا منہ جو نفس کے ساتھ ملا ہوا ہے جیسا کہ دِل کا وہ منہ جو رُوح سے مِلا ہوا ہے کیونکہ دونوں کے درمیان دونوں پر دُو منہ ہیں اور اِس حد پر کھڑے ہونا اللہ تبارک وتعالیٰ کی اَمر ونواہی کے ساتھ عبادت کرنا ہے، باوجود اِس کے یہ نُور اِس منہ کو مُنوّر کرنے کے لئے توجہ کے ساتھ طلب کیا جاتا ہے مگر اِس کے ساتھ نفس بھی روشن ہوجاتا ہے جیسا کہ دُوسری حد پر کھڑے ہونا جو معارف وعلوم حقائق اور حِکم وشرائعِ اِلٰہیہ سے ملاقی ہے اور اِس کے ساتھ سینہ منقّش ہوتا ہے تو اِس سے نفس کی تزئین ہوجاتی ہے۔

پس طُغیان وسرکشی بہیمیت ودرندگی نفسانی اور شیطانی صفات میں مُنہمک ہونا ہے اور اِن کا دِل پر غالب آنا سیاہی اور اندھیرے کا باعث ہے پس رُوح مکدّر رہوجاتی ہے۔

سرمدی خسارہ ہے

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی یعنی جنہوں نے حق کے راستے جو کہ دین یا حق ہے کے بدلے میں ظُلمت اور حجاب کو خرید لیا، تو بیشک ضلالت یعنی گمراہی ہدایت کے مقابل نُورِ استعدادی اصلی کے ساتھ منقسم ہے۔

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ تو اُن کی تجارت نے اِس لئے نفع نہیں دیا کہ اُن کا رأس المال یعنی سرمایا عالمِ نُور و بقا سے ہے تا کہ فیضی کمالی نُور سے جو اُس کا ہم جنس ہے سے علوم و اعمال حِکم و معارف اخلاق اور اچھے خصائل کا اِکتساب کریں۔

تو اغنیاء اور مال دار لوگ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے ہاں قُرب و بزرگی اور تعظیم و وجاہت کے مستحق ہوتے تو کیا اِس کسب کے ساتھ نفع حاصل کرتے اور ہدایتِ اُصلیہ کو ضائع کر دیتے جو کہ اُن کی پُونجی اور اُن کی استعداد کے اُزالہ کے ساتھ اُن کا راس المال تھا ؟

جبکہ غلبۂ خواہشات سے اُن کے دلوں کا تکدّر حجاب کا مُوجب اور ہمیشہ کی حرماں نصیبی بن گیا پس اُن کا گھاٹا سرمدی خسارہ ہے ہم اِس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۷ تا ۲۰)

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِیْطٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹﴾ یَكَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ ! ان کی کہاوت اسکی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو جب اس سے آس پاس سب جگمگا اٹھا اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سوجھتا بہرے گونگے اندھے تو وہ پھر آنے والے نہیں یا جیسے آسمان سے اترتا پانی کہ اس میں اندھیریاں ہیں اور گرج اور چمک اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں کڑک کے سبب موت کے ڈر سے اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان کی نگاہیں اچک لے جائے گی جب کچھ چمک ہوئی اس میں چلنے لگے اور جب اندھیرا ہوا کھڑے رہ گئے اور اللہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں لے جاتا بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

منافقوں کی روشنی

مَثَلُهُمْ اُن کی مثال یعنی مُنافقت میں اُن کی صِفت ایسی ہے جیسا کہ روشنی کے لئے آگ جلانے والا جب قریبی چیزوں سے اِردگرد رُوشن ہُوا تو اُس سے اُس کی آگ کا شعلہ بجھ گیا اور اُس کا تحیّر باقی رہا کیونکہ اُن کی اِستعدادی روشنی بمنزلہ جلائی ہوئی آگ کے ہے۔ اُن کے اِردگرد کے روشن ہونے سے مُراد اُن کا اپنے قریب کی معاشی مصلحتوں کی طرف راہ پانا ہے جو کہ اُس معادِ بعیدہ کی مصلحتوں کے علاوہ ہے جو اُن کی طرف منسوب ہے تو اُن کی مومنوں سے موافقت و صُحبت ظاہر میں ہے اور اُن کی آگ کے شُعلے کا تیزی سے بُجھ جانا اُن کے اِستعدادی نُور کا بُجھ جانا ہے اور جس اُمر سے وہ اپنی دُنیا میں مُتمتّع ہوتے تھے تیزی سے زوال پذیر ہوا اور سرعت سے ختم ہوگیا۔

ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ اللہ تعالیٰ کا اُن کے نُور کو لے جانا سے مُراد سرکشی میں اُن کا امداد کے ساتھ اِستعدادی روشنی سے محروم ہونا اور صفاتِ نفس کی ظلمان میں اُن کا توفیق سے محجوب نکلنا ہے۔ اور یہ کہ وہ روشنی کے مَخرج کو دل کی آنکھ سے نہیں دیکھتے اور نہ ہی اُس کو دیکھتے ہیں جو معارف سے اُن کا نفع ہے جیسا کہ وہ شخص جس کی آگ بُجھ جاتی ہے اور وہ اَشغال و اَسباب کے درمیان راہ گم کرلیتا ہے۔

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ بہرے گونگے اور اندھے ہونے سے فی الحقیقت مراد یہ ہے کہ اُس نورِ عقل سے اُن کے دل محجوب ہو جاتے ہیں جس کے ساتھ سُنا جاتا اور بیان کیا جاتا اور دیکھا جاتا ہے اور ظاہر میں قلب کی طرف مکانِ حجاب کے لئے اُن کے مشاعر سے اُن کے دِلوں کے راستوں کو بند کر دیا جاتا ہے پس اُس کی طرف قلب کا نُور نہیں پہنچتا جس سے اُن کے دِل محظوظ ہو سکتے اور اُس کے مُدرکات قلب پر وارد نہیں ہوتے کہ وہ سمجھ سکیں اور اِعتبار کر سکیں۔

فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لوٹیں گے اِس لئے کہ اُن کے دلوں پر وجود کے لئے دو دیواریں بنا دی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا"

''اور ہم نے ایک دیوار اُن کے سامنے اور ایک دیوار اُن کے پیچھے بنا دی۔''

(سورۃ یٰسین آیت ۹)

دُوسری تشبیہہ کے مُعارف

اور تشبیہہ کا فائدہ معقول کی تصویر بصُورتِ محسوس ہونا ہے تا کہ نفوسِ عامہ میں مُتمثل ہو پھر اُن کی دُوسری تشبیہہ اُنہیں قوم کے ساتھ بارش کا پہنچنا ہے جس میں ظُلمات، رَعد اور برق ہے۔

چنانچہ بارش اللہ تعالیٰ کی وحی کا نزول اور مومنوں کی صحبت کی برکت سے اُن کی طرف امدادِ رحمت کا وصول ہے اور اُن کی بقیہ اِستعداد جس سے اُن کے قلوب معمولی سی نرمی سے مستفید ہوتے ہیں اور اُن کے لئے ظاہری نعمت کا حاصل ہونا اُن کی مومنوں کے ساتھ ظاہری موافقت کی بناء پر ہے

ظُلُمٰتٌ یہ اندھیرے صفاتِ نفسانیہ، شکوکِ خیالیہ و وہمیہ اور وساوسِ شیطانیہ ہیں جس سے وہ متحیّر و متوحش ہو جاتے ہیں۔

رَعْدٌ یہ قرآن میں آنے والی تہدیدِ الٰہی اور وعیدِ قہری ہے اور سُنے دیکھے آثار و نشانات

ہیں جس سے وہ خوفزدہ ہیں تو اُن کے متکبر نفسوں کی یہ ٹوٹ پھوٹ اور شکست اور ریخت اور معمولی سا اِنکسار اُن کے سرکش قلوب کو فائدہ دیتا ہے۔

وَّبَرْقٌ ج یعنی تجلّی اور نُورانی شعاعیں اور الالاء والنعماء جس کی اُنہیں طمع اور اُمید ہے کا وعدہ وذکر سُنتے وقت رُوحانی تنبیہات سے اُن کا معمولی سا شوق اُنہیں اِجابت کی طرف فائدہ دیتا ہے۔

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ط موت کے ڈر سے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیتے ہیں سے مُراد یہ ہے کہ منافقین اپنی سمجھ کے مطابق آیات وعید سُن کر لہو و لعب میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اُن کا اِشتیاق اُنہیں نفع نہیں دیتا تو وہ غمِ آخرت کے ساتھ لذّاتِ طبعیہ سے کٹ جاتے ہیں چونکہ وہ لذّاتِ حسیہ سے اِنقطاع کر لیتے ہیں اس لئے یہ اُن کی موت ہے اور اللہ اُن پر قُدرت رکھتا ہے کہ وہ اُنہیں اِن لذّاتِ مالوفہ سے طبعی موت کے ساتھ مُنقطع کردے اور کسی چیز کے ساتھ قُدرت کا اِحاطہ وہ اَمر ہے جو اس سے فوت نہیں ہوتا تو ان کے ڈرنے کا اُنہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

روشنی میں چلنا اور رُک جانا۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ط یعنی نُور کی شعائیں اُن کی بصارتوں کو سلب نہ کر لیں یعنی نُورِ ہدایت کے کشف سے اُن کی سُست اور اُونگھتی ہوئی محجوب عقلیں سلب نہ ہو جائیں اِس لئے کہ عقل قلب کی آنکھ ہے۔

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ق روشنی ہونے سے مُراد یہ ہے کہ جب حق وہدایت کو قبول کرنے سے ترقی کرتے ہیں اور قریب ہوتے ہیں۔

وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ط اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو ٹھٹک کر کھڑے ہو جاتے

ہیں یعنی اپنی ظلمت میں اپنی حیرت پر ثابت ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَذَھَبَ بِسَمْعِھِمْ وَاَبْصَارِھِمْ ط یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے اَفہام وعقول کو بے نُور کردے اور اُن کا نُورِ استعداد مٹا دے جیسا کہ فریقِ اوّل تو یہ لوگ وحی کے سماع کے ساتھ ہرگز متاثر نہیں ہوئے۔

منافقوں میں سے اِیمان لانے والے

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی موجودِ خارجی واجب اور ممکن ہے جبکہ موجودِ ذہنی ممکن اور ممتنع ہے اِس لئے کہ ایسی چیز سے نکالنا جو کہ مُعدوم اور عدم ہے اور اُس کا تصرّف نہ ذہن میں ہے اور نہ خارج میں ہے لیکن اُس کے ساتھ قُدرت کا تعلق اور اُس کا ممکن کے ساتھ مخصوص ہونا ہے تو دلیلِ عقلی کے ساتھ اُس سے واجب اور مُمتنع کا اخراج ہوتا ہے۔

گروہانِ اَشقیاء کے درمیان یہ دوسرا کلام اجمالی طور پر سات اَصناف میں ہے جن میں سے فریقِ اوّل کا مختصراً ذکر کرتے ہوئے دوسروں سے اعراض کیا جاتا ہے۔ اِس لئے کہ اُن کے حق میں کلام اُن کو مستغنی نہیں کرتا بلکہ دوسرے فریق کے ذکر میں پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی قباحت و بُرائی اور اُن کے حال کی قبیح صُورت اور اُن کی تہدید وتعدید اور اُن کی بیماری کے زائل کرنے اور اُن کے اردگرد کا شُعلہ زَن ہونا توفیق الٰہی کی مدد کے ساتھ ہے۔

عنقریب ملامت اُن کے تکبّر کو توڑ دے گی اور زَجر وتوبیخ اُنکے رذائل کی اَصلوں کا قلع قمع کردے گی تو اُن کے باطنوں کا تزکیہ ہوجائے گا اور نُورِ ارادت سے اُن کے قلوب مُنوّر ہوجائیں گے اور وہ راہِ حق پر چل نکلیں گے اور شاید یہ اَمر اُن کے ساتھ اِس لئے ہوگا کہ مومنوں کو الوداع کہتے اور اُن کے ساتھ بلاطفت اور مہربانی سے پیش آتے اور اُن سے ہم جلیس ہوتے ہیں جس سے اُن کی طبیعتوں کے میلان کے وقت اُن میں محبّت جوش مارتی تھی جس سے ملیّن اور نرم ہوکر اُن کے دِلوں

میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کا شوق پیدا ہوتا اور اِس کے ساتھ اُن کے نفوس حکمِ خداوندی کی متابعت کرتے اور تائب ہو کر اپنی اصلاح کر لیتے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾

"بے شک منافقین دوزخ کے سب سے زیریں درجہ میں ہیں اور تم اُن کے لئے ہرگز کسی کو مددگار نہ پاسکو گے مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اِصلاح کی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوطی سے ہو گئے اور اپنا دین اللہ کے لئے خالص کر لیا تو وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔"

(سورۃ النساء آیت ۱۴۵ تا ۱۴۶)

(تفسیر آیت نمبر ۲۱ تا ۲۲)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ! اے لوگو اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو تو اللہ کے لئے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ۔

عبُودِیّت ور بوبیّت کا اِرتباط

یَاَیُّهَا النَّاسُ پھر جب اللہ تعالیٰ نیک بختوں اور بد بختوں کے ذِکر سے فارغ ہوئے تو انہیں توحید کی طرف بلایا جبکہ توحید کا پہلا مرتبہ توحیدِ افعال ہے اِس لئے عبودیّت کا تعلق ربوبیّت کے ساتھ ہے تا کہ نعمتوں کے دیکھنے سے اُس کی طرف مائل ہوں اور اُس سے محبّت کریں جیسا کہ کہا

"خلقت الخلق و تحببت الیھم بالنعم۔"

"یعنی اُس نے خلقت کو پیدا فرمایا اور اُن کی طرف محبتوں کی نعمت کردی۔"

تو لوگ اِس کے بِالمقابل شکر کرتے ہیں اس لئے کہ عبادت شکر ہے اور یہ تب ہی ہوگا جب مقابلہ میں نعمت ہو اور اُن کے ساتھ اُس کی مخصوص ربوبیّت ہے تا کہ اُس کے ساتھ اپنی عبادت کو مخصوص کریں اور حجاباتِ ثلاثہ جو کہ حجابِ افعال حجابِ صفات اور حجابِ ذات پر مشتمل ہیں میں سے تجلّی ءاَفعال کے بیان کے ساتھ پہلے حجاب یعنی حجابِ افعال کو اُٹھانے کا قصد و اِرادہ کریں۔

اِس لئے کہ مطلقاً اِن تینوں کے ساتھ ہونے سے تمام تر مخلوق حق سے محجوب ہے تو وہ اپنی پیدائش سے منسوب ہیں اور پیدا ہونا اِس پر متوقف نہیں کہ اُن کا وجود اُن سے پہلے اُن کے آباؤ و اُمہّات کی طرف مبادی واَسباب اور شرائط سے ہے۔

جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا یعنی اُن کے لئے زمین کو فرش بنایا تا کہ وہ سکونت اختیار کریں۔

وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً اور آسمانوں کو شامیانہ بنایا تا کہ اُن پر سایہ فگن ہو،

وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور آسمانوں سے پانی اُتارا اور زمین سے روئیدگی کو نکالا تا کہ اُس کی ذات کی طرف اُن کے لئے روزی ہو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ شاید کہ وہ تقویٰ اختیار کریں تو نسبتِ فعل دوسرے کی طرف ہے۔

شرک فی الافعال کیسے ہوگا

یعنی وہ اللہ کی طرف سے اُن تمام اُمور کے مشاہدہ کے وقت شرک فی الافعال سے پاک ہو جائیں اس لئے اِن مقدمات کے نتیجے کا ذکر فاء کے ساتھ کرتے ہوئے فرمایا۔

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ پس اللہ کے شریک نہ بناؤ اور تم جانتے ہو۔

اور ہم نے مقدمات کا جو ذکر کیا تو گویا کہ فرمایا وہ ذات جس نے یہ کام کئے اُس کے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اُس کے سوا کسی کو معبود بنائے۔

تو فعل کی نسبت کسی دُوسرے کی طرف کر کے اُسے اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بناؤ باوجود اُس کے کہ تمہیں اس کا علم ہے کہ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو اُس کی عبادت کرتے ہو۔ پس اُن کی عبادات اُسی صانع کے لئے ہیں اور اُن کا رب اُس صنعت کی صورت میں تجلّی بار ہے جسے عابد جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اُسی قدر جانتا جس قدر وہ اُلوہیت کی طرف سے اپنی ذات میں پاتا ہے اور وہ لوگ فاعلِ مختار کے سوا کسی کو نہیں پاتے تو اُس کی عبادت کرتے ہیں۔

اور اُس عبادت کی غرض جنّت کا وصول کرنا ہے جو کہ عالمِ افعال کا کمال ہے پس اللہ تعالیٰ نے اُن کے نفسوں کی زمین پر اُن کے لئے بستر بچھایا اور اِس پر اُن کی رُوحوں کے آسمانوں کا شامیانہ بنایا اور آسمانوں سے توحیدِ افعال کے عِلم کا پانی اُتارا جس کے ساتھ اِس زمین کی طلبِ سلامتی اعمال و اطاعات اور اخلاقِ حسنہ کی روئیدگی نکالی اور اِس سے اُن کے دلوں کو ایقان اور احوال و مقامات جیسا کہ صبر و شکر اور توکّل ہیں کے ثمرات کا رزق عطا فرمایا۔

مَعارفِ الٰہیہ رسول کے وسیلہ کے بغیر مُمکن نہیں

اور ہر گاہ اثباتِ نبوّت پر اِستدلالِ توحید کا ثبوت ہے اس لئے دونوں کے اثبات کا نام اسلام ہے کیونکہ دو شہادتوں کے بغیر اسلام درست نہیں اِس لئے کہ اکیلی توحید تفصیل سے جمع کے

ساتھ حجاب ہے اور یہ زندقہ اور اباحہ فرقوں کی طرف لوٹنے والا محض جبر کا عقیدہ ہے، اور قول وفعل کی اکیلی اسناد رسول کی طرف جمع کرنے سے تفصیل کے ساتھ احتجاب ہے جو کہ صرف قدریہ ہے اور یہ عقیدہ مجوسیہ اور ثنویہ کی طرف لوٹتا ہے اور اسلام دونوں طریقوں کے بین بین ہے یعنی ہمارے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنے اور ہمارے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کہنے کے درمیان ہے اور اللہ تعالیٰ کے افعال کے لئے اس کی مظہریت کا اعتقاد ہے تو بیشک خلقت کے افعال کی نسبت افعالِ حق کی طرف اس طرح ہے جیسے جسم کی نسبت رُوح کی طرف ہوتی ہے تو تم دونوں فعل کا مصدر ہو جو کہ رُوح ہے اور وہ جسد کے بغیر کامل نہیں ہوتی۔

ایسے ہی مبدیِ فعل جو کہ حق تعالیٰ ہے سوائے مخلوق کے ظاہر نہیں ہوتا اور لازماً رسالت سے ظہور فرماتا ہے کیونکہ مخلوق پر حق تعالیٰ سے اپنے حجاب اور دُوری کے باعث اپنے پروردگار کے معارف کا اِلقاء ہونا ممکن نہیں اس لئے ایسے وجود کا واسطہ ضروری ہوا جو اپنی جنسِ رُوح کے ساتھ حضرتِ الٰہیہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرے اور اپنے مرتبۂ بشریہ سے اپنے نفس کے ساتھ مخلوق سے میل جول رکھے تا کہ اُس کی رُوح سے کلماتِ ربّانیہ اُس کے قلب پر اِلقاء کرتے ہوئے اُس کے نفسِ قُدسیہ کی طرف اِلقاء ہوں اور مخلوق اُس سے رابطۂ جنسیہ کے ساتھ اُنہیں قبول کرلے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۳ تا ۲۴)

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ! اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار رکھی

ہے کافروں کے لئے۔

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا یعنی اگر تمہیں اُس میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُتارا تو تم آپ کی نبوّتِ حقّیہ پر شک کرتے ہو لہٰذا تم اپنے قوائے بشریہ سے سوچ بچار کر لو اور تم اپنی تجربہ کار اور نُورِ ہدایت سے محجوب عقلوں کے ساتھ قیاس کو حِفظ کر لو اور تمہارے افکار کو ترکیبِ کلام اور نظمِ معانی کے ساتھ جانا جائے اور تم اور تمہارے ابناءِ جنس کیا ایسی سُورت لانے پر قادر ہیں تو اگر تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اپنی نسبت میں سچّے ہو تو اِس کلام کی مثل کلام کا ایک طائفہ لے آؤ۔

اِس آیت کریمہ میں فَاتَّقُوا النَّارَ یعنی آگ سے ڈرو کہا تو اِس سے ایمان یا اسلام کے التزام کو حذف کر دیا ہے اور اُس کے مقام آگ سے ڈرنے کے التزام کو قائم رکھا تا کہ اُس پر دلیل قائم ہو جائے کہ قبولِ اسلام سے انکار کرنا اُن کے حصُولِ عذاب اور آگ میں داخل ہونے کا مُوجب ہوگا۔

اور ارشادِ خداوندی وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا کہ تم ہرگز نہ لا سکو گے تو یہ قرآنِ مجید کی سُورت کی مثل سُورت لانے سے علم کے لئے محجوب عقلوں کے اِمتناع کے ساتھ اخبار بِالۡغَيۡبِ کے طریق پر اعتراض ہے۔

آگ سے مُراد اُن کا جلنا اور اُن کے نفوس کے آبلے ہیں اور اُن کی رُوح قدسی رُوحانی اور نسیمِ ذوقی رحمانی سے صرفِ نظر کرنے والی طبیعتوں کی چنگاری ہے جو کہ یقین کی ٹھنڈک اور دارُ القرار کی سلامتی سے محروم اور مالُوفاتِ خسیسہ اور لذّاتِ بدنیہ سے مقطوع ہے اور جس کے ساتھ اُس کی ضربت واُلفت ہے باوجود اِس کی والہانہ شیفتگی باقی ہونے کے ممنوع ہے اور اُمورِ سلفیہ اور محبّتِ اجسادِ اُرضیہ کے ساتھ اُن میں تعلقاتِ ہیات کا رچ بس جانا ہی اُن کے آگ جلانے کا سبب ہے اِس لئے فرمایا۔

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ یعنی وہ خشک سفلی اور خاموش اُمور جن کے ساتھ اُن کی محبّت کا تعلق ہے اور یہ صُورتیں اُن کی جانوں میں راسخ ہو جاتی ہیں اور اُن کے نفوس اُس کی طرف اپنے مَیلان کے قیدی ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا!

"المرء یحشر مع من احب حتیٰ لو احب احد کم حجراً حشر معه۔"

یعنی جس کو جس کے ساتھ محبت ہے اس کے ساتھ ہوگا یہاں تک کہ اگر تم میں سے کوئی پتّھر کے ساتھ محبّت کرتا ہے تو وہ اُسی کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔"

اور کیسے نہیں؟ جب کہ محبّت کے ساتھ اُس کی صُورت اُس کی ذات میں مُرتکز ہو جاتی ہے اس حیثیت سے کہ اِس کی صُورت اُس کے دِل میں منتقل ہو جائے۔

رُوح کو جلانے والی آگ

جاننا چاہیے کہ آگ کی حرارت اُس صُورت کی تابع ہے جس کی نوعیت رُوحانی اور ملکوتی ہے مگر تمام اَجسام اپنے خواص میں برابر ہیں اور یہ رُوحانیت مَراتبِ کثیرہ میں اپنے تنزّل کے بعد اللہ تعالیٰ کے معنوی قہر کی آگ سے چنگاری ہے جیسا کہ مَرتبۂ نفس میں اُس کا تنزّل غضب کے آبلے ہیں۔

اِس لئے کہ بسا اوقات جو آگ لکڑیوں میں مؤثر نہیں ہوتی غضب کے آبلے اخلاق کو جلانے میں مؤثر ہو جاتے ہیں۔

اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ ہر حرارت دینے والے کے لئے ضروری نہیں کہ وہ خود بھی گرم ہو جب جسمانیّت کی آگ کا اثر رُوحانیت کی آگ کے لئے ہوگا تو لازمی ہے کہ اُس کا اَلم شدید ہو اور اِس آگ کے آلام میں موافقت کیسی اور ہر جسمانی قوّت رُوحانی قوّت کے علاوہ متناہی ہے اس معنیٰ

میں کہا گیا کہ!

''ان نار جھنم غسلت بالماء سبعین مرۃ ثم انزلت الی الدنیا لیمکن الانتفاع بھا۔''

اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ یعنی جہنّم کی آگ کو پانی کے ساتھ ستّر مرتبہ غُسل دیا گیا پھر اُسے دُنیا کی طرف اُتارا تا کہ اُس سے فائدہ ممکن ہو جائے اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ اور جو کافروں کے لئے تیار کر رکھی ہے یعنی دین سے محجوب لوگوں کے لئے جن کی مُراد کے علاوہ ان کا اِنقطاع ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۵ تا ۲۶)

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ﴿۲۶﴾

ترجمہ! اور خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں جب انہیں ان باغوں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا صُورت دیکھ کر کہیں گے یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا اور وہ صُورت میں ملتا جلتا انہیں دیا گیا اور ان کے لئے ان باغوں میں سُتھری بیبیاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کو کیسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس سے بڑھ کر تو وہ جو ایمان لائے وہ تو جانتے ہیں کہ یہ اُن کے ربّ کی طرف سے حق ہے رہے کافر وہ کہتے ہیں ایسی کہاوت میں اللہ کا کیا

مقصود ہے اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے اور اس سے انہیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں۔

جنّتیں اِنسانی تصوّر سے بڑھ کر ہیں

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ یعنی بشارت ہے اُن لوگوں کے لئے جو صانِع کے ساتھ ایمان لائے اور وہ عمل کئے جو افعالِ توحید کے ساتھ اور اُن کے عمل کی خواہش کے مطابق جنّت کے لئے اُن کی درستی کرتے ہیں، بے شک جن جنّتوں کی ناآشنائی میں وہ اُن کی تمنّا کرتے ہیں اور اُن کی آرزو کرتے ہیں اور وہ اُن کی مُرادوں اور خواہشات سے کہیں بڑھ کر ہیں جن کا وہ تصوّر کرتے ہیں۔

لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ یعنی جنتیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اُس سے زیادہ خوبصورت زیادہ پاکیزہ زیادہ دیدہ زیب اور لذّت والا مقام ہے جو اہلِ دُنیا کی مرادو مرام ہے۔

تو یہ جنّت اُن کے نفوس کے لئے دُنیوی باغات کی جنس سے ہے اور جسمانی مادوں کی حیثیت سے اُن سے مصّفا ہے اور بے شک یہ حق ہے جیسا کہ جان لو گے۔

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ جب اُنہیں اِن باغات سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا یعنی جو پھل دُنیا میں کھائے گئے تھے وہ اُن سے اِلتفات ومیلان کریں گے۔

وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ یعنی اُن کے دِلوں کو مشابہت رکھنے والی روزی دی جائے گی اور یہ اُن کے مقامات میں جیسا کہ توکّل کی مثال ہے اور عالمِ نفوس کے وہ باغات ہیں جن سے سالکوں کے نفع کے لئے ہر مرتبہ سے علوم کی نہریں پیدا ہوتی ہیں جن سے علّت کے پیاسے مشتاقوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

ثمرات سے مراد معارف ہیں

مِنۡ ثَمَرَةٍ یہ حکمتیں اور معارف ہیں اور اُن کا یہ کہنا کہ ہم اس سے پہلے رزق دیئے گئے ہیں اُن علوم اور حکمتوں کی طرف اِشارہ ہے جو کہ تجرّد کی حالت میں قلب کے لئے ثابت تھے اور تعلق کے وقت اُمورِ طبعیہ میں سُستی کی بناء پر اُن سے محجوب ہو گئے تو وہ انہیں بھول گئے پھر اس تلبّس سے تجرّد و یگانگت کے وقت ان کا ذِکر کیا گیا حضُور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے "الحکمۃ ضالۃ المومن فیھا ازواج مطھرۃ" یعنی اُن کے نفسوں کے لئے حیض اور خواہشات سے پاک حُور العین اور اُن کے قلوب کے لئے تکدّرِ عناصر اور طبائع کے میل سے پاک نفوسِ قُدسیہ ہوں گے اور مشاہدہ کے حجاب کی بناء پر اُن کی اَرواح کے لئے جنت نہیں۔

کافر مچھر سے زیادہ حقیر ہیں

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسۡتَحۡیٖۤ بے شک اللہ تعالیٰ حیاء نہیں فرماتا یعنی حیاء کرنے والے کا اِمتناع ممتنع نہیں۔

اَنۡ یَّضۡرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوۡضَةً کسی چیز کی ضَرب المثل بیان کرے مچھّر ہو یا اُس سے بڑھ کر کوئی چیز اِس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک کافر مچھّر سے بھی حقیر ہے اور دُنیا مچھّر کے پروں سے زیادہ حقیر ہے جیسا کہ یہ اَمر حدیث میں بیان ہوا۔

اَنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ ۚ بے شک یہ اُن کے ربّ کی طرف سے حق ہے یعنی اُس کی مثال کی مناسبت سے جس کے ساتھ اُس کی مثال ہے۔

وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الۡفٰسِقِیۡنَ یعنی وہ لوگ جو مقامِ قلب سے مقامِ نفس کی طرف اور رحمان کی فرمانبرداری سے شیطان کی اطاعت کی طرف نکل گئے اُنہیں گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔

اور یہ لوگ اَشقیاء میں سے فریقِ ثانی ہیں نہ کہ فریقِ اوّل کیونکہ وہ نفس الامر میں اِس حال

پر گمراہ تھے کہ نہ تو وہ اُس کے ساتھ اور نہ دوسرے سبب کے ساتھ تھے اور وہ اُن کے فسق سے اُن کی گمراہی دَرحقیقت اُن کے مسبّب کے ساتھ تھی اِس لئے کہ ترتیبِ حکم بلندی کی خبر دینے کے وصف پر ہے اور یہ اَمر اُن کے حسد وعناد، انکار کی زیادتی اور اُن کے دلوں پر اُن کے نفسوں کا غلبہ ہے، پس اُن کی دُوری بڑھتی جاتی ہے اور اندھیرے پر اندھیرا ہوتا جاتا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۷)

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ ! وہ جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا ہونے کے بعد اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی نقصان میں ہیں۔

خدا سے کون سا وعدہ کیا تھا

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اس کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اشارہ ہے۔

" وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰي ۚ "

''محبوب یاد فرمائیں جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی اولاد کو باہر نکالا اور اُنہیں اُنہی کے اوپر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اُنہوں نے کہا ! ہاں کیوں نہیں۔

(سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲)

اِس اَمر میں یہ حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کو ملا تو
اُن کی پشت سے اُن کی ذُرّیت ذرّہ کی شکل میں برآمد ہوئی۔''

پس اللہ کے ہاتھ سے مُراد عقلِ اقدس اور رُوحِ اوّل ہے جو کہ رُوحِ عالم ہے اور اُس کا نام یمین الرحمان یعنی رحمان کا ہاتھ ہے۔

جبکہ آدم کلیۃً نفس ناطقہ ہے یہی قلبِ عالم ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کو ملنے سے مُراد اُن میں عقل کی تاثیر بھرنا اور اِیصالِ رُوحانی کے ساتھ نُورِ اِلٰہی سے اُن کو مَنوّر کرنا ہے اُن کی ذرّیت نکلنے سے مراد جزئی شخصیّت کا پیدا ہونا ہے جو کہ اُس کی قوّت کا ہونا ہے اور اس کا اخراج فعل کی طرف اللہ تعالیٰ کا عہد بقولہٖ

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط اُن کی ذوات میں علمِ توحید کا پیدا کرنا ہے جبکہ اس عہد میں اُستواری اور میثاق اُن کے عقول میں دلائلِ توحید کا ارتکاز اور اُس علم کا اُن کے ساتھ لازم ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے لوازمِ ذاتیہ بنائے کہ جب وہ جسمانی بے غواشی اور صفاتِ نفسانیہ سے مجرّد اور اکیلے تھے تو اُن کے لئے یہ اَمر ظاہر فرمایا اور اُن پر ظاہر واظہر چیز کا انکشاف فرمایا تو یہ اُن کا اپنی جانوں پر گواہ ہونا ہے تاکہ اُنہیں اُسی وقت یہ علم ہو جائے۔

اور اِس کا جواب اُن کے قول کے مطابق ''بلیٰ'' یعنی ہاں کیوں نہیں اس کو اُن کا ذاتی طور پر قبول کرنا ہے۔

اور اِس عہد کو توڑنا اُن کا لذاتِ بدنیہ اور حجاباتِ طبعیہ میں منہمک ہونا اور اپنی شہوات و خواہشات کی اِس حیثیت سے عبادت کرنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدت اور اُس کی عبادت سے محجوب ہو گئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جو وصل کا حکم فرمایا تھا اُنہوں نے اُسے قطع کر دیا اور اَرواحِ سمادیہ جو کہ ملاءِ اعلیٰ ہیں اور مبادیٔ عالیہ اور روح القدُس کے اِتصال سے منہ پھیر لیا۔

اہلِ جبروت وملکوت میں سے حضرتِ الٰہیہ کے ساکنین وہ لوگ ہیں جو ذوات وصفات سے اُن لوگوں کے ہم جنس ہیں اور وہ اُن کے حقیقی اہلِ قرابت ہیں۔

اُن کا ظاہری رحم حقیقۃً اُن کی توجہ کے ساتھ عالمِ سفلی کی طرف اُس کے وصل کے ساتھ مامور ہے اور اُن کی محبت جواہرِ فاسقہ مُظلمہ کے لئے اور اُن کا عشق وشغف خسیس وزُبوں فانی اَمر کے ساتھ ہے۔

اِس لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

"ان اللہ یحب معالی الامور واشرافها، ویبغض سفاسها۔"

"یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ بلند اور اعلیٰ اُمور سے محبّت فرماتا ہے۔ اور ناکارہ اُمور سے بُغض رکھتا ہے اِس لئے کہ وہ ہر چیز نفسِ خسیس کی مَطلوبہ ہے جو عالمِ اعلیٰ سے دُور ہے۔

ضروب الناس عشاق ضروباً
فاغدرهم اشقهم جيوباً

اور زمین میں فساد وخسران کی جو تفسیر گذری ہے وہ ظُلمانی وفانی اَمر کے لئے جوہرِ نُوری باقی کا ضائع ہونا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۸ تا ۲۹)

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾

ترجمہ ! بھلا تم کیونکر خدا کے منکر ہو گے حالانکہ تم مُردہ تھے اس نے تمہیں جلایا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا پھر اسی کی طرف پلٹ کر جاؤ گے وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو

کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف استواء (قصد) فرمایا تو ٹھیک سات (۷) آسمان بنائے وہ سب کچھ جانتا ہے۔

کیسے انکار کرتے ہو

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ یعنی کون سے حال پر اُس سے محجوب ہیں اور تُمہارا حال یہ ہے کہ تم اپنے آباء کے نُطفہ میں بے جان تھے پھر تمہیں زندہ کیا یعنی خلقت کے ساتھ جمع کرنا خالق پر مُستدل نہیں۔

پھر تُمہیں طبعی موت کے ساتھ مارا پھر تمہیں اُٹھانے کے لئے زندہ کیا اِس لئے کہ پہلا ''حال'' مشاہدہ سے معلوم ہے اور دُوسرے ''حال'' پر پہلے کی پیدائش دلالت کرتی ہے۔

ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ پھر تُمہارا مَرنا تُمہارے نفسوں سے اِرادی موت کے ساتھ ہے جو کہ وحدت میں فنا ہونا ہے۔

ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ یعنی تمہیں پھر حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ کیا جو کہ فنا کے بعد حق تعالیٰ کا عطا کردہ باقی وجود ہے۔

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ یعنی تُمہیں پھر اُس کی طرف مشاہدہ کے لئے لوٹنا ہے خواہ وحدت، وحدتِ صفات ہو یا شہود اور خواہ وحدتِ ذات ہو۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ یعنی جہتِ سفلیہ وہ تمام عالمِ عنصری ہے جو کہ تمہاری تخلیق کے مبادی اور تُمہاری بقاء کے مادوں پر مشتمل ہے کو تُمہارے لئے پیدا فرمایا۔

ثُمَّ اسْتَوٰى یعنی جہتِ علویہ کی طرف قصدِ مستوی کا ارادہ فرمایا اور پھر اَبداعی اور تکوینی دونوں جہتوں اور ایجادوں کے درمیان فرق ظاہر کرنے کے لئے ہے نہ کہ دونوں زمانوں کے دَرمیان تاخیر اور دُوری کے لئے کہ آسمان پر زمین کی تخلیق کا تقدّم لازم آئے۔

آسمانوں کی حقیقی تعداد کیا ہے

فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ یعنی اُن کی گنتی عوام کے دیکھنے کے مطابق سات آسمان مقرر فرمائی اس لئے کہ آٹھواں اور نو واں آسمان ظاہر طور پر کرسی اور عرش ہیں اور حقیقۃً وہ جہتِ سفلیہ کا یہی جسمانی عالم ہے جیسا کہ بدن اور اُس کے اعضاء تا کہ عالمِ رُوحانی کی طرف نسبت کے ساتھ اُس کا مرتبہ قریب ہو جو کہ جہتِ علویہ ہے اور اُس کی تعبیر اِس سے آسمان کے ساتھ ہے۔

سات آسمان عالمِ رُوحانیت کے سات مرتبے ہیں

ثُمَّ ! پھر خَلق وامر کے درمیان تفاوت اور فرق کے لئے ہے اور سات آسمانوں کو درست کرنے سے عالمِ رُوحانیات کے مراتب کی طرف اشارہ ہے۔

(اوّل) عالمِ ملکوت اَرضیہ قوائے نفسانیہ اور جنّات

(دوم) عالمِ نفس

(سوم) عالمِ قلب

(چہارم) عالمِ عقل

(پنجم) عالمِ سِرّ

(ششم) عالمِ اَرواح

(ہفتم) عالمِ اَخفاء ہے جو کہ سِرِّ قلبی کے علاوہ سِرّ رُوحی بھی ہے۔ اور اِس کی طرف اُمیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا !

"سلونی عن طرق السماء، فانی اعلم بہا من طرق الارض"

"یعنی مجھ سے آسمان کے طریق دریافت کرو یقیناً میں اُنہیں زمین کے راستوں سے زیادہ جانتا ہوں۔"

اور اُس کے طریق احوال و مقامات ہیں جیسا کہ زُہد، توکل اور رضا اور اُن کی مثل جاننا چاہیے کہ عقل اصطلاحاتِ حکمت کے معنوں میں ہے اور اہلِ تصوّف کی اِصطلاح میں قوتِ عاقلہ ہے جو کہ حُکما کے نزدیک نفسِ ناطقہ ہے۔

اِس لئے متصوّفین نے کہا ! عقل قالب کی طرف سے وہ درخشاں مقام ہے جو رُوح کے نُور کے ساتھ منوّر ہو جاتا ہے اور قلب نفسِ ناطقہ ہے۔ تو اِس مضمون کو لکھ لیں تا کہ اختلافِ اصطلاح کو سمجھنے میں تشویش نہ ہو۔

(تفسیر آیت نمبر ۳۰)

وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً ؕ قَالُوۡٓا اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا مَنۡ يُّفۡسِدُ فِيۡهَا وَيَسۡفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىۡٓ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝۳۰

ترجمہ ! اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

تخلیقِ آدم کے اَسرار

وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ ، اِذۡ سرمدیت کی طرف اشارہ ہے اور یہ اَزل سے اَبد تک ہے۔

قَالَ یعنی فرمایا کہ اِس اِلقاءِ معنیٰ کا تعلق ذواتِ قُدسیہ یعنی ملائکہ مقربین اور اَرواحِ مجرّدہ ملکوتیہ یعنی نفوسِ سماویہ کی ذوات میں مشیّتِ الٰہیہ کے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمانے سے ہے۔ جب عالمِ کَون میں سب کچھ بنایا تو عالمِ رُوح یعنی قضائے سابق میں تکوین سے

پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی صُورت تھی پھر قلبِ عالم ہے اور اُس کا نام لَوحِ محفوظ ہے پھر عالمِ نفس میں یعنی عالمِ نفس جو کہ لَوحِ محو و اثبات ہے اور اُترنے میں اُسے آسمانِ دُنیا سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾"

"اور ایسی کوئی چیز نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم اسے معین اندازے سے ہی نازل کرتے ہیں۔"

(سورۃ الحجر آیت ۲۱)

منصبِ خلافت اور ذِمّہ داری

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو یہ ارشاد فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

پس اَے انسان تیرے نفس میں تیرے حال کا اعتبار ہے کیونکہ تیرے اعضاء وجوارح جو کہ تیرا عالم کون وموجود ہے مگر قول وفعل سے تیری رُوح میں اِس کا وجود ظاہر نہیں جو تیرے غیب کے پیچھے ہے پھر تیری پوشیدگی میں پھر تیرے نفس میں جو کہ تیری معمولی پوشیدگی ہے اور تیرے آسمانِ دُنیا میں پھر تیرے اَعضاء وجوارح میں ظاہر ہُوا پھر پیدائش وتکوین سے اندھیرا بنایا تو خالق نے کہا !

چونکہ انسان دو عالموں سے مُرکب ہے اور میرا خلیفہ میرے اخلاق سے مُتخلق میرے اَوصاف سے مُتصِّف، میرے اَمر کو نافذ کرنے والا، میری خلقت کی دیکھ بھال کرنے والا، اُن کے اَمر کی تدبیر کرنے والا، اُن کے نظام کو ضبط کرنے والا اور انہیں میری اطاعت کی طرف بُلانے والا ہوگا۔

فرشتوں کا خلافتِ آدم سے انکار اُن کے حجاب کی وجہ سے تھا

فرشتوں نے اپنے اس قول میں انکار کیا اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَیَسۡفِكُ الدِّمَآءَ ۚ کیا تو اُسے پیدا کرے گا جو زمین میں فساد پھیلائے گا اور خُوں ریزی کرے گا اور اِن کی تعریفیں اِن کی اوّلیت کے ساتھ ہیں بقول ان کے وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ اور ہم تیری حمد و تسبیح کرتے ہیں اور تقدیس بیان کرتے ہیں یہ فرشتوں کا معنیٰ الٰہیہ کے ظہور اور اُس میں اوصافِ ربّانیہ سے پردہ تھا۔

حضرتِ انسان میں اوصافِ ربّانیہ کا مطلب خواصِ الٰہیہ اجتماعیہ اور کونین میں تمام جہانوں کو حصر کرنے والی ترکیبِ جامع ہے۔

افعالِ بہیمیہ جو کہ فساد فی الارض ہے اور افعالِ درندگی جو کہ خوں ریزی کرنا ہے مٹی کی اُن دونوں خاصیتوں کا جو کہ شہوت اور غضب کی قوّت کے خواص سے ہیں فرشتوں کو علم تھا اور بدن کے ساتھ رُوح کے تعلق میں اِن دونوں کا وجود بدیہی اَمر تھا جبکہ اِس سے فرشتوں کی ذوات پاک اور اُن کے نفوس مقدّس ہیں اِس لئے کہ فرشتوں سے ہر طبقہ اُسی اَمر پر مطلع ہے جو اُن کے نیچے ہے اور وہ جو اُن کے نفوس میں ہے اور جو اُن کے اوپر ہے اس پر اُنہیں اطلاع نہیں تو وہ یہی جانتے تھے کہ رُوح سِفلی ظلمانی بدن کے ساتھ علوی رُوحانی تعلق میں ایک وجہ سے واسطہِ تناسبِ رُوح اور ایک وجہ سے تناسبِ جسم ہے اور یہی نفسِ لازم ہے اور یہی نفس ہر شَر کا ٹھکانہ اور ہر فساد کا منبع ہے اور نہیں جانتے تھے کہ جمعیتِ انسانیہ نُورِ الٰہیہ یعنی سرِّ الٰہیہ کو کھینچ لیتی ہے۔

تقدیس اور تسبیح کا فرق

اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ یعنی جو میں جانتا ہوں تُم نہیں جانتے اور تسبیح و تقدیس کے درمیان فرق ہے تسبیح شرک و عجز اور نقص سے پاک ہونا اور تقدیسِ مکان سے تعلق رکھنے، انفعال کو

قبول کرنے، امکان کی آمیزشوں اور اپنی ذات وصفات میں تعدّد سے پاک ہونا ہے اور کسی چیز کا ہونا اُس کے کمالات سے بِالقوّت ہوگا تو فرشتے وہ اَرواحِ مجرّدہ ہیں جو اپنے تجرّد کے ساتھ اپنے رب کے نُور سے حجاب نہ ہونے کی بناء پر جو اُن کے ماتحت ہیں اُن پر اِفاضۂ نُور کے ساتھ غالب ہیں اور دوسروں میں اُن کی تاثیر ہے اور اُن کے تمام کمالات بِالفعل مقدّس ہوتے ہیں جبکہ دُوسرے سماوی اور ارضی فرشتے اپنی ذوات کی بساطت اور اپنے کمالات وخواص کے ساتھ تسبیح کرنے والے ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۳۱ تا ۳۳)

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ ! اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم وحکمت والا ہے فرمایا اے آدم بتا دے انہیں سب اشیاء کے نام جب آدم نے انہیں سب کے نام بتا دیئے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا یعنی اللہ نے اَشیاء کے وہ خواص جن سے وہ پہچانی جاتی ہیں اور اُن کے فائدے اور نُقصانات حضرت آدم علیہ السلام کے دِل پر اِلقاء فرما دیئے۔

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ یعنی وہ مسمّیات فرشتوں پر پیش کئے جن کے شہود کے ساتھ بنیادِ انسانی ہے اور اُنہیں تنزیل میں حضرت آدم علیہ السلام کی رفاقت میں دے دیا۔

فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ یعنی فرشتوں کے بلند ہونے کے لئے انسان کی بعض معلومات کے ساتھ ارادتِ الٰہی جن میں سے اِقتضاءِ ترکیبِ انسانی کے ساتھ انسان کے محسوسات کی تکلیف اور اُس کی مُتنوّع اور رنگارنگ معلومات اور اُس میں خاصیتِ ترکیب کے ساتھ نئے واقعات ہیں اور فرشتوں کی ذوات کی طرف نہ جاننے کے بعد ہیئتِ اجتماعیہ ہے اِس لئے اُن کے علوم اِس کے علم کے تابع ہیں۔

چُنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے اِس اَمر کے ساتھ خبریں دینے اور ارادۂ الٰہی کے تعلّق اور فرشتوں کے ساکت اور خاموش رہنے کے یہ معنی ہیں۔ اِس لئے کہ انسانوں اور فرشتوں کی ساری کی ساری قُوتیں اُس حضور کے ساتھ بلند ہوتی ہیں۔ جس کے ساتھ اس محل کے علاوہ نہیں بلند ہوتیں اور حضرت آدم علیہ السلام کے انہیں خبر دینے کے یہی معنی ہیں۔

قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳۲﴾

ترجمہ ! بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

اِس آیت کا معنیٰ فرشتوں کے وجودوں کی کمالاتِ اِنسانیہ سے اپنے عِجز و کمی پر اور حضرت آدم علیہ السلام کے خلیفہ ہونے پر زُبانِ حال سے گواہی ہے اور یہ امر اُس فعل سے جس میں اجمالِ مُفسدہ ہوں اللہ تعالیٰ کے پاک ہونے پر دلالت کرتا ہے اور فرشتوں کا عِلم کسبِ علوم کے ساتھ مراتب کی طرف ترقی کرنے سے مانع ہے اِس لئے کہ اُن کے کمالات اُن کے وجودِ ذات سے مِلے ہوئے ہیں۔

جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا عِلم اُن کے عِلم کے اُوپر ہے۔ پس وہ علیمِ مُطلق اور حکمت والا کوئی کام نہیں کرتا مگر جس کا وہ مستحق ہے اور جو اُس کی شان کے لائق ہے اِس لئے فرمایا! یٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ یعنی اے آدم! انہیں بتاؤ، اور یہ نہیں فرمایا عَلِّمۡهُمۡ ، یعنی سکھاؤ۔

کیونکہ سیکھا ہوا علم ترقی کا موجب ہوتا ہے۔ تو ان میں سے ہر ایک اُنہیں قبول نہیں کرتا مگر وہ جس کی طبیعت میں اُس کے مدرکات ہوں دُوسرا نہیں جیسا کے آنکھ کی مثال اِس کے مبصرات کی کثرتِ علم اور مرتبے کو زیادہ نہیں کرتی اور اُسے ہی قبول کرتی ہے جو صرف جنس مبصرات سے ہو اگرچہ اُس کے ہاں کثرت سے ہوں تو ایسے ہی ہر باطنی قوّت کا حال ہے۔

اَلَمۡ اَقُلۡ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا اِس کا مطلب طبائع ملائکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی تقریر ہے کہ وہ بلند شان والا ہے اور آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ اللہ وہ ہے جس نے معرفت ومحبّت کا راز انسان میں ودیعت فرمایا وہ انسان جس میں علمِ الٰہی مؤثر ہے۔

وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ اور اللہ تعالیٰ تُمہارے ظاہر کردہ مفاسدِ اِنسانیہ کو جانتا ہے اور تَکۡتُمُوۡنَ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے جانتا ہے جو تُم پوشیدہ طور پر اپنی ذات کی تنزیہ و تقدیس کو انسان پر ترجیح دیتے ہو۔

(تفسیر آیت نمبر ۳۴)

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡٓا اِلَّآ اِبۡلِيۡسَ ؕ اَبٰى وَاسۡتَكۡبَرَ ٭ وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ ! اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ اور جب ہم نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم کو سجدہ کریں تو اِس کا معنیٰ ہے کہ فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کے حضور میں سجدہ کرنا اُن کے اتباع و تذلّل اور تسخیر و تابعداری کے لئے تھے۔

فَسَجَدُوۡٓا اِلَّآ اِبۡلِيۡسَ ؕ تو اُنہوں نے سجدہ کر دیا مگر ابلیس جو کہ قُوّتِ وہمیہ ہے کیونکہ

وہ زمین پر تصرّف کرنے والے ملائکہ سے نہیں جو کہ دو صُورتوں کے ادراک کے ساتھ ادراکِ معانی سے محجوب ہیں۔ پس وہ امرِ الٰہی کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔

اور نہ ہی ابلیس سماویہ عقلیہ فرشتوں میں سے ہے جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے شرف کا ادراک اور اُس کی عقل سے موافقت رکھتے ہیں۔ پس وہ رضائے اِلٰہی کی طلب میں محبّت کے ساتھ مطیع ہوئے اور ابلیس جن تھا یعنی جملہ ملکوتِ سفلیہ اور قوائے اَرضیہ سے تھا اور اُس کی تربیّت ملائکہ سماویہ کے ظہور کے درمیان ہوئی تا کہ اُسے معانیٔ جزئیہ کا ادراک ہو اور اُس کی اُفقِ عقلی کی طرف ترقی ہو اس لئے بمنزلہ انسان میں عقل کے حیوانات میں گونگا پن ہے۔ اور ابلیس کا انکار و نافرمانی کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ ماننا اور مٹی پر اپنی خلقت کو فوقیت دینا عقل کی بناء پر تھا۔ جبکہ ملائکہ ارضیہ و سماویہ محسوسات کے متعلق جزئی معنوں کے ادراک سے اُس کی حد پر اُس کے واقف نہ تھے اور نہ ہی عقلیہ معانی اور احکامِ کلیہ میں اِس طور سے غور و خوض سے اُس کے تجاوز کرنے کو جانتے تھے۔

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ کافرین سے مراد ازل میں انوارِ عقلیّت و زوجیت میں محجوب اور فضلاً نُورِ وحدت سے حجاب میں رہنے والے۔

(تفسیر آیت نمبر ۳۵)

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ ! اور ہم نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بی بی اس جنّت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے روک ٹوک جہاں تمہارا جی چاہے مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔

حضرت آدم کی بیوی سے مُراد نفس ہے

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اور ہم نے فرمایا ! اے آدم! آپ

اپنی بیوی سمیت جنّت میں ٹھہریں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ سے مُراد نفس ہے اور اُس کا نام حواء اِس لئے ہے کہ وہ ظلمانی جسم کی ملازمت اور خدمت گاری میں ہے اِس لئے کہ حواء حیات سے ماخوذ ہے اور حیات وہ رنگ ہے جس پر سیاہی غالب ہے جیسا کہ قلب کا نام آدم ملازمتِ انطباع کے علاوہ اُس کے جسم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہے اس لئے سمرہ کو آدمہ کہتے ہیں یعنی وہ رنگ جو سیاہی مائل ہو اور اگر اُس کا تعلق نہیں تو اُن کا نام آدم کیوں ہے۔

اور جنّت اِن دونوں یعنی نفس اور قلب کی ملازمت کے ساتھ مامور ہے یہی آسمانِ عالمِ رُوح ہے جو کہ روضۃ القدس ہے یہ آسمان روحِ لازم ہے۔

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا یعنی اس کے معانی ومعارف اور حکمتوں کے القاء میں وسعت وکشادگی ہے جو اقواتِ قلبیہ اور رُوحیہ پھل ہیں جن تک جونسی وجہ سے چاہو پہنچو اور جس مرتبہ سے چاہو پہنچو اور حال ومقام شِئْتُمَا اِس لئے ہے کہ یہ مرتبہ دائمی ہے نہ اِس سے روکا گیا ہے اور نہ یہ منقطع ہوتا ہے اور نہ اس میں جدائی ہے۔

فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ظالمین یعنی ظُلمت کے محل میں نُور وضع کرنے والے جو کہ اُس کا مقام نہیں اور نُورِ استعداد سے ناقصین اور تم دونوں کا حِصّہ عالمِ نُور سے ہے تو عُرف میں ظلم اُسے کہتے ہیں کہ کسی چیز کو ایسی جگہ مقرر کیا جائے جو اُس کا مقام نہیں اور لُغت میں اِس کا معنیٰ حق اور حظِ واجب میں کمی کرنا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۳۶ تا ۳۷)

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٣٦﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٣٧﴾

ترجمہ! تو شیطان نے جنّت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں

الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے پھر سیکھ لیئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا یعنی شیطان نے جسمانی لذّتوں کو آراستہ کر کے دائمی جنّت سے لہوی طبیعت کی طرف مائل کیا اور انہیں اُس مقام سے لغزش پر اُبھارا۔

مِمَّا كَانَا فِيْهِ یعنی دونوں کو نعیم اور دائمی رُوح سے نکال دیا جس میں وہ رہتے تھے۔

مور کیا ہے؟ سانپ کیا ہے؟

بعض نے کہا حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی بیوی جنّت میں فرحت و آسودگی سے رہا کرتے تھے کہ جنّت کی فصیل پر ایک مور نے ظاہر ہو کر اُنہیں تعجّب میں ڈال دیا تو حضرت حوّا سلام اللہ علیہا اُس کے قریب چلی گئیں اور حضرت آدم علیہ السلام بھی اُن کے پیچھے تھے پس شیطان نے دیوار کے پیچھے سے دونوں میں وسوسہ ڈال دیا۔

بعض نے کہا ! جنّت کی فصیل کے پاس ایک سانپ پہنچا تو شیطان اس کی دم پکڑ کر جنّت پر چڑھ گیا۔

اوّل ! یعنی جنّت سے باہر مور کے توسّل کی طرف اِشارہ شہوت سے قبل ہے۔

دوم ! سانپ کے توسّل کی طرف اِشارہ غضب کے معنی میں ہے اور اُس کا جنّت کی دیوار پر چڑھنا اِس طرف اشارہ ہے کہ غضب اُفقِ رُوحانی کی طرف اور خیر قلبی شہوت سے قریب تر ہے۔

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا یعنی ہم نے جہتِ سفلیہ جو کہ عالمِ جسمانی ہے کی طرف اُن کا اُترنا ضروری اور لازمی کر دیا۔

اِنسان ایک دُوسرے کا دُشمن کیوں ہے

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ آپس میں ایک دُوسرے کے دُشمن ہو تو اِس فرمان میں

حضرت آدم علیہ السلام کے اُترنے کے حال کی قید ہے اِس لئے کہ دُنیا کی طرف اُترنا جو کہ جہتِ سفلیہ ہے اُس کے جُزوی مطالب کے تنگ مادہ محصورہ میں ہونے کو مُستلزم ہے جو کہ شرکت کا متحمّل نہیں اور دو میں سے جس کے ساتھ ایک محظوظ ہوتا ہے وہ دُوسرے کے لئے حرام ہے تو بخلاف مطالبِ کُلیّہ اور جمع خطاب کے دونوں کے درمیان بُغض وعداوت پیدا ہو جاتے ہیں کیونکہ دونوں کو خطابِ نوع اور قسم کو مخاطب فرمانے کی وجہ سے اصل فرع کو پہنچتی ہے.

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ اور تُمہارے لئے زمین میں ٹھکانہ ہے یعنی اُس جہت میں مستقر بناؤ۔

وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ یعنی موت اِرادی کے ساتھ دونوں کا تجرّد اور طبعی موت کے ساتھ دونوں کے حظوظ کا اِنقطاع اور دو قیامتوں یعنی قیامتِ کُبریٰ یا قیامتِ صُغریٰ میں سے ایک کے قائم ہونے تک فائدہ اٹھاؤ۔

کون سے کلمات سیکھے

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ حضرت آدم نے اپنے ربّ سے کلمات سیکھ لئے سے مُراد یہ ہے کہ اُن کے رب کی جہت سے اُن کی طرف اُنوار واطوار آگے بڑھے جو کہ جبروت وملکوت اور اَرواحِ مجردہ ہیں اِس لئے کہ مجرّد کلمہ ہے اور کلمہ عالمِ اَمر سے ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام کلمہ ہے یا یہ کہ اُنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سے معارف وعلوم اور حقائق اِلقاء ہوئے۔

کون سی توبہ قبول ہوتی ہے؟

فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ یعنی اِلتباسِ طبعیہ سے تجرّد انوارِ ملکوتیہ میں پروئے جانے، کمالاتِ قدسیہ سے مُتصف ہونے اور علومِ حقیقیہ کی تجلّی کے ساتھ رجوع کیا تو توبہ قبول ہوئی اور فَتَابَ عَلَيْهِ کی اَصل یہ ہے کہ اُن پر رجوع کا اِلقاء کیا اور اُنہیں رُجوع کرنے والا بنایا اور مجھے اپنی

زندگی کی قسم یہی توبہ قبول ہے نہ کہ اِس سے پہلے ظاہر ہونے والی۔

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کثرت سے توبہ قبول فرمانے والا اور رحیم وہ ہوتا ہے جس کی رحمت اُس کے غضب پر سبقت لے جائے تو وہ عین اپنے غضب میں اپنے بندے پر رحمت فرماتا ہے جیسا کہ اُس نے حضرت آدم علیہ السلام پر اپنے غضب کو اُن کے کمال اور اپنی طرف رُجوع کا سبب بنایا اور اُنہیں دُوری بخشی تا کہ اُس سے قریب ہو جائیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۳۸ تا ۴۰)

قُلۡنَا اهۡبِطُوۡا مِنۡهَا جَمِیۡعًا ۚ فَاِمَّا یَاۡتِیَنَّكُمۡ مِّنِّیۡ هُدًی فَمَنۡ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا وَ كَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۳۹﴾ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡكُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ ۚ وَاِیَّایَ فَارۡهَبُوۡنِ ﴿۴۰﴾

ترجمہ ! ہم نے فرمایا تم سب جنّت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کوئی اندیشہ نہ کچھ غم۔ اور وہ جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا۔ اے یعقوب کی اولاد یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔

اِرادۂ الٰہی نہ ہوتا تو شیطان کیسے اغوا کر سکتا تھا

قُلۡنَا اهۡبِطُوۡا مِنۡهَا جَمِیۡعًا ۚ یعنی اُتر جائے کہ اَمر کو مکرّر ارشاد فرمایا تا کہ اِس اَمر میں مفید ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مُراد یہی ہے اور اگر اُس کا اپنا اِرادہ نہ ہوتا تو اِبلیس کی کیا طاقت تھی کہ اُنہیں اغواء کر لیتا اِس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے دونوں کے اخراج کی نسبت شیطان کی طرف کرنے کے بعد تعلیق کی بناء پر اُن کا جنت سے اُتارنا اپنی اکیلی ذاتِ پاک سے منسوب فرمایا پس

یہ اَمر اُس فرمان کے قریب ہے جس میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ارشاد فرمایا !

"وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ"

''اور مُٹھی بھر خاک آپ نے نہیں پھینکی جب آپ نے پھینکی ولیکن اللہ نے پھینکی۔''

(سورۃ الانفال آیت ۱۷)

تو اُس کی قضا و قدر اور ایک کے بعد دُوسرے اِہباط کی حکمت پر غور کریں ارشادِ الٰہی ہے۔

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ پھر اگر تُمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا اُن پر نہ خوف ہو گا اور نہ اُنہیں حُزن و غم ہو گا اور اِس اَمر کو ''فا'' کے ساتھ وَارد کیا، اِس لئے کہ اگر نہ اُترتے تو اُن کے لئے ہدایت یعنی شریعت کی پیروی ممکن نہ ہوتی اور نہ ہی سعید اور شقی کی تمیز ہوتی اور نہ ہی ثواب و عقاب کا اِستحقاق حاصل ہوتا اور نہ ہی جنت و دوزخ میں سے دارِ جزا کو کوئی باطل قرار دیتا بلکہ نہ پاتا۔

ہدایت سے کیا مُراد ہے

هُدَايَ ہدایت سے مُراد شریعت تو جو اِس کا اتباع کرے گا وہ عاقبت کی بُرائی سے مامون ہو جائے گا اور اُسے اُس اَمر سے خوف نہیں جس سے عقاب و فناء کو آنا ہے اور اُسے شہوات و لذّات سے اطمینان ہو جاتا ہے یعنی خواہشات اُسے برانگیختہ نہیں کر پاتیں اور اُسے حطامِ دُنیوی اور دُنیا کی نعمتوں کے ضیاع کا غم نہیں ہوتا کیونکہ وہ اپنی چشمِ بصیرت میں نُورِ اتباع کا سُرمہ لگا لیتا ہے تو اُس کے اَذواقِ رُوحانی فتوحاتِ سِرّی، مشاہداتِ قلبی، علومِ عقلی اور وجدانِ مواجیدِ نفسی کو لذّاتِ دُنیوی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یعنی دین سے حجاب میں ہیں جو کہ ہدایت کے اِتباع وارداف کے مقابلہ میں ہے۔

وَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ اور جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی تو وہی اہلِ جہنّم ہیں اور اہلِ جہنّم سے مُرادمحرومی کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

بنو اِسرائیل کے بارے میں لطائف

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِکُمۡ ۚ وَاِیَّایَ فَارۡهَبُوۡنِ اے بنی اسرئیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر اِنعام کی میرا عہد پُورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور مجھی سے ڈرتے رہو۔

بنو اِسرئیل اولادِ یعقوب، اہلِ لُطفِ خداوندی اور اَربابِ نعمت ہدایت و نبوّت ہیں، انہیں مہربانی سے بلایا اور نعمتِ سابقہ کا ذِکر فرمایا اور اگلا عہد جو عہدِ ازلی کے بعد اُفعالِ توحید کے ساتھ اُن سے تورات میں ماخوذ ہے جیسا کہ وہ جفاء و اعراض کے وقت احباب کا لوٹنا ہے۔

الم بك و بيننا رحم و وصل

وكان نباء المودة والاخاء

''کیا تیرے اور ہمارے درمیان صِلہ رحمی نہیں اور کیا ہمارے ساتھ دوستی اور اخوّت نہ تھی ؟

اور یہ مخصوص دعوت توحیدِ صفات کے ساتھ ہے جو کہ ایک دُوسرے حجاب کا اُٹھنا ہے۔

تو نعمتِ دینی کے ذکر کے لئے پہلی عام دعوت سے یہی خاص تر اَمر اور نعمت عطا کرنے والے اور ولی کی صفت کے ساتھ عہد و تجلّی اور خوف و رہبت جو کہ خاص الخاص خوف سے ہے کہ

ساتھ جواب نہ دینے پر تہدید ہے۔ کیونکہ خوف عقاب سے ہوتا ہے اور رہبت قہر وغضب اور اِعراض واِحتجاب ہوتی ہے جبکہ خشیّت اِن میں سے اَخصّ الخاص ہے اِس لئے کہ وہ اِحتجابِ ذات سے مخصوص ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا!

"وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوٓءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾"

''اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور بُرے حساب سے خوفزدہ ہیں۔''

(سورۃ الرعد آیت ۲۱)

اور ایسے ہی رہبت ہے کیونکہ وہ عظمتِ ذات کے قریب ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۴۱ تا ۴۳)

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۫ وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ ﴿٤١﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾

ترجمہ! اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے اتارا اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے ساتھ ہے اور سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو اور مجھی سے ڈرو۔ اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور دیدہ و دانستہ حق نہ چھپاؤ۔ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

قرآن توحیدِ افعال کا مُصدّق ہے

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ یعنی جو کچھ توحیدِ صفات سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن سے نازل فرمایا اِس پر ایمان لاؤ۔

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ یعنی جو تمہارے پاس توحیدِ افعال میں سے تورات میں ہے اُس کی تصدیق کرتا ہے۔

وَلَا تَكُونُوٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ یعنی تم اس سے اپنے اعتقاد کے ساتھ اپنے حجاب کے لئے سب سے پہلے محجوب نہ ہو جاؤ۔

صفاتِ الٰہیہ کو مخلوط نہ کرو

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا یعنی ذاتی اور صفاتی تجلیات پر دلالت کرنے والی میری آیات کو تبدیل نہ کرو، جیسا کہ سُورۂ اِخلاص اور آیت الکرسی اور اِن دونوں کی مثل دُوسری آیاتِ مبارکہ ہیں اور تُمہاری نفسانی جنّت تُمہاری لذّتِ حسیسہ کے تابع ہے جب کہ ثوابِ اعمال توحیدِ افعال کے ساتھ ہے اور اگر تُم شرک سے قائم ہو تو میری رضا تک پہنچنے کے لئے میرے قہر و جلال کی سطوت اور میرے حجاب سے ڈرو اور میری صفت کا اثبات میرے غیر کے لئے نہ کرو۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفاتِ ثابتہ جیسا کہ اُس کا علم و قُدرت اور ارادہ ہے کو باطل کے ساتھ مخلوط نہ کرو جب کہ باطل تُمہارے نفسوں کی صفات ہیں جن کے ظہورِ صفات کے ساتھ اور خواہشوں، دَاعیوں اور طبیعتوں میں تُمہارا امتیاز نہ کرنا ہے جب کے اِرادے اور خواطر حق ہیں۔

وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ یعنی حق کے ظہور کے وقت اُسے صفاتِ نفس اور اُس کے پردے کے حجاب سے نہ چھپاؤ۔

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی تم توحیدِ اَفعال کے علم سے جانتے ہو لفظ ''اَنْ'' مصدرِ فعل ہے جو کہ صفت ہے، ایسے ہی فعل کو اُس کے غیر سے منسوب نہ کرو اور نہ ہی صفت کو اُس کے غیر کے لئے ثابت کرو۔

قیام و رُکوع و سجود کی صُوفیانہ تفسیر

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ یعنی نماز زکوٰۃ میری رضا کے لئے ادا کرو نہ کہ

"میرے ثواب کے لئے اور اِس کا مِصداق یہ اِرشاد ہے۔

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ رُکوع سے مُراد عجز و خضوع اور تابعداری ہے جب کہ رُکوع کرنے والا راکعین کے ساتھ عجز و خضوع پیش کرتا ہے تو یہ رضا کی وہ علامت ہے جو تجلّیٔ صفات کی میراث اور اُس کی غایت ہے یعنی میری صِفات کے مطالعہ کے وقت میری قضا کے ساتھ راضی ہو جاؤ، اور قیام کے وقت توجہ بالفعل اِستقلالِ نفس کے لئے اِس کی صُورت کے ساتھ اَجر و ثواب طلب کرنے کی علامت ہے اور سجود ؟ یہ انتہائی عجز و خضوع کے ساتھ تجلّیٔ ذات کے وقت وحدت میں فنا ہو جانے کی علامت ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۴۴ تا ۴۸)

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ ! کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔ جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف پھرنا۔ اے اولادِ یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔ اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی اور نہ کافر کے لئے کوئی سفارش مانی جائے اور نہ کچھ لے کر اس کی جان چھوڑی جائے اور نہ ان کی مدد ہو

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ کیا تُم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو تو یہ خُوبصورت فعل تصفیۂ

قلب اور تزکیہ نفس کا موجب ہے جس سے نُورانیت بڑھتی ہے۔

وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ یعنی کیا تم وہ کام کرتے ہو جس سے تجلیٔ افعال کے مقام سے تجلیٔ صفات کی طرف ترقی ہو ؟

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط یعنی تمہاری فِطرت یہ ہے کہ تُم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین میں اُسے اتباع کا حکم کرو جو تُمہارے ساتھ توحید کے راستے کا سالک ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اِس سے مُراد اُنہیں عار دلانا اور اُن کی حمیّت کو برانگیختہ کرنا ہے کہ کیا تُم شعور نہیں رکھتے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا یعنی اُس سے مدد اور معاونت کی درخواست کرو جسے اِس کی قُدرت ہے اِس لئے کہ تمہیں صبر کے ساتھ اپنے اَفعال پر قُدرت نہیں جن پر وہ کراہت کا اظہار کرتے ہیں جن کے ساتھ تُمہارا کام وکلام اور تُمہاری نیّت ہے تا کہ تم مقامِ رضا تک پہنچ جاؤ۔

وَالصَّلٰوةِ ط یعنی تجلیّاتِ صفات کے لئے حضُورِ قلب حاصل کرو۔

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ یعنی مُراقبہ اور حضُورِ قلب بھاری مشقّت ہے۔

صفاتِ الٰہیہ میں اپنی صفات کو فناء کردو

اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ گراُن پر مشقّت نہیں جن کے قلُوب نرم اور ٹوٹے پھُوٹے ہیں تا کہ تجلیّاتِ لطیفہ کے انوار تجلیّاتِ قہریہ کی سطوتیں قبول کریں۔

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ یعنی وہ لوگ جنہیں یقین ہے کہ وہ اپنے رب کے حضرت کے ساتھ ہیں یعنی رب کی دلالت کے لئے حضرتِ صفات جس پر اُس کی ملاقات کے حال میں ہیں۔

وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ یعنی اُس کی صفات میں اپنی صفات کو فناء کردینے اور مٹانے کے

ساتھ اُس کی طرف لوٹتا ہے۔

مکرّر خطاب میں یہ فائدہ ہے کہ پہلے اُنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی اور پھر اُن کے ساتھ مہربانی فرمائی اور اُنہیں اُن کے زمانے کے جہانوں کے محجوبین پر پہلا حجاب اُٹھنے کی طرف ہدایت کے ساتھ فضلیت عطا فرمائی۔

جب صفتِ قہریہ کی تجلّی ہوگی

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ یعنی جب صفتِ قہریہ کی تجلی ہوگی تو نہیں بچا سکے گا۔ ایک نفس دوسرے نفس کو اِس سے مراد کسی ایک بھی فائدہ دینے والے کا قُدرت نہ رکھنا اور عدمِ شفاعت وامداد کی بناء پر کسی کی شفاعت نہ قبول ہونا ہے اِس لئے کہ اُن سب کی صفات اور اَفعال مسلوب ہوجائیں گے جیسا کہ اُس نے کہا تو گوہ کو سُوراخ میں داخل ہوتے نہیں دیکھے گا۔

وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ یعنی عدمِ ملکیت کی بناء پر کوئی بھی فدیہ ادا نہیں کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کی امداد و نُصرت اور قوّت ممنوع ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۴۹ تا ۵۰)

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ ! اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر برا عذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی یا بڑا انعام۔ اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچا لیا اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔

جب مُلکِ وُجود پر نفس حاکم ہو جائے

وَاِذۡ نَجَّیۡنٰکُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ اِس آیت کا ظاہر اور تفسیر یہ ہے کہ تذکیر سے محبّت کو اُبھارنے کے لئے جو سمجھا جائے جبکہ اُس کا باطن اور اُس کی تاویل نفسِ اَمّارہ محجوبہ سے نجات دلانا ہے جو ملک الوجود پر اپنی اَنانیت کے ساتھ تعلّی دکھاتا ہے اور مصر سے مُراد بدن کا شہر ہے جس کے قویٰ وہم وخیال، خُلوت وغضب اور شہوت وخواہش ہیں جبکہ قوائے رُوحانی صفوۃ اللہ کے بیٹے یُعقوب الرُوح ہیں اور قوائے طبعیہ مدنیہ حواسِ ظاہرہ اور نباتیہ قوتیں ہیں۔

یَسُوۡمُوۡنَکُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ اِس سے مُراد تمہیں تعب وصعب اور مکر کے کام کلام کا شکار کرنا اور حرص وآرزو کے ساتھ تمام مال اور اس کے رذائل میں محنتِ شاقہ اور قوّتوں کی ترتیب و التباس وغیرہ ہیں جس سے حریص اہلِ دُنیا محنت ومشقّت کرتے ہیں اور تمُہیں اِس میں غور وفکر کرنے اور اِس کا اہتمام اور نظم وضبط کرنے سے دُور کر دیتے ہیں اور اِن کا لذّتوں کو حاصل کرنا ہی عذاب ہے اس لئے تمہیں تمہاری لذّاتِ رُوحانیہ سے روکتے ہیں۔

یُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَکُمۡ تمہارے بیٹے جنہیں وہ قتل کر دیتے ہیں یہ عاقِلہ علمیہ اور عاقِلہ نَظریہ سے رُوحانی قوّتیں اور دِل کی دونوں آنکھیں ہیں دائیں آنکھ نظریہ اور بائیں آنکھ علمیہ ہے اور فہم سماعِ قلب کا نام ہے جبکہ سرِّ قلب القلب اور فکر وذِکر ہے۔

وَیَسۡتَحۡیُوۡنَ نِسَآءَکُمۡ ط یعنی تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے ہیں سے مراد مذکورہ قوائے طبعیہ جن سے طائفہ اُولیٰ اِن کے قہر وغلبہ کے اَفعالِ خاصہ سے رُک جاتا ہے اور رُوح کے نُور اور تعاون سے اُن کا احتجاب ہے اور دُوسرے طائفہ کی اقدار اِن کے افعال وتمکین سے ہے اور تُمہاری اِس نجات میں تُمہارے رَب کی طرف سے نعمتِ عظیمہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کے مطالعہ کی نعمت ہے یا تُمہاری اِس تعذیب میں تُمہارے رب کی طرف سے نعمت وعذابِ عظیم ہے اور

یہ نعمت وعقوبت کے حجاب میں رہنا محرومی اور دُوری ہے اس لئے ابتلاء جو کہ امتحان ہے دونوں کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا!

"وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ"

''اور ہم تمہیں حسنات وسیأت یعنی نعمتوں اور سختیوں سے آزمائیں گے۔''

(الاعراف آیت ۱۶۸)

دریائے وُجود کو پھاڑنا

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ یعنی جب ہم نے تمہارے وجود کے دریا کو پھاڑ دیا اِس کا معنیٰ ہے کڑوے پانی کا بحرِ اسود جو کہ مادۂ جسمانیہ ہے اِس لئے کہ تمہارے وجود کو پھاڑنا روئیدگی سے زمین کو پھاڑنا ہے۔

فَاَنْجَيْنٰكُمْ یعنی اُن سے تجرّد کے ساتھ ہم نے تمہیں نجات دی۔

وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ یعنی قوائے نفسانیہ کو غرق کیا جن میں اُن کی ملازمت اور اُن کے فساد کے ساتھ اُن کی ہلاکت ہے۔

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ یعنی تم اُن رُوحانی قوتوں کے ساتھ اس کا مشاہدہ کر رہے تھے تو اُن رُوحانی قوتوں کے ساتھ بنی اسرائیل کے حق میں اس پر پہلے خطاب کا مؤول ہونا ممکن ہے اور وہ نعمت جس کے ساتھ اُن پر انعام کیا یہ اُن پر عالمِ رُوح سے انوارِ فائقہ کے قبول کی طرف ہدایت دینا اور اُن کے عہد کو پورا کرنا اور اُنہیں معارف وحکمتیں عطا کرنا اور اُن کا دلائلِ توحید سے پہلے اِستعداد کے مطابق اپنے مرکز سے نکلنا ہے اور کلّی پوشیدہ معانی جن میں دائمی تصفیہ ہے جو افعال میں سے اِس کے ساتھ مختص ہے اور اللہ تعالیٰ کا اُن کے عہد کو پورا فرمانا یہ ہے کہ اُن کے قیام کے وقت تصفیہ کے ساتھ بحق نُورِ استعدادی اُنہیں نُورِ کمال سے مختص کرنا اور وہ سب جو اُن کے نزدیک معانی سے ہے اُس کا استعمال ہے۔

حق و باطل مخلوط نہ کرو

اور اگر تم ڈرتے ہو تو اپنی اِستعداد کے زوال کے ساتھ اِحتجابِ انواری سے ڈرو اور اٰمِنُوْا سے مُراد ہے کہ تُم پر اشراقاتِ نُوریہ اور سوانحِ غیبیہ سے جو فیضان ہوتا ہے اُسے قبول کرو جو کہ نُورِ فطری سے تمہاری اِستعداد میں مصدق ہے اور مُحتجبین جہتِ سفلیہ کی طرف متوجہ ہونے کے باعث اس کو قبول کر لینے سے پہلے رتبہ میں نہیں ہوں گے اور تم اُس کے ساتھ لذّاتِ نفس اور اُن کے مقاصد کو تبدیل نہ کرو اور نہ معارفِ رُوحیہ کے حق اور اَنوارِ قُدسیہ کو مطالبِ حسیّہ اور صفات نفسیہ کے باطل کے ساتھ مخلوط کرو اور تم خود پر ان انوار و معارف کے ظہور کو چُھپاتے ہو۔

وَاَقِیْمُوا سے مراد حضرتِ رُوح کی طرف دائمی توجّہ اور اس کے حکم کا اِتباع ہے۔

معلومات کی زکوٰۃ دو

وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ سے مراد تمہاری معلومات ہیں جو کہ اُس کے تصفح اور ترکیب کے ساتھ تُمہارے اموال ہیں تاکہ تم اِس کے نتائج ولوازم کے ثواب سے اِحتراز کرو اور اُنہیں اپنے محتاجوں پر خرچ کرو جو کہ قوائے بدنیہ طبعیہ میں سے تُمہارے حضرت کے ساتھ ہیں تاکہ وہ اِن اموال یعنی معلومات کے ساتھ زندہ رہیں اور اِن کے ساتھ اِخلاقِ فاضلہ اور ملکاتِ جمیلہ کا اِکتساب کریں اور اِن معلومات کو اپنے ابناءِ جنس کو سکھاؤ تاکہ وہ اِس کے ساتھ کامل ہو جائیں۔

وَارْکَعُوْا سے یہ مراد ہے کہ اَوامرِ عقلیہ، انوارِ رُوحیہ اور اعمالِ قلبیہ کو قبول کریں۔

نیکی کا حکم دُوسروں کو دینا اور خُود پر لگانا

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ یعنی تم اپنے ماتحت قویٰ و عباداتِ جمیلہ اور آدابِ حسنہ کا حکم دیتے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ تُمہارے آداب کے ساتھ مؤدب ہو اور

تمہارے مقام کی طرف ترقی کریں اور تمہارے اپنے نفس آداب رُوحانیین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے مؤدب ہونے کو بھول جاتے ہیں اور مقامِ مشاہدہ میں اَنوارِ رُوح اور تنور میں اپنی عادت کو بھلا دیتے ہو جس کے ساتھ مراقبہ اور فناء فی الوَحدت کے وقت اُس کے مقام کی ترقی ہے۔

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ سے مراد قلب کے نبی پر فرشتۂ عقل کے واسطہ سے رب رُوح کی طرف سے نازل ہونے والے معقولات۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم خواہش اور وہم کی آمیزش سے مجرّد عقل کے ساتھ نہیں جانتے۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ اور جو تم پر ظاہر ہو صبر کے ساتھ مدد مانگو اور اس سے مراد سلطنتِ اَنوار سے سُلطانِ رُوح اور اُس کے احکامِ تجلیاتِ عظمت کا غلبہ اور حق کے ساتھ حضوری ہے اور اگرچہ ان تجلیّات کی طرف لوٹنا اور اگرچہ یہ اِستعانت مشکل ہے مگر اُن کے لئے نہیں جو قلب و رُوح کے اَمر کے اتباع کے لئے خاشعین اور مرتاخین اور تابعداری کرنے والے ہیں اور جن کو اُس کے حضرت کے ساتھ اور اُس کی مُلاقات میں تیقّن حاصل ہے اور جنہیں اُس کے اَنوار کو قبول کرنے میں اسی کی طرف لوٹنا ہے اور عالمین پر اُن کی فضلیت اُن کا وہ شرف ہے جو انسان کی تمام قوتوں پر ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۵۱ تا ۵۴)

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝۵۱ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۵۲ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۵۳ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝۵۴

ترجمہ! اور جب ہم نے موسیٰؑ سے چالیس (۴۰) رات کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور تم ظالم تھے۔ پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی دی کہ کہیں تم

احسان مانو۔اور جب ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی اور حق و باطل میں تمیز کر دینا کہ کہیں تم راہ پر آ ؤ۔اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

چالیس راتوں کا وعدہ کیوں

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً اور ہم نے آلِ فرعون کی مقاومت اور اُن کی ہلاکت سے فارغ ہونے کے بعد مُوسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ فرمایا۔یعنی اِن راتوں میں ہمارے لئے مُخلص ہو جاؤ تا کہ اس اخلاص کے ساتھ مُعدنِ نُور سے طبعی پردے اُٹھ جائیں یعنی اُس کے دِل کے حجاب چالیس راتوں میں اُٹھ جائیں جن میں جنین کے ہونے کے وقت اُس کے بدن کو پیدا فرمایا اور اُس کا احتجاب فطرتاً پیدا ہونے کے ساتھ ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا۔

"وخمر طينة آدم بيده اربعين صباحا۔"

"اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طینت کا خمیر چالیس دِنوں میں اپنے ہاتھ سے اُٹھایا۔"

اور اُن کے قَلب کی وجہ سے ؟ تو اُن کے قلب سے اُن کی زبان پر توَرات کی حکمت ظاہر ہوئی۔

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ یعنی تم نے مُوسیٰ (علیہ السلام) کے پوشیدہ ہونے اور اُن کے اعتزال کے بعد ناقص حیوانی نفس کو معبود بنالیا۔

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ یعنی تم عبادت کو اُس کے غیر مقام پر وضع کرنے والے ہو۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ یعنی تُمہارے فعلِ شنیع اور ظلمِ قبیح کے بعد تمہاری

طرف موسیٰ (علیہ السلام) کے رجوع کے وقت تمہاری توبہ کے ساتھ تمہیں معاف کر دیا تا کہ مُنعم سے اِس نعمت کے تصّور کے ساتھ معافی کی نعمت کا شکرادا کرو اور صفتِ مُنعم کی تجلّی قبول کرنے کے لئے مُستعد ہو جاؤ۔

اِس وعدے کی دُوسری تفسیر

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰی کی دُوسری تاویل حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وعدہ قلب ہے جب اُس کا تعلق بدن کے ساتھ تھا اور اِس سے مُراد اُن کی چالیس رُوحانی قُوّتوں کا اپنی قوم سے پوشیدہ ہونا تھا اور چالیس قویٰ وہ ہیں جن میں اُن کے بدن کی بنیاد تخلیق ہوئی۔

پھر تم نے طفولیت کے حال میں اُن کی پوشیدگی کے بعد عجل یعنی نفسِ حیَوانیہ کے بچّے کی پرستشِ اِحتجاب شروع کر دی پھر تُمہارے تجرّد کے ساتھ ظہورِ قلب اور عبادت کے بلُوغِ حقیقی کے بعد ہم نے تمہیں معاف کر دیا تا کہ تُم ہماری توفیق کی نعمت کا شکرادا کرو اور تم اپنے اس تجرّد اور اپنے کمال کے اسباب حاصل کرنے کے لئے میری صفات کے راستے پر چلو۔

کتابِ دِل عطا کر دی

وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ اِس سے مُراد یہ ہے کہ جب ہم نے مُوسیٰ علیہ السلام کو قلب عطا فرمایا جو کہ معقولات و معارف اور حکمتوں کی کتاب ہے اور جو حق و باطل میں تفریق و امتیاز کرنے والی ہے تا کہ تم اِس کے نورِ ہدایت سے ہدایت حاصل کرو اور پہلی وجہ سے یہ آیت تاویل سے مُستغنی ہے۔

اپنے آپ کا حق غصب کرنے والے

ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ یعنی تم نے اپنی مذکورہ تجلیات وثواب سے اپنے نفوس کے حقوق اور

حِصّوں میں کمی کی ہے تو اب اِس پر اپنے خالق کی طرف پیدا کرنے والے کے ذِکر کی دلالت کے لئے پہلا پردہ اُٹھانے کے لئے رجوع کرو۔

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ یعنی اپنے نفوس کو اُن کے حظوظ روک کر ریاضت کی تلوار سے قتل کرو اور اِستقلال کے رَاستے پر اُن کے اَفعال کے ساتھ اُن کی خواہشات کو رَد کر دو جو کہ اُن کی زندگی کی رُوح ہیں۔

اور دوسری تاویل پر قلب کا اپنے قویٰ کو اِلہام کرنا ہے، چونکہ تُم نے نفس کی عبادت کے ساتھ اپنے حقوق میں کمی کی ہے۔

لہٰذا اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اُس کے نورِ ہدایت کے ساتھ رجوع کرو اور اُس سے اپنے آپ کو روکو جس سے تُم چلے تھے اور اپنی خواہشات سے مغلوب عارضی زندگی کو قتل کر دو تا کہ تمہیں حیاتِ اَصلیہ کے ساتھ زندگی عطا کر دی جائے اور تُمہاری توبہ قبول ہو۔

(تفسیر آیت نمبر ۵۵ تا ۵۷)

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۝۵۵ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝۵۶ وَظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ۝۵۷

ترجمہ ! اور جب تم نے کہا اے موسیٰؑ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے جب تک اعلانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر مرے پیچھے ہم نے تمہیں زندہ کیا کہ کہیں تم احسان مانو۔ اور ہم نے ابر کو تمہارا سائبان کیا اور تم پر مَن اور سلویٰ اتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور انہوں نے کچھ ہمارا نہ بگاڑا ہاں اپنی ہی جانوں کا بگاڑ کرتے تھے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم تیری ہدایت کے ایمانِ

حقیقی کو ہرگز قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ مقامِ مشاہدہ وعیان تک پہنچ جائیں۔

فَاَخَذَتۡکُمُ الصّٰعِقَۃُ یعنی تمہیں موت کی کڑک نے آلیا جو کہ تجلّیءِ ذاتی میں فناء ہونا ہے۔

وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ یعنی تم مراقبہ یا مشاہدہ کررہے تھے۔

مَنّ وسلویٰ کا رُوحانی مطلب

ثُمَّ بَعَثۡنٰکُمۡ یعنی تمہیں فناء کے بعد بقاء اور حیاتِ حقیقیہ کے ساتھ اُٹھایا تاکہ سلوک فی اللہ کے ساتھ توحیدِ وصولی کی نعمت کا شکرادا کرو۔

وَظَلَّلۡنَا عَلَیۡکُمُ الۡغَمَامَ یعنی ہم نے تم پر تجلّیءِ صفات کا سایہ کیا تاکہ بالکل جلادینے والے آفتابِ ذات سے پردہ ہوجائے۔

وَاَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰی ؕ یعنی ہم نے تم پر احوال ومقاماتِ ذوقیہ کا مَنّ اُتارا جو کہ علاوت واسہالِ رذائل اور اخلاقِ نفس کے درمیان جامع ہے جیسا کہ توکّل ورضا ہیں جبکہ سلویٰ حِلم ومعارف اور علومِ حقیقیہ ہیں، جن سے تُمہارے سلوک کے وقت بیابانِ صفات میں تم پر رحمت کی ہوائیں اور نفحاتِ الٰہیہ اُٹھائی جاتی ہیں۔ کُلُوۡا یعنی ان طیبات تک پہنچو اور ملاقات کرو۔

وَمَا ظَلَمُوۡنَا یعنی اپنے نفسوں کے حجابات سے ہمارے حقوق اور ہماری صفات میں کچھ کمی واقع نہ کرسکے مگر وہ اپنی محرومی اور خسارے سے اپنے حقوق میں کمی کرنے والے ہیں یہ اَمر دو تاویلوں پر ہے اگرچہ خطاب عام ہے لیکن یہ ستر اختیار کردہ تاویلوں کے ساتھ مخصوص ہے"

(تفسیر آیت نمبر ۵۸)

وَاِذۡ قُلۡنَا ادۡخُلُوۡا ہٰذِہِ الۡقَرۡیَۃَ فَکُلُوۡا مِنۡہَا حَیۡثُ شِئۡتُمۡ رَغَدًا وَّادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا وَّقُوۡلُوۡا حِطَّۃٌ نَّغۡفِرۡ لَکُمۡ خَطٰیٰکُمۡ ؕ وَسَنَزِیۡدُ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ ! اور جب ہم نے فرمایا اس بستی میں جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور قریب ہے کہ نیکی والوں کو اور زیادہ دیں۔

مشاہدہ کی بستی رضا کا دروازہ

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ یعنی رُوحِ مقدّسہ کے باغ میں جاؤ جو کہ مقامِ مشاہدہ ہے۔

وَّادْخُلُوا الْبَابَ یعنی رضا کے دروازے میں داخل ہو جاؤ۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

"الرضاءِ بالقضاءِ بابُ اللہ الاعظم۔"

"قضا سے راضی ہونا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا دروازہ ہے۔"

سُجَّدًا یعنی جب تم پر وصفیہ فعلیہ اور حملیہ تجلیّات کا وُرود ہو تو اِس وقت گڑگڑاتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاؤ تو اِس سے مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی صفات و اَخلاق اور اَفعال کے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہوئے رضا کے دروازے میں داخل ہو جاؤ۔

نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ط یعنی ہم تُمہارے اَحوال کے ذُنُوب اور تمہاری تلوینات کو معاف فرما دیں گے۔

وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ اور ہم مُحسنین یعنی مشاہدہ کرنے والوں کو مزید عطا کریں گے جیسا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ"

"احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کر جیسا کہ تو اُسے دیکھ رہا ہے"

تو اُن کے احسان کا ثواب کشفِ ذات یا اُن کا احسان سلوکِ فی اللہ کے ساتھ ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۵۹)

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمہ ! تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔

صفاتِ الٰہیہ کی بجائے صفائے نفس طلب کرنے والے

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ تو ظالموں نے وہ بات دُوسری بات سے بدل دی جو اُنہیں کہی گئی تھی یعنی وہ اپنے حظوظ تک پہنچنے کے لئے صفاتِ نفس کے ساتھ متصّف ہونا طلب کرتے ہیں بجائے اُس کے کہ حظوظ رُوحانی تک پہنچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ مُتصّف ہونا طلب کرتے جیسا کہ اُن سے حنطاً سمقا قاً کہنا مروی ہے یعنی غذائے نفس طلب کرنے لگے تو ہم نے ظالموں پر بطورِ خاص ظُلمت وگناہ اور تنگی وعذاب نازل کر دیئے۔

اور اُنہیں حبسِ نفس اور تمنّاؤں کی قید میں اسیر کر دیا اور وہ ہواو ہوس کی قید میں محجوب کر دیئے گئے اور مادۂ سفلیہ کی محبّت سے اُن کی محرومی اور ڈگمگا جانا ہے جبکہ آسمانِ رُوح کے غلبہ سے اُن کا زوال پذیر اور تغیّر سے ہم کنار ہونا ہے اور اُن کے فسق وگناہ کے باعث اُن سے لطف و راحت کو روک دیا گیا یعنی وہ اطاعتِ قلب سے اَطاعتِ نفس کی طرف نکل گئے۔

اور ہم نے دُوسری تاویل کو ترک کر دیا ہے جو اِس سے بہت زیادہ قریب ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۶۰ تا ۶۱)

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا

عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي
الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۞٦٠ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ
يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ
اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ
وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا
يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۞٦١

ترجمہ! اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا کھاؤ اور پیو خدا کا دیا اور زمین میں فساد اٹھاتے نہ پھرو۔ اور جب تم نے کہا اے موسیٰؑ ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہمارے لئے نکالے کچھ ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز فرمایا کیا ادنیٰ چیز کو بہتر کے بدلے مانگتے ہو اچھا مصر یا کسی شہر میں اترو وہاں تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا اور ان پر مقرر کردی گئی خواری اور ناداری اور خدا کے غضب میں لوٹے یہ بدلہ تھا اس کا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے یہ بدلہ تھا ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا۔

عُلوم کے بارہ چشمے

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى یعنی آسمانِ رُوح سے حکمتوں اور علوم و معانی کی بارش کا نزول طلب کیا تو ہم نے اُنہیں عصائے نفس کی ضرب لگانے کا حکم دیا جس پر وہ اُس کے تعلّقِ بدن میں ٹیک لگاتے تھے اور اُس کا ثبات زمین پر فکر کے ساتھ دماغ کے پتّھر پر پڑنا ہے جو کہ منشائے عقل ہے۔

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ یعنی مشاعرِ انسانیہ کی تعداد کے برابر علوم کے

پانیوں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے جو کہ پانچ حواسِ ظاہری پانچ باطنی اور ایک عاقلہ نظریہ اور ایک علمیہ ہے اس لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

"من فقد حسنا فقد فقد علماء قد علم کل اناس مشر بھم۔"

یعنی جس کی حس گم ہے اُس کا علم گُم ہے اور تمام لوگوں کو اپنے مشرب کا علم ہے۔

یعنی ہر علم کا مشرب اُن کامل صنّاعیوں کے علم سے ہے جبکہ عُلماءِ عاملین کا مُشرب عقلی علمی علم سے ہے اور حکماء وعارفین کا مشرب علمِ نظری سے ہے اور صباغین یعنی رنگ والوں کا مشرب علمِ مبصرہ سے ہے اور اہلِ صفتِ موسیقی کا مشرب آوازوں کے علم سے ہے وغیرہ ذلک۔

بارہ چشمے بارہ قُوتیں ہیں دُوسری تفسیر

اور اس آیت کی دُوسری تاویل پر یہ اَمر ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب کو دماغ کے پتھر پر نفس کا عصا مارنے کا حکم دیا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے جو کہ مشاعرِ مذکورہ بالا ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے لئے مذکورہ بارہ قُوتوں میں سے ایک قوت ہے اور یہی یعقوب الرُّوح کے بارہ اسباط ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کو اُس کے مشرب کا علم ہے۔

بنی اسرائیل نے کون سی غذا مانگی اور کیا پایا ؟

لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادۡعُ لَنَا رَبَّكَ یعنی ہم علم ومعرفت اور حکمت و رُوحانی غذا میں سے کسی ایک پر صبر نہیں کر سکتے۔ ہمارے لئے اپنے رب سے سوال کریں کہ ہمارے نفسوں کی زمین سے جو شہواتِ خبیثہ، لذّاتِ خسیسہ، ثمراتِ باردہ، اور ہر وہ چیز جس میں حظِّ نفس اور عذاب ہے ہم پر وسیع کردے اور ہمارے لئے اَرزاں کردے۔"

اُن کے لئے فرمایا ! اِهۡبِطُوۡا مِصۡرًا فَاِنَّ لَكُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ ؕ یعنی بدن کے شہر میں اُترو اور جس کا تم نے سوال کیا ہے بدن کے شہر سے لے لو۔

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۚ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ یعنی اُن پر کم خوراکی میں اِتباعِ شہوات وحرص کی ذِلّت لازم کردی اور اُنہیں جہتِ سفلیہ سے دائمی ناداری اور دائمی محتاجی سے دوچار کردیا اور وہ غضب کے ساتھ دُور اور ردّ کئے جانے کے مستحق ہو گئے۔

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اُن کی دُوری کا باعث اُن کا اللہ تعالیٰ کی آیات وتجلیّات اور باقی ظاہر سے اِحتجاب تھا اور دوسری وجہ یہ کہ اُنہوں نے انبیاءِ قلوب کو بغیر اُن پر اپنے امرِ ثابت کے قتل کردیا بلکہ اُنہوں نے اپنے گناہوں کے ساتھ اور یہ قلوب وعقول کو اپنے باطل کے ساتھ پھیرنا اور اپنے پیچھے کی طرف سے تجاوز کرنا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۶۲)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِــِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ! بیشک ایمان والے نیز یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

ملائکہ عُقول کی عبادت کرنے والے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی تقلیدی اِیمان لانے والے ظاہری اور باطنی فرقہ کے لوگ وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى اور وہ لوگ جو معقولات کے ساتھ اپنے پردوں کی بناء پر ملائکہ عقول کی عبادت کرتے ہیں اور توہّمات وتخیلات کے ساتھ کواکبِ قوائے اِنسانیہ پر یقین رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے آخرت میں سعادت کو پہنچنے کے لئے انہیں اپنی اصلاح اور دُرستی کرنا ہے۔ تو اِن کے لئے افعال وصفات کے باغات سے اُن کے پروردگار کے ہاں باقی

رہنے والا رُوحانی ثواب ہے۔

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور انہیں اپنے افعال کی عقوبت و سزا کا خوف نہیں گویا کہ اِنہیں تجلیاتِ صفات کے فوت ہونے اور بنی اسرائیل کے درمیان جُملہ معترضہ کا حُزن اور غم نہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۶۳ تا ۶۴)

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمہ! اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر طور کو اونچا کیا لو جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں زور سے اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔ پھر اس کے بعد تم پھر گئے تو اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ٹوٹے والوں میں ہو جاتے۔

اور جب ہم نے عہد کیا

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ یعنی جب ہم نے تُم سے سابق بالاحق عہد لیا جن سے توریت میں ماخوذ ہے یا افعال و صفاتِ توحید سے عقل کے دلائل کے ساتھ عہد لیا۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ یعنی ہم نے معانی کو سمجھنے اور اُسے قبول کرنے کی قُدرت کے لئے تم پر دماغ کا طور بلند کر دیا اور ہم نے کہا ''خُذُوْا'' یعنی توریت یا کتابِ عقلِ قرآنی جو تُمہارے پاس لایا گیا اُسے قبول کرو۔

وَّاذْكُرُوْا یعنی اُس میں حکمتوں، معارف اور علومِ شرائع میں سے جو امر ہے اُسے یاد رکھو تا کہ تُم شرک اور جہالت و گناہ سے بچے رہو پھر تُم اِس کے بعد اپنے اقبال کے ساتھ جہتِ سفلیہ کی طرف پھر گئے۔

فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ یعنی اگر تم پر ہدایتِ عقل و رحمت اور نورِ بصیرت و شریعت کے ساتھ اللہ کا فضل نہ ہوتا تو تُم خسارہ پانے والوں میں سے ہوتے۔

(تفسیر آیت نمبر ۶۵ تا ۶۶)

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـٕيْنَ ﴿٦٥﴾
فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمہ ! اور بیشک ضرور تمہیں معلوم ہے تم میں کے وہ جنہوں نے ہفتہ میں سرکشی کی تو ہم نے ان سے فرمایا کہ ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔ تو ہم نے اس بستی کا یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لئے عبرت کر دیا اور پرہیز گاروں کے لئے نصیحت۔

مسخ کیوں ہوئے

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا اور تُم اُن لوگوں کو یقیناً جانتے ہو جنہوں نے سرکشی کی تو اِس سے مُراد ہے کہ جان لو اگر دانستہ اعراض کریں اور چھوڑ دیں تو اُن کی طبیعتوں اور اُن کے درمیان نکلنا ہے تاکہ لذّاتِ جسمانیہ میں اِنہماک و مبالغہ کریں جبکہ اُن کے ساتھ حریص ہونے سے ظُلمانی پردے ہیں اور وہ طفولیّت و بچپن سے سرکشی کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ اُن کی استعداد زائل ہو گئی اور وہ رُتبۂ انسانیہ سے گر کر مسخ ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا !

"مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ"

"یعنی وہ جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب فرمایا اور ان میں سے بندر اور سوّر بنا دیئے۔"

(سورۃ المائدہ آیت ۶۰)

تو اگر وہ وعدہ وعید کے مواعظ، سیاسیاتِ شرعیہ عقلیہ اور حکم و آداب کو یاد رکھتے تو اِرتقاء و روشنی حاصل کر لیتے جیسا کہ شاعر نے کہا !

هی النفس ان تهمل تلازم خساسة

وان تبتعث نحو الفضائل تبهج

یہ نفس اگر اپنی خساست و بے وقوفی کی ملازمت ترک کر دے تو اسے فضائل کی شادمانیاں حاصل ہوں گی۔

مقصدِ عبادات

تو عبادات کو اِس لئے وضع کیا اور اِن میں سے معیّنہ اُوقات میں اُن کی تکرار رکھی تاکہ اِرتکابِ لذّت اور اِتخاذِ شہوات کے جمع ہونے والی اُن کی مَیل کچیل اُتر جائے۔

چنانچہ اُن عبادات سے اُن کے باطن حضوری کے نُور سے منوّر ہو گئے توجّہ اِلیٰ اللہ سے اُن کے قلوب نفس کے جہنّم میں گرنے سے بچ گئے اور سُست ہو جانے کے بعد چست ہو گئے۔

اور انہیں حُبِّ وحدت اور رُوح الرُّوح کے ساتھ اِستراحت تعلّقِ کثرت اور ہوا و ہوس کی وحشت سے بچا لیتی ہے جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ کفارۃ لما بینهما من الصغائر اذا جتنبت الکبائر۔"

"یعنی نماز دونوں نمازوں کے درمیان صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہے جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔"

کیا تُو نے دیکھا کہ بڑا وضو ٹوٹنے اور مباشرتِ شہوت کے وقت ان کے ہاں تطہیرِ غُسل سے ہے اور چھوٹے وضو کے وقت اُن کا کیسا امر ہے۔"

اور دُنیوی مشاغل کے ساتھ اشتغال کے وقت رات اور دن کی ساعتوں میں پانچ نمازیں ہیں جن سے حواسِ خمسہ کی کدورتیں زائل ہو جاتی ہیں اور نفس میں اِن سے ہر وہ چیز حاصل ہو جاتی ہے جو اِس کے مناسب ہے۔

عبادات کے دن الگ الگ کیوں ؟

تو یہودیوں نے اِس کے مقابلہ میں اپنے اشتغال و مکاسب ملبوساتِ بدنیہ اور لذّاتِ نفسانیہ کی کوشش کے ساتھ اپنی انفرادیت کی ظُلمت اور سات دِنوں کے تفرقہ کی وحشت کو جنم دے لیا، اور عبادت کے لئے ہفتہ میں ایک دن جمع ہوتے تا کہ اُنسِ اجتماع کے ساتھ وحشتِ تفرقہ کے نُزول پر توجّہ دیں اور اُنہیں اپنے دَرمیان محبّت اور اُنس حاصل ہو اور اُمورِ دُنیویہ کے اَشغال اور حق سے اِعراض کرنے کی ظُلمت نُورِ عبادت اور توجّہ سے زُائل ہو جائے اور اُنہیں نُورانیت حاصل ہو تو یہودیوں کے لئے ہفتے کا پہلا دن یعنی ہفتہ وضع کیا گیا کیونکہ وہ اہلِ مُبداء اور اہلِ ظاہر ہیں جبکہ نصرانیوں کے لئے اِس کے بعد کا دن یعنی اتوار مقرر ہُوا کیونکہ وہ اہلِ مَعادو رُوحانیت اور اہلِ باطن ہیں جو ہماری طرف نسبتؔ کے ساتھ مُبداء اور ظاہر سے متاخرین ہیں۔

اور مُسلمانوں نے ہفتے کا آخری دن جُمعۃ المبارک مقرر کیا کیونکہ وہ آخری زمانہ میں اہلِ نبوّتِ خاتمہ اور ہر ایک کے لئے اہلِ وَحدتِ جامعہ ہیں تو اگر نقل ہونے کے مطابق ہفتے کو آخری دن مقرر کریں تو بے شک وہ ساتواں دن ہے تو حق تعالیٰ کی طرف نسبت سے ہے۔

کیونکہ یہودیوں کی دعوت عالمِ حس کی طرف ہے جو کہ عوالم کا دوسرا عالم ہے اور نصاریٰ کی دعوت عقل کی طرف ہے جو عوالم سے پہلا عالم ہے۔

رہا جمعۃ المبارک تو یہ یوم الجمع اور ختم ہے تو جو شخص اِن اوضاع و مرکبّات کی طرف اصلاً نہیں لوٹتا اُس کا نُورِ استعداد ضائع ہو جاتا ہے جیسا کہ اصحابِ سبت مسخ ہو گئے۔

یہودیوں کی شکار سے رُکنے کی تاویل

شکار سے رُک جانا یعنی یوم السبت ''ہفتہ'' کے دن پرہیز اور حظوظِ نفسانیہ سے پرہیز اور شکار جمع کرنا، اور اُس دن اُنہوں نے شکار حلال کرلیا اور دریا کے کنارے پر حوض بنالئے تاکہ اُس میں مچھلیاں قید ہوجائیں اور اُنہیں اتوار کو پکڑلیں۔

یعنی ہفتے کے تمام دنوں میں دریا کے پانی سے ہیولیٰ جرمیہ اور جرماتِ مادیہ اپنے گھروں کے حوضوں میں لے آتے اور اُن کے ساتھ اُنواع واقسام کے کھانے مشروب اور ملاذ وملاہی جمع کرلیتے۔''

چُنانچہ اُن کے لئے تمام حظوظ اور لذّاتِ نفسانیہ ہفتے کے دن میں جمع ہوجاتیں جن کے ساتھ ہفتے کے تمام دن مکتفی ہوجائے تاکہ کام کاج اور اپنے اپنے پیشے صنعت وحرفت وغیرہ کے لئے اِس طرف سے فارغ ہوجائیں۔

جیسا کہ اُس روز یہودیوں کی عادت ہے اور مُسلمان جماعتوں کی صُورت میں پھرتے ہیں، تو اِن اُمور میں اُن کا کثرت سے فسق اور گناہ ہے اِس لئے کہ یہ اُن کا ہفتے کے دن میں سرکشی کرنا ہے، جو کہ اِس اَمر پر دلیل ہے کہ وہ اپنے حضور کے تمام اَوقات ہمومِ دُنیا میں حظوظِ نفس اور خواہشات کے طالب رہتے جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ آج ایک مُسلمان کا جسم مسجد میں نماز کی حالت میں ہوتا ہے اور اُس کا دل معاملہ میں بازار میں ہوتا ہے یہاں تک کہ اِن میں سے ایک نے کہا میرے حساب کا جریدہ ہی نماز ہے یعنی جب دُنیا کی مشغولیت سے فارغ ہوکر نماز کی طرف ہوتا ہوں تو میرا دل میرے تجارتی معاملات پر غور وخوض کرلیتا ہے اور حساب لگالیتا ہے کہ میں نے لوگوں سے کیا لینا ہے اور لوگوں کا میرے ذِمہ کیا ہے۔ جب کہ یہ اَمرِ عالمِ انسانی علوی سے سفلی حیوانی اُفق کی طرف گر پڑنے کا مُوجب ہے۔

فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً یعنی وہ لوگ صُورت میں بندروں سے مشابہ ہو گئے مگر بندروں کے ساتھ نہیں تھے خٰسِئِیْنَ دُور کئے ہوئے اور دھتکارے ہوئے۔

مسخ فی الحقیقت بغیر انکار کے دنیا و آخرت میں حقّ ہے اور اِس پر قرآنی آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۶۷ تا ۷۱)

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمہ ! اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں فرمایا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہوں۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتا دے گائے کیسی کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ اوسر بلکہ ان دونوں کے بیچ میں تو کرو جس کا تمہیں حکم ہوتا ہے۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے ہمیں بتا دے اس کا رنگ کیا ہے کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک پیلی گائے ہے جس کی رنگت ڈہڈہاتی دیکھنے والوں کو خوشی دیتی۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے صاف بیان کرے وہ گائے کیسی ہے بیشک گائیوں میں ہم کو شبہہ پڑ گیا اور اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں گے۔ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی دے بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں بولے اب آپ ٹھیک بات لائے تو اسے ذبح کیا اور ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

"وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِيۡرَ"

''اوران میں سے کچھ کو بندر اور سور بنادیا۔''

(المائدہ آیت ٦٠)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے۔

" يحشر بعض الناس على صور يحسن عندها القردة والخنازير۔"

''یعنی قیامت کے دن کچھ لوگ ایسی صورتوں میں اٹھائے جائیں گے کہ ان کے مقابل میں بندر اور سوٗر اچھی صورت میں ہوں گے۔''

مسخ ہونے والوں کی اقسام

نیز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ بھی روایت ہے کہ مسخ ہونے والوں کی تیرہ اقسام ہیں پھر آپ نے اُن کی گنتی کی اور اُن کے اعمالِ معاصی اور اُن کے مسخ ہونے کے موجبات کو ظاہر فرمایا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جس پر اوصافِ حیوانیہ سے کسی وصف کا غلبہ ہوگا اور وہ وصف اُس میں اِس قدر راسخ ہو جائے کہ اُس کی اِستعداد کو زائل کر دے اور اُس کی طبیعت میں گھر کر لے اور صُورتِ ذاتیہ سے دُوسری صُورت کی طرف لوٹ جائے جیسا کہ وہ پانی جس کا معدن گندھک ہے تو ایسے ہی وہ شخص اور اُس کی طبیعت اُس حیوان کی طرف اور اُس حیوان کی ذات کی طرف لوٹ جاتی ہے اور اُس کی رُوح بدن سے مفارقت کے وقت اُس کی صفت کی مناسبت سے اُس حیوان سے مل جاتی ہے اور اُس کی صفت اُس حیوان کی صُورت کی صُورت میں ڈھل جاتی ہے اور اُس کی صُورتِ ذاتیہ مسخ ہو جاتی ہے اور اللہ ہی اِس اَمر کو بہتر جانتا ہے۔

بقرہ یعنی گائے سے کیا مُراد ہے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں گائے ذبح کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تو گائے سے مراد یہاں نفسِ حیوانیہ ہے اور اُس گائے کو ذبح کرنے سے مُراد نفسِ حیوانیہ کی خواہشات کو دُور کرنا ہے اور یہ اِس طرح کہ اُس کی زندگی اور ریاضت کی چُھری اور سفرہ سے اُس کو اُس کے افعالِ خاص سے روک دینا ہے۔

قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ ہمیں احمق بناتے ہیں تاکہ ہم آپ کی اطاعت کریں اور آپ کے لئے مسخر ہو جائیں جیسا کہ فرعون کے حق میں آیا۔

"فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ"

"یعنی فرعون نے اپنی قوم کو احمق بنایا تو وہ اِس کی اطاعت کرنے لگے۔"

(سورۃ الزخرف آیت ۵۴)

حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نے فرمایا !

" قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ "

یعنی اللہ کی پناہ ہے اس بات سے کہ میں تحقیر و تمسخر کر کے جاہلوں سے بنوں اور محکوموں اور رعایا کی طلب کرنا جاہلوں کا فعل ہے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ اُنہوں نے کہا اپنے رب سے ہمارے لئے پوچھیں کہ وہ ہمیں بتا دے کہ وہ گائے کیسی ہو ؟

حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نے فرمایا " لَّا فَارِضٌ " یعنی اُس کی اِستعداد بڑھاپے کا زوال نہیں اور اُس کا اعتقاد و ضرادت اُس کی عادات کے ساتھ ہے جیسا کہ بعض نے کہا !

"الصوفی بعدِ الاربعین بارز"

وَّلَا بِكۡرٌ ؕ یعنی اُس کی اِستعداد کی کمی کی وجہ جوانی ہے جس سے مُراد اُس میں اُس کی قوّت اور غلبۂ قوائے طبعیہ کے لئے اُس کی مشکل ریاضت کا احتمال ہے۔

گائے کے رنگ سے کیا مُراد ہے

عَوَانٌ یعنی زرد رنگ کا جو ذکر ہوا تو یہ اُس کے پُورے رنگ کے درمیان آدھا ہے کیونکہ جسم کا سیاہ رنگ اُس میں بالکل ہی نُور نہ ہونے کے لئے ہوتا ہے جبکہ نفسِ نباتیہ کا سبز رنگ اُس میں ظُہورِ نورانیت کے لئے ہوتا ہے اور اُس پر سیاہی کا غلبہ اُس کے عدمِ ادراک کے باعث ہے اور قلب کا سفید رنگ جسم سے اُس کی قُوّت اِدراک اور اُس کی کمالِ نورانیت کی وجہ سے ہوتا ہے تو لازم آئے گا کہ حیواناتِ عجم میں نفسِ حیوانیہ کا سُرخ رنگ اُس کے ادراک کے نُوری مرکّب کے لئے ہو۔

چونکہ سیاہ رنگ کا تعلّق جسم کے ساتھ ہے اِس لئے سُرخ رنگ سفید اور سیاہ کے درمیان دونوں سے مرکّب ہے لیکن اُس میں سیاہ زیادہ ہے جب کہ انسان میں زُرد رنگ اُس کے ادراک کے غلبۂ نوریہ کے لئے قلب کی مجاورت اور ہمسائیگی کی بناء پر ہوتا ہے اور جب زرد اور سُرخ رنگ پر سفیدی ہو تو اُس کا رنگ اُس کی استعداد کی صفائی کے لئے واقع ہوتا ہے اور اُس پر نُورِ قلب کی شُعاع روشنیاں بکھیرتی ہے۔

تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ یعنی اُس کا رنگ دیکھنے والوں کو سُرور دیتا ہے تو مُراد یہ ہے کہ اُس رنگ کی استعداد اور اُس کی شعاعیں قُوّتِ نُور سے ہوتی ہیں اور ناظرین سے مُراد وُہ کاملین ہیں جو مُستعدین طالبانِ بصارت اور اپنے ذوق وحضور کے ساتھ اپنی محبّت کے وجوب کی اِستعدادات پر مُطلع ہیں۔

یقیناً گائے کی ہم سے مشابہت ہے۔ کیونکہ گائیں۔ کثرت سے اِس صفت کے ساتھ موصوف ہیں اور مُستعدین کی بہت سی اصناف ہیں تاہم ہر مُستعد طالب نہیں ہوتا جیسا کہ کسی نے کہا!

نہ ہر طبع قابل ہے اور نہ ہر قابل طالب ہے اور نہ ہر طالب صابر ہے اور نہ ہر صابر واجد یعنی پانے والا ہے۔

وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ اور اگر اللہ چاہے گا تو ہم اِس گائے کو ذبح کر کے ہدایت کی طرف راہ پالیں گے تو اِن کا انشاء اللہ کہنا اُن کی اُس اِستعداد پر دلیل ہے جس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیّت اور اُس کی توفیق میّسر آنے کے متعلّق اُمور کا اُنہیں علم تھا اُسی لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !

"لولم یستثنوا لما ظفروا بھا ابد الدھر۔"

"اگر تم استثناء نہیں کرو گے تو کبھی زمانے کے ساتھ کامیاب نہ ہو گے۔"

لَّا ذَلُوْلٌ ، سے مراد یہ کہ وہ امرِ شریعت کے لئے غیر مذلل ہے جبکہ تُثِيْرُ الْاَرْضَ سے مراد اعمالِ صالحہ اور عبادات کی استعداد۔

وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ یعنی معارف اور حکمتوں کی کھیتی جسے عدم اِحتیاج کے لئے قوّت کے ساتھ علومِ کسبیہ اور افکارِ ثاقبہ کا پانی پلایا جاتا ہے مثل اُس گائے کو ذبح کرنے کے"

مُسَلَّمَةٌ یعنی غیر مسوسہ رُسوم وعادات اور شرائع وآداب کے ساتھ اُس کے اہل چرنے سے پاک ہیں۔

لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ سے مُراد یہ ہے نفسِ حیوانیہ کے ذبح کے لئے عدمِ صلاحیت کی بناء پر اُس میں مذہب کا اعتقاد راسخ نہیں۔

جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ یعنی مُستعد مشتاق طالبِ کامل کے لئے ثابت ہے۔

کثرتِ سوالات کے نُقصانات

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ یعنی اُس کے حال سے بحث وتفتیش میں اُن کے مبالغات وسوالات اور غور وفکر کی گہرائی اور اُس کے بیان میں اُن کی فضول گفتگو جو کہ نفس کی

اطاعت نہ کرنے اور ریاضت کے انکار پر دلیل ہے اور اِس کے باعث اِس سے اُن کی تاخیر اور اپنے مطلوب سے عُذر خواہی کرنا اور اِس پر غلبۂ فضول مراد ہے۔

اِس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ! اگر بنی اسرائیل گائے پر معمولی اِعتراض کرتے اور اُسے ذبح کر دیتے تو اُن کے لئے کافی تھا مگر اُنہوں نے شدّت اختیار کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن پر سختی فرمائی یعنی اگر اُن سے فضول بحث اور سوالات کی کثرت نہ ہوتی تو بات اتنی نہ بڑھتی مگر اُن کی ارادت وقبول کے لئے اُن پر اُن کے مطلوب کا عزیز ہونا ہے اور قید کی زنجیر میں جکڑے رہنا اتباع کرنے سے آسان ہے۔

نیز یہ کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کثرتِ سوال سے منع کرتے ہوئے فرمایا یقیناً تم سے پہلے لوگ کثرت سوالات سے برباد ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ"

''ایسی باتیں مت پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بُری لگیں۔''

(سورۃ المائدہ آیت ۱۰۱)

ذبح ہونے والی گائے کی حکایت

اِس قصہ میں بعض نے کہا کہ بنی اسرائیل کے ایک بُوڑھے کی گائے نے بچھیا کو جنم دیا جو مذکورہ گائے کی صفت پر تھی اُس بوڑھے کا ایک صغیر السّن لڑکا تھا بوڑھا اِس بچھیا اور اُس لڑکے کو لے کر اپنی بوڑھی بیوی کے پاس آیا اور اُسے کہا یہ بچھیا اِس لڑکے کے لئے ہے اِسے چراگاہ میں چھوڑ دیتے ہیں عنقریب جب یہ بالغ ہو گا تو اِس سے فائدہ اٹھائے گا چنانچہ جب گائے کا واقعہ پیش ہوا اور بنی اسرائیل کو اُسے تلاش کرتے ہوئے چالیس برس گذر گئے تو بُوڑھی عورت نے کسی سے یہ واقعہ سنا اور اپنے بیٹے کو وہ بات بتائی جو اُس کے باپ نے کی تھی یعنی بچھیا کو چراگاہ میں چھوڑ رکھا تھا وہ لڑکا اپنی ماں کی بات سُن کر چراگاہ میں گیا اور بچھیا جو اب گائے بن چکی تھی کو ساتھ لے کر آ گیا اور

بنی اسرائیل سے اُس کا سودا کرنے لگا بوڑھی نے اُسے فروخت کرنے سے روکا یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے اُسے سونے سے بھرے ہوئے مشکیزہ کے عوض خرید لیا۔

اِس واقعہ کے کرداروں کی عارفانہ تشریح

بوڑھے شخص سے مُراد رُوح ہے اور بُوڑھی عورت سے مراد طبیعتِ جسمانیہ اور اُس کا بالغ بیٹا عقل ہے جسے رُوح نے جنم دیا جبکہ قتل ہونے والا جوان قلب ہے بیع سلم بُوڑھی طبیعت کی طرف عجلت نفس اور لذاتِ طبیعت کی چراگاہ میں چرانا مراد ہے یہاں تک کہ بڑی ہو جائے چھوٹے لڑکے یعنی عقل کا عنقریب اپنے محسوسات سے انتزاعِ معقولات اور فکر کے استعمال سے علومِ عقلیہ کے اکتساب میں زمانۂ بلوغت کی قُوّتوں سے فائدہ اُٹھانا اور یہ وہ اَمر ہے جس کے ساتھ وہ چراگاہ سے آیا۔

بنی اسرائیل کی چالیس برس کی کوشش میں اعمال و آداب کے ساتھ سیر اِلیٰ اللہ اور تخلّق بالاخلاق تجرّدِ قلب اور بلوغِ حقیقی کے وقت کی طرف اِشارہ ہے۔

جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا !

"حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۙ"

''اور جب اپنی جوانی کو پہنچا اور چالیس برس کو پہنچ گیا۔''

(سورۃ احقاف آیت ۱۵)

گائے کا سودا کرنے سے مُراد

گائے کی فروخت کے وقت اُن کے بھاؤ کرنے میں ہدایتِ شرعیہ اور اِرادہ کے نُور سے مُنوّر رُوحانی قُوتوں کو طلب کرنے، وہم سے مخلوط عقل سے اُسے باہر کھینچے، معقولاتِ قیاسیہ کے ساتھ اُس عقل کو غلامی میں لینے فکریات کے ساتھ اُسے تسخیر کرنے اور قیاساتِ عقلیہ کے ساتھ نُور

ہدایت سے اُس کے حجاب اور شرعیات کے ساتھ اُس کے آراستہ نہ ہونے کی طرف اشارہ اور یہ حکم ماننے میں اُن کا تاخر وتباط اور اُن کے سوال کی شِدّت کا موجب ہے۔

بُوڑھی کا گائے فروخت کرنے سے روکنا

بوڑھی کا گائے فروخت کرنے سے روکنا ؟ تو یہ موافقتِ عقل اور شریعت کی تابعداری میں طبع کی ممانعت ہے جس میں طبع کی طرف عقل کی رعایت کے لئے مَعاشی مصلحتیں اور اُس کی آسائش ہے اور اِس پر شرع سے بہت سی کمی اور زیادتی ہے۔

اور اُسے سونے سے بھرے ہوئے مشکیزہ کے عوض فروخت کرنا اُس کے ذبح کرنے اور کھال کھینچنے کے بعد اُس کے بعد اُس کے عُلومِ نافعہ، شَرعیہ، عقلیہ، خَلقیہ اور احکامِ فَرعیہ دینیہ کے زیور سے آراستہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اور اُس کا اِس صورت پر مشتمل ہونا عقل اور طبیعت کی موافقت اور معاشی مصلحتوں کے حاصل کرنے میں دونوں کے استعمال کے ساتھ دونوں کا نفع اُٹھانا اور مباغی طبیعت اور شریعت کی اجازت کے ساتھ حلال وجہ سے مطالبِ عقلیہ تصرّفِ مباح اور کمال حاصل ہونے اور سلوک پورا ہونے کے بعد تمام لذّات کو چھوڑنے کی انواع ہیں

(تفسیر آیت نمبر ۷۲)

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمہ! اور جب تم نے ایک خون کیا تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے اور اللہ کو ظاہر کرنا جو تم چھپاتے تھے۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ اِس میں گائے کے ذبح کے حکم کے سبب کے بیان کی طرف اشارہ ہے اور یہ بزرگ موسر بن اسرائیل ہیں جس کے جوان بیٹے کو اُس کے چچازادوں نے قتل کر دیا یا اُس کے چچازادوں کو اُس کے باپ کی میراث میں لالچ تھا اور اُنہوں

نے اُسے بنی اسرائیل کے قبیلہ کے درمیان راستہ پر دُور پھینک دیا اور اُس کے قتل میں لوگوں نے مدافعت کی اور گائے ذبح کرنے کا اَمر وَارد ہُوا مذبوحہ گائے کا ایک ٹکڑا اُس مقتول کو مارا تو اُس نے زندہ ہوکر اپنے قاتل کی خبر دے دی۔

صُوفیانہ تفسیر

پس جوان تو وہ قلب ہے جو مَعارف و حِکَم کے اموال کے ساتھ رُوحِ مُوسر کا بیٹا ہے اور اُس کا قتل اُس کی حقیقی زندگی اور اُس ازالہِ عشقِ حقیقی سے روکنا ہے جو اُس کی زندگی سے قوت شہوت و غضب کا غالب آنا ہے اور یہ دونوں اُس کے چچا نفسِ حیوانیہ کے بیٹے یا اُس پر اُس کی تمام قوتیں ہیں اِس لئے کہ رُوح اور نفس دونوں فیضان کے اعتبار سے بھائی ہیں جو اپنے باپ عقلِ فعال جس کا نام رُوح القدس ہے سے پیدا ہوئے ہیں علیٰ ہذا القیاس، حدیث میں وارد ہوا ہے۔

"اکرموا عمتکم النخلة، فانها خلقت من بقية طين آدم۔"

''اپنی پھوپھی کھجور کا اِکرام کرو کیونکہ اُسے حضرت آدم علیہ السلام کی بقیہ مٹّی سے پیدا کیا گیا ہے۔''

تو یہ وہ نفسِ نباتیہ کاملہ ہے جب نَفسِ انسانی کی پُھوپھی تھی تو اُس کی پُھوپھی نفسِ حیوانیہ تھی دونوں نے اُسے عقلیہ معانی کے استعمال اور اُس کے حکم کے لالچ میں اور دونوں کے مطالب و کمالات اور حیلہ و مکر کی انواع کے ساتھ دونوں کی لذّات اور صناعتِ فِکر کے حاصل کرنے میں قتل کیا جو اُس کے باپ کی میراث تھی۔

اور اُسے دُور پھینکا ؟ سے مُراد یہ ہے کہ رُوحانی، طبعی قُوّتوں کے راستوں پر وہ محال کے مابین ہے اور اُس کے قتل میں ان کا مدافعت کرنا ؟ یہ اُن سے ہر قوّت کا دُوسری قوّت کی طرف فساد و گناہ کا احالہ ہے۔

اور اُس کے نفس کی طرف اصلاح و برأت اُس کے افعال و لذّات میں اُس کے تجاذب و

تنازع کے لئے ہے اور ان دونو میں سے ہر ایک کا حجاب ہے جس کے ساتھ اُس کو ملامت کرنا ہے جس سے دُوسرے کو ملامت کرنا ہے اور اُس کی اُس کے دیکھنے میں صُلح اور اُس کی ضد میں فساد ہے۔

وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کو نُورِ قلب اور اُس کی زندگی سے اُس پر غلبہ کے ساتھ ظاہر کرنا تھا جو تُم چھپاتے ہو۔

(تفسیر آیت نمبر ۷۳ تا ۷۴)

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمہ! تو ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو اللہ یوں ہی مُردے جِلائے گا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ کہیں تمہیں عقل ہو۔ پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ کرّے اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں کہ اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔

گوشت کے ٹکڑے سے کیا مُراد ہے؟

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ ہم نے کہا ذبح کی گئی گائے کی دُم یا زبان سے مقتول کو ضَرب لگاؤ تاکہ وہ زندہ ہو کہ تمہیں اپنے قاتل سے آگاہ کرے تو دُم کی ضَرب سے نفس کی موت اور اُس کی کمزور قوتوں کے باقی رہنے کی طرف اشارہ ہے اور اُس کی دُوسری وجہ یہ ہے کہ نفسِ نباتیہ سے ملنا اور اُسکے ساتھ اُس کا رابطہ جیسا کہ چھونے کی حِسّ اور اُس کی مثل تمام حواسِ ظاہری تو یہ اُس کی دُم ہے اور زبان کی ضرب اُس کی اخلاقی قُوتوں کا اِعتدال اور اُس کی فکر کی بقاء ہے جو اُس کی

زبان ہے اور یہ دو راستے ہیں ریاضت کا راستہ اور غُصّہ وشہوت کی موت جیسا کہ تصوّف کا راستہ ہے اور یہ نفوسِ قویہ، جانیہ، مستولیہ، طاغوتیہ اور اخلاق کی تحصیل وتعدیل کا پہلا راستہ ہے جیسا کہ علماء اور حکماء کا راستہ ہے اور یہ پہلے کمزور، صافی، فرمانبردار اور نرم نفوس ہیں۔

پس اُنہوں نے گائے کا ٹکڑا مارا تو مقتول کھڑا ہو گیا اور اُس کی رگوں سے خُون جاری تھا اور اُس نے اپنے قاتل سے آگاہ کیا یعنی حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ وقائم ہو گیا اور اُس پر قتل کا اثر اُس کے بدن کے ساتھ تعلّق وتلوّث ہونا اور اُس کے حسبِ ضرورت مطالبات کی بناء پر تھا اور بدنی قوتوں کے حال کو جاننے سے مُراد اُسے اُس کے ادراک سے روکنا اور اُس کے نُور سے اُس کا حجاب تھا۔

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ یعنی اُس احیاءِ عظیم کی طرح اللہ تعالیٰ جہل وناواقفیت کے مُردوں کو حیاتِ حقیقیہ علمیہ کے ساتھ زندہ فرمائے گا اور تم اُس کے دلائل اور اُس کی صفات کی نشانیوں کو دیکھو تاکہ شعور کرسکو۔

پتھّروں جیسے دِل کیسے ہوئے؟

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ یعنی طویل عرصہ اور مدّت فترت کی دُوری تلوینات کے تتابع اور پیہم نزاعات سے اُن کے دل مباشرتِ اُمورِ لذّاتِ بدَنیہ کی کثرت اور صفاتِ نفسانیہ کے تلبّس کے ساتھ سخت ہو گئے۔

فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ تو یہ نقشِ علمی کے ساتھ اپنے عدم تاثیر سے پتھّروں کی طرح ہیں یا وہ چیز جو اِس سے زیادہ سخت ہے جیسا کہ لوہے کی مثال پھر ان پتھّروں کے درمیان جو اِن سے نرم ہیں اُن کا حال تین مذکورہ وُجوہ میں منحصر ہے اور اِن سے چار قلوب فائدہ حاصل کرتے ہیں وہ قلب جو نُورِ الٰہی کے ساتھ منّور ہیں اور اُس میں نابینا اور گُم ہیں اور بحرِ علمی میں غرق اور شدّت سے ڈُوبے ہُوئے ہیں تو اُن سے عِلم کی نہریں پھوٹتی ہیں علم کی اِن نہروں سے جو پی لیتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے

زندہ ہو جاتا ہے جیسا کہ سابقین اہل اللہ کے قلوب ہیں اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اِس ارشاد کی طرف اشارہ ہے۔

کن پتھّروں سے چشمے پھُوٹتے ہیں

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ط اور پتھّروں میں سے کچھ ایسے ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں تو اِس سے مُراد ہے کہ علم سے مضبوط قلب حفظ اور یاد کر لیتا ہے اور لوگوں کو اُس سے نفع پہنچاتا ہے جیسا کہ علماءِ راسخین کے قُلوب ہیں اور یہ اِس ارشاد کی طرف مشارٌ الیہ ہے۔

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ط اور کچھ ایسے پتھّر ہیں جو پھٹ جائیں تو اُن سے مُراد یہ ہے کہ عجز و فروتنی اور تسلیم و اطاعت کا خُوگر قلب عابد وزاہد مسلمانوں کے قلوب کی طرح ہے اور یہ اِس اِرشاد کی طرف اشارہ ہے۔

قلبِ مُحمّدی

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط اور کچھ وہ ہیں جو خشیّتِ الٰہی سے گر پڑتے ہیں تو اِس سے مُراد قلب کے حال کا تھوڑا سا اَحوال خشیّتِ الٰہی سے اُترنا یعنی سلامتی کے ساتھ مُیلان سے مرکز کی طرف اَمرِ الٰہی کی فرماں برداری اور اتباع کرتے ہوئے اُترنا ہے اور باقی قلبِ علم کے ساتھ ہرگز نہیں ہوتا اور نہ ہی ہدایت کا منکر اور خواہشات سے بھرا ہُوا متکبّر و متمرد قلب خوف سے نرم ہوتا ہے اور جو اِس کے مشابہ اُس تمام قبول کے لئے جس کے ساتھ اَمرِ الٰہی ہے جو اہر سے پایا جاتا ہے تو اُس کی نرمی سے مُراد لوہا کیسے لیا جا سکتا ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا!

قال النبی علیہ السلام مثل ما بعثنی اللہ بہ من الھدیٰ

والعلم کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضا فکانت طائفة منها طیبة قبلت الماء وانبتت الکلا والعشب الکثیر وکانت منها طائفة اجادب امسکت الماء فنفع الله بها الناس فشربوا وسقوا وزرعوا وأصاب منها طائفة أخری انما ھی قیعان لا تمسك ماء ولا تنبت کلاء

اللہ تعالیٰ نے مجھے جسے علم وہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اُس کی مثال کثیر بارش جیسی ہے جو زمین کو پہنچتی ہے تو زمین کا جو پاکیزہ ٹکڑا بارش کو قبول کرتا ہے وہاں پر سرسبز گھاس اُگتی ہے اور زمین کی جو جگہ ڈھلان پر ہے وہاں پانی ٹھہر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے لوگوں کو نفع عطا فرماتا ہے لوگ اُس پانی کو پیتے ہیں اور زرعی زمین کو پلاتے ہیں اور اس سے آخری محا لفہ فعیان یعنی خشک گھاس ہے جو نہ پانی کو روکتی ہے اور نہ اس سے سبزی اُگتی ہے۔

تو یہ مثال دین میں فِقہ سے ہے اور جان لیں کے علم اور اس کی مثل جس کے ساتھ سر نہیں اُٹھتا اور نہ اللہ کی ہدایت کو قبول کرتا ہے، جس کے ساتھ مُجھے بھیجا گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے آخری تین قلوب کے بارے میں بیان فرمایا ہے اور اِن چار میں سے پہلا قلب قلبِ مُحمّدی ہے۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ اُن کے سخت قلُوب کی تہدید کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اُنہیں اپنے نور سے زندہ فرمائے اور اُن کی ظلُمتوں میں اُن کو چھوڑ دے اور اِن آیات کی تلاوت ظاہر اور تاویل بہتر ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۷۵ تا ۷۸)

اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا لَکُمۡ وَقَدۡ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡهُمۡ یَسۡمَعُوۡنَ کَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوۡنَهٗ

مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ
رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٦﴾ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٧﴾
وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿٧٨﴾

ترجمہ ! تو اے مسلمانو کیا تمہیں یہ طمع ہے کہ یہ یہودی تمہارا یقین لائیں گے اور ان میں کا تو ایک گروہ وہ تھا کہ اللہ کا کلام سنتے پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے۔ اور جب مسلمانوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب آپس میں اکیلے ہوں تو کہیں وہ علم جو اللہ نے تم پر کھولا مسلمانوں سے بیان کئے دیتے ہو کہ اس سے تمہارے رب کے یہاں تمہیں پر حجت لائیں کیا تمہیں عقل نہیں۔ کیا نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ اور ان میں کچھ ان پڑھ ہیں کہ جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت اور وہ نرے گمان میں ہیں۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اے مسلمانو! کیا تمہیں طمع ہے کہ لوگ تمہیں ہدایت کے باعث توحیدِ صفات کے موحد ہو جائیں۔

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ان میں سے ایک فریق کے لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات کو قبول کرتے ہیں پھر اُس کی صفات کی نسبت اپنے نفسوں کی طرف کرنے سے تحریف کرتے ہیں حالانکہ وہ ظاہر طور پر جانتے بھی ہیں کہ توحیدِ صفات کو اعیان کے ساتھ نہیں پا سکتے، اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں لیکن اُن کے نفوس عقل کے متحیر اور ہکا بکا ہو جانے کی حالت میں اشتراک کے ساتھ قلب پر اپنے غلبہ کے ساتھ اُترتے ہیں اس لئے کہ اُن کی توحید نہ ملکی ہے نہ حامی ہے بلکہ علمی بھی نہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۷۹)

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ

ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴿٧٩﴾

ترجمہ! تو خرابی ہے ان کے لئے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں تو خرابی ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ان کے لئے اس کمائی سے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ یعنی خرابی ہے اُس کے لئے جو اُس سے بقایا صفاتِ نفس کے ساتھ باقی ہے اور اُس کا شعور نہیں رکھتا یا رکھتا ہے تو دیوانگی سے یا اُس کے ساتھ آراستہ نہیں تو اپنے نفس اور اپنی صفات کے ساتھ کہتا اور کرتا ہے اور دعویٰ یہ کرتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تا کہ اِس سے حظِ نفس اُٹھائے بلکہ یہ قول و فعل اور اُس کی اللہ تعالیٰ کی طرف عین اُس کا پورا پورا حظ ہے اور یہ وہ گناہ ہے جس سے زیادہ طاقت ور کوئی گناہ نہیں۔

تین آیات کی ایک اور تاویل

اور ممکن ہے کہ پہلے تینوں آیات دوسری وجہ کی تطبیق پر مبنی تاویل کی حامل ہوں تو کہتے ہیں؟

أَفَتَطْمَعُونَ رُوحانی قوتوں کی نشانی ہے تم اِن نفسانی قُوتوں پر ایمان لاؤ تا کہ اس کی وجہ سے تمہیں اطاعت کی ہدایت ہو۔

وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ اِن میں سے ایک گروہ کے لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام کو وہم و خیال کی طرح سُنتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب پر وارد ہونے والے معانی تیزی سے اَخذ کر لیتے ہیں پھر اُس کلام کو آپس کی گفتگو اور کثرت انتقالات کے ساتھ بدل دیتے اور اُسے جزئیہ مقرر کر کے جزئیات کے احکام دے دیتے جیسے کہ خواب اور دُوسرے واقعات ہوتے ہیں۔

مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ یعنی انہیں کلامِ اِلٰہی کے حال پر ادراک تھا اور وہ اُس کی تحریف لوازم کی طرف اِن اِنتقالات اور اشباہ و اضداد کو جانتے تھے اور جب تُمہاری طرح توجّہ کے ساتھ

تمہیں ملتے تمہاری حضوری کے وقت اپنی مصاحبت کی بناء پر انہیں تمہارے مُدرکات کی خبر ہو جاتی اور وہ اُس کے عروج کو قبول کرتے اور تصدیق کرتے۔

اور جب غفلتوں میں ایک دُوسرے کی طرف نکلتے تو ایک دُوسرے کو اُس اِلقاء سے روکتے جو اُن کے مدرکاتِ محسوسہ اور خیالاتِ مَوہُومہ سے اللہ تعالیٰ اُن پر کھولتا تا کہ اِس سے حُجتوں پر سواری کریں اور اُس کے ساتھ حضرتِ رُوحانیہ میں اپنے رب کے حضور حُجت لائیں۔

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ کیا اللہ نہیں جانتا کہ وہ اپنے جو مُدرکات تم سے چھپاتے ہیں اور جن پر تمہیں اطلاع دیتے ہیں اور جن پر تُمہاری اِمداد کرتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اور اِن میں سے غیر مُدرکہ طبعی قوّتیں اور حواسِ ظاہری ہیں یعنی کتابِ معانی معقولہ کو نہیں جانتے مگر اپنی لذات و شہوات کو زبانی پڑھ لیتے ہیں اور اپنی عاقبت کے خاتمے اور طریقِ کمال میں اِس کے نُقصانات پر یقین نہیں رکھتے بلکہ اُس کے نفع اور خیریت کا گمان رکھتے ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۸۰ تا ۸۲)

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ! اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن تم فرما دو کیا خدا سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے جب تو اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ ہاں کیوں نہیں جو گناہ کمائے اور اس کی خطا اسے گھیر لے وہ دوزخ والوں میں ہے انہیں ہمیشہ

اس میں رہنا۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ جنّت والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا۔

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ ۔ اِلی آخِرہٖ کہتے ہیں ہمیں آگ نہیں چھوئے گی اور یہ اِعتقاد رکھے ہوئے ہیں کہ عقوبت کا زمانہ اور مباشرتِ گُناہ کا زمانہ برابر ہیں یعنی جتنی دیر گُناہ کیا اتنی دیر سزا ہوگی اور نہیں جانتے کہ جب گناہ نفس میں اعتقادِ فاسدہ کی صُورت میں ثابت اور اِس ہیئت میں رچ بس گیا ہوگا تو اپنی صُورت کی طرح حاوی ہوگا جو کہ ہمیشہ کے عذاب کا سبب ہے اور یہی معنی اللہ تعالیٰ کے ارشاد احاطت بہ خطیئۃ کے ہیں۔

یعنی اُس کے گناہ نے اس پر غلبہ حاصل کر کے اُسے پُوری طرح اپنے قابو میں لے لیا ہے جیسے کپڑے کو سیاہی پورے طور پر ڈھانپ لیتی ہے اور اگر ایسے نہیں ہوگا تو اطاعت بھی ہمیشہ کے ثواب کا باعث ہوگی۔

(تفسیر آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ؗ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ فَلَا

يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿۸۶﴾

ترجمہ !اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر تم پھر گئے مگر تم میں کے تھوڑے اور تم روگردان ہو۔ اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ اپنوں کا خون نہ کرنا اور اپنوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور تم گواہ ہو۔ پھر یہ جو تم ہو اپنوں کو قتل کرنے لگے اور اپنے میں ایک گروہ کو ان کے وطن سے نکالتے ہو ان پر مدد دیتے ہو (ان کے مخالف کو) گناہ اور زیادتی میں اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو بدلا دے کر چھڑا لیتے ہو اور ان کا نکالنا تم پر حرام ہے تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی تو نہ ان پر سے عذاب ہلکا اور نہ ان کی مدد کی جائے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ یعنی جب ہم نے اُن سے توحید کا عہد لیا اور اِقتضائے توحید حضرتِ ربوبیّت کا ملاحظہ و مشاہدہ اور اُس کے مظاہر میں اُس کی تجلیّات کو دیکھنا ہے اور اُس کے اَوصاف کے ظہور کے مطابق اُس کے حق میں کھڑے ہونا ہے۔

صفاتِ ربوبیّت کے پہلے مظہر ماں باپ ہیں

ظاہر اور عالمِ شہادت میں سب سے پہلے جس میں صفاتِ ربوبیت اور اُس کے آثار ظاہر ہوئے۔

وہ نسبت و تربیت اور عاطفت کا مکان والدین ہیں اور یہ دونوں اُس کے لئے آثارِ موجدِ ربِّ رحیم ہیں تو دونوں کی طرف احسان واجب ہوا کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت اُس کے ان دونوں مُظہروں میں اُس کے ظہور کے مطابق ملی ہوئی ہے۔ پھر مواصلت و رحمتِ الٰہیہ کے ظہور کے لئے اقرباء ہیں اور اِن میں سے اُس کی طرف نسبت کے ساتھ ہیں۔

رحمتِ خُداوندی کے دیگر مظاہر

پھر اپنی ولایت کے اِختصاص کے لئے یتامیٰ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ اُن کے دُشمنوں سے حفاظت فرماتا ہے اِس لئے کہ جس کا کوئی ولی و مددگار نہیں اُس کا مددگار اللہ تبارک وتعالیٰ ہے پھر مساکین ہیں جن کی رعایت بغیر کسی دُوسرے کے واسطہ کے اللہ تعالیٰ کی تولیت کے لئے ہے اور جن کا رزق اُس کی ذات کے ساتھ ہے۔

پھر تمام لوگ ہیں جن کے درمیان عام رحمت ہے جو کہ ظلِّ رحمانیت ہے پس آیتِ کریمہ میں احسان اُس کے درجات و تفاضل پر اُس کے ساتھ مامُور ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تخصیص مع اُس کی صفات اور اُن صفات کے مظاہر میں اُس کا مشاہدہ کرنے اور اُس کی تجلّیات و احکام کے حقوق کی رعایت کے ہے۔

خُدا نے کس بات کا عہد لیا تھا

اور تم نفس کی خواہشات اور اُس کے طبائع کی طرف مَیلان نہیں کرو گے اور تم نفس کے مآرب ولذّات کے حصول کے لئے اپنی حقیقی زندگی اور اپنے افعال کے خواص کو ترک نہیں کرو گے۔

وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اور یہ کہ تم اپنی ذوات کو اپنی رُوحانی قرار گاہوں اور پاکیزہ باغات سے نہیں نکالو گے اِس لئے کہ نفس ذات سے تعبیر ہے۔

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ پھر تم نے اس اَمر کو قبول کیا۔

وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ اور تم اپنی پہلی استعداد اور اپنی عقولِ فکریہ کے ساتھ اِس پر شاہد ہو۔

مگر تم نے عہد توڑ دیا

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ پھر تم اُس فِطرت سے ساقط ہو گئے اور

.. اِستعدادِ اَصلیہ کے نُور سے محجوب ہو گئے اور تُم نے اپنی خواہشات کی متابعت کی اور اپنی گمراہی کی بناء پر اپنے نفوس کو قتل کیا۔

وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ یعنی تم نے اغواء وضلال اِرتکابِ معاصی اور اِتباعِ خواہشات کی انگیخت میں آ کر ایک فریق کو اُن کے اصلی قدیمی وطنوں سے نکال دیا۔

تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط یعنی تم ارتکابِ فواحش ومعاصی سے اُن پر گناہ کے ساتھ تعاون کرتے ہو تا کہ تم اُن میں اپنی مُتابعت اور پیروی دیکھو۔'' اور لوگوں پر تُمہارا احسان کرنا اِس لئے ہے کہ اُن کی طرف تُمہارا ظلم والزام حد سے بڑھ جائے تو یہ رذائل بہائم اور درندوں کی قوّتیں ہیں جن پر تُمہارا اُن کولڑائی پر اُکسانا اور پیچھے ہٹانا ہے جیسا کہ مُدعیانِ توحید اہلِ اَباحت مسلمانوں کی عادت ہے۔

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى اگر وہ اپنے افعالِ قبیحہ اور ارتکابِ تبعاتِ خواہشات میں قیدی ہو کر تُمہارے پاس آئیں تو اُنہیں تم سے ندامت ہوتی ہے اور اُن کی اور اُن کے ابناءِ جنس کی عقلوں کو عار آتی ہے۔جس کے ساتھ وہ عار اور شنار سے مل جاتے ہیں۔

تُفٰدُوْهُمْ یعنی فِدیہ لینے سے مُراد یہ ہے کہ کلماتِ حکمت ومَوعظت اور لذّاتِ مستعلیہ، عقلیہ، رُوحیہ پر دلالت کرنے والی نصیحت کے ساتھ اُن سے فدیہ لے لیتے ہو اور آخر خواہشات و نُفس اور شیطان وبد خصلتی کی پیروی کرتے ہو اور اپنے مذمُومِ ردّی اَفعال میں بہائم وہوام کی مشارکت کر لیتے ہو، وہ اِس اُمر کے ساتھ بیدار ہو جاتے ہیں اور تھوڑے سے عرصہ کے لئے خواہشات کی قید سے رہا کر دیتے ہیں جو کہ توحید ومعرفت اور حکمت کے مدّعی علوج کے حال سے ظاہر ہے اور ہمارے اِس زمانہ کے لوگ اِس کی اِتبّاع کرتے ہیں۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ یعنی کتابِ عقل شرع قولاً واقراراً کا کچھ حصّہ پڑھتے ہو اور اُس کی تصدیق کرتے ہو، جب کہ خواہشات اور نفسِ مذموم کی پیروی وبال و ہلاکت اور

خسارے کا موجب ہے۔

وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ اور اُس کے کچھ حصّہ کا فعلاً اور عملاً انکار کرتے ہو تو وہ تمہارے منع کرنے سے اِس کام سے نہیں رُکیں گے اور یہ اُن لوگوں کا محرّمات و منہیات کو مُباح و حلال کرلینا ہے۔

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ یعنی تُم میں سے جو ایسا کرتا ہے اُس کا بدلہ دُنیا کی زندگی اور قیامت کے دن ذِلّت و رُسوائی اور مفارقت کا حال ہے اور یہی قیامتِ صغریٰ ہے۔

يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ تو اُن کے نفُوس میں رچ بس جانے والی ہیأت ِمُظلمہ کے ساتھ اُن کو عذاب کرنا ہے اور اُس آگ کے ساتھ اُن کا جلانا یا اُن کی صُورتوں کو کُلیۃً مسخ کرنا اور دوچند مصیبت ہے۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تمہارے اعمال کو تمہاری جانوں میں احاطہ وضبط کرنے اور تم پر اُن کو لکھنے سے غافل نہیں،

جیسا کہ فرمایا !

"يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ"

''جس روز اللہ اُن تمام کو اُٹھائے گا پھر اُنہیں اُس سے خبر دار کرے گا جو یہ کرتے رہے اللہ نے اُنہیں گن رکھا ہے اور وہ بھول گئے۔''

(سورۃ المجادلہ آیت ٦)

(تفسیر آیت نمبر ۸۷ تا ۱۰۱)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى

اَنۡفُسُكُمُ اسۡتَكۡبَرۡتُمۡ ۚ فَفَرِيۡقًا كَذَّبۡتُمۡ وَفَرِيۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ ﴿٨٧﴾ وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا
غُلۡفٌ ؕ بَلۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفۡرِهِمۡ فَقَلِيۡلًا مَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿٨٨﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمۡ كِتٰبٌ مِّنۡ
عِنۡدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمۡ ۙ وَكَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ يَسۡتَفۡتِحُوۡنَ عَلَى الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ۚۖ
فَلَمَّا جَآءَهُمۡ مَّا عَرَفُوۡا كَفَرُوۡا بِهٖ ۡ فَلَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿٨٩﴾ بِئۡسَمَا اشۡتَرَوۡا بِهٖۤ
اَنۡفُسَهُمۡ اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بَغۡيًا اَنۡ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ
عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿٩٠﴾ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ
اٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا نُؤۡمِنُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا وَيَكۡفُرُوۡنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۡ وَهُوَ الۡحَقُّ
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمۡ ؕ قُلۡ فَلِمَ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ كُنۡتُمۡ
مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿٩١﴾ وَلَقَدۡ جَآءَكُمۡ مُّوۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَنۡتُمۡ
ظٰلِمُوۡنَ ﴿٩٢﴾ وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ الطُّوۡرَ ؕ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ
وَّاسۡمَعُوۡا ؕ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا ۡ وَاُشۡرِبُوۡا فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡعِجۡلَ بِكُفۡرِهِمۡ ؕ قُلۡ
بِئۡسَمَا يَاۡمُرُكُمۡ بِهٖۤ اِيۡمَانُكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿٩٣﴾ قُلۡ اِنۡ كَانَتۡ لَكُمُ الدَّارُ
الۡاٰخِرَةُ عِنۡدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿٩٤﴾
وَلَنۡ يَّتَمَنَّوۡهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ﴿٩٥﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمۡ اَحۡرَصَ
النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚۛ وَمِنَ الَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا ۚۛ يَوَدُّ اَحَدُهُمۡ لَوۡ يُعَمَّرُ اَلۡفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا
هُوَ بِمُزَحۡزِحِهٖ مِنَ الۡعَذَابِ اَنۡ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿٩٦﴾ قُلۡ مَنۡ كَانَ عَدُوًّا
لِّجِبۡرِيۡلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلۡبِكَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَهُدًى وَّبُشۡرٰى
لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿٩٧﴾ مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبۡرِيۡلَ وَمِيۡكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ
لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿٩٨﴾ وَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكۡفُرُ بِهَاۤ اِلَّا الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿٩٩﴾ اَوَكُلَّمَا
عٰهَدُوۡا عَهۡدًا نَّبَذَهٗ فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾

ترجمہ ! اور بے شک ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح سے اس کی مدد کی تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں تکبر کرتے ہو تو ان میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو۔ اور یہودی بولے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔ کس برے مولوں انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا کہ اللہ کے اتارے سے منکر ہوں اس کی جلن سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر چاہے وحی اتارے تو غضب پر غضب کے سزاوار ہوئے اور کافروں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے اتارے پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں وہ جو ہم پر اترا اس پر ایمان لاتے ہیں اور باقی سے منکر ہوتے ہیں حالانکہ وہ حق ہے ان کے پاس والے کی تصدیق فرماتا ہوا تم فرماؤ کہ پھر اگلے انبیاء کو کیوں شہید کیا اگر تمہیں اپنی کتاب پر ایمان تھا اور بیشک تمہارے پاس موسیٰؑ کھلی نشانیاں لے کر تشریف لایا پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنا لیا اور تم ظالم تھے۔ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے پیمان لیا اور کوہِ طور کو تمہارے سروں پر بلند کیا لو جو ہم تمہیں دیتے ہیں زور سے اور سنو بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا ان کے کفر کے سبب تم فرما دو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔ تم فرماؤ اگر پچھلا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے لئے ہو نہ اوروں کے لئے تو بھلا موت کی آرزو تو کرو اگر سچے ہو۔ اور ہرگز کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان بداعمالیوں کے سبب جو آگے کر چکے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔ اور بے شک تم ضرور انہیں پاؤ گے کہ سب لوگوں سے زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں اور مشرکوں سے ایک کو تمنا ہے کہ کہیں ہزار برس جیئے اور وہ اسے عذاب سے دور نہ کرے گا اتنی عمر دیا جانا اور اللہ ان کے کوتک دیکھ رہا ہے۔ تم فرما دو جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اس نے تو تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ

قرآن اتارا اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا اور ہدایت و بشارت مسلمانوں کو۔ جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔ اور بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اتاریں اور ان کے منکر نہ ہوں گے مگر فاسق لوگ۔ اور کیا جب کبھی کوئی عہد کرتے ہیں ان میں ایک فریق اسے پھینک دیتا ہے بلکہ ان میں بہتیروں کو ایمان نہیں۔ اور جب ان کے پاس تشریف لایا اللہ کے یہاں سے ایک رسول ان کی کتابوں کی تصدیق فرماتا تو کتاب والوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا وہ کچھ علم ہی نہیں رکھتے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ یعنی ہم نے موسیٰ کو ظاہر اور معلوم کتاب عطا فرمائی اُس کا بیان گذر چکا ہے۔

مؤکل فرشتے

وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ اور ظاہر ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام عقلِ فعال ہیں اور میکائیل علیہ السلام چھٹے فلک کی رُوح ہیں اور اُن کی عقل نباتات کو فیض پہنچاتی ہے اور بندوں کی روزی کی مؤکلہ ہے جبکہ حضرت اِسرافیل علیہ السلام چوتھے فلک کی رُوح ہیں اور اُن کی عقل تمام نفسِ حیوانیہ کو فیض رساں اور حیوانات کی مؤکلہ ہے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام ساتویں فلک کی رُوح ہیں اور آپ تمام اَرواحِ انسانیہ کے مؤکل ہیں اور بنفسہٖ اِن اَرواح کو قبض کرتے ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۰۲)

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ

خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ ! اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنتِ سلیمان کے زمانہ میں اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ (جادو) جو بابل میں دو (۲) فرشتوں ہاروت و ماروت پر اترا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھو تو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اس کی عورت میں اور اس سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا اور بیشک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور بیشک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں کسی طرح انہیں علم ہوتا

اِنسانی شیطانوں کی تعلیم

وَاتَّبَعُوْا یعنی یہودیوں اور اُن رُوحانی قُوّتوں کی پَیروی کرتے جو انسانی شیطان پڑھا کرتے تھے جب کہ انسانی شیطان قُوّتوں کی سرکشی اور نافرمانی سے عبارت ہے اور جو شیاطینِ جنّات پڑھتے تھے تو یہ بادشاہ نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد پر اطاعتِ قلب سے نافرمانی کرنے والی عقل کا اور رُوحِ عاصی کے نُور سے محجوب تخیّلات اور اَوہام و خیالات کا وہم تھا۔ یا سُلیمانِ رُوح، جس کے وہ سحر و علوم لکھا کرتے تھے اور اُن کا گمان تھا کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم ہے جس کے ساتھ وہ ملک پر غالب ہیں۔

چُنانچہ جنّوں، اِنسانوں، پرندوں میں سے علُومِ دُور بینی شُعبدہ، مَوہُوت متخیّلات توہّمات اور سوفسطائیت کے علم سے مسخّر ہُوا جو ہُوا۔

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ اور حضرت سُلیمان علیہ السلام نے غیر اللہ کی طرف تاثیر پہنچنے کا کفر نہیں کیا اِس لئے کہ جادو کُفر ہے۔

اور ما سوا اللہ کی طرف تاثیر پہنچانے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مؤثریت سے حِجاب ہے۔

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا لیکن شیطانوں نے کُفر کیا یعنی محجوب ہو گئے اور نہیں جانتے

کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موثر نہیں۔

يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ یہ لوگوں کو ہارُوت و مارُوت فرشتوں پر اُترنے والا جادو سکھاتے ہیں یعنی نفس کی طرف مائل نظری اور عملی عقل جو کہ اِستجذابِ نفس کے ساتھ اپنی طرف دونوں کی طرف توجّہ کے لئے طبیعت کے کنوئیں کی طرف جُھکے ہوئے ہیں اور بابل یعنی صَدر اور بخارات و مواد کے درمیان تنگ مکان کے ساتھ حیلہ کے باب سے علوم و اعمال سے خواہشات کی آگ کے دُھوئیں کے ساتھ نیز نجات وطلسمات کی دو تاویلوں پر عذاب دیئے جاتے ہیں۔

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ یعنی قُوّتِ نُورانیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش و امتحان میں ہیں اور دونوں میں ملکوتیت باقی تھی اور وہ دونوں نُورِ عقلی کے ساتھ اپنے حال کی خبر دیتے ہوئے کہتے تھے۔ فَلَا تَكْفُرْ۔ یعنی اِس علم کے استعمال کے ساتھ مفاسد و مناہی اس کی طرف تاثیر کے پہنچنے کا کُفر نہ کرو۔

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ تو لوگ اُن سے سیکھتے جس سے قلب اور نفس کے درمیان اور رُوح اور نفُس کے درمیان جُدائی ڈالیں اور قلب مکدّر ہو جائے۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ یعنی وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر جب تک اللہ تعالیٰ اُس کام کے وقت اُس کے نقصان کا اِرادہ نہ فرمائے تو وہ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور زیادہ آزمائش جادوگر کی ہوگی اور اُس کے کُفر میں اُس کو مُہلت ہے اور اُس کے دیکھنے کے لئے اُس کا حجاب ہے جو اُس کے جادو کی تاثیر سے ہے۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ یعنی وہ حِجاب کی زیادتی اور میلان و خواہشات کی شدّت کے ساتھ جو سیکھتے ہیں وہ اُنہیں نقصان دے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آزمائش کی رؤیت کے ساتھ اور رفع حجاب میں اُن کے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے میں اُنہیں کوئی نفع

نہیں دے گی تا کہ وہ اِس کے شر سے بچ سکیں۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۛ اور بے شک اُنہیں معلوم ہے کہ جس نے سودا لیا اُس کا آخرت میں کچھ حصّہ نہیں اور یہ اُس کے قطعی طور پر نفس اور خواہشات پر قبول کرنے اور اُس جادو کے اِستعمال سے حطامِ دُنیوی اور اُس کی لذّتیں کمانے کی وجہ سے ہے۔

(تفسیر آیت ۱۰۳ تا ۱۰۵)

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَیْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ! اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے کسی طرح انہیں علم ہوتا۔ اے ایمان والو رَاعِنَا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ جو کافر ہیں کتابی یا مشرک وہ نہیں چاہتے کہ تم پر کوئی بھلائی اترے تمہارے رب کے پاس سے اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَیْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رؤیت افعال کے ساتھ ایمان لے آتے اور اللہ کے سوا دُوسرے کی طرف تاثیر کی نسبت کرنے سے بچتے تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَنوارِ رُوحانیت مَواہبِ فتوحیت احوالِ قلبیہ اور مَعارفِ اِلٰہیہ کا دائمی ثواب حاصل کریں تو یہ اِن کے لئے اچھا تھا اگر جانتے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۰۶ تا ۱۰۷)

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ ! جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی نہ مددگار۔

ناسخ منسوخ آیات

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ یعنی جب ہم کوئی آیت دُوسری آیت کے ابطال کے حکم کے ساتھ یا اُس کے معنوں اور لفظوں کی بقاء یا اُس کے معانی کے علاوہ اُس کے لفظ کو منسوخ فرمائیں جیسا کہ رجم کی آیت ہے تو اُس کے معنی کے باب سے اُس کے باب میں زیادہ یا خیر وصلاح میں اُس کے برابر آیت لے آئیں گے" اور جان لیں کہ لوحِ محفوظ میں احکام ثبت ہیں جن میں خاص بھی ہیں اور عام بھی اور جو خاص ہیں اُن میں سے کچھ حسبِ اشخاص اور کچھ حسبِ زمانہ مختص ہیں تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہر پر نازل ہوتا کہ یہ آیت اشخاص کے ساتھ مختص ہے تو اُسے بقائے اشخاص کے ساتھ باقی رکھتے اور اگر زمانوں کے ساتھ مختص ہوتی تو اُن زمانوں کے کٹ جانے سے اُسے منسوخ وزائل کر دیتے جیسا کہ قُرآن کی مختصر منسوخات یا پہلی شریعتوں طویل احکام ہیں اور اُن کا لوحِ محفوظ پر مثبت ہونا منافی نہیں اِس لئے کہ اس میں ایسے ہی ہے اور جو عام آیات ہیں وہ زمانہ کی بقاء کے ساتھ باقی ہیں جیسا کہ انسان کی گفتگو اور اُس کی قامت پُوری ہونے کی مثال ہے۔

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ آسمانوں کی بادشاہی سے مراد عالمِ اَرواح عالمِ اجساد کی بادشاہی ہے اُن دونو بلکہ اِس کے ہر ظاہر و باطن میں وہ اپنی قُدرت کے ہاتھ سے تصرّف فرماتا ہے تو تمہاری اِمداد کے لئے اس کے سوا کوئی چیز باقی نہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۰۸ تا ۱۱۲)

اَمۡ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَكُمۡ كَمَا سُئِلَ مُوۡسٰى مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَمَنۡ يَّتَبَدَّلِ الۡكُفۡرَ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِيۡرٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَوۡ يَرُدُّوۡنَكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ اِيۡمَانِكُمۡ كُفَّارًا ۖۚ حَسَدًا مِّنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِهِمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الۡحَـقُّ ۚ فَاعۡفُوۡا وَاصۡفَحُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوۡا لَنۡ يَّدۡخُلَ الۡجَـنَّةَ اِلَّا مَنۡ كَانَ هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى ؕ تِلۡكَ اَمَانِيُّهُمۡ ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ فَلَهٗۤ اَجۡرُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ ! کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ویسا سوال کرو جو پہلے موسیٰؑ سے ہوا تھا اور جو ایمان کے بدلے کفر لے وہ ٹھیک راستہ بہک گیا۔ بہت کتابیوں نے چاہا کاش تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیردیں اپنے دلوں کی جلن سے بعد اس کے کہ حق ان پر خوب ظاہر ہو چکا ہے تو تم چھوڑو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ اور اہل کتاب بولے ہرگز جنّت میں نہ جائے گا مگر وہ جو یہودی یا نصرانی ہو یہ ان کی خیال بندیاں ہیں تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔ ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا منہ جھکایا اللہ کے لئے اور وہ نکوکار ہے تو اس کا نیگ (بدلہ) اس کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی جنتیں

اَمۡ تُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَکُمۡ کَمَا سُئِلَ مُوۡسٰی مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَمَنۡ یَّتَبَدَّلِ الۡکُفۡرَ بِالۡاِیۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ کیا یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لذاتِ دینیہ اور شہواتِ حسیہ نفسیہ سے پہلے کا سوال کریں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوا تھا اور روشنی کو اندھیرے میں بدل لیا وہ راہِ مستقیم سے بھٹک گیا۔

وَقَالُوۡا لَنۡ یَّدۡخُلَ الۡجَنَّةَ اِلَّا مَنۡ کَانَ هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰی ؕ یعنی یہودیوں نے کہا وہ ان کے نزدیک وعدہ کی گئی ظاہری جنت اور عالمِ ملک یعنی جنتِ نفس اور جنتِ افعال میں ہرگز داخل نہ ہوگا جو یہودی نہ ہوگا۔ اور عیسائیوں نے کہا وہ اُن کے نزدیک وعدہ کی گئی جنّتِ باطن اور عالمِ ملکوت جو کہ جنّتِ صفات اور جنّتِ قلب ہے میں ہرگز داخل نہ ہوگا جو عیسائی نہ ہوگا۔

اِس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُنہیں اُن کی جنت کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا !

"لن یلج ملکوت السموات من لم یولد مرتین"

"یعنی جو دوبارہ پیدا ہوا وہ ملکوتِ سماوات میں ہرگز داخل نہ ہوگا تو یہ اُن کی آسمانِ رُوحانیت کی طرف دعوت ہے۔"

تِلۡكَ اَمَانِیُّهُمۡ ؕ یعنی اُن کے مطالب کی غایت جس کی حد پر وہ اپنے اُوپر سے محجوب ہیں۔

قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ بَلٰی ۚ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ فرمادیں کہ تم دلیل لاؤ جو کہ تُمہارے علاوہ دُوسروں کے تمہاری جنّتوں میں داخل ہونے کی نفی کرتی ہو اگر تم اپنے دعویٰ میں سچّے ہو بلکہ دلیل تُمہارے دعویٰ کو توڑنے پر دلالت کرتی ہو تو اگر اُس نے اپنا چہرہ مع تمام لوازم وعوارض کے ساتھ موجود اس کی ذات کے لئے جھکا یا اللہ کے لئے یعنی کلّی محویت

کے وقت، توحیدِ ذاتی اور فنا فی ذات اللہ ہونے کے وقت،

وَهُوَ مُحْسِنٌ یعنی وہ اپنے فناء فی اللہ کے بعد بقاء کے احوال میں مستقیم اور اپنے اعمال میں اپنے رب کا مشاہد اور شہودِ ذاتی سے مقامِ احسانِ صفاتی کی طرف رُجوع کرنے والا ہے یہ مشاہدہ وجودِ حقّانی کے ساتھ اِستقامت اور مکانِ استقامت کے لئے ہے نہ کہ وجودِ نفسانی کے ساتھ۔

فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اُس کا اجر اُس کے رب کے پاس ہے یعنی تم جو مقام عِندیہ کے ساتھ اُس کے اِختصاص کے لئے قلب کی صفائی اور لذّتوں کا ذکر کرتے ہو یعنی مشاہدہ جس سے وہ محجوب ہیں۔

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی جنّت میں سے تُمہارے لئے جو اِس پر زیادہ ہے کی بقاء ہے اور اُن کا عدمِ حُزن اُن کا جنّتِ افعال وصفات کے حجاب کے ساتھ وقوف کے باعث ہے جو اِن کا خوف اور اُس کے ساتھ تلذّذ اور اُس میں اِستراحت اور شہودِ جمالِ ذات سے اِس کی طرف دوام ہے کیونکہ انہوں نے تجلیٔ ذات کے شوق کے ساتھ اُسے چھوڑ دیا تو یہ اُن کو حاصل ہوگئی اور یہ اُن کا جنّتِ ذات کے تحت ادنیٰ مقام ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۴)

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ! اور یہودی بولے نصرانی کچھ نہیں اور نصرانی بولے یہودی کچھ نہیں حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں اسی طرح جاہلوں نے ان کی سی بات کہی تو اللہ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کر دے گا

جس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نامِ خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب

یہودی اور عیسائی دونوں حجاب میں ہیں

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ص اور یہودیوں نے کہا نصاریٰ کے دین سے اُن کے دین کے حجاب کی وجہ سے کچھ نہیں ایسے ہی نصاریٰ نے یہودیوں کے ظاہر سے باطن کے ساتھ حجاب کے لئے کہا جیسا کہ یہودی باطن سے ظاہر کے ساتھ محجوب ہیں اِس حال پر جس پر آج اِسلام میں اہلِ مذاہب ہیں۔

وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط حالانکہ وہ کتاب اور جو اُس میں رفع حجاب کی طرف جو ہدایت سے اُسے تلاوت کرتے تھے اور یہ اہلِ مذاہب باطل کے ساتھ اپنے مُعتقدات کی وجہ سے حق نہیں ہیں تو اِن کے اور لوگوں کے درمیان کیا فرق ہے جن کو نہ علم ہے اور نہ اُن کے پاس کتاب ہے۔ جیسا کہ مُشرکین تو اُنہوں ان کے کہنے کی طرح کہا بلکہ مشرکین مَعذور ہیں اس لئے کہ اُن پر محض عقل کی دلیل ہے جبکہ یہود و نصاریٰ پر عقل اور شرع دونوں کی دلیل ہے تو اللہ تعالیٰ قیامتِ کبریٰ کے قیام کے دن اور اِمام مہدی علیہ السلام کے نکلنے کے وقت ان کے اختلافات کے معاملہ میں ظہورِ وحدت ذاتیہ اور حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔

جو کہ اِس حدیث کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے اُن کے معتقدات کی صورت میں تجلّی فرمائے گا تو وہ اُسے پہچان لیں گے اور اُس صُورت سے دُوسری صُورت کی طرف پھیرے جائیں گے تو وہ اُس کا انکار کردیں گے اور اُس وقت یہ سب کے سب گمراہ اور محجوب ہوں گے مگر جسے اللہ چاہے وہ مُوَحّد ہوگا جو اپنے اعتقاد کی صُورت کے ساتھ مقیّد نہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو کسی کے حصّہ میں کمی کرتا ہے اور حق کو

مارتا ہے۔

مساجدِ الٰہی کیا ہیں ؟

مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ جو مساجد اللہ یعنی معرفت والے وہ قلوب جن میں فناء ذاتی ہے کہ ساتھ سجدہ کرنے سے منع کرتے ہیں۔

اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ اور اِن میں اُس کا خاص نام لینے سے روکتے ہیں جو کہ اسمِ اعظم ہے اِس لئے کہ وہ اسمِ اعظم کے ساتھ قلب میں تجلّی فرماتا ہے اور وہ تجلّیءِ ذات مَع صفات یا اُس مخصوص اِسم کے اُن سے ہر ایک کے ساتھ ہے لیکن اُس کی استعداد کے لائق کمال جس کا وہ مُقتضی ہے

وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا ؕ اور اِن مساجد یعنی قلوب کو تعصّباتِ آسائش اور اِن پر تمنّاؤں کے غَلبہ کے غبار کے ساتھ برباد کرتے ہیں اور اُس کے رہنے والے مُستعدین کو فتنہ وفساد کے ساتھ اِس سے روکتے اور نفسانی قُوّتوں کو جذب کرنے اور شیطان اور وہم کی خواہشات کے لئے فتنے کو بھڑکاتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ؕ انہیں چاہیے تھا کہ وہ مساجد قلوب میں تجلّیءِ حق کے ظہور کے لئے انکسار سے جاتے۔

لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ یعنی اُن کے دین اور مُعتقدات کا بطلان ظاہر ہونے اور دینِ حق کے ساتھ اُس کے فسخ ہونے اور اُن کی حسرت ومغلوبیّت کے ساتھ دُنیا میں اُن کی ذِلّت اور رُسوائی ہے

وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اور اُن کا اپنے دین کے ساتھ حق سے محجوب ہونا اُن کے لئے آخرت میں عذابِ عظیم ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۱۵)

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ ! اور پورب پچھم سب اللہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے بیشک اللہ وسعت والا علم والا ہے

ہر طرف اللہ کا چہرہ ہے

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ اور اللہ ہی کے لئے مشرق یعنی عالمِ نُور و ظہور ہے جو کہ نصاریٰ کی جنّت ہے اور اُنہوں نے اُسے اُس کی باطنی حقیقت کے ساتھ قبول کیا ہے۔

وَالْمَغْرِبُ یعنی عالمِ ظلمتِ خفی جو کہ یہودیوں کی جنّت ہے اور اُنہوں نے اُسے اُس کی حقیقتِ ظاہری کے ساتھ قبول کیا ہے۔

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا یعنی وہ ظاہر و باطن میں جس طرف بھی متوجّہ ہوں موجود ہے۔

فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی ذات (اُسی طرف) تمام صفات کے ساتھ تجلّی بار ہوگی یا یہ کہ اُس میں تمہارے قلوب پر اللہ تعالیٰ کا ظہور کے ساتھ طلوع فرمانا ہے جس میں تمہارے شہود اور فناء کی حالت میں اُس کے جمال کی صفت کے ساتھ اُس کی تجلّی ہے اور اِس میں صُورتوں اور ذاتوں کے ساتھ اُس کا حجاب اور پردہ اور تُمہاری بقاء بعد الفناء کی حالت اُس کے جلال کی صفت کے ساتھ اُس کا اختفاء ہے تو اِس وقت جدھر بھی رُخ کرو گے اُس کا چہرہ ہوگا اُس اکیلے کے سوا کوئی چیز نہ ہوگی

اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ تمامِ جہات و وُجُودات کے شامل جمیع الوجود اور تمام علوم و معلومات کو جاننے والا۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۱۶ تا ۱۱۷)

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾
بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ ! اور بولے خدا نے اپنے لئے اولاد رکھی پاکی ہے اسے بلکہ اسی کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کے حضور گردن ڈالے ہیں۔ نیا پیدا کرنے والا آسمانوں اور

زمین کا اور جب کسی بات کا حکم فرمائے تو اس سے یہی فرماتا ہے کہ ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

خُدا پر اضافی وجود نہیں

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا لا یعنی وہ بولے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ مُستقل موجود کو پیدا کیا ہے اور موجود اُس کے علاوہ مخصوص ہے۔

سُبْحٰنَهٗ ط اللہ تعالیٰ اِس سے پاک ہے کہ اُس کی جنس سے کوئی چیز اُس کے علاوہ زائد اور اضافی ہو۔

بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُسی کے لئے ہے یعنی عالمِ اَرواح و اَجساد اُسی کے لئے ہیں اور یہ اُس کا باطن اور ظاہر ہے جیسا کہ اُس کے لئے ذات وجہ صفات اور اِس کی اِمثال کہتے ہیں۔

وہ عقل جو باطنِ الٰہی ہے

كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ سبھی اُس کے وجود کے ساتھ موجود اُس کے فعل کے ساتھ فاعل اور اپنی ذوات کے ساتھ معدوم ہیں اور یہ انتہائی اطاعت و فرماں برداری اور اُس کے حق کے ساتھ قائم ہونا ہے اِس لئے کہ وہ وجودِ مطلق ہے اور اُس کے سوا کوئی چیز نہیں پائی جاتی اور وجوداتِ معیّنہ اُس کی صفات اور اُس کے اسماء ہیں تا کہ ان کے تعیّن سے اُن کا امتیاز ہو سکے جبکہ یہ اُمور اَمکانیہ عَدمیہ ہیں اور اُس عقلی اِعتبار کے ساتھ اُس کی عین نہیں وجود و ماہیت کی طرف تقسیم ہے اور یہ وجود کے بغیر خارج میں کوئی چیز نہیں لیکن عقل و عقلیات میں اُس کا باطن ہے تو یہ فِی الحقیقت اُس کا غیر نہیں اور نہ اُس کا غیر موجود ہو سکتا ہے یہاں تک کہ اُس کا بیٹا ہو یعنی مَعلول یا مخلوق یا تُو جو چاہے اُس کا نام رکھے۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط یعنی سابقہ مادہ اور مدّت کے بغیر آسمانوں اور زمین کو

پہلے پیدا فرمانے والا بلکہ یہ آسمان وزمین اُس کی ذات کے ظلال اور سائے اور اُس کی عالمیّت کا منشاء اور اُس کے نورانی اسم کے ساتھ منور اور اُس کے وجودِ خارجی کے ساتھ موجود ہیں اور اگر جہاتِ امکان اور اعتباراتِ عقل حسبِ یقینیات نہیں ہوں گے اُن کے وجود کا ہرگز اِعتبار نہیں ہوگا اِس لئے کہ یہ اُس کے علاوہ غیر چیز ہیں تو اُس کی مقارنت سے موجود نہیں ہونگے اور جو بالتحقیق اِس کے وجود کے ساتھ ہیں تو وہ مفارقت سے اِس کا غیر نہیں ہونگے بلکہ عقلی اِعتبار سے ہوں گے تو یہ اُس کے تعیناتِ خلق کے اعتبار سے اور اُس کی حقیقتِ حق کے اِعتبار سے ہے۔

وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ یعنی جب اُس کو حکم دیتا ہے کہ ہوجا تو وہ چیز معاً ہوجاتی ہے تو یہ نہیں ہوگا مگر اِس کے ساتھ اُس کے اِرادے کا تعلّق ہے تو وہ بغیر زمانہ کے تخلل اور بغیر کسی چیز کے توسّط کے پیدا فرماتا ہے بلکہ فوراً پیدا فرماتا ہے اور اِس کا تعلّق اُس کے ارشاد سے ہے مگر پھر قول اور آواز نہیں ہوگی۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۴)

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا یُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَاۤ اٰیَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَىٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓىٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا

تَنفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿١٢٣﴾ وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِ
جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ﴿١٢٤﴾

ترجمہ ! اور جاہل بولے اللہ ہم سے کیوں نہیں کلام کرتا یا ہمیں کوئی نشانی ملے ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات اِن کے اُن کے دل ایک سے ہیں بیشک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کے لئے۔ بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا۔ اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو تم فرما دو کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے تیرا کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ مددگار۔ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے منکر ہوں تو وہی زیاں کار ہیں۔ اے اولادِ یعقوب یاد کرو میرا احسان جو میں نے تم پر کیا اور وہ جو میں نے اس زمانہ کے سب لوگوں پر تمہیں بڑائی دی۔ اور ڈرو اس دن سے کہ کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہوگی اور نہ اس کو کچھ لے کر چھوڑیں اور نہ کافر کو کوئی سفارش نفع دے اور نہ ان کی مدد ہو۔ اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی اور میری اولاد سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ ۗ یعنی علمِ توحید نہ جاننے والے مُشرکوں نے کہا کہ ہم سے اللہ کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمیں کوئی نشانی دی جائے۔

تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ ۗ علمِ توحید اور اللہ کے کلام اور اُس کی نشانیوں سے جاہل ہونے کی صُورت میں اِن کے دل ایک جیسے ہیں اِس لئے کہ قُرآن اور آیات کا علم علمِ توحید کی فرع ہے۔

قَدْ بَيَّنَّا یعنی ہم نے توحید کے دلائل اور اہلِ ایقان کے لئے مکالمہ کی کیفیت بیان کر دی

وَّلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ یعنی یا مُحمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اہلِ دوزخ کے اِحتجاب کا مواخذہ آپ سے نہیں ہوگا اور نہ آپ کے ذمّہ ہے کہ اُنہیں حجابات کی ظُلمتوں سے نکالیں بلکہ آپ کے ذمّہ یہی ہے کہ آپ انہیں بشارت و انذار کے ساتھ دعوت دیں۔

قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ یعنی حق کے ساتھ مخصوص طریقِ وحدت ہی ہدایت کا

راستہ ہے اِس کے سوا کوئی راستہ نہیں جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔

"الیمین والشمال مظلمة والطریق الوسطیٰ هی الجادة۔"

"یعنی دائیں بائیں مظلمہ ہے اور درمیانی راستہ ہی راستہ اور جادہ ہے۔"

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ یعنی اگر تم اُن کی خواہشات کی پیروی کرو بعد اِس کے کہ تمہارے پاس توحید و معرفت کا علم آچکا ہے۔

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ یعنی تمہارا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ولی اور مددگار نہ ہوگا۔ اِس لئے کہ اُس کے علاوہ کوئی وُجود نہیں۔

حضرت اِبراہیم علیہ السلام کی منزلِ سلوک

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ اور جب حضرت اِبراہیم علیہ السلام کو اُس کے رب نے کچھ باتوں یعنی رُوحانیت کے مَراتب سے آزمایا، جیسا کہ قلب، سِرّ، رُوح و وَحدت، احوال اور وہ مقامات جن کا اعتبار اِن مراتب سے ہے جیسا کہ تسلیم، توکّل، رضا، اور اِن کے علوم تو اُنہوں نے سلوک اِلیٰ اللہ اور فی اللہ کو پورا فرمایا یہاں تک کہ فناء کا درجہ حاصل کیا۔

فناء کے بعد بقاء

قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ! میں نے آپ کو بقا بعد الفناء اور حق سے خلق کی طرف رجوع کے ساتھ لوگوں کا اِمام بنایا تاکہ آپ اپنی اِمامت سے اُنہیں میرے راستے کی ہدایت فرمائیں تو جو آپ کی اقتداء کریں گے ہدایت پائیں گے۔

قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ! میری ذُرّیت سے بھی امام بنا ؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ! اُن میں سے ظالم بھی ہوں گے اور ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا یعنی

اُنہیں اپنے خلفاء نہیں بناؤں گا اور نہ ہی ظالموں سے اِمامت کا وعدہ ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۲۵)

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىِٕفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

ترجمہ ! اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسماعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لئے۔

بیت اللہ بیتِ قلب ہے

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ یعنی ہم نے بیتِ قلب کو لوگوں کے لئے مرجع اور اقامت گاہ اور محلِ امن مقرر فرمایا اور اُن کے لئے امن و سلامتی کا سبب بنایا کہ وہ اُس کی طرف وصولی کے ساتھ اَمن پاتے ہیں اور اُس میں صفاتِ نفس اور طبعی قوتوں کے فسادات اور پکڑ دھکڑ سے سکون پاتے ہیں اور شیطانوں کے تخیّلات وہم و خیال اور اُن کے اغواء اور مکاریوں کی گرفت سے بچے رہتے ہیں۔

مقامِ ابراہیم مقامِ رُوح ہے

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ اور مقامِ ابراہیم جو کہ مقامِ روح اور مقامِ خلّت ہے کو مُصلّی بناؤ یعنی حقیقی نماز کی جگہ بناؤ جبکہ حقیقی نماز مشاہدۂ مواصلتِ الٰہیہ اور خلّتِ ذوقیہ ہے۔

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىِٕفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ یعنی ہم

نے ابراہیم و اسماعیل دونوں کو حکم دیا کہ وہ نفس کی باتوں کی غلاظتوں، شیطانی وسوسوں کی نجاستوں، خواہشات کی گندگیوں اور صفاتِ قویٰ کے میل کچیل سے بیتِ قلب کو اُن مشتاق سالکوں کے لئے خوب پاکیزہ کریں جو اپنی سیَر میں قلب کے گرد دورہ کرتے اور چکر لگاتے ہیں اور اُن عاکفین یعنی مقامِ قلب کی طرف متوکّل توحیدِ افعال کے ساتھ واصلین کے لئے جو کہ بیتِ قلب میں بغیر تلوینات و بے قراریٔ نفس کے قیام پذیر رہیں۔

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ یعنی عاجزی اور خضوع والے وہ لوگ جو تجلّیٔ صفات کے مقام اور مرتبۂ رضا کے کمال تک پہنچے اور سجدہ کرنے والوں سے مُراد ہے وَحدت میں فناء ہونے والے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۲۶ تا ۱۳۳)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ
مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً
مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا
وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ
نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ
اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ
اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ
يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ

اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

ترجمہ! اور جب عرض کی ابراہیم نے کہ اے رب میرے اس شہر کو امان والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں فرمایا اور جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا پھر اسے عذاب دوزخ کی طرف مجبور کروں گا اور بہت بری جگہ ہے پلٹنے کی۔اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر کی نیویں اور اسماعیل یہ کہتے ہوئے کہ اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بیشک تو ہی ہے سنتا جانتا۔اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والے اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بیشک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرما دے بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔اور ابراہیم کے دین سے کون منہ پھیرے سوا اس کے جو دل کا احمق ہے اور بیشک ضرور ہم نے دنیا میں اسے چن لیا اور بیشک وہ آخرت میں ہمارے خاص قرب کی قابلیت والوں میں ہے۔جب کہ اس سے اس کے رب نے فرمایا گردن رکھ عرض کی میں نے گردن رکھی اس کے لئے جو رب ہے سارے جہان کا۔اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہ اے میرے بیٹو بیشک اللہ نے یہ دین تمہارے لئے چن لیا تو نہ مرنا مگر مسلمان۔ بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جب کہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے والدوں ابراہیم واسماعیل واسحاق کا ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔

دِل کا کعبہ دِل کا شہر

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا جب ابراہیم نے کہا اے رب اِس صدر کو جو کہ حرمِ قلب ہے کو صفاتِ نفس کے غلبہ اور لعین دُشمن کے سرقہ اور بدنی قُوتوں کے جنّوں کے اُچک لینے سے اَمن والا شہر بنا دے۔

وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اور اِس کے رہنے والوں کو معارفِ رُوح یا اُس کے حِکم وانوار کے ثمرات سے رِزق عطا فرما۔اور اُن میں

نے اُس کو بھی رِزق عطا فرما جو اللہ تعالیٰ کی وَحدانیت اور علمِ آخرت پر اِیمان لایا۔

قَالَ وَمَنۡ كَفَرَ فرمایا اور جو منکر ہوا یعنی ساکنینِ صدر سے جو حجاب میں ہے اُس نے کفر کیا اور وہ حجاب جسے صدر نے قبول کرلیا کی وجہ سے مقامِ عین کی طرف ترقی کرنے میں اپنی حد سے نہیں بڑھتے۔

فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيۡلًا اُن کی طرف عالمِ رُوح سے نازل ہونے والی معلوماتِ کُلیہ اور معانیٔ عقلیہ سے کسی قدر ''علم'' اِنہیں بھی دیں گے جس کے ساتھ وہ زِندگی گذار سکیں۔

اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ پھر اُسے محرومی اور حجاب کی آگ کی طرف مجبور کردوں گا۔

وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ اُن کا حرمان والم اور نقصان وعذاب کی طرف لوٹنا بہت ہی بُری جگہ پلٹنا ہے۔

کعبہ کس نے کب کہاں بنایا ؟

وَاِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ بعض نے کہا ہے! کعبہ شریف حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں آسمان سے اُترا تھا اور اِس کے شرقاً غرباً دو دَروازے تھے حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان کی سرزمین سے حج کے لئے تشریف لائے تو ملائکہ نے چالیس فرسخ تقریباً ایک سو چالیس میل آگے بڑھ کر اُن کا اِستقبال کیا پھر حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ شریف کا طواف کیا اور اُس کے اندر داخل ہوئے پھر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں کعبہ کو اُٹھالیا گیا اور دُوسری مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اُتارا گیا حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے اُس کی زیارت کی اور اُس کی بنیاد اُٹھائی اور اُس کے دو دروازوں کی بجائے ایک دروازہ رکھا۔

حجرِ اَسود جنّت سے کب آیا

بعض نے کہا پھر کوہِ ابوقبیس نے حرکت کی تو اُس سے حجرِ اسود نکلا اور وہ جنت کے یواقیت

سے ایک سفید یاقوت تھا جسے جبریل علیہ السلام لائے تھے اور طوفانِ نُوح کے زمانہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک اُس میں چُھپا رہا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُسے اُس کے مقام پر لگا دیا پھر وہ حائضہ عورتوں کے چُھونے سے سیاہ ہو گیا۔

اِشاراتِ باطنی

کعبہ شریف کا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں اُترنا اُن کے زمانہ میں اُن پر اُن کے وُجود کے ساتھ ظہورِ قلب کی طرف اشارہ ہے اور شرقاً غرباً دو دروازوں کا ہونا علمِ توحید کے علاوہ علمِ مَبداء و مَعاد کے ظہور کی طرف اور اُس زمانہ میں عالمِ نُور اور عالمِ ظُلمت کی معرفت کی طرف اشارہ ہے

بیت اللہ اور اَرکانِ حج سے باطنی مُراد

اور حضرت آدم علیہ السلام کا ہندوستان کی زمین سے حج کا اِرادہ فرمانا عالمِ طبیعتِ جسمانیہ مظلمہ سے تکوین و اِعتدال کے ساتھ مقامِ قلب کی طرف اُن کی توجّہ کی طرف اِشارہ ہے اور اُس میں آثارِ قلب ہیں چالیس دن پہلے اُس کے آثار کا ظہور اِن دِنوں میں اُن کی بنیاد اُٹھانا اور اُن کی مٹّی کا خمیر یا اُن کا عالمِ نفسِ ظُلمانی سے مقامِ قلب کی طرف متوجہ ہونا ہے اور اِستقبالِ ملائکہ نفسانی اور بدنی قُوّتوں کا ملاپ ہے جو اُس کے قبولِ اذعان اخلاقِ جمیلہ، ملکاتِ فاضلہ کے ساتھ ہے اور اِس میں اُن کا عادی ہونا اور مقاماتِ قلب کی طرف اُس کے وصول سے پہلے منتقل ہونا ہے رہا اُن کا بیت اللہ کا طواف کرنا؟ تو یہ مقامِ قلب کی طرف اُن کے وصول اور اِس میں سُلوک مع تلوین کی طرف اِشارہ ہے۔

اور اُن کا کعبے میں داخل ہونا تو اس میں اُن کی تمکین و اِستقامت کی طرف اشارہ ہے اور طوفانِ نُوح کے زمانہ میں کعبہ شریف کا آسمان کی طرف اُٹھایا جانا اِن معنوں میں ہے کہ حضرت نُوح علیہ السلام کے زمانہ میں غلبۂ خواہشات اور طوفانِ جہالت کے ساتھ لوگوں کے حجاب بڑھ

چکے تھے۔

اور کعبہ کا چوتھے آسمان پر باقی رہنا سے مراد بیت المعمور میں باقی رہنا ہے جو کہ قلبِ عالم ہے۔

جبکہ دُوسری مرتبہ حضرت اِبراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں نزُولِ کعبہ سے مُراد یہ ہے کہ حضرت اِبراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں اُن کی ہدایت سے مقامِ قلب کی طرف لوگوں کی ہدایت کی طرف اشارہ ہے۔"

اور حضرت اِبراہیم علیہ السلام کا کعبہ کی بُنیادیں اُستوار کرنے اور اُس میں ایک دروازہ رکھنے سے مُراد اُن کے قلب کا اپنے مقام سے مقامِ رُوح جو کہ سرّ ہے کی طرف سلوک اور اپنے مرتبہ سے بلند ہونا اور مقامِ توحید کی طرف اُن کے وُصول کا اشارہ ہے اِس لئے کہ آپ پہلے شخص ہیں جو توحیدِ ذاتی پر ظاہر ہوئے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا!

"اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾"

میں نے اپنا منہ اُس کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور مَیں مشرکوں میں نہیں۔

(سورۃ الانعام آیت ۷۹)

حجرِ اَسود رُوح کی طرف اِشارہ ہے

حرکتِ کوہِ ابی قبیس اور اُس سے حجرِ اسود کا نکلنا؟ تو اِس میں ریاضت کے ساتھ اُس کے ظُہور کی طرف اشارہ ہے اور اُس کے ظُہور کی طلب میں تفکّر و تعبّد کے ساتھ آلاتِ بدن کا اپنے استعمال کے ساتھ مُتحرک ہونا ہے اِس لئے کہا کہ حجرِ اسود کو اُس میں اُس میں چُھپا دیا یعنی بدن کے

ساتھ محجوب کر دیا۔

حجرِ اسود کا حائضہ عورتوں کے لمس سے سیاہ ہونا ؟ تو اِس میں قلب پر نفسانی قوتوں کے غلبہ کے ساتھ اُس کے تکدّر و اختفاء کے غالب آنے کی طرف اِشارہ ہے۔ اور اُس کے منہ کی وہ سیاہی نُورانی ہے جس سے رُوح ملی ہوئی ہے۔''

ایسے ہی حضرت اِسمٰعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بُنیادیں اُٹھانے میں اِس پر اپنے عطف کے باعث مُوحِدین سے ہیں۔

خلیلِ خُدا حبیبِ خُدا مانگتے ہیں

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ یعنی اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنے نفسوں کی طرف بھروسہ نہیں تو ہم نفسوں کے ساتھ مُسلمان نہیں بلکہ تیرے ساتھ مُسلمان ہیں۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا اے ہمارے پروردگار ! اُن میں اپنا رسول مبعوث فرما تو یہ رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! میں دُعائے اِبراہیم، بشارتِ عیسیٰ اور اپنی ماں حضرت آمِنہ (سلام اللہ علیہا) کا خواب ہوں۔ بے شک اُنہوں نے خواب میں دیکھا کہ اُن سے ایک نُور نکلا تو اُن کے لئے شام کے محلّات روشن ہو گئے۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ط یعنی مِلّتِ تَوحید سے کون اِعراض کرے گا، مگر وہ جو نُورِ عقل سے کُلّی طور پر محجوب اور اپنے نفس کی ظُلمت کے مقام پر باقی ہے یہ اُس کا نفس احمق ہے جو امتیاز نہیں کر سکتا یا فی نفسہٖ بلندی سے پستی کی طِرف کھنچتا جا رہا ہے۔

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ یعنی جو سابقہ ازلیہ کے ساتھ محبوبوں اور مرادوں میں سے ہے، ہم نے اُس کے لئے توحید میں حالتِ فناء پسند کی۔

وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ یعنی اہلِ اِستقامت صالحین میں سے فناء کے بعد بقاء کی حالت تا کہ تدبیرِ نظام اور تکمیلِ نوع ہو جائے۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ واحد اور اللہ کی طرف تیری ذات کا جھکنا یعنی اسے ازل میں پہلی صف والوں میں مُسلم موحد اور قبول کرنے والا بنایا تا کہ اس میں اپنے رب کے لئے فانی ہو۔

خلیل و یعقوب کی وصیّت

وَوَصّٰی بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ط یعنی حضرت اِبراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا!

یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ اے بیٹو بے شک اللہ نے یہ دین تُمہارے لئے چن لیا، یعنی یہ اُس کا وہ دین ہے جس کے ساتھ مُوحد بنتا ہے اِس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا کوئی دین ہے اور نہ ذات پس اُس کا دین، دین اللہ اور اُس کی ذات، ذات اللہ ہے۔

فَلَا تَمُوْتُنَّ یعنی اس دین پر ہونے کے علاوہ نہ مرنا یعنی طبعی موت جہالت کی موت نہ مرنا بلکہ تُم اپنے نفسوں کے ساتھ مُردہ تھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تُم اَبدی اور سَرمدی زندگی پا گئے پس تُم اِس حالت پر بدن کی موت کا اِدراک کرو۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۳۴)

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾

ترجمہ! یہ ایک امت ہے کہ گزر چکی ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم کماؤ اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ یعنی یہ مقلد نہیں ہونگے اور نہ ہی دین میں تقلید پر اِکتفاء کریں

گے اس لئے کہ نقل پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ تو یہ اَمر کسی کے لئے نہیں مگر جس نے علم و عمل اور اعتقاد و سیرت کا اِکتساب نہ کیا ہو تو کسی دُوسرے کے اعتقاد و عمل کی تقلید جائز نہیں تو تم اپنے بصائر پر ہو اور یقین کرو اور اِس پر عمل کرو۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۳۵ تا ۱۴۱)

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْــَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

ترجمہ ! اور کتابی بولے یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤ گے تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔ یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب اور ان کی اولاد پر اور جو عطا کئے گئے موسیٰ و عیسیٰ اور جو عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں۔ پھر اگر وہ بھی یوں ہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ نری

ضد میں ہیں تو اے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا اور وہی ہے سنتا جانتا۔ ہم نے اللہ کی رَینی لی اور اللہ سے بہتر کس کی رَینی اور ہم اسی کو پوجتے ہیں۔ تم فرماؤ کیا اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی مالک اور تمہارا بھی اور ہماری کرنی ہمارے ساتھ اور تمہاری کرنی تمہارے ساتھ اور ہم نرے اسی کے ہیں۔ بلکہ تم تو یوں کہتے ہو کہ ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب اور ان کے بیٹے یہودی یا نصرانی تھے تم فرماؤ کیا تمہیں علم زیادہ ہے یا اللہ کو اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جس کے پاس اللہ کی طرف کی گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے اور خدا تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔ وہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا ان کے لئے ان کی کمائی اور تمہارے لئے تمہاری کمائی اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى اور کہتے ہیں یہودی تھے یا نصرانی اپنے دین کے ساتھ ہر محجوب کا گمان ہے کہ اُس کا دین حق ہے دوسرا نہیں۔

ہر نبی کا دِین توحید ہے

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ فرما دیں بلکہ مِلّتِ ابراہیم ہی ہدایتِ مُطلق ہے اور وہ توحید ہے جو ہر دین کو شامل ہے اور ہر حجاب کو اُٹھا دیتی ہے جیسا کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ یعنی انبیاء کرام میں سے کسی ایک کے دین کی نفی اور اُس کی مِلّت کے ابطال کے ساتھ اور دُوسرے کے دین کے اثبات اور اُس کے حق ہونے کے ساتھ فرق نہ کریں بلکہ کہیں وہ سب حق پر جمع ہیں اور توحید پر اُن کا اتفاق ہے اور اُن کے تمام اَدیان نے توحید کو قبول کیا اور اُن کے ہر دین کو توحید شامل ہے۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ تو اگر ہر دین و مذہب سے جامع توحید کے ساتھ تُمہارے ایمان کی مثل ایمان لے آئیں۔ تو مُطلق ہدایت پا جائیں یعنی ہر ایک ہدایت یافتہ ہو جائے۔

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ اور اگر وہ دین کی طرف سے مُنہ پھیریں اور ہدایت سے ضد کریں تو اِس میں تم اُن سے ضد کرو۔

اللہ کا رنگ

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ یعنی ہم اللہ کے ساتھ ایمان لائے اور ہم اللہ کے رنگ سے رنگین ہیں تو بے شک ہر مذہب واعتقاد رکھنے والے کا باطن اُس کے دِین اور مذہب کے رنگ کے ساتھ رنگا ہوا ہے پس مختلف مِلّتوں کے عبادت گذار اپنی نیّتوں کے رنگ میں اور اہلِ مذاہب اپنے اِماموں اور قائدین کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔اور حکماء اپنی عقُول کے رنگ میں رنگین ہیں اور مُتفرّق اہلِ بدعت وھویٰ اپنی خواہشات اور اپنے نفسوں کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں جبکہ موَحِدین خالص اللہ تبارک وتعالیٰ کے رنگ سے رنگین ہیں نہ اِس سے اچھّا کوئی رنگ ہے اور نہ اِس کے بعد کوئی رنگ ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !

"ان اللہ تعالیٰ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیھم من نورہ
فمن اصاب من ذالك النور اھتدیٰ، ومن اخطا ضل۔"

"اللہ تعالیٰ نے خلقت کو ظلمت میں پیدا کیا پھر اُن پر اپنے نُور کی بارش فرمائی تو جو اس نُور کو پہنچا ہدایت پا گیا اور جو خطا کر گیا گُمراہ ہو گیا تو یہ نُور اللہ تعالیٰ کا وہ رنگ ہے۔"

تفسیر ابنِ عربی کا پارہ اوّل کا ترجمہ اتمام کو پہنچا

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام

علیٰ سیّد المرسلین وعلیٰ آلہ الطاھرین

صائم چشتی

دوسرا پارہ

(تفسیر آیت نمبر ۱۴۲)

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِهِمُ الَّتِىۡ كَانُوۡا عَلَيۡهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ ؕ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۱۴۲﴾

ترجمہ ! اب کہیں گے بیوقوف لوگ کس نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے جس پر تھے تُم فرما دو کہ پُورب پچھّم سب اللہ ہی کا ہے جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے

تحویلِ قبلہ پر یہودیوں کا اعتراض کیوں تھا ؟

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِهِمُ الَّتِىۡ كَانُوۡا عَلَيۡهَا ؕ

بے وقوف کہیں گے مُسلمانوں کو اُن کے قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ تھے تو اِس سے مُراد یہ ہے کہ اُن کا نام کم عقل اِس لئے ہے کہ اُن کے عقول نے دینِ اسلام کی حقیقت کے اِدارک کے ساتھ وُفا نہیں کی اور اپنے مذہب کے بارے میں جو علم اور واقفیت تھی اُس کے خلاف فیصلہ دیا اور توحید میں اپنے اِتفاق کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں ٹال مٹول کرتے ہیں جبکہ مُسلمانوں کا اِخلاص کے ساتھ اِختصاص ہے اِس لئے اگر یہودی حق کا اِدراک کر لیتے تو یقیناً مُسلمانوں کے اِخلاص کا اِدراک کر لیتے اور اگر ایسا ہو جاتا تو اُن کی مُسلمانوں کے ساتھ محاجت اور ٹال مٹول باقی نہ رہتی، نیز یہ کہ اگر اُن کی عقلیں اِستدلالِ آیات کے ساتھ سنجیدہ ہوتیں اور ہر دین و مذہب میں اُس کے حق کو سمجھا جاتا اور یہ دینِ حق جو کہ رُوح کی طرح ہے یعنی اسلام کے درمیان اور باطل کے درمیان فرق کیا جاتا کیونکہ اہلِ باطل اِس کے ساتھ باطل کا اِختلاط و اِلتباس کرتے ہیں جبکہ دینِ اسلام کا خاصہ یہ ہے کہ یہ تمام تر حق بلکہ حقّ الحقوق ہے اِسی لئے مُسلمانوں کو اُمّتِ وُسطیٰ بنایا یعنی اہلِ اسلام اُمتّوں کے درمیان اُن پر عدلاً فضلاً گواہ ہیں۔

چونکہ یہودی ایک جہت کے ساتھ مُقیّد تھے اور صرف مُقیّد کو ہی قبول کرتے تھے اور نہیں

جانتے تھے کہ توحید تمام ترجہات کو کامل اور وافی ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے کہا مُسلمانوں کو اُن کے قبلہ سے کس نے پھیر دیا۔"

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ یعنی فرمادیں مشرق اور مغرب اللہ کے لئے ہے تو اِس جملہ پر دو تاویلیں پہلے گزر چکی ہیں۔

یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ یعنی وہ جسے چاہتا ہے اُسے اُس طریقِ وحدت کی ہدایت دیتا ہے جس کی طرف نسبت کے ساتھ برابر مساوی جہات ہیں تاکہ حق اُس کی طرف متوجہ ہو نہ کہ جہت میں اور تمام ترجہات اُس میں، اُس کے ساتھ اور اُس کے لئے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ

یعنی تم جس طرف مُنہ کرو اللہ کا چہرہ ہے۔

(سورۃ البقرہ آیت ۱۱۵)

(تفسیر آیت نمبر ۱۴۳)

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ ! اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بیشک یہ بھاری تھی مگران پر جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے بیشک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان مہر والا ہے۔

سرکارِ دوعالم کی اُمّت باقی اُمّت پر کیوں گواہ ہے

حضور رِسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُمّتیوں کی لوگوں پر شہادت اور اُن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گواہی حقوق الادیان پر نُورِ توحید کے ساتھ اُنہیں اطلاع ہونے کی بناء پر ہے اور یہ کہ مُسلمان تمام دین والوں کے حق کو اور اُس کے دین سے ہر دین والے کے حق کو جانتے ہیں اور جو اُن کا حق نہیں اُسے باطل کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ اہلِ یہود وغیرہ کے نفسوں اور تمنّاؤں کی مخترعات اور اُن کے اخبار اور جُھوٹ سے تراشے ہوئے افسانوں کی اکاذیب ہیں اور یہ بھی کہ مُسلمانوں کو اُن کے دین کی حدّ پر واقفیت ہے اور جو اپنے دین سے نکل جاتے ہیں وہ باطل پر ہیں اور یہودیوں کا ظاہر کے ساتھ مقیّد ہونا اُن کا حِجاب واِحتجاب ہے جبکہ اِس کے برعکس یہ چاہیے تھا کہ اُس کے باطن اور اُس کی اَصل کی طرف تعمّق اور غور وفکر کرتے، تو وہ دین اسلام کی حقیقت کو نہیں جان سکے کیونکہ حق کا راستہ ایک ہے تو اہلِ اسلام تمام اَدیان میں سے کسی بھی دین کے حق کو نہیں چھپاتے۔''

اور دین اسلام کا خاصہ یہ ہے کہ یہ ظاہر ترحقِ اعظم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دین میں اپنے دین کے ساتھ تمام ہدایت پانے والوں کے رُتبہ پر مُطّلع ہیں اور اُس کی حقیقت کو بھی جانتے ہیں جو آپ کے دین سے اِس پر ہے اور اُس کا حجاب وہی ہے جس سے اپنے دین کے کمال سے پردے میں ہو تو آپ اُن کے گُناہوں کو اُن کے اِیمان کی حدود کو اُن کے اعمال کو اُن کی نیکیوں اور بُرائیوں کو اور اُن کے اخلاص ونفاق وغیرہ کو نُورِ حق کے ساتھ جانتے ہیں اور آپ کی یہ اُمّت آپ کے نُور کے ساتھ تمام اُمتوں کے اِس اَمر کو جانتی ہے۔

تحویلِ قبلہ اور قبلہ کے اسرار و رموز

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ اور ہم نے اُسے قبلہ اِس لئے

بنایا تھا جس پر آپ تھے تاکہ وقوعِ معلوم کی اِتباع کرنے والے کو تفصیلی علم کے ساتھ جان لیں نہ کہ عینِ جمیع میں اوّل الوجود جاننا پہلے ہے کیونکہ وہ اِس کے وجود سے پہلے اِس علم کے ساتھ اُسے معلوم ہے اِس لئے کہ اُسے اُس تمام کا علم ہے جس کا علم اُس کے سوا کسی کو نہیں، تو ہمارے علوم جس کے ساتھ اشیاء کو جانتے ہیں علمِ الٰہی سے ہمارے علم پر ظاہر ہوتے ہیں اور یہ اُس کا تفصیلی علم ہے، یعنی اُس کا علم تفاصیل الموجودات میں ہے تو وہ اِس علمِ تفصیلی کے ساتھ ہمارے مظاہر میں ظاہر اشیاء کو اُن کے وجود کے بعد اِس طرح جانتا ہے جس طرح اُنہیں اُس علمِ اوّل کے ساتھ جانتا ہے جو اِن کے وُجود سے پہلے عین الجمع میں موجُود ہے۔"

مَنۡ يَّتَّبِعُ الرَّسُوۡلَ یعنی توحیدِ الٰہی میں کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کرتا ہے۔

مِمَّنۡ يَّنۡقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيۡهِ ؕ یعنی دین کی تقیید کے ساتھ اپنے اِحتجاب کی وجہ سے کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

وَاِنۡ كَانَتۡ لَكَبِيۡرَةً یعنی یہ تحویلِ قبلہ شاق اور بھاری تھی۔

اِلَّا عَلَى الَّذِيۡنَ مگر اُن لوگوں پر بھاری نہ تھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے توحید کی طرف ہدایت فرمائی اور اُنہیں تقیید کے اِحتجاب سے نجات دی۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيۡعَ اِيۡمَانَكُمۡ ؕ یعنی اللہ تعالیٰ اُن کی بیت المقدّس کی طرف پڑھی ہوئی نمازوں کو ضائع نہیں فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھی گئیں، اور جب اِس سے پہلے اُن کی توجہ اُس کے لئے تھی اور مجھے میری زندگی کی قسم بیشک یہ دو گروہوں میں مشقّت تھی اوّل وہ جو خلقت سے حق کے ساتھ محجوب ہیں اور دُوسرے وہ لوگ جو حقّ سے خلقت کے ساتھ محجوب ہیں۔

کیونکہ پہلا گروہ جانتا تھا کہ کعبہ شریف سے بیت المقدّس کی طرف پہلی تحویل مقامِ قلب اور سِرّ سے عرُوج کی صُورت ہے یعنی رُوح وخفاء کی طرف مکاشفہ اور مکالمہ یعنی مشاہدہ اور معائنہ تو

وہ جان گئے کہ دُوسری تحویل دعوت و نبوّت کے لئے اِستقامت و تمکین کی حالت مقامِ قلب کی طرف رجوع کی صُورت ہے اور مشاہدہ عینِ تفصیل میں جمع اور تفصیل عین الجمع ہے۔ اِس حیثیت سے کہ نہ حق کے ساتھ خلق سے حجاب ہے اور نہ خلق کے ساتھ حق سے حجاب ہے اور یہ عُروج کے بعد نُزول اور قُرب کے بعد دُوری ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ مقامِ اشرف کی طرف کوشش ضائع ہو گئی اور وصل کے بعد ہجر حاصل ہوا ہے اور رُتبہ سے سقُوط ہو گیا ہے تو یہ اُن پر شاق گذرتا ہے۔

رہا دُوسرا گروہ تو یہ لوگ اپنی عبادت اور اپنے عمل کی صُورت مُقیّد ہیں اور تحویل کی حکمت کو نہیں جانتے تو پہلی کے برعکس دُوسری عبادت کو درست گمان کرتے ہیں اِن پر پہلی عبادت کا ضیاع شاق گذرتا ہے اور وہ اِس عبادت کا اپنے وہم سے بطلان کرتے ہیں تو ہم نے اُنہیں اُن کے اُس وہم کے خلاف کی طرف ہدایت دی جو اُنہوں نے اِس آیت سے سمجھا۔

اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ یعنی پہلی فناء کے بعد حالِ بقاء کا حجاب اُٹھانے اور شرحِ صدر کے ساتھ اور جو اُنہوں نے سچائی سے دُوسری تحویل میں عمل کئے انہیں سندِ قبولیت عطا فرما کر ان پر رَافت و مہربانی فرماتا ہے اگرچہ وہ جو کرتے ہیں اُسے نہیں جانتے۔

رَّحِیۡمٌ سے مراد یہ ہے کہ پہلی تحویل کے لئے وجودِ حقّانی، ثوابِ اعمال اور حقیقتِ ثانیہ کی طرف ہدایت دینے کے ساتھ اُن پر رحم فرماتا ہے اور اُنہیں اُن کے حال و مقام سے مقامِ یقین کی طرف ترقی کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۴۴)

قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا ۪ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ وَحَیۡثُ مَا كُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ شَطۡرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ لَیَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ ! ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں

گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو اور وہ جنہیں کتاب ملی ہے ضرور جانتے کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔

حضور کے لئے قبلہ تبدیل ہونے کی حکمتیں

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ محبوب یقیناً ہم مقامِ جمع میں آپ کا وحدت میں اِستغراق اور خلق سے حق کے ساتھ اِحتجاب کے وقت آسمانِ رُوح کی طرف بار بار رُخ فرمانا دیکھ رہے ہیں آپ کثرت کی طرف عدمِ اِلتفات کے لئے نبوّت کا بوجھ اور مقامِ دعوت وارشاد ادا فرمائیں اور آپ کی توجہ اِلیٰ الحقّ کی قوّت کے تمکّن سے قبل بقاء بعد از فناء کے پہلے حال میں رجوع اِلیٰ الحق کو آسان فرما دیا ہے۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۪ تو ضرور ہم انشراحِ صدر کے ساتھ آپ کا رُخ قبلہ قلب سے ملا دیں گے جیسا کہ فرمایا۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ﴿۳﴾

ترجمہ! کیا ہم نے تمھارے لئے سینہ کشادہ نہ کیا۔ اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا۔ جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

پسندیدہ قبلہ کون سا ہے؟

قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۪ آپ کا یہ پسندیدہ قبلہ یہاں وجودِ جمع کے لئے صُورتِ تفصیل میں اور کثرت کے ساتھ وَحدت کا پردہ نہ ہونا مراد ہے فتر ضیٰ جسے آپ پسند کریں مراد یہ کہ یہ قبلہ حق کی طرف خَلق کی دعوت کے ساتھ مع بقاءِ شہودِ وحدت کے ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ یعنی محبوب آپ اپنے چہرۂ انور کو صفاتِ نفس

اور ہویٰ و شیطان کے دَاعیوں کے وصول سے مشروحِ محرّم سینۂ اقدس کی طرف پھیر لیں۔

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ یعنی اے محقّق مومنو برابر ہے کہ تم مشرقِ رُوح اور مغربِ نفس کی جہت میں کہیں بھی ہو اپنے چہرے اُدھر پھیر لو تا کہ تُم پر پہلی جہت میں اَمر بالمعروف اور نہی عَن المنکر یعنی جہتِ شرقیہ آسان ہو جائے اور تُمہارے حال و مقام سے ترقّی ہو اور دُوسری جہت میں ہویٰ و شیطان کے دواعی کے ساتھ تُمہارے اِحتجاب اور پردے کی طرف سے ترقّی ہو۔

وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ یعنی وہ لوگ جنہیں تورات و انجیل اور کتابِ عقلِ فرقانی دی گئی یعنی عقلِ مُستفاد عطا کی گئی۔

لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ؕ تا کہ جان لیں کہ یہ اُن کے رَب کی طرف سے حق ہے یعنی اپنے ہدایت پانے کو جان لیں جس کے ساتھ کتاب میں توحیدِ اَفعال وصِفات ہے اور اُس کی طرف یا توحیدِ محمدی ذَاتی پر دلالت ہے یا نُورِ عقل کے ساتھ جب کہ نُورِ عقل نُورِ شرعی سے منوّر ہو نہ کہ قیاسِ فکری کے ساتھ محجوب۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۴۵)

وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٥﴾

ترجمہ! اور اگر تم ان کتابیوں کے پاس ہر نشانی لے کر آؤ وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستمگار ہو گا۔

یہ نہیں مانیں گے

وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ یعنی اگر آپ

اِن اہلِ کتاب کے پاس تمام نشانیاں لے کر آئیں جو آپ کی نبوّت اور آپ کے قبلہ کی حقیقت کی صحت پر دلالت کرتی ہیں یا وہ نشانیاں جو عقلیہ قطعیہ ہیں تو بھی اپنے دین کے پردے سے محجوب ہونے اور اپنے معقول اور اُس کے ساتھ مقیّد ہونے کی وجہ سے آپ کے قبلہ کو نہیں مانیں گے۔

وَمَآ اَنۡتَ بِتَابِعٍ قِبۡلَتَهُمۡ ۚ اور نہ ہی آپ اُن کے دین کے رُتبہ سے اپنی بلندی اور اُن کے مقام سے اپنی ترقی کی وجہ سے اُن کے قبلے کی پیروی کریں۔

وَمَا بَعۡضُهُمۡ بِتَابِعٍ قِبۡلَةَ بَعۡضٍ ؕ اور اِن اہلِ کتاب میں آپس میں بھی ہر ایک اپنے دین کے ساتھ اِحتجاب کی بناء پر اور اپنی طبیعتوں میں گڑے ہوئے تضاد اور اپنے چہروں پر ظاہر ہونے والے تضاد کی وجہ سے ایک دُوسرے کے قِبلہ کی پیروی نہیں کرتے۔

وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ اور اگر آپ نے اِن اہلِ کتاب کی خواہشاتِ مُتفرّقہ کا اِتباع کیا باوجود یہ کہ آپ کے پاس جامع علمِ توحید آچکا ہے تو اپنے حق اور اپنے مقام کے حق میں کمی واقع کر لیں گے۔ یعنی اہلِ اسلام کو یہودیوں کی رضاجوئی قطعی ممنوع ہے۔[1]

---

[1] (بعض نے کہا یہ خطابِ عام ہر اُس شخص کے لئے ہے جو اِس فرمانِ الٰہی کو سُن رہا ہے تاہم اگر یہ خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے تو بھی بالواسطہ تعلیم اُمّت کے لئے ہے کیونکہ آپ بنفسِ نفیس حقیقتِ جامع اور حقیقت الحقائق ہیں اِس لئے آپ کے ساتھ باطل کا تلبّس وتلوّث غیر ممکن بلکہ محال ہے۔ از مترجم)

(تفسیر آیت ۱۴۶ تا ۱۴۸)

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَعۡرِفُوۡنَہٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَہُمۡ ؕ وَاِنَّ فَرِیۡقًا مِّنۡہُمۡ لَیَکۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ وَہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ﴿۱۴۷﴾ وَلِکُلٍّ وِّجۡہَۃٌ ہُوَ مُوَلِّیۡہَا فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ ؕ اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یَاۡتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۴۸﴾

ترجمہ! جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے اور بیشک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں (اے سننے والے) یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے (یا حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو) تو خبردار تو شک نہ کرنا اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جائیں تم کہیں ہو اللہ تم سب کو اکٹھا لے آئے گا بیشک اللہ جو چاہے کرے۔

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَعۡرِفُوۡنَہٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَہُمۡ ؕ وہ آپ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہنچانتے ہیں یعنی جنہیں ہم نے فہم و درائیت عطا کیا جیسا کہ مشاہدِ قریب دائمُ الاحساس محسوس کرتا ہے اس لئے کہ وہ حقیقت کے ساتھ اُن کے قریب تھے اور واضح دلائل کے ساتھ اُنہیں آپ کی نشانی معلوم تھی۔

ہر ایک کی توجّہ کیلئے سمت ہے

وَلِکُلٍّ وِّجۡہَۃٌ ہُوَ مُوَلِّیۡہَا ہر ایک کے لئے توجّہ کی ایک سمت ہے اور وہ اُدھر ہی منہ کرتا ہے یعنی تم میں سے ہر ایک کی غایت اور کمال اُس کی اِستعدادِ اوّل کے اعتبار سے ہے تو اُس کی توجّہ کا مرکز جدھر وہ مُنہ کرتا ہے اللہ جل شَانہٗ ہے یا اُس کی توجّہ کا مرکز اُس کا نفس ہے جس کی طرف اپنے نفس کا رُخ کرتا ہے اور اِس قسم کی توجّہ اس کی ہوِیت اور اللہ تعالیٰ کے اِذن سے اس کی اِستعداد کے مُقتضی کے ساتھ ہے۔

فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرٰتِ ؕ یعنی اُن اُمورِ مقرّبہ کے ساتھ دُوسروں پر سبقت حاصل کرو جو تُمہارے کمال اور تُمہاری اُس غایت و اِنتہاء سے ہیں جن کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا اور جن کی طرف سبقت کرنے کی تُمہیں دعوت دی۔

اَيۡنَ مَا تَكُوۡنُوۡا یعنی اِس حال و مقام کے علاوہ تُم جہاں تھے یا اِس کے مقابل ہونے کے وجہ سے اِس کے مخالف تھے۔

يَاۡتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيۡعًا ؕ یعنی اِس غایت کے قریب یا بعید اقتضاء مقرّبات اور اس کی سبقت کے اعتبار سے تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اکٹھا کرے گا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۵۰)

وَمِنۡ حَيۡثُ خَرَجۡتَ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ ‌ؕ وَاِنَّهٗ لَلۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ ‌ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنۡ حَيۡثُ خَرَجۡتَ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ‌ ؕ وَحَيۡثُ مَا كُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ شَطۡرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَيۡكُمۡ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ ۙ فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِىۡ ۙ وَلِاُتِمَّ نِعۡمَتِىۡ عَلَيۡكُمۡ وَلَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۰﴾

ترجمہ! اور جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور وہ ضرور تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں اور اے محبوب تم جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو کہ لوگوں کو تم پر کوئی حجت نہ رہے مگر جو ان میں ناانصافی کریں تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور یہ اس لئے ہے کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور کسی طرح تم ہدایت پاؤ

دل کا کعبہ

وَمِنۡ حَيۡثُ خَرَجۡتَ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ ؕ یعنی اپنے حواس

اور اپنے حظوظ کی طرف مَیلان کرنے اور اپنی مصلحتوں اور مومنوں کی مصلحتوں کے طریقوں سے تم جہاں سے بھی آؤ اپنے چہرے کو مسجدِ حرام کی طرف کرلو یعنی اپنے سینے کو مواجہ اپنے قلب میں حق کو حاضر و موجود کرلو اِس میں مشاہدہ کرنے والے کی گواہی دینے والے اُس کی حفاظت اور نگرانی کرتے ہیں اِس لئے کہ اَشیاء میں مشاہدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا نہ کہ نفس کے ساتھ۔

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ اور اَے مومنو ! تُم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے سینے کی طرف کرلو جس میں تُمہارے مشاہدہ کے گواہ اُس کی نگرانی اور حفاظت کرتے ہیں اور اُس سے کسی حال میں اِعراض نہیں کرتے۔

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ تا کہ تُمہارے اَعیان و اِعتبار میں تُمہاری حق سے غَیبت کے وقت لوگوں کا تسلّط نہ رہے اور وہ تُم پر نہ بلند ہوسکیں گے اور نہ ہی تُمہارے مطیع اور فرماں بردار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے گروہ ہی کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

اِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ مگر جو اِن میں نا انصافی کریں سے مُراد وہ مردود کُفّار ہیں جو حق سے مُطلقاً حجاب میں ہیں کیونکہ وہ تُم پر بلند ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور حق سے مطلقاً عدمِ انفعال کی وجہ سے عاجزی اور فرماں برداری نہیں کرتے اور اُن کی تشبیہہ اُس سے ہے جسے دلیل کے کوڑے سے ہنکایا جائے اور وہ مُسلمانوں پر قولاً اور فعلاً اعتراض کرتے ہیں اور اُن پر اُن کے نفسوں میں مجاز اُحُجّت نے اُنہیں سرکش بنا دیا ہے اور یہ لوگ ظالم ہیں۔

فَلَا تَخْشَوْهُمْ تو اُن سے نہ ڈرو کیونکہ وہ نہ تو تُم پر غالب آسکتے ہیں اور نہ ہی تُمہیں نقصان پہنچاسکتے ہیں۔

وَاخْشَوْنِي اور مُجھ سے ڈرو وہ میری عظمت کی تجلّی سے ہیبت پرتھے تا کہ تُمہارے دِلوں اور آنکھوں میں واقع ہوجائیں اور تُمہارے سینوں کی طرف مَیلان نہ کریں تو وہ تُمہارے غَیبت میں اور نفس کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اپنے موافقین کے اِجلال وتعظیم کے لئے اُن کی طرف

مَیلان رکھتے ہیں جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا۔

عظم الخالق عندك بصغر المخلوق فی عینك

یعنی تیرے نزدیک خالق کی بڑائی ہو تو مخلوق کو تیری آنکھ میں چھوٹا کردے گی۔

وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ تا کہ میں تم پر اپنی نعمتِ کمال کو پُورا کروں اور تُم میری اِرادت کے لئے دوامِ حضور اور مراقبہ کرو تا کہ تمہیں اپنے اَمر میں ہدایت حاصل ہو۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۵۱ تا ۱۵۴)

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

ترجمہ ! جیسے کہ ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو بیشک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں

تم میں سے رسول بھیجا

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ جیسا کہ تُم اَرسال کا ذکر کرتے ہو تو تم میں تمہاری جنس سے رسول بھیجا تا کہ تم تعلیم حاصل کرو اور سیکھ لو جنسیتِ نفس کے لئے اور رابطۂ بشریہ

کے لئے اُن سے ہدایت قبول کرو۔

تم میرا ذکر کرو میں تُمہارا ذکر کروں گا

فَاذْكُرُوْنِيْٓ یعنی تُم اِجابت و اِطاعت اور اِرادت کے ساتھ میرا ذکر کرو۔

اَذْكُرْكُمْ یعنی میں مزید اور پےدرپے سلوک اور اِفاضۂ نُورِ یقین کے لئے تُمہارا ذکر کروں گا۔

وَاشْكُرُوْا لِيْ یعنی رسول کو بھیجنے کی نعمت اور میری رَاہ کی ہدایت و سلوک کے ساتھ محبّت کے قدم پر میرا شکر ادا کرو۔

وَلَا تَكْفُرُوْنِ یعنی نعمتیں عطا کرنے والے سے دین کی نعمت سے فترت اور حِجاب کے ساتھ اِنکار نہ کرو کیونکہ یہ کُفرانِ نعمت بلکہ کُفر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ یعنی اے اَعیانی ایمان والو ! میری عظمت و کبریائی کی تجلّیات سَطوتوں اور شہودِ حقیقی کے وقت میرے ساتھ مدد مانگو۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے اَنوار کی تجلّیات کی طاقت رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔

راہِ خُدا میں مارے جانے والے زندہ ہیں

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ یعنی راہِ توحید کے سلوک میں قتل ہونے والے اُس کے نفس کو فانی نہ ٹھہرائیں وہ اپنی خواہش سے مرا ہے یعنی اُس کی اپنی خواہشات قتل ہوئی ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

موتوا قبل ان تموتوا یعنی جو اپنی موت سے پہلے مرتے ہیں۔

بَلْ اَحْيَآءٌ بلکہ وہ اپنے رب کے پاس حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی

حیاتِ دائمی سرمدی ہے اللہ تعالیٰ کے شُہدا ءحضورِ ذاتی کے ساتھ اِس کی قُدرت رکھتے ہیں۔

وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ مگر تم نہیں دیکھ سکتے کیونکہ تم بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے اندھے ہو اور تُم اُس روشنی سے محروم ہو جس کے ساتھ قلوب عالمِ قُدس کے اَعیان اور حقائقِ اَرواح کو دیکھتے ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۵۵ تا ۱۵۸)

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ! اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔ کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔ بیشک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

آزمائشِ الٰہی

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ اور اللہ ضرور تمہیں خوف اور بُھوک سے آزمائے گا، یعنی فرمایا کہ میرا خوف نفس کے اِنکسار اور شکست کا مُوجب ہے اور بُھوک تیرے بدن اور بدنی قُوّتوں کو کمزور کردے گی جس سے خواہش کا حجاب اُٹھ جائے گا اور دل کی طرف شیطان کا

رستہ بند ہو جائے گا۔

وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ یعنی تُمہارے اَموال میں کمی کر کے آزمائے گا تو اَموال سے مُراد خواہشات وشہوات کا وہ مواد ہے جونفس کی سرکشی میں نفس کو مزید قُوّت فراہم کرتا ہے اور اَنفُس یعنی جانوں کے ساتھ آزمانے سے مُراد قلب پر اُس کی صِفات کا غلبہ اور اُس کی ذات سے مستغنی ہو جانا ہے تا کہ قلب کا نقص زیادہ اور قُوّت والا ہو یا پھر وَالْاَنفُس سے مُراد وہ قریبی اور دوست ہیں جن کی طرف پناہ لیتے ہیں اور اُن کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں تا کہ میری طرف مُنقطع ہو جائیں اور کٹ جائیں۔

وَالثَّمَرٰتِ ط اور پھلوں سے مُراد نفسانی لذّتیں اور مزے ہیں تا کہ اِن نفسانی لذّتوں کے اِنقطاع کے ساتھ تم اپنے باطنوں کی صفائی کے وقت مکاشفات ومُعارفِ قلبیہ اور مشاہداتِ رُوحیہ کا تلذّذ اور مزہ حاصل کرو اور ریاضت کی آگ کے ساتھ اور تُمہارے نفسوں کی صفات کے پردے سے علیحدگی اور اِبتلاء کے ساتھ تُمہاری بصارتوں کو خالص فرمائے۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ یعنی میری محبّت کی لذّت اور میری اِرادت کی قُوّت کے ساتھ اپنی مالُوفات سے صبر کرتے ہیں یعنی اپنی پیاری چیزوں کی طلب سے رُک جاتے ہیں۔

الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ لا جب اُنہیں مصیبت پہنچتی ہے' سے مُراد یہ ہے کہ جب اُن میں میرے دائمی تصرّفات پہنچتے ہیں تو میری قُدرت کی نشانیوں بلکہ میری صِفت کی تجلّیوں کے انوار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ یعنی وہ تسلیم کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ میری ملکیّت ہیں جس میں میرا تصرّف ہے اور مُجھ میں فناء ہوتے ہیں اور مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ میرے ساتھ مُجھ میں ہلاک اور فناء ہو چکے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وہ لوگ جن کے لئے عطا کردہ وجود کے ساتھ

فناء کے بعد میری صفات کے ساتھ موصُوف اور میرے انوار کے ساتھ منوّر ہونا ہے۔

وَرَحۡمَةٌ یعنی نُور وہدایت جس کے ساتھ مخلوق میری طرف ہدایت حاصل کرتی ہے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ اور یہ لوگ ہدایت کے ساتھ مُہتَدُون ہیں جیسا کہ دُعا میں آیا

وجعلنا ھادین مھدین غیر الضالین ولا مضلین

یعنی ہمیں ہادی ومہدی بنا ضالین و مُضلّین سے نہ بنانا۔

رُوحانی صفا اور مَروہ اور حج

اِنَّ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَةَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ یعنی صَفا وجودِ قلب اور مَروہ وجودِ نفس ہے اور شعائر اللہ سے مُراد اس کے مناسکِ قلبیہ اور اُس کے دین کی نشانیاں ہیں جیسا کہ یقین، رضا، اخلاص اور توکّل ہے۔ اور مناسکِ قالبیہ جیسا کہ صلوٰۃ، صیام اور تمام عباداتِ بدنیہ،

فَمَنۡ حَجَّ الۡبَيۡتَ اَوِ اعۡتَمَرَ یعنی وحدتِ ذاتیہ کے مقام پر پہنچے اور فنائے ذاتی کُلّی کے ساتھ حضرتِ الٰہیہ میں فناء ہو اور عُمرہ کرنے سے مُراد توحیدِ صفات کے ساتھ حضوری کی آگ اور انوارِ تجلیّات میں جمال وجلال میں فناء ہونا ہے۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِ اَنۡ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ط تو اُس وقت میں اُس پر کُچھ گُناہ نہیں یعنی دونوں مقامات کی طرف رجوع کرے اور دونوں کے درمیان متردّد ہو، نہ کہ دونوں کے وجودِ تکوینی کے ساتھ، کیونکہ وہ گُناہ اور ذَنب ہے۔ بلکہ تمکین کے وقت فناء کے بعد عطا کردہ وجود کے ساتھ اور اِس لئے حرج کی نفی ہے کیونکہ اِس وجود میں پہلے کے برعکس وُسعت ہے۔‘‘

وَمَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا لا اور جو تعلیم شفقت خُلق اور نصیحت ومحبّت اہلِ خیر واصلاح سے وجودِ قلب کے ساتھ بھلائی کی بات کرتا ہے اور بابِ اخلاق سے برّ وتقویٰ ضعیفوں، مسکینوں کی امداد اور اُن کے اہل وعیال کے لئے تحصیلِ رزق کمالِ سلوک کے بعد وجودِ نفس کے ساتھ نفلی عبادت

کرتا ہے اور وہ جو بقاء بعد الفناء کے بارے میں اپنی طرف سے اچھی بات کرتا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ تو بیشک اللہ تعالیٰ اُس کے عمل کا مزید ثواب عطا فرماتا ہے یہ امر اشیاء میں تصرّف باللہ کے باب سے ہے نہ کہ تکوین وابتلاء اور فترت کے باب سے،

(تفسیر آیت نمبر ۱۵۹ تا ۱۶۱)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

ترجمہ! بیشک وہ جو ہماری اُتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ لوگوں کے لئے ہم اسے کتاب میں واضح فرما چکے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت۔ مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کریں تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی ہوں بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان۔ بیشک وہ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی۔

کیفیّاتِ رُوحانیہ کو مت چُھپاؤ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى یعنی وہ لوگ جو اُسے چُھپاتے ہیں جو ہم نے اُن پر انوارِ مَعارف کے دلائل اور تجلیّاتِ افعال وصفات کے عُلوم اور اَحوال و مقام کی ہدایت یا علمِ یقین کے طریق کے ساتھ تَوحیدِ ذاتی کی طرف ہدایت فائز فرمائی تو بیشک یہ اَعیانی اور ظاہر اَمر ہے تو تم تلوینات نفسیہ کے ساتھ یا مکاشفاتِ قلبیہ کے لئے قلبی پردے کے ساتھ اور مشاہداتِ رُوحیہ کے ساتھ نہ چُھپاؤ۔

مِنۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ بعد اِس کے کہ ہم صُحبت کی برکت کے ساتھ انوارِ قلوب وانواع کی نشانیوں کے لئے نُورِ متابعتِ مُدرکہ کے ساتھ اُن کے عقول کی کتاب میں بیان اور ظاہر کرچکے ہیں۔

فرشتوں کے لعنت کرنے سے کیا مُراد ہے ؟

اُولٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ یعنی جنہیں اللہ تعالیٰ نے مَردوود و مُطرود فرما دیا۔

وَيَلۡعَنُهُمُ اللّٰعِنُوۡنَ یعنی اُن پر لعنت کرنے والے ملاءِ اعلیٰ کی اِس طرح لعنت ہے کہ اُنہوں نے اُنہیں رُسوا کر دیا اور عالمِ تائید و نُور سے اُن کی اِمداد کرنا چھوڑ دیا جبکہ مُستعد و مشتاق لوگ اپنے دِلوں کے نور کے ساتھ ملاءِ اعلیٰ سے مانُوس ہیں اور اپنی سچّائی کی قوّت کے ساتھ اُن سے اِستفاضۂ نور کرتے ہیں اور اُن کی صُحبت و ملازمت سے خوشی حاصل کرتے ہیں اور اُن کی صُحبت سے اِنقطاع و مجبوری اور اُن سے صَدو اعراض کے ساتھ ان کے طلُوع کے وقت چمکنے سے اُن کے انفاس کے ساتھ تبرّک حاصل کرتے ہیں اِس لئے کہ یہ اُن کی صفائی کے مکدّر ہونے اور دل میں پوشیدہ طور پر ڈرنے کے فُقدان کی وجہ سے تھا۔

توبہ سے مُراد اِنکشافِ احوال ہے

اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا۔ فَاُولٰٓئِكَ مگر وہ لوگ جو اپنے اَحوال کے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش و ابتلاء ہے اور ریاضت و رجوع سے اپنے احوال کی دُرستی کرتے ہیں۔

وَبَيَّنُوۡا یعنی اُن پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملے کی سچائی اور اخلاص کی وجہ سے وہ اَمر منکشف ہو جاتا ہے جس سے وہ پردے میں تھے تو اُن کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور اُن پر توبہ القاء کر دی جاتی ہے اور ہم توبہ قبول کرنے والے ہیں۔

فِطرت کا نُور بجھ جانے کا نام کُفر ہے

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَهُمۡ کُفَّارٌ یعنی جو دین سے یا حق تعالیٰ سے محجوب ہیں اور اُن کے کفر کے حال میں ہی مَر جانے سے مُراد یہ ہے کہ اُن کا پردہ یہاں تک بڑھ گیا تھا کہ اُن کی اِستعداد زائل ہوگئی اور دین کے حجاب کے ساتھ اُن کی فطرت کا نُور بجھ گیا اور وہ اُسباب منقطع ہوگئے جن سے اُن کی موت کے حجاب کا اُٹھ جانا ممکن تھا۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةُ اللّٰهِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ یعنی اُن کے حق تعالیٰ سے اور عالمِ ملکوت سے اور اُس فطرتِ انسانیہ جس سے فناء کی تعبیر ہے سے کُلّی طور پر دُوری، محرومی اور بُعد کے مستحق قرار پانے کی وجہ سے اُن پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۶۲ تا ۱۶۴)

خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ ! ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے۔ اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان۔ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مُردہ زمین کو اس سے جلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

عذاب سے مُراد حق تعالیٰ سے دُوری ہے

خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ۚ اپنی اِستعداد کے نہ ہونے اور اپنی فِطرت کا نُور سے بُجھ جانے کی وجہ سے ہمیشہ محرومی اور دُوری کے جہنّم میں رہیں گے۔

لَا یُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ اُن کے نفوس کے جواہر میں اُن کی ہیئاتِ مُعذّبہ راسخ ہونے کی وجہ سے اُن کے عذاب میں کمی نہیں ہوگی۔

وَلَا هُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ یعنی وہ اُن ہیئاتِ مُظلمہ کے لازم آنے کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتے۔

تصوّرِ توحید

وَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ یعنی اَے مؤحدین تُمہارا وہ معبود جو تمہاری عِبادت کے ساتھ مخصوص ہے بالذّات معبودِ واحد واحدِ مُطلق ہے جس کے سوا وجود میں کوئی چیز موجود نہیں اور نہ ہی اُس کے سوا کوئی موجود ہے تو اُس کی عبادت کرو اور تُمہارا اُس کے ساتھ شرک کیسے ممکن ہے جبکہ اُس کے علاوہ عدم بحث ہے تو شرک سے مُراد اللہ تعالیٰ سے جہل اور ناواقفی ہے۔

الرَّحۡمٰنُ ہر موجود کے لئے رحمت کو شامل ہے۔ جبکہ الرّحیم وہ ہے جس کی رحمت مومنین مؤحدین کو ہدایت دینے کے ساتھ مُختص ہو تو یہ وہ پہلی آیت ہے جو رُتبہ کے مطابق توحید کے بارے میں نازل ہوئی یعنی توحید کا مقدّم ہونا حق تعالیٰ کی جہت سے ہے نہ کہ ہماری جہت سے کیونکہ ہماری طرف سے پہلی توحید، توحیدِ افعال ہے اور یہ وہ توحید ہے جو بالذّات ہے، تا کہ اِس کے ساتھ اِس پر اِستدلال ہو تو فرمایا!

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الیٰ آخرہ، یعنی اَرواح وقلوب اور عقول کے آسمانوں اور نفوس کی زمین میں ایجاد فرمانے والا۔

بدن کا سفینہ جسم کے دریا میں

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ سے مُراد یہ ہے کہ دونوں کے درمیان میں روشنی اور اندھیرے کا ہونا اور فلک یعنی سفینے سے مُراد بدن ہے جو کہ جسمِ مُطلق کے بحر میں چلتا ہے جس کے ساتھ لوگ اپنے کسبِ کمالات میں فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ سے مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم کے پانی سے رُوح کو اُتارا جس کے ساتھ نفس کی زمین اپنی جہل اور ناواقفی کی موت کے بعد جی اُٹھی۔

وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ یعنی قلب کی زندگی سے حیوانی قوّتوں کو زندگی مل گئی۔

وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ سے مُراد افعالِ حقّانیہ کا زیادہ ہونا اور سَحاب یعنی بادل سے مرادصفاتِ ربّانیہ کی تجلّی ہے جس نے آسمانِ رُوح اور زمینِ نفس کے درمیان پانیوں کو مسخّر کر دیا۔ لآیات سے مُراد دلائل کے لئے۔

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ سے مُراد ہے نُورِ شریعت کے ساتھ شوب اور وہم سے پاک منوّر عقل کے ساتھ شعور کرنے والے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۶۵)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾

ترجمہ! اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنا لیتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبّت نہیں اور کیسی ہو اگر دیکھیں ظالم وہ وقت جب کہ عذاب ان کی

آنکھوں کے سامنے آئے گا اس لئے کہ سارا زور خدا کو ہے اور اس لئے کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

مال و اولاد کی پُوجا کرنے والے

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡدَادًا يُّحِبُّوۡنَهُمۡ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کے ساتھ اپنی جنس سے مانُوس ہیں جیسا کہ اَزواج و اولاد اور آباؤ اَجداد اور اِخوان و اَحباب اور رؤساء و بادشاہ وغیرہ ہیں، رہا غیر مانوس چیزوں کی عبادت کرنا؟ تو یہ جیسا کہ حیوانات و جمادات اور اُن کے وہ تمام اَموال جن کے اِستقبال و قبول اور اُن کی طرف توجّہ اور اُن کی مراعات اور نگہداشت اور حفاظت کرتے ہیں اور اُن کا اور اُن کی حالت کا اِہتمام کرتے ہیں اور اُن کے بارے میں تفکر و تردّد کرتے ہیں۔

يُّحِبُّوۡنَهُمۡ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ یعنی اِن چیزوں کے ساتھ ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ کے ساتھ تو یہ چیزیں جب اُن کے نزدیک محبت میں اللہ تعالیٰ کے برابر ہیں تو اُن کی طرف نسبت کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ کے انداد یا شُرکاء ہونگے یا پھر یہی اُن کے محبوب و معبود ہوں گے نہ کہ دُوسرا تو یہ اُن کے مَعبود ہیں جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ خلقت کا معبود ہے پس اُنہوں نے اپنے نفسوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہ شریک بنائے ہیں نہ کہ اُس کے لئے تمام مخلوق اِلٰہ العٰلمین ہے۔

خُدا تعالیٰ سے خالص محبّت

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا اور وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو بھی ہے اُس سے زیادہ محبّت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتے ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سِوا کسی سے محبّت کرتے ہی نہیں اِس لئے اُن کی اللہ تعالیٰ سے محبّت اُس کے علاوہ کی محبّت کے ساتھ نہ ہی مخلوط ہوتی ہے اور نہ ہی اِس محبّت میں تغیرّ و تبدّل ہوتا ہے اور وہ دُوسری چیزوں سے محبّت اللہ تعالیٰ کی محبّت کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کے لئے اِس اعتبار سے کرتے

ہیں۔ کہ ان میں اِلٰہیت کی جہت کو پاتے ہیں جیسا کہ بعض نے کہا ہے۔

"الحق حبیبنا والخلق حبیبنا واذا اختلفا فالحق احب الینا"

حق تعالیٰ ہمارا حبیب اور دوست ہے اور خلق ہماری حبیب اور دوست ہے اور جب دونوں کا اِختلاف ہوگا تو ہمیں حق زیادہ محبوب ہے۔"

یا یہ کہ وہ اپنے معبودوں کی محبت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ محبّت کرتے ہیں کیونکہ کافر اپنے نفسوں کی چیزوں کے ساتھ اپنے نفسوں کے لئے محبّت کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ اُن کے نفسوں کے نُقصان و مُضرت اور خُوف ہلاکت کے وقت اُن کے نفسوں کے اِعراضِ نفوس کے تغیّر کے ساتھ اُن کی محبت تبدیل ہو جائے اور مومنین اپنے اَرواح وقلوب کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے محبّت کرتے ہیں بلکہ اللہ کے ساتھ اللہ کے لئے محبّت کرتے ہیں اِس لئے اُن کی محبّت تبدیل نہیں ہوتی کیونکہ اُن کی محبّت غرض کے لئے نہیں اور ان کے اَرواح وانفس لوجہ اللہ اور رضاءِ ربانی کے لئے مخصوص ہیں اور اُس کی مراد کے لئے وہ اپنی تمام مُرادوں کو ترک کردیتے ہیں اور اَفعالِ الٰہی سے محبّت کرتے ہیں خواہ اُن کی خواہشات کے خلاف ہو جیسا کہ اُن میں سے کسی نے کہا!

ارید وصالہ و یرید ھجری
فا ترك ما ارید لما یرید

یعنی میں اُس کا وصال چاہتا ہوں اور وہ میرے فراق کا خُواہاں ہے تو میں نے اُس کے ارادہ کے تحت اپنے ارادے کو ترک کردیا ہے۔"

اگر عذاب کو دیکھ لیتے

وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا ۙ یعنی مُشرکین اپنے معبودوں کے ساتھ اِحتجاب کے عذاب کو دیکھنے کے وقت میں اگر اَنداد کی محبّت کے ساتھ دیکھ لیتے تو اُنہیں معلوم ہو جاتا کہ تمام قُوّت وقُدرت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اِس میں اُن کے

قریب ہونے سے ہے اور اِس عذاب سے مُراد اُن کی محبّت سے حاصل ہونے والی آگ کی زنجیروں کے ساتھ محرومی کی آگ میں جانا ہے تا کہ جو اِس وصف کے تحت داخل نہ ہو اور اِس معنیٰ کے لئے ''لَوْ'' بمعنی اگر کا جواب حذف ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۶۶ تا ۱۶۸)

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾
وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ
اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا
فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۶۸﴾

ترجمہ! جب بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیروؤں سے اور دیکھیں گے عذاب اور کٹ جائیں گی ان کی سب ڈوریں۔ اور کہیں گے پیرو کاش ہمیں لوٹ کر جانا ہوتا (دنیا میں) تو ہم ان سے توڑ دیتے جیسے انہوں نے ہم سے توڑ دی یوں ہی اللہ انہیں دکھائے گا ان کے کام ان پر حسرتیں ہو کر اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں۔ اے لوگوں کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اُب پچھتائے کیا ہوت

اِذْ تَبَرَّاَ کو اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ سے بدل دیا یعنی اُن کے عذاب کو دیکھنے کا وقت جب پیروی کرنے والوں سے مَتبوعین کا اظہارِ برّیت و بیزاری ہو گا باوجودیکہ دونوں میں سے ہر ایک ایک دُوسرے سے اُس محبّت کا مقتضی ہو گا جو ان کے درمیان تھی تو ضروری ہے کہ ہر دو کو ایک دُوسرے کے ساتھ مُعذّب کیا جائے اور اُس کی ذات اور اُس کے کمال کے ساتھ اُس کا احتجاب اور قید ہے اور فوائد و تمتعات کے مُوجب اُن اسباب وصل کا انقطاع ہے جو دنیا میں قرابت

ورحم اور اُلفتِ دنیا میں اُن کے درمیان تھی تو یہ اُس تمام عہد و پیمان اور تمام مواصلاتِ دُنیویہ کا کٹ جانا ہے جو نفع اور لذّت کی ہوس وحرص کی وجہ سے تھے۔ تو یہ تمام تعلقات اپنے لوازمات ومُوجبات کے اِنقطاع کے ساتھ مُنقطع ہوجائیں گے۔ سوائے مواصلاتِ خیر اور مناسبتِ رُوحانی پر مبنی محباتِ الٰہیہ اور تعارفِ اَزلیؔ کے تو یہ رُوح کے ہمیشہ باقی رہنے کے ساتھ باقی رہیں گے اور آخرت میں بدن کا پردہ اُٹھ جانے کے بعد زیادہ ہوجائیں گے اِس لئے کہ ان کا اقتضاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبّت آخرت میں فائدہ دے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ! وجبت محبتي للمتحابين في اور واؤ فی کے معنیٰ میں ہے۔

وَرَاَوُا الْعَذَابَ واؤ حال ہے یعنی اُن کے عذاب کو دیکھنے کے اور اُن کے درمیان ملاپ کٹ جانے کے حال میں اُن سے برّیت کا اظہار کریں گے یعنی اُن کی قُربت و پیروی کا ثمر ظاہر ہونے اور اُن کی خیر اور فائدوں کے فُقدان کے حال میں جیسا کہ سفاحِ کلاب کے حال کی مثال ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً یعنی اُن کے پیروکار کہیں گے کاش ہمیں ایک بار لوٹنا ہوتا تو ہم اُن سے اظہارِ برّیت کرتے۔

كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ط ایسے ہی اللہ تعالیٰ اُن کے کام اُنہیں حسرتوں کی صُورت میں دکھائے گا یعنی ان کی محبّتیں بدل جائیں گی اور جو اس پر اُن کے کاموں سے حسرتوں کی صُورت پر مبنی ہے۔

اَیسے ہی نفسانی قُوتوں سے دوستی رکھنے والی رُوحانی قُوتوں کا حال ہوگا جن کے لئے لذّات کی تحصیل میں نفسانی قوتیں اُن کی مطیع وفرماں بردار ہیں اور اُن کیلئے مسخّر کی گئی ہیں۔

اِعتدال قائم رکھیں

يٰاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ز اے لوگو زمین سے حلال اور

"پاکیزہ چیزیں کھاؤ" تو اِس سے مُراد یہ ہے کہ جہتِ سِفلیہ میں عالمِ نفس سے حلال اور طیّب ہونے کی وجہ پر لذّات وتمتّعات کو پہنچو یعنی اِحتیاج وضرورت کے مطابق اِستصوابِ عقل اور شریعت کی اجازت سے عدل وانصاف کے قانون پر قائم رہتے ہوئے لذّات حاصل کرو اور اِسے پاکیزہ کرنے میں حدِّ اعتدال سے آگے قدم نہ رکھیں کہ حدُودِ اسراف کو فائدہ پہنچ جائے کیونکہ یہ شیطان کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا اِس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے!

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ط

"یعنی اُسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں"

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۷)

کیونکہ شیطان تُمہارا دشمن ہے اور اس کی دُشمنی ظاہر ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تُمہیں ہلاک و برباد کردے اور اسرافاتِ مَذمُومہ کے اِرتکاب سے تُمہیں تُمہارے رب کی طرف مبغوض کردے کیونکہ رب تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اور جاننا چاہیے کہ عالمِ نفس میں یہی دُشمنی عالمِ قلب میں اُلفت کا ظِلّ ہے اور عالمِ بدن میں اس کے ظِلّ کا اعتدال ہے اور عالمِ رُوح میں اُلفت کا ظِلّ محبت ہے اور یہی ظِلّ وحدتِ حقیقیہ ہے پس اعتدالِ وحدت کا چوتھا ظلِ ہے اور شیطان ظِلّ حق سے بھاگنا چاہتا ہے مگر اس میں طاقت نہیں تو ہمیشہ وہ ان ظلال کی جولانگاہ میں اُسرافات کی جوانب چلتا ہے اور جب عاجز آجاتا ہے تو تفریطات کی جوانب چلنے لگتا ہے جیسا کہ محبّت اور اُلفت ہے۔

فرمانِ علی المُرتضیٰ علیہ السلام

اسی لئے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے!

لاتری الجاھل الا مفرطاً او مفرّطاً فان الجاھل سخرۃ الشیطان

تو جاہل کو نہیں دیکھے گا مگر یا تو وہ افراط کرے گا یا تفریط اور یقیناً جاہل شیطان کی مسخری ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۶۹ تا ۱۷۲)

اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

ترجمہ! وہ تو تمہیں یہی حکم دے گا بدی اور بے حیائی کا اور یہ کہ اللہ پر وہ بات جوڑو جس کی تمہیں خبر نہیں۔ اور جب ان سے کہا جائے اللہ کے اتارے پر چلو تو کہیں بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ ہدایت۔ اور کافروں کی کہاوت اس کی سی ہے جو پکارے ایسے کو کہ خالی چیخ و پکار کے سوا کچھ نہ سنے بہرے گونگے اندھے تو انہیں سمجھ نہیں۔ اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

اعتدال قائم نہ کرنے والے

اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وہ یعنی شیطان تو تمہیں بُرائی کا حکم دے گا یعنی نُقصان اور اذیت پہنچانے ہی کی کوشش کرے گا جو کہ قوّتِ غضبیہ میں اُفراط اور زیادتی کی صُورت میں ہوگا اور فحشاء سے مُراد برائیاں ہیں جو کہ قوّتِ شہوانیہ کا اُفراط اور زیادہ ہونا ہے۔

وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ بات نہ کہو جسے تم جانتے نہیں اور یہ عقل کے ساتھ وہم کی آمیزش کی وجہ سے قوّتِ نُطقیہ میں اُفراط و زیادتی

ہے اور اِس پر شیطان اُس کا تمسخر اُڑاتا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ط
اور جب اُنہیں کہیں اللہ تعالیٰ کے اُتارے ہوئے کی پیروی کرو یعنی ہر چیز میں اِعتدال و عدالت کو قائم رکھو اِس لئے کہ شریعت میں تمہیں اِس کے ساتھ مامور کیا گیا ہے تو کہتے ہیں ہم دورِ جاہلیّت کے اُسرافاتِ مذمومہ میں اپنے آباؤاجداد کی تقلید کریں گے۔

أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا اور اگرچہ اُن کے آباؤاجداد دین اور علم سے کسی چیز کا شعور نہیں رکھتے تھے تو کیا اُن کی پیروی کریں گے۔

وَلَا يَهْتَدُونَ اور وہ اپنی جہالت کی وجہ سے عمل میں راہِ صواب پر نہیں ہیں۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا یعنی مردود کافروں کے دائمی کُفر کی مثال جانوروں کو پُکارنے والے کی طرح ہے کہ وہ نہ تو سوائے آواز کے کچھ سُنتے ہیں اور نہ اُس کے معنیٰ کو سمجھتے ہیں تو ایسے ہی اُن کا حال ہے۔

شُکر کا معنیٰ ہے اپنے حقّ سے تجاوز نہ کرو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ

اُے ایمان والو اگر تم مُوحد ہو تو عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص کرو اور سوائے ہمارے پاکیزہ رزق کے کچھ نہ کھاؤ یعنی مرزوقات کے استعمال میں عدل وانصاف کی حد میں رہو۔

(سورۃ بقرہ آیت ۱۷۲)

وَاشْكُرُوا لِلَّهِ یعنی رزق کا استعمال کرنے میں اِس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر کرو کہ وہی چیز استعمال کرو جس کے استعمال کرنے کا تُمہیں حق پہنچتا ہے اور اُسی قدر استعمال کرو جو تُمہارا حق ہے کیونکہ توحید ہر چیز میں اِعتدال وعدالت کی رعایت کا اِقتضاء کرتی ہے۔ اور اقتضاءِ ذات

اُس کا ظِل اور اُس کا لازم ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ سے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا میں اور جن وانسان عظیم خبروں میں ہیں میں نے تجھے پیدا کیا اور تو دوسرے کی عبادت کرتا ہے میں تجھے رزق دیتا ہوں اور تو میرے غیر کا شکر ادا کرتا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۷۳ تا ۱۷۷)

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ‌ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَيۡهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡتُمُوۡنَ مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وَيَشۡتَرُوۡنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاۡكُلُوۡنَ فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيۡهِمۡ ۖۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالۡهُدٰى وَالۡعَذَابَ بِالۡمَغۡفِرَةِ ‌ۚ فَمَآ اَصۡبَرَهُمۡ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ‌ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِى الۡكِتٰبِ لَفِىۡ شِقَاقٍۢ بَعِيۡدٍ ﴿۱۷۶﴾ لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰـكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ‌ۚ وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِۙ وَالسَّآئِلِيۡنَ وَفِى الرِّقَابِ‌ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّکٰوةَ ‌ۚ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا ‌ۚ وَالصّٰبِرِيۡنَ فِى الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيۡنَ الۡبَاۡسِ‌ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا ‌ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

ترجمہ ! اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ وہ جو چھپاتے ہیں اللہ کی اتاری کتاب اور اس کے بدلے ذلیل قیمت لے لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور اللہ

قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا اور نہ انہیں ستھرا کرے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی اور بخشش کے بدلے عذاب تو کس درجہ انہیں آگ کی سہار ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ نے کتاب حق کے ساتھ اتاری اور بے شک جو لوگ کتاب میں اختلاف ڈالنے لگے وہ ضرور پرلے سرے کے جھگڑالو ہیں۔ کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصلی نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبّت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھوڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

مُردار کیوں حرام ہے

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ بیشک تُم پر مُردار کو حرام کیا اس لئے کہ اس میں خُون جم جاتا ہے اور اِنحرافِ مزاج کے ساتھ اِعتدال سے دُور ہو جاتا ہے۔

وَالدَّمَ اور خُون کو حرام کیا، اِس لئے کہ وہ نجس فضلات سے ملنے کی وجہ سے زندگی، عدالت، اور نورانیت کو قبول کرنے سے دُور ہو جاتا ہے اور یہ دُوری اُس کی عدم صلاحیت ہے اِس لئے کہ پکے ہُوئے مادے اور خلط میں کمی واقعہ ہو جاتی ہے۔

وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ اور سوّر کے گوشت کو حرام کیا اس لئے کہ سُوّر میں درندگی اور شر کا غلبہ ہے اور وہ اپنی طبع پر گندگی اور غلاظت سے لتھڑا رہتا ہے تو اُس کے کھانے والا ایسی ہی گندگی کو جنم دے گا۔

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا معنیٰ و مفہوم

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ اور ایسے جانور کا گوشت حرام کیا جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کی آواز بلند کی جائے یعنی اُس کے ذبح کا قصد اور اِرادہ نہ ہو اور اُس کا کھانا شرک ہے

کیونکہ وہ شرک سے سفیرِ توحید کے منافی ہے اور اِس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اُس کا کھانا اِس کے ساتھ کلام پر طاقت نہیں دیتا۔"

اور غیر اللہ کی آواز بلند کرنے سے مُراد یہ ہے کہ ہر وہ کھانے والا جو توحید پر نہیں اُس کا کھانا حرام ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ یعنی جو جماعت سے مُضطر ہو، غیر باغ ولا عادت استثناء کے ساتھ دُوسرے مضطر پر اور "عاد" سے مُراد ہے جس میں زندگی کی رمق مَسدود ہو رہی ہو تو اُس پر گناہ نہیں۔

آگ کھانا

مَا یَأْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ یعنی، ملاء بطونھم۔ مگر حرمان و محرومی کی آگ کو جلانا اور طبیعت کی آگ مشتعل کرنے کا سبب نُورِ حق سے حاجب اور بُرائی کے اندھیروں کی ہیئت کے ساتھ عذاب دی گئی اِس آگ والا ہیولہ جسمانی جحیم میں ہے۔

وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْہِمْ اور اللہ اُن سے نہ بات کرے گا اور نہ اُن کی طرف دیکھے گا تو یہ اُن پر شدّتِ غضب اور اللہ تعالیٰ سے اُن کی دُوری سے عبارت ہے۔

موحدین کے لئے بقاء ابدی ہے

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ یعنی یہ نیکی نہیں کہ تم اپنے مُنہ عالمِ اَرواح کے مشرق یا عالمِ اَجساد کے مغرب کی طرف کرلو کیونکہ یہ کسی ایک سمت کی قید لگانا اور پردہ ہے۔

وَلٰکِنَّ الْبِرَّ بلکہ نیکی مَوحدین کی نیکی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور مقامِ جمع میں آخرت پر ایمان لائے اِس لئے کہ مقامِ جمع میں توحید بقاءِ ابدی کو لازم کرتی ہے جو کہ معادِ حقیقی ہے اور

موحدین تفاصیلِ کثرت میں جمع کے شاہد ہیں اور جمع کے ساتھ اُس تفصیل سے حجاب میں نہیں ہوتے جس کا باطن عالمِ ملائکہ اور ظاہر عالمِ اَنبیاء ہے۔

اہلِ اِستقامت کون ہے ؟

وہ کتاب جو کہ ظاہر کے دُرمیان احکام و مُعارف اور اِفادۂ علم اِستقامت کے ساتھ جمع ہے پھر اعمالِ مذکورہ کے ساتھ تمام توحید جمع و تفصیل کے بعد اِستقامت اِختیار کرتے ہیں کیونکہ اِستقامت تمام قُوتوں کے امرِ الٰہی کے ساتھ اپنی حدُود پر ٹھہر جانے سے عبارت ہے تاکہ صاحبِ اِستقامت تحقّق باللہ کے وقت رُوح کی روشنی کے ساتھ منوّر ہو جائے، تو یہ ظلّ حق میں اُس کی محبّت پر کلیّت کے ساتھ وحدت کی لڑی میں پرویا جانا ہے یعنی اُس کی طرف اِحتیاج و ضرورت اُس کے ساتھ حریص ہونے کے حال میں جیسا کہ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ! کہ وہ دیتا ہے اور تُو دُرست ہے تو دُرستگی عَیش میں تاَمّل اور فقر سے ڈرنا ہے اور مُہلت نہیں یہاں تک کہ جب مَوت حلقوم تک پہنچ جاتی ہے تو اُس وقت تو فُلاں کے لئے ایسے اور فلاں کے لئے اَیسے کہتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا !

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں

(سورہ الحشر آیت ۹)

اُن کے نفوس پر نشانی ہے مُراد یہ کہ یا تو ان کی خصوصیّت ہے یا اللہ تعالیٰ کی محبّت پر نشانی ہے تاکہ اُس کا دِل اِس سے مشغول ہو اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے مال دینے سے یا اُس کے مال دینے کی محبّت پر خُوش ہوتا ہے یعنی راہِ خُدا میں خُوشدلی سے مال دینے پر کیونکہ کریم جب عطا کرتا ہے تو اُسے عطا کرنے پر فرحت اور قلبی مسرّت حاصل ہوتی ہے۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ

وَالسَّآئِلِیۡنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ یعنی اپنا پسندیدہ مال اللہ تعالیٰ کی محبت پر اپنے اَقربا اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور سوالیوں کو دے اور آزادی دلائے اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے۔

تو یہ سب عِفّت کے باب سے ہے جو کہ کمال قُوتِ شہوانیہ ہے اور اِس میں مال کو راہِ خُدا پر خرچ کرنے کے ساتھ اُس کی حد پر ٹھہرنا ہے۔

وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا ۚ اور جب وعدہ کرتے ہیں تو اُسے پُورا کرتے ہیں یہ اَمرِ حکمت کو مُستلزم عدالت کے باب سے ہے جو کہ کمال قُوتِ نُطقیہ ہے کیونکہ وعدہ کو پورا کرنے والا عُذر و خیانت اور وعدہ پُورا نہ کرنے والے کی پیروی نہیں کرتا اور اِن دونوں کے مقابل فضلیت فائدہ دیتی ہے۔

وَالصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ اور سختیوں اور جنگ میں صبر کرنے والے تو اِس سے مُراد شدّتِ فقر اور بیماری و زمانت اور جنگ کی حالت میں صبر کرنے والے ہیں چونکہ جنگ کرنا شجاعت کے باب سے ہے اور یہ کمال قُوتِ غضبیہ ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ یعنی اُنہوں نے اپنی بات سچ کردی اور یہ لوگ پرہیزگار ہیں اِس سے مُراد ہے کہ اِن تمام فضائل سے موصُوف ہونے والے حضرات مقامِ اِستقامت میں ثابت ہیں اور اُنہوں نے اپنے اَفعال کے ساتھ مواطنِ تجرید میں اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی اور یہ تمام نیکی اور برّ ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو غیر اللہ کی محبت یہاں تک کہ اپنی ذات کے ساتھ محبّت کرنے سے بچتے ہیں اور نشاۃ و طبیعت کے پردوں سے مجرّد اور اکیلے ہیں۔

اصل مال عِلم ہے

مال کی علم کے ساتھ تاویل کرنا بھی مُمکن ہے جو کہ دل کا مال ہے کیونکہ عِلم کے ساتھ دل

قوت اور اِستغناء حاصل کرتا ہے یعنی باوجود اِس کے کہ علم تیرا محبوب ہے اِسے قریبیوں یعنی رُوحانی قوتوں کو عطا کر اِس لئے کہ وہ اِس سے قریب ہیں اور نفسانی قُوتوں کے یتیموں کو عطا کر اِس لئے کہ اُن سے رُوح کا نُور جو کہ حقیقی باپ ہے منقطع ہو چکا ہے اور طبعی قُوتوں کے مسکینوں کو دے کہ وہ ثوابِ بدن کے لئے دائمی طور پر ساکن ہیں اور اُس کا علم علمِ اخلاق اور سیاستِ فاضلہ ہے۔

پھر جب علم سے معارف واخلاق، آداب ومعائش اور اجمال وتفصیل کے علم میں قدم رکھے اور اپنی ذات سے فارغ ہو جائے تو اِس علم سے مسافروں یعنی علم کی طلب رکھنے والے سالکین اور سوالیوں کو مستفیض کرے۔"

اور وعظ وخطابت کے ساتھ دُنیا اور شہوات کے قیدیوں کی گردنیں اِس قید سے آزاد کرائے اور صلوٰۃِ حضور کو قائم کرے یعنی دائمی مشاہدہ کی نماز قائم کرے اور غیر کی طرف نظر کرنے سے اور صفات کو مٹانے اور اِلتفاتِ خواطر کی نفی کے ساتھ اپنے نفس کو پاک کرے۔

یہ لوگ ملازمتِ توحید اور اپنی ذات کو فناء کرنے کے ساتھ ازل کے وعدہ کو پورا کرتے ہیں اور فقر ومحتاجی کی سختیوں میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف صابر ہیں اور نفس کو توڑنے اور خواہش کا قلع قمع کرنے کی سختی میں صبر کرتے ہیں اور شیطان کے ساتھ جنگ میں تکلیف اور مصیبت کے وقت صبر کرتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط فی الوفاء بعهده۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے عزیمت سلوک اور مضبوطی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ازل کے کئے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھایا۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۸۴)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ط اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ط فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ

بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا
حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ
حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ
فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا
فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

ترجمہ! اے ایمان والوں تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی تو بھلائی سے تقاضا ہو اور اچھی طرح ادا یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے اور تم پر رحمت تو اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقلمندو کہ تم کہیں بچو۔ تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کے لئے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیز گاروں پر۔ تو جو وصیت کو سن سنا کر بدل دے اس کا گناہ انہیں بدلنے والوں پر ہے بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔ پھر جسے اندیشہ ہوا کہ وصیت کرنے والے نے کچھ بے انصافی یا گناہ کیا تو اس نے ان میں صلح کرا دی اس پر کچھ گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔ گنتی کے دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو۔

فناء فی اللہ ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ قصاص دیتا ہے

اَلْقِصَاصُ قصاص قوانینِ عدالت سے ایک قانون اور قوّتِ درندگی کی سرکشی کے اِزالہ کا فرض ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے عدل کے ظلال سے ایک ظلّ ہے کیونکہ جب وہ اپنے بندے کو خود میں فناء کرنے کے لئے اپنے بندے میں تصرّف فرماتا ہے تو آزاد سے اُس کی رُوح لینے کا عِوض اُس سے بہتر رُوحِ موہُوم اور غُلام سے اُس کا قلب لینے کے عوض میں قلبِ موہُوب اور مؤنّث سے اُس کی ذات عوض اُسے مَوہوب کاملِ ذات عطا فرماتا ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ اِس سے مُراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اِس مذکورہ قِصاص دینے میں تُمہارے لئے عظیم زندگی ہے وہ عظیم زندگی جس کی کُنہ کی تعریف بیان نہیں ہوسکتی۔

يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ سے مُراد ہے اَوہام کے چھلکے اور عینیات واجرام کے پردوں سے پاک عقلوں والے تو اِس قصاص میں ایسے ہی ہے تا کہ اِس کو چھوڑنے سے بچو اور اِس پر محافظت کرو یعنی خود کو ذاتِ الٰہی میں فناء کرنے میں ہمیشہ مشغول رہو۔

اَلْوَصِيَّةُ سے مُراد یہ ہے کہ قوتِ ملکیہ کی کمی کے اِزالہ کے فرض میں اِس پر دوسرے قانون یعنی قُوّتِ نُطقیہ کی حفاظت کرے اور جس سے اموال میں تصرّف کرنے سے اقتضاءِ حِکمت ہو کمی کرے اور نُورِ حق اور حُکمِ شرع کے ساتھ دُوسری دو قُوّتوں پر تسلّط قائم رکھے اور اِس وصیّت کو تبدیل کرنے والی سرکشی کو بھی روکے جو کہ جُرمِ خیانت کی نوع سے ہے اور بابِ حکمت میں تحقیق وتدقیق پر وہ تحریص ہو جو اقتضاءِ حکمت پر وصیّت کئے جانے والوں کے لئے وصیّت کرنے والے کے درمیان اِصلاح کے ساتھ اُس کا کمال ہے جبکہ وصیت کرنے والے سے توقع اور علم سہواً اور عمداً نقصان دہ ہے۔

اہلِ حقیقت کا قصاص اور روزہ

اَلصِّيَامُ یہ دُوسرا فرض ہے جس سے قوتِ حیوانیہ کی سرکشی اور اُس کے تسلّط کا اِزالہ

ھوتا ہے جاننا چاہیے کہ اہلِ حقیقت کا قصاص وہ ہے جس کا ذکر ہوا اور اُن کی وصیّت یہ ہے کہ ہر ماسوٰی اللہ کو ترک کر کے عہدِ ازل کی محافظت کریں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا!

وَوَصّٰی بِھَآ اِبْرٰھٖمُ بَنِیْہِ وَیَعْقُوْبُ ط

اور حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو اس کی وصیت فرمائی۔

(سورۃ البقرہ آیت ۱۳۲)

اور اہلِ حقیقت کا صیام یہ ہے کہ ہر اُس قول وفعل اور حرکت وسکون سے رُک جائیں جو حق کے لئے حق کے ساتھ نہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۸۵ تا ۱۸۷)

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ ط وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط یُرِیْدُ اللہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ز وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ ط ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ ط عَلِمَ اللہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَعَفَا عَنْکُمْ ج فَالْئٰنَ بَاشِرُوْھُنَّ وَابْتَغُوْا مَا کَتَبَ اللہُ لَکُمْ ص وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ ج وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ لا فِی الْمَسٰجِدِ ط تِلْکَ حُدُوْدُ اللہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللہُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمہ ! رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور کہیں تم حق گزار ہو۔ اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔ روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال ہوا وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو اور کھاؤ اور پیؤ یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے (پو پھٹ کر) پھر رات آنے تک روزے پورے کرو اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جاؤ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے

اہلِ حقیقت کا ماہِ رمضان اور روزے کیا ہیں؟

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ اس سے مُراد یہ ہے کہ جس وقت عقلِ قُرآنی سے موسُوم جامع اِجمالی عِلم مقامِ جمع کی طرف پہنچاتا ہے اُس وقت میں نُورِ حق کے ساتھ نفس کا جل جانا۔

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى یعنی اعتبارِ جمع کے ساتھ اور جمع و تفریق سے مُتصّل دلائل کے ساتھ لوگوں کی وَحدت کی طرف رہنمائی کرتا ہے یعنی عِلمِ تفصیلی جو کہ عقلِ فُرقانی سے موسُوم ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط یعنی تم میں سے جو اِس وقت حاضر ہے یعنی شہودِ ذات کے مقام تک پہنچا ہے اپنے ہر اُس قول و فعل اور حرکت سے رُک جائے جس

میں حق نہیں۔

وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا یعنی جس کا دِل اِس شہود سے مانع نفسانی پردہ کے اَمراض میں مُبتلا رہے اُس پر یہ روزہ فرض نہیں۔

اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یعنی جو سلوک میں دُور ہے اور شہودِ ذاتی تک نہیں پہنچا تو اُس پر دوسرے مراتب ہیں جنہیں قطع کر کے اِس مقام تک پہنچنا ہے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ یعنی اللہ تعالیٰ مقام توحید کی طرف وصول کے ساتھ اور اپنی قُدرت کے اِقتدار کے ساتھ تُمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور کمزور و عاجز نفس کے افعال کی تکلیف کے ساتھ تُمہارے لئے دُشواری نہیں چاہتا۔

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ یعنی ان مراتب و اَحوال و مقامات موصلہ کے پُورا ہونے تک اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرو اور مقام جمع کی طرف اپنی رہنمائی پر اس کی عظمت و کبریائی کی معرفت حاصل کرو ہوسکتا ہے اِس کے ساتھ تُمہارے اَمر میں استقامت آجائے۔

جب میرا بندہ مجُھ سے سوال کرتا ہے

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ یعنی جب میرے سالِک اور طالِب بندے میری معرفت سے میری طرف متوجّہ ہوتے ہیں تو میں اُن کے قریب یعنی ظاہر ہُوں اور جو مجُھے زبانِ حال کے ساتھ اور میری عطا کردہ اُس اِستعداد کے ساتھ جو اُن کے حال اور اِستعداد کا اِقتضاء کرتی ہے اور زُہد و عبادت کے ساتھ مصفّا اِستعداد کے ساتھ مجُھے پکارتے ہیں میں انہیں اپنی ذات کی طرف بُلا لیتا ہُوں تو وہ میری طرف سلوک کی کیفیّت کو جان لیتے ہیں اور تصفیہ کے وقت وہ میرا مشاہدہ کرتے ہیں اور میں اُن کے قلوب کے آئینے میں اُن پر اپنی تجلّی ڈال دیتا ہوں تاکہ

استقامت کے ساتھ راہنمائی حاصل کریں یعنی اُنہیں استقامت واصلاح ہوجائے۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ؕ سے مُراد یہ ہے کہ تُمہارے حضوری کے زمانہ میں غفلت کے وقت اِس اِمساکِ مذکورہ کا خلل انداز ہونا مباح ہے اور جائز ہے کہ تُمہارے نفوس اپنے حظوظ کے ساتھ مقارنت کی طرف نزول کریں اِس لئے کہ تُمہارے لئے اِس سے صبر نہیں ہوسکتا کیونکہ تعلّقِ ضروری کے ساتھ اُن کے ہونے سے تُمہارا تلابس و لباس ہے اور تُمہارے ہونے سے اُن کا لباس ہے۔

اہلِ حقیقت کی خیانت کیا ہے

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ اور اللہ تبارک وتعالیٰ جانتا ہے کہ تم اُس سلوک و ریاضت اور حضوری کے زمانہ میں حظوظ کی چوری کرنے کے ساتھ خیانت کرتے تھے۔

فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ص یعنی اُس تمکین واستقامت اور بقاء بعد الفناء کے وقت میں جو کہ اوقاتِ غفلت ہیں حقوقِ استقامت کے وافر ہونے پر اُن حظوظ کے ساتھ تقویٰ وتمکین سے اور اِس کے ساتھ عبودیت سے اَمرِ الٰہی کو قائم کرنے اور اُس کی طرف لوگوں کو دعوت دینے سے جو کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تُمہارے لئے لکھا ہے اُس تک پہنچو۔

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص یعنی اپنے ساتھی کے ساتھ رہو یہاں تک کہ تم پر وادیٔ حضور اور اُس کی روشنیاں ظاہر ہوجائیں اور غفلت کی سیاہی اور اُس کی تاریکی پر مقامِ حضوری کے آثار وانوار غالب آجائیں۔

پھر مَعَ الحقّ حضور کے ساتھ امساک مذکور پر ہو جاؤ یہاں تک کہ غفلت کا زمانہ آ جائے اور اگر یہ نہ ہو وہ اپنی معاشی مصلحتوں اور مُہمّات کے ساتھ کیسے قائم ہو سکتا ہے اور اپنے قلوب کی مساجد میں حاضر و مقیم اور مُعتکف ہونے کے حال میں اِن کے قریب نہ جاؤ مگر اُس کے ظہور کے وقت تُمہارا تشوّش ضروری ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۸۸ تا ۱۸۹)

وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

ترجمہ! اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھا لو جان بوجھ کر۔ تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں تم فرما دو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لئے اور یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھیت توڑ کر آؤ ہاں بھلائی تو پرہیزگاری ہے اور گھروں میں دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

ناحق لوگوں کے معارف نہ استعمال کرو

وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ یعنی تم آپس میں باطلِ شہواتِ نفس اور اُس کی لذّات کے ساتھ ایک دُوسرے کے معارف و معلومات کو اُن کے مآرب کی تحصیل اور اُن کے مقاصدِ حسّیہ اور خیالیہ کی تحصیل کے ساتھ استعمال نہ کرو۔

وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور بُرائی کے ساتھ نفوسِ اَمارّہ کے حاکموں کی طرف جاتے ہو کہ تم نے ایک فریق

یعنی رُوحانی قوتوں کے اَموال کو کھالیا ہے تا کہ تُم نفسانی قُوّتوں کو اُن کی طرف پھیر دو حالانکہ تُم جانتے ہو کہ کسی چیز کو اُس کے مقام کے علاوہ مقام میں رکھ دینا گناہ ہے۔

رُوحانی چاند کے اَوقات

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ یعنی آپ سے طوالع قلبیہ کے بارے میں اِن طوالع پر رُوح کے نُور کے درخشاں ہونے کا وقت پُوچھتے ہیں تو فرمادیں کہ یہ اللہ کی راہ میں وجوبِ معاملہ عزیمت سُلوک بیتِ قلب کے طَواف اور مقامِ معرفت میں وقوف کے اَوقات ہیں۔

دل کا دروازہ ہی راہِ حق کی طرف کُھلتا ہے

وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا یعنی تُمہارا قلوب کے گھروں میں اپنے مشاعرِ بدنیہ سے اُخذ کردہ حواس و معلومات کے راستوں سے آنا نیکی نہیں۔

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ بلکہ نیکی یہ ہے کہ تم شواغلِ حواس ہوا جس خیال اور نفس کے وَسوسوں سے بچو اور رُوح اور حق سے مُلحِقہ باطنی دروازوں سے آؤ کیونکہ دل کا دروازہ ہی وہ دروازہ ہے جس سے حق تعالیٰ کی طرف راستہ کُھلتا ہے۔

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اور اللہ تعالیٰ سے اُس اشتغال کے بارے میں ڈرو جس کے ساتھ تم مشغول ہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۴)

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ

الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

ترجمہ ! اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو۔ اور کافروں کو جہاں پاؤ مارو اور انہیں نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور ان کا فساد تو قتل سے بھی سخت ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں اور اگر تم سے لڑیں تو انہیں قتل کرو کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز رہیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پوجا ہو پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۔ ماہ حرام کے بدلے ماہ حرام اور ادب کے بدلے ادب ہے تو جو تم پر زیادتی کرے اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے

امّارہ کی قوّتوں سے جنگ کرو

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ یعنی اللہ کی راہ میں شیطان اور نفسِ اَمّارہ کی قُوتوں سے جنگ کرو اور اِن سے لڑائی میں اِس حد تک نہ بڑھو کہ یہ نفسانی قُوتیں اپنے حقوق قائم رکھنے سے مَر جائیں اور اپنی حدُود پر ٹھہر جائیں یہاں تک کہ تفریط و کمی اور فتور واقع ہو جائے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ بیشک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا کیونکہ وہ ظلِّ محبّت اور وَحدت سے نکل جاتے ہیں جو کہ عدالت اور انصاف ہے۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ یہاں نفسِ امّارہ

کی قُوتوں کو جہاں بھی پاؤ ان کی زندگی کو زائل کر دو اور انہیں اُن خواہشات کو ختم کرنے کے ساتھ اپنے اَفعال سے روکو جو اُن کی رُوح ہیں، اور اُن پر غلبہ حاصل کر کے انہیں مکّہ ٔ صدر سے نکال دیں جیسا کہ اُنہوں نے تمہیں بُقعۂ نفس کی طرف اُتار کر مکہ ٔ صدر سے نکالا تھا اور انہیں قلب کے مُستقر سے نکال دیں اور نفسِ امارّہ کی قُوّتوں کا فتنہ یہ ہے کہ چونکہ یہ خواہشات اور اپنی لذات کے اَصنام کی عبادت کرتی ہیں تو یہ خواہشات کے قلع قمع کرنے اور انہیں کُلّی طور پر مار دینے سے زیادہ سخت ہے۔

یا یہ کہ ان نفسانی قُوتوں پر غلبہ حاصل کرنے کے وقت اِس سلسلہ میں تمہاری محنت اور ابتلاء تم پر انہیں مار دینے سے زیادہ شدید ہے کیونکہ یہاں دَرد و اَلم کے زیادہ ہونے کی وجہ سے تمہاری اِستعداد کلی طور پر محو ہو جاتی ہے اور تُمہاری اطاعتیں دُور ہو جاتی ہیں۔

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ اور مسجدِ حرام جو کہ مقامِ قلب ہے کے پاس اُس وقت اِن نفسانی قُوتوں سے جنگ نہ کرو جب یہ حضوریٔ قلب کے وقت تُمہاری توجّہ میں تُمہاری مُوافقت کر رہی ہوں۔ کیونکہ اِس وقت سلوک پر وہ تُمہاری مدد گار ہیں۔ یہاں تک کہ تُمہارے مطالب میں نزاع پیدا کریں اور جنابِ قلب اور دین سے مقامِ نفس اور اپنے اُس دین کی طرف نکالنے کی کوشش کریں جس میں بچھڑے کی عبادت کی جاتی ہے“

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ اور اِن نفسانی قُوتوں سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ اُن کی خواہشات اور اُن کی عِبادت کا فِتنہ ختم ہو جائے اور جنابِ قُدس کی طرف تمام توجّہ اور توجہ اِلی الحقّ میں اُن کی سرِّ کی پیروی کے ساتھ خالص اللہ کا دین ہو اِس میں شیطان اور خواہش کا حِصّہ نہیں۔

فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ پھر اگر وہ باز رہیں تو ان پر زیادتی نہیں بیشک زیادتی کرنے والے اپنی حدود سے بڑھ جاتے ہیں۔

اَلشَّهۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ یعنی اِن نفسانی قوتوں کے تمہیں تمہارے دین اور تمہارے مقصد سے روکنے کے وقت سے، اور یہ بغیر تمہارا اُن کو روکنے کا وقت ہے یہاں تک کہ اپنی حدود پر ٹھہرنے کے ساتھ راضی ہو جائیں۔"

چنانچہ اُن کا شَہرِ حَرام اُن کے اپنے حقوق کے ساتھ قائم ہونے کا وقت ہے اور تمہارا شَہرِ حَرام تمہارے حضور اور مراقبہ کا وقت ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۹۵ تا ۱۹۶)

وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۖ وَاَحۡسِنُوۡا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۹۵﴾ وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنۡ اُحۡصِرۡتُمۡ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ ۚ وَلَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَكُمۡ حَتّٰى يَبۡلُغَ الۡهَدۡىُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا اَوۡ بِهٖۤ اَذًى مِّنۡ رَّاۡسِهٖ فَفِدۡيَةٌ مِّنۡ صِيَامٍ اَوۡ صَدَقَةٍ اَوۡ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنۡتُمۡ ٙ فَمَنۡ تَمَتَّعَ بِالۡعُمۡرَةِ اِلَى الۡحَجِّ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ ۚ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الۡحَجِّ وَسَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ ؕ تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ اَهۡلُهٗ حَاضِرِى الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

ترجمہ ! اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بھلائی والے ہو جاؤ بیشک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔ اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسّر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو بدلے دے روزے یا خیرات یا قربانی پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی ہے جیسی میسّر آئے پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین (۳) روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات (۷) جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس (۱۰) ہوئے یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

علم کا ذخیرہ نہ کرو بلکہ تقسیم کرو

وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ یعنی جو تمہارے پاس علوم اور اُن پر کیا ہوا عمل اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اِن علوم کا دُوسرے وقت کے لئے ذخیرہ نہ کرو یعنی اُن علوم کی ترسیل و تقسیم اور اِن پر عمل دُوسرے وقت پر نہ اُٹھا رکھو ہوسکتا ہے کہ تم اُس وقت کو نہ دیکھ سکو جبکہ تاخیر وتسویف سے زیادہ نُقصان دہ کوئی چیز نہیں۔

وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۖۚ وَاَحۡسِنُوۡا ۚ نفس کی مصلحتوں میں علم پر عمل کرنے اور اِس علم کو خرچ کرنے میں تاخیر کرنے سے اپنے ہاتھوں تفریط اور کمی کرنے کی ہلاکت میں نہ پڑو اور اپنے عمل میں مشاہدہ کرنے والے ہو جاؤ۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ یقیناً اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اپنے اعمال میں اپنے پروردگار کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اِن اعمال میں اللہ تعالیٰ کے لئے مخلص ہیں۔

رُوحانی حج کو پُورا کرو

وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنۡ اُحۡصِرۡتُمۡ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ ۚ یعنی توحیدِ ذات کا حج اور توحیدِ صفات کے عُمرہ کو سلوک الیٰ اللہ اور سلوک فِی اللہ میں تمام مقامات و احوال کے اِتمام کے ساتھ پُورا کرو۔"

فَاِنۡ اُحۡصِرۡتُمۡ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ ۚ پھر اگر کفّارِ نفسِ اَمّارہ تمہیں توحیدِ ذات کا حج اور توحیدِ صفات کا عُمرہ کرنے سے روکیں تو کعبۂ قلب کی قُربت کے ساتھ ہدایتِ نفس اور نفس کو ذبح کرنے میں جہاد کرو یا اِس میدان سے قلب جس مقام کی تمنّا کرے اور جو مُیّسر آنے سے مُراد مختلف نفُوس کی طرف اُن کی استعداد وصفات کے بارے میں اشارہ ہے۔

تو بعض صفاتِ حیوان کے ساتھ کمزور اور بعض صفاتِ حیوان کے ساتھ مضبوط ہیں

یا پھر سب میّسر آنے والوں سے بعض آسانی سے اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے حیوانوں کی صفات کے ساتھ ہیں، اور بعض مُشکل سے فرماں برداری کرنے والے حیوان کی صفات کے ساتھ ہیں، اور بسا اوقات ان بعض کو برباد کردینے کی صفت میّسر نہیں آتی اور اگر میّسر ہے تو اُس کی تمام صفات کو توڑ دیا جاتا ہے اور یہ رو کے جانے والے حاجی کی مثال ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔"

قلندر یہ مذہب کیا ہے ؟

وَلَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَكُمۡ اور سر نہ منڈوانے سے مُراد یہ ہے کہ آثارِ طبیعت کو زائل نہ کرو اور اندیشوں اور غموں سے اور اِن کے تمام تعلّقات اور عادات و عبادات سے طیبِ قلب اور فراغِ خاطر اختیار کرو اور صفاءِ وقت پر اِختصار کرو جیسا کہ یہ قلندری مذہب ہے"

حَتّٰى يَبۡلُغَ یہاں تک کہ نفس کی قُربانی اپنے محل و مقام یعنی اپنے ذبح یا نُحر کرنے کی اُس جگہ پر پہنچ جائے جو اِقتضاء کرتی ہے کہ اُس کے افعال اُس کی زندگی کی خواہشات کے ساتھ حرام کئے گئے ہوں، اُس کے قلب کے ساتھ ہونے کی بناء پر اُس کے ذبح ہونے کے وقت حلّت کی طرف پھریں تو اُس کے بقایا سے امن پاؤ ورنہ اُس کے ظہور کے ساتھ تُمہاری صفائی مکدّر اور تُمہارا وقت پریشان ہوجائے گا، اور دعویٰ کے ساتھ اِس کا نشاط بسطِ قلب کے وقت ہے جیسا کہ آجکل اکثر قلندری فِرقہ والوں کا حال ہے۔

بیماری سے کیا مُراد ہے ؟

فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا پس جو تم سے بیمار ہو یعنی جس کی اِستعداد کمزور ہو اور قلب اپنی جبلّت سے یا عادات سے اِکتساب کئے گئے یا جن سے قلب کے سَر کو تکلیف ہوتی ہے، عوارضاتِ لازم سے بھرا ہُوا ہو، یا ہموم و تعلقات اور رزائل و ہیات کے ساتھ ممنوع مُبتلی ہو

اور جو اُسے پہنچتا ہے اُس پر اُسے سلوک اور مجاہدہ میّسر نہیں اور وہ چاہتا ہے کہ طِیبِ قلب اور صفاءِ وقت پر اختصار کرے تا کہ اپنی فطرت پر قائم رہے اور اپنے درجہ سے نہ گرے اور نہ اُوندھا ہو اگر چہ وہ اپنے اُس درجہ سے ترقی نہ کر سکے۔ تو اُس پر بعض لذّات اور شور وغُل نفسانیہ ترک کر دینے کا فدیہ ہے، یا نیکی یا ریاضت ومجاہدہ سے بعض مزاحم قُوتوں کو توڑے تا کہ اُس کے وقت کی حفاظت ہو اور یا زہد وعبادت اور مخالفتِ نفس کے ساتھ اُس کی صفائی کی نگرانی اور نگہبانی کرے۔"

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۔۔ فَمَنْ تَمَتَّعَ توجب تم دشمن اور روکنے والے سے امان پالو تو تجلّیِ ذات کے حج کی طرف پہنچانے والی تجلیٔ صفات کے ذوق کے ساتھ فائدہ اُٹھانا چاہیے۔

فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ یعنی وہ اپنے حسبِ حال قُربانی بھیجے"

تین اور سات روزے کیا ہیں ؟

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ تو اگر نفس کے کمزور اور بے ہوش ہو جانے اور اس کے غلبہ کی کمزوری کی وجہ سے اپنے حسبِ حال قُربانی نہ پائے تو اُسے قویٰ کے اُن افعال سے رُک جانا ہوگا جو تجلّی و اِستغراق کے وقت وحدت میں جمع اور فناء میں اصل قوتیں ہیں۔ کیونکہ یہ لازمی طور پر نفس اور سینہ کی پستی کی طرف گرانے والی ہیں اور یہ تین قوتیں، عقل، وہم اور تخیّلات ہیں، جن سے رُکنا تین روزے ہیں۔

وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ اور فدیہ کے سات روزے اُس وقت ہیں جب تم واپس لوٹو تو اِس سے مُراد تفصیل اور کثرت کے مقام کی طرف لوٹنا ہے اور یہ پانچ ظاہری حواس چھٹا غضب اور ساتویں شہوت ہیں تا کہ یہ رُکنا اشیاءِ باللہ میں استقامت کے وقت ہو، تو یہ پُورے دس مذکورہ امساکات ہیں جن کے ساتھ اِن قویٰ ومشاعر کے افعال سے رُکنا ہے اور تمام تفاصیلِ کاملہ حصولِ کمال کے وقت موہُوب بالحق اُس کے وجود کے قویٰ

کے افعال کا مُوجب ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به. الیٰ آخر

یعنی میں اُس کے کان بن جاتا ہُوں جس سے وہ سُنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہُوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ (الحدیث)

ذٰلِكَ لِمَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ اَهۡلُهٗ حَاضِرِى الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ ؕ یعنی یہ کامل محبوبوں میں سے وَحدت میں مقامِ قلب کی حاضری ہے کیونکہ محبوب کے لئے اپنے وصول اور اپنے سلوک الی اللہ میں نہ قُربانی کی شرط ہے اور نہ ہی مُجاہدہ اور ریاضت کی بلکہ قُربانی اور ریاضت ومجاہدہ محبّین کے لئے ہے"

(تفسیر آیت نمبر ۱۹۷ تا ۱۹۹)

اَلۡحَجُّ اَشۡهُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ ۚ فَمَنۡ فَرَضَ فِيۡهِنَّ الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوۡقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِى الۡحَجِّ ؕ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يَّعۡلَمۡهُ اللّٰهُ ؔؕ وَتَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَيۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰى ۚ وَاتَّقُوۡنِ يٰٓاُولِى الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ فَاِذَآ اَفَضۡتُمۡ مِّنۡ عَرَفٰتٍ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ عِنۡدَ الۡمَشۡعَرِ الۡحَـرَامِ ۖ وَاذۡكُرُوۡهُ كَمَا هَدٰٮكُمۡ ۚ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيۡنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيۡضُوۡا مِنۡ حَيۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۹۹﴾

ترجمہ! حج کے کئی مہینے ہیں جانے ہوئے تو جو ان میں حج کی نیت کرے تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت تک اور تم جو بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو۔ تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو تو جب عرفات سے پلٹو تو اللہ کی یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی اور بیشک تم اس سے پہلے بہکے ہوئے تھے۔ پھر بات یہ ہے کہ اے قریشیو تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے لوگ پلٹتے ہیں اور اللہ سے معافی مانگو بیشک

اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یعنی حج کا وقت معلوم زمانہ ہے اور یہ بلوغ حلم چالیس سال کی طرف ہے جیسا کہ گائے کی صفت میں فرمایا!

لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ

نہ بوڑھی اور نہ اوسر بلکہ ان دونوں کے بیچ میں۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۶۸)

بہترین زادِراہ کیا ہے؟

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ یعنی وہ نہ بوڑھی ہے نہ ادسر بلکہ ان دونوں کے درمیان ہے تو اس معلوم زمانہ میں عزیمت والتزام کے ساتھ اپنی ذات پر حج کرے یعنی بیتِ قلب کی طرف قصد کرنا تو اس میں قوتِ شہوانیہ کے ظہور سے رفث یعنی فحاشی نہ کرے اور نہ ہی فسوق یعنی اطاعتِ قلب سے قوتِ غضبیہ کے نکلنے کے اسباب پیدا کرے اور نہ ہی حج میں جدال ہے یعنی قوتِ نطقیہ کا شیطنت کے ساتھ تجاوز کرنا۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؔ یعنی اَمرِ شرع اور رذائل سے پاک عقل کے ساتھ ان تینوں قوتوں کے اَفعال کی فضلیت میں سے تُم جو بھلائی کرتے ہو اِس پر اللہ تعالیٰ تُمہارے ثواب کو جانتا ہے۔

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ اور اپنے فضائل میں سے زادِراہ ساتھ لے لو جو کہ اِن رذائل سے بچنے کو لازم کرتے ہیں کیونکہ اِن رذائل سے پرہیز بہترین زادِراہ ہے تو اَے عقل والو اپنے اَعمال اور اپنی نیتوں میں تقویٰ اختیار کرو اور اولوالباب یعنی عقل والوں سے مُراد یہ ہے کہ چونکہ عقل کا ہی جھگڑا ہے تو یہاں شوب و وہم اور مادہ

کے چھلکا سے پاک عقل رکھنے والوں کو مخاطب کیا گیا۔

دُوسروں سے مُستفیض ہونا

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ یعنی تمہارے کثرت کی طرف رجوع کے وقت تم پر کچھ حرج نہیں جس میں تم اپنے نفسوں کے لئے رُفقاء تلاش کرتے ہو اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی اجازت اور اِقتضاءِ شریعت کے مطابق اُن کے حظوظ سے فائدہ اُٹھاتے ہو کیونکہ اُن کا حظ اور حصّہ اس کے مقاصد میں موافقتِ قلب پر انہیں تقویّت دیتا ہے اِس لئے کہ وہ نُورِ حق کے ساتھ انہیں مُنوّر کرنے کے لئے سرکشی نہیں کرتا۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ یعنی جب تُمہارے نفس اُس معرفتِ تامہ کے مقام سے جو کہ مناسکِ حج کی انتہاء اور اصل ہے واپس لوٹیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

الحج عرفة یعنی حج عرفات یا مُعرفت ہے۔

ذِکرِ الٰہی کی اقسام

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ص یعنی سِرِّ رُوحی جسے خفی بھی کہتے ہیں سے جمالِ خداوندی کا مُشاہدہ کرو کیونکہ اِس مقام پر ذکر سے مراد مشاہدہ ہے اور مشعر سے مراد جمالِ محرّم کا وہ محلِّ شعور سے جو اُس کی طرف دُوسرا پہنچاتا ہے۔

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ یعنی اُس کا ذکر مراتب میں کرو کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ذکر کی طرف پہلے زبان کے ساتھ ہدایت دیتا ہے اور وہ ذکرِ نفس ہے پھر قلب کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے اور یہ وہ ذکرِ افعال ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا صُدُور ہوتا ہے پھر ذِکرِ سرّی ہے اور یہ افعال کا معائنہ اور علومِ تجلیّات کا مکاشفہ ہے پھر ذکرِ روح ہے اور یہ نورِ ذات کے ملاحظہ کے ساتھ تجلیّاتِ صفات کے انوار کا مشاہدہ ہے پھر ذکرِ خفی ہے اور یہ ذاکر و مذکور دونوں کی بقاء کے ساتھ

جمالِ ذات کا مشاہدہ ہے پھر ذِکرِ ذات ہے اور یہ بقیہ کے اُٹھ جانے کے ساتھ شہودِ ذاتی ہے۔

اِنتہاء سے ابتداء کی طرف لوٹنا

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيۡنَ یعنی تم عَرفاتِ معرفت کی طرف وصول اور اُس کے ساتھ وقوف سے پہلے اِن اذکار کی راہ سے واقف نہ تھے۔

ثُمَّ اَفِيۡضُوۡا مِنۡ حَيۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ یعنی پھر تُم عبادات و اطاعات اور تمام وظائف شرعیات اور معاملات کی طرف اُس مقام سے پلٹو جہاں سے تمام لوگ استفادہ کرتے ہیں اور اُن میں سے کسی ایک کی طرح ہو جاؤ۔ حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پُوچھا گیا اِنتہاء کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ! اِبتداء کی طرف لوٹنا۔

وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ نَفس کے ظہور و تبرم سے اور اُس کی سرکشی بے حال کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

انه ليغان على قلبى وانى لاستغفر الله فى اليوم سبعين مرة

یعنی وہ میرے قلب پر اور میں دن میں ستّر مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔

اور فرمایا ! اللهم ثبتنى على دينك یعنی الٰہی مجھے اپنے دین پر ثابت قدم رکھ اس بارے میں آپ خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا!

او ما يؤمننى ان مثل القلب كمثل ريشة فى فلاة تقلبها الرياح كيف شاءت۔

یعنی کیا میں امن نہ مانگوں جبکہ دل صحرا میں تنکے یا پرندے کے پر کی طرح ہے جسے ہوائیں جیسے چاہتی ہیں بدلتی رہتی ہیں۔

اور جب قیامِ عبادت میں آپ کے پاؤں مبارک متوّرم ہو گئے تو اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ !

کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو تمام گناہوں سے معصوم نہیں فرمایا ؟

آپ نے فرمایا ! میں گناہوں سے معصوم ہوں مگر کیا میں اپنے رب کا شکر گذار بندہ نہ ہوں؟

فرمانِ مولا علی علیہ السلام

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا !

میں ہدایت کے بعد گمراہی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۰۰ تا ۲۰۵)

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ
النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۞٢٠٠ وَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۞٢٠١ اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۞٢٠٢ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِىْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ
فَمَنْ تَعَجَّلَ فِىْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۞٢٠٣ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۞٢٠٤ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ
فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۞٢٠٥

ترجمہ ! پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ اور کوئی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے

اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا ایسوں کو ان کی کمائی سے بھاگ ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ اور اللہ کی یاد کرو گنے ہوئے دنوں میں تو جو جلدی کر کے دو (۲) دن میں چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو رہ جائے تو اس پر گناہ نہیں پرہیز گار کے لئے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ اور بعض آدمی وہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں اس کی بات تجھے بھلی لگے اور اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ لائے اور وہ سب سے بڑا جھگڑالو ہے۔ اور جب پیٹھ پھیرے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے اور کھیتی اور جانیں تباہ کرے اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔

حج کے بعد ذکر و مذاکرہ

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ط یعنی جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو اہلِ عادت کی طرح اُنساب و مفاخرات اور دیگر تمام احوال دنیا کو بیان کرنے میں مشغول نہ ہو جاؤ۔

کیونکہ یہ ذکر تمہارے وقت کو مکدّر اور تمہارے دلوں کو سخت کر دے گا بلکہ تم سلوک سے پہلے احوالِ انساب بیان کرنے کی طرح اُنواع اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مذاکرہ میں مشغول ہو جاؤ یا جیسا کہ لوگ اِن احوال کو عادتاً بیان کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کا ذکر اس سے زیادہ بلیغ زیادہ قوی اور زیادہ کثرت سے کرو تاکہ تمہاری صفائی باقی رہے اور تمہارے ساتھ لوگوں کو ہدایت حاصل ہو۔

صرف دُنیا مانگنے والا

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ

اور اِن میں سے وہ ہے جو متاعِ دُنیا کو طلب کرتا ہے اور دُنیا کے ذکر کے علاوہ بات نہیں کرتا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت دنیا کے لئے کرتا ہے اور اُس کے لئے آخرت میں کچھ حصّہ نہیں یعنی اُس کی حقیر چیز کی طرف توجہ اُسے اعلیٰ کو قبول کرنے سے روک دیتی ہے کیونکہ دنیا کی طرف اُس کی ہمّت نہیں ٹوٹتی اور وہ نُور کے منافی ظلمت کا اکتساب کرتا ہے اور اِن میں سے وہ ہے جو کہتا ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً یعنی دونوں جہان کی بھلائی طلب کرتا ہے اور ظُلمت کے حجاب سے اور طبیعت کی آگ کی تعذیب سے اور انوار رحمت کی محرومی سے احتراز واجتناب کرتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ یعنی اِن لوگوں نے جو کمایا اُس کا حِصّہ آخرت میں آخرت کے حظوظ دارالقرار کے انوار محاسبہ کے بعد اعمالِ صالحہ کے ساتھ لذّاتِ باقیہ ہیں اور ان کی بعض نیکیاں بُرائیوں کو گرادیں گی اور تعذیب بُرائیوں کے مطابق ہوگی یا اِن بُرائیوں کو معاف کردیا جائے۔

گنتی کے دنوں میں ذکر کرنے سے مُراد

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ یعنی حج سے فراغت کے بعد گنتی کے مراتب میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور یہ مراتب مرتبہٴ رُوح مرتبہٴ قلب اور مرتبہٴ نفس ہے کیونکہ جب واصل اِن مراتب کی طرف رجوع کرتا ہے اور اِس رجوع پر تینوں مراتب میں اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا تو یہ اُس کا ذکر ہے۔

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ۚ یعنی جو اُس کے حظوظ کی طرف رُوح وقلب کے مرتبہ میں عجلت کرتا ہے تو اُس پر گناہ نہیں اس لئے روح وقلب اور اِن دونوں کے حظوظ نہ حجاب بنتے ہیں اور نہ ہی نقصان دیتے ہیں۔

اور تعجّل کا معنیٰ یہ ہے کہ جب وہ حرکت باللہ کرے گا تیزی کے ساتھ کرے گا اور اِس کے ساتھ تاخیر یا وقوف نہ کرے اور ظہور قلب یا رُوح کو دیکھنا اور حجابِ نُور کا پھرنا ہے جیسا کہ اصحابِ تلوین کے لئے ہوتا ہے۔

وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰی ؕ یعنی تینوں کی طرف تاخیر ہوجائے جو کہ مرتبہٴ نفس ہے تو اُس پر متقی ہونے کی صُورت میں کچھ گناہ نہیں۔ یعنی یہ حکم متقی کے لئے ہے کہ باوجود

نفس کے ساتھ نفس کے حظوظ کے اُس پر گناہ نہیں کیونکہ نفس اپنے ساتھی صاحبِ نفس سے حظ حاصل کرنے کو لازم کرتا ہے اور اُس کا حظ دونوں طرف کے حظوظ کے نُور سے غلیظ تر اور بَعید تر ہو جاتا ہے اور لزوم طَیش کے لئے جو ظاہر کرتا ہے تیزی سے کرتا ہے اور اُس کی حرکت حظ حاصل کرنے والے کے خلاف ہے۔

اور اُس کا حظ بھی کثیر حجاب میں ہے اور جب محجوب ہے تو اُس کا حجاب غلیظ ظُلمانی حجاب ہے تو یہاں اِحتراز اور اِحتیاط واجب ہے اور باقی دونوں مَرتبوں سے اُولیٰ ہے کیونکہ اگر دونوں کا حجاب باریک ہوگا اُس کا زائل ہونا آسان ہے یا یہ کہ یہ اَمر تینوں مَراتب میں مُتقّی کے واسطے پسند کیا گیا ہے۔

اچھّے اعمال والوں کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنا چاہیے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّكُمۡ اِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ یعنی ظہورِ انانیت و آنیت سے تینوں مُواطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو یہاں تک اِس کے ساتھ حظوظ میں رہو تو نہ نفس کے ساتھ رہو اور نہ قلب کے ساتھ نہ ہی رُوح کے ساتھ اور جان لو کہ تُمہیں اُسی کی طرف محشور ہونا ہے یعنی تمہیں اس کے حضرت کے ساتھ حاضر ہونا ہے تو بخلاف تمام لوگوں کے تُمہارے لئے عظیم خطرہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ المخلصون علی خطر عظیم اور حضُور رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے !

بشر المذنبین بانی غفور وانذر الصدیقین بانی غیور۔

یعنی گناہگاروں کو بشارت دیں کہ میں بخشنے والا ہوں اور صدّیقین کو ڈرائیں کے میں غیرت والا ہوں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّعۡجِبُكَ قَوۡلُهٗ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىۡ قَلۡبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ یعنی لوگوں میں سے جو محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھگڑالو ہے کیونکہ وہ

مقام نفس میں زندیق ہے اِس لئے فرمایا کہ دُنیا کی زندگی میں تجھے اُس کی بات بھلی معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہ آخرت کے بارے میں دل سے بات نہیں کرتا۔

محبّتِ اِلٰہی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا

وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا ـ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ اور جب پیٹھ پھیرے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے یعنی اپنی اباحت اور اپنے زندقہ کے لئے جیسا کہ آپ نے اکثر محبّت اور توحید کا دعویٰ کرنے والے کو اِس امر پر دیکھا ہے یعنی وہ فساد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبّت کا دعویدار ہے اور وہ اِس محبّت کا ثبوت کیسے لائے گا جبکہ مُحبّ وہ کام نہیں کرتا جو اُس محبوب کو پسند نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اُس کے کام کو پسند نہیں فرماتا جو اپنے دعویٰ میں سچا نہ ہو جیسا کہ شاعر نے کہا !

تعصی الالہ وانت تظہر حبہ　　ھذا قبیح بالفعال بدیع

لاکان حبك صادقا لاطعتہ　　ان المحب لمن یحب مطیع

تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور ایسا کرنا فعال بدیع کے ساتھ قبیح اُمر ہے۔

اگر تُو اُس کی محبّت میں سچّا ہے تو اس کی اطاعت کر کیونکہ مُحبّ اپنے محبوب کا مطیع اور فرماں بردار ہوتا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۰۶ تا ۲۱۲)

وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَی

اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴿۲۱۰﴾ سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ
اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴿۲۱۱﴾ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا
وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ
یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴿۲۱۲﴾

ترجمہ! اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی ایسے کو دوزخ کافی ہے اور وہ ضرور بہت برا بچھونا ہے۔ اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔ اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور اگر اس کے بعد بھی بچلو کہ تمہارے پاس روشن حکم آچکے تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ کاہے کے انتظار میں ہیں مگر یہی کہ اللہ کا عذاب آئے چھائے ہوئے بادلوں میں اور فرشتے اتریں اور کام ہو چکے اور سب کاموں کی رجوع اللہ کی طرف ہے۔ بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے کتنی روشن نشانیاں انہیں دیں اور جو اللہ کی آئی ہوئی نعمت کو بدل دے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی اور مسلمانوں سے ہنستے ہیں اور ڈر والے ان سے اوپر ہوں گے قیامت کے دن اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ یعنی جب اُسے اللہ سے ڈرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو اُسے حمیّتِ نفسانیہ اُبھارتی ہے اور حمیّتِ نفسانیہ اُبھارتی ہے اور حمیتِ جاہلیت ہمیشہ گناہ پر اصرار اور جھگڑا کرتی ہے اور اس وقت اُس کے نفس کا شر ظاہر ہوتا ہے اور وہ گمان کرتا ہے کہ جس کام کی اُسے نصیحت کی جاتی ہے اسے وہ جانتا ہے۔

فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ تو اُسے جہنّم کافی ہے یعنی جس رُتبہ میں وہ ہے وہ انتہائی پست اور تاریک ہے کیونکہ جہنم کا معنیٰ انتہائی گہرائی اور تاریکی ہے۔

شیطان کیا چاہتا ہے؟

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ

یعنی جو شخص اللہ کی راہ کے سلوک میں رضائے الٰہی کے لئے اپنی جان بخش دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وجوہ کے لئے استسلام اور تسلیم میں داخل ہو جاتا ہے اِس لئے کہ قویٰ ایک دُوسرے کے دُشمن ہیں اور اِن کا امرِ الٰہی کو تسلیم کرنے میں موافقت نہ کرنا اِتباعِ شیطان کی دلیل ہے اور شیطان چاہتا ہے کہ وہ اُسرافاتِ مذمومہ کے اِرتکاب سے قہرِ الٰہی کے مستحق ہو جائیں اور تمہارے لئے اُس کی عداوت عزیزیہ اِس لئے ہے کہ اس کی جبلّت میں اور تمہاری جبلّت میں اِختلاف ہے اور وہ تمہاری فطرت کے نُور سے کم ہے۔

اِس لئے کہ شیطان ناری ہے اور اس کی تخلیق آگ سے ہُوئی ہے اور وہ تُم سے بھی یہی چاہتا ہے کہ تم اُس کی طرح ناری ہو جاؤ نہ کہ نُوری تو فی الحقیقت وہ دوست کی صورت میں دُشمن ہے۔

فَاِنۡ زَلَلۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡكُمُ الۡبَيِّنٰتُ تو اگر تم امرِ الٰہی کو تسلیم کرنے سے ڈگمگا جاؤ بعد اِس کے کہ تمہارے پاس افعال و صفات کی تجلّیات کے دلائل آ چکے ہیں۔

غلبہ وہی ہے جو حکمت کے مُطابق ہو

فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ تو جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے اور غلبہ وہی ہوتا ہے جو حکمت کے اقتضاء پر ہو اور حکمت کا اِقتضاء یہ ہے کہ مخالف اور تنازعہ پیدا کرنے والے پر جو غلبہ ہو تا وہ مطیع موافق سے عبارت ہو اور اطاعت میں زیادہ ہو جائے۔

هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىۡ ظُلَلٍ مِّنَ الۡغَمَامِ وَالۡمَلٰٓـئِكَةُ وَقُضِىَ الۡاَمۡرُ ؕ کیا تم انتظار کر رہے ہو کہ جملہ تجلّیاتِ صفات اور طاقتور سماوی فرشتوں کی صورتیں اور لوحِ محفوظ میں لوگوں کے اُمر ہلاکت کے فیصلے صفاتِ ہوّیت کے ظِلّ میں تجلّی کریں۔

وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ اور میرا ہر امر اپنی جزاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے یا اُس کی طرف فناء کے ساتھ گم ہو جاتا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۱۳ تا ۲۱۵)

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللهُ النَّبِيّنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۖ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ إِلَّا الَّذِيْنَ أُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهٖ ۖ وَاللهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللهِ ۖ أَلَآ إِنَّ نَصْرَ اللهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۖ قُلْ مَآ أَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۖ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

ترجمہ! لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری کہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کر دے اور کتاب میں اختلاف انہیں نے ڈالا جن کو دی گئی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آ چکے آپس کی سرکشی سے تو اللہ نے ایمان والوں کو وہ حق بات سوجھا دی جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔ کیا اس گمان میں ہو کہ جنّت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر اگلوں کی سی روداد نہ آئی پہنچی انہیں سختی اور شدت اور ہلا ہلا ڈالے گئے یہاں تک کہ کہہ اٹھا رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کب آئے گی اللہ کی مدد سن لو بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔ تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے اور جو بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے

جب سب ایک اُمّت تھے

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً یعنی لوگ فطرۃ اور دین حق پر ایک اُمّت تھے جیسا کہ حضور

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

کل مولود یولد علی فطرۃ

یعنی ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔

اور یہ حقیقت پر پہلی فطرت کا زمانہ ہے یا طفولیت کا زمانہ ہے اور یا حضرت آدم علیہ السلام کا زمانہ ہے کہ لوگ ایک اُمّت تھے پھر لوگ اپنی طبائع کے اختلاف کے اعتبار سے نشاۃ میں مختلف ہوگئے اور اُن کے نفوس کی صِفات کا غلبہ ہوگیا اور ان کی خواہشیں مُتفرّق ہوگئیں تو یہ تضاد اُصول اُن کی نیّت کے ساتھ بقاع واہویت کے اختلاف کے ساتھ اُن کے بدنوں کے مراکز کا مقتضی ہے اور ایسے ہی جو اُن کی طبیعتوں میں اُس کے بدن کے ہر مادہ کے اِحتجاب کے لئے خاص نقصان کو دُور کرنا اور خاص نفع کو جذب کرنا ہے اور حکمتِ الٰہیہ کا یہ اقتضاء نشوونُما کی مصلحت کے لئے ہے جو کہ تعادی وتخالف کا اِقتضاء کرتی ہے۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اَنبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تا کہ لوگوں کو اختلاف سے وفاق کی طرف اور کثرت سے وحدت کی طرف دُشمنی سے محبّت کی طرف بلائیں تو لوگ اُن پر فرقے اور جماعتیں بناتے ہیں اور امتیاز کرتے ہیں۔

پستی اور بلندی میں رہنے والے

مگر پستی میں رہنے والوں کے دِلوں میں باطل کی محبّت رَچ بس چکی ہے اور اُن کے دلوں پر خواہش کا غلبہ ہے اور اِس پرہی اُن کی طبیعت ہے چنانچہ اُن کی خواہشات کے غلبہ کی وجہ سے اُن کی استعداد اور زائل ہوگئی تو ان کا اختلاف وعناد زیادہ ہوگیا گویا کہ وہ رسُولوں کے مبعوث ہونے اور اُس کتاب کو لانے کے وقت اِختلاف کرتے تھے جو ظہورِ حق اور وفاق کا سبب ہے چنانچہ اُن کے نفسوں اور اُن کی خواہشات وحجابات کے غلبہ کے وقت اُن کے درمیان حسد پیدا ہوجاتا۔

جبکہ بلندیوں کے رہنے والے لوگ صفاء اصلی اور پہلی استعداد پر باقی رہتے ہیں تو انہیں

اللہ تعالیٰ اُس حق کی طرف ہدایت فرماتا ہے جس میں اُن کا اختلاف تھا اور اُن کے اختلاف کو زائل فرمادیتا اور وہ صراطِ مستقیم ہو چلنے لگتے۔

تجلیٔ جمال کی جنّت آسان نہیں

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ ؕ وَزُلۡزِلُوۡا یعنی کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تجلیٔ جمال کی جنّت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تمہارے پاس تم سے پہلے والوں کا حال نہیں آیا جو ترک و تجرید اور فقر و افتقار کی سختیاں اور مجاہدہ و ریاضت اور عبادت کے ساتھ نفس کو توڑنے کی تکلیفیں اُٹھاتے ہیں اور اُن کے نفوس کی قُربت کے ساتھ شوق و محبّت کی خواہشات نے انہیں ہلا کر رکھ دیا تاکہ جو اُن کی اِستعداد میں ہے قوّت کے ساتھ ظاہر ہو جائے۔

مشاہدۂ جمال اور ذوقِ وصال

حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ ؕ یہاں تک کہ رسول اور آپ کے ساتھی کہنے لگے امدادِ الٰہی کب آئے گی یعنی انہیں مدّتِ حجاب کی طوالت اور فراق سے کثرتِ جہاد نے مُضطرب کر دیا اور مشاہدۂ جمال اور ذوقِ وصال کی طلب میں اُن کے صَبر کا پیمانہ چھلک اٹھا اور وہ اپنی قُوّتِ صبر اور اپنی مجبوری اور ابتلاء کو جس میں وہ قُوتِ محبّت کی سختی برداشت کرتے تھے اور فراق کا مزہ چکھتے تھے رضائے محبوب کا شاخسانہ سمجھتے ہوئے حسنِ تحمّل کے ساتھ صفاتِ نفوس کو تباہ و برباد کرنے کے لئے تجلی کے ساتھ اِمدادِ الٰہی طلب کرنے لگے اور اُن کے بغیر کیسے ہو سکتا ہے؟ تو جواب دیا کہ جب اُن کی کوشش پُوری ہو گئی اور اُن کی طاقت ختم ہو گئی تو انہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ امداد خداوندی قریب ہے یعنی حجاب اُٹھ جائے گا اور آثار جمال ظاہر ہو جائیں گے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۱۶)

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾

ترجمہ! تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

جہاد بالنفس فرض ہے

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ یعنی تم پر شیطان اور نفس کے ساتھ لڑائی کو فرض کیا گیا ہے مگر تمہارے لئے یہ اَمر حنظل کھانے اور شیر کے پھاڑ دینے سے زیادہ سخت اور مکروہ ہے حالانکہ تم جس چیز کو مکروہ جانتے ہو وہ عنقریب تمہارے لئے خواہشاتِ نفس اور فوراً حاصل ہونے والی لذّات کی محبّت کے حجاب سے بہتر ہوگی جس سے اُس کے ضمن میں خیرِ کثیر اور وہ لذتِ روحانیہ ہے جو اُس باقی بھلائی اور لذّتِ سرمدی کی طرف اس تیز شدّت کو قیاس کے ساتھ توڑ دے گی اور ایسے ہی اُس کے بالعکس ہے۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اور اللہ تعالیٰ اُسے جانتا ہے جو خیر وشر کے اُمور میں ہے اور تم آجل سے عجلت کو اور باطن سے ظاہر کو نہیں جانتے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۱۷ تا ۲۴۵)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن

يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ
هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ
اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ
لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ
شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ
وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى
يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚۖ
وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾
وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا
تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫
وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا
تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ
قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ
فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ
اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ
اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۠ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ۭ وَلَا
يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـــًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ
خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا
تَعْتَدُوْھَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ
مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰي تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۭ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ
اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ
فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَلَا تُمْسِكُوْھُنَّ
ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ ھُزُوًا ۡ
وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ
مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ
الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَي الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا
وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِھَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۤ وَعَلَي الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ
فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ

تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا
يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا
فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا
عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ
سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا
عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ
فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا
لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ
قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ
تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا
الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ
بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ
وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا
عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً
لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا
فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ
بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ اَلَمْ
تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫

ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾
وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا
حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾

ترجمہ ! تم سے پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنے کا حکم تم فرماؤ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے بسنے والوں کو نکال دینا اللہ کے نزدیک یہ گناہ اس سے بھی بڑے ہیں اور ان کا فساد قتل سے سخت تر ہے اور ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر بن پڑے اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرنے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔ وہ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لئے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے وہ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے اور تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تم فرماؤ جو فاضل بچے اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے۔ کہ کہیں تم دنیا اور آخرت کے کام سوچ کر کرو اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر اپنا ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے اور اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈالتا بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی اگرچہ وہ تمہیں بھاتی ہو اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنّت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔ اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہو لیں پھر جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا بیشک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔ تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور اے محبوب بشارت دو ایمان والوں کو۔ اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بنا لو کہ احسان اور پرہیزگاری اور لوگوں میں صلح کرنے کی قسم کر لو اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں

میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے ہاں اس پر گرفت فرماتا ہے جو کام تمہارے دل نے کئے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔ اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار (۴) مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر چھوڑ دینے کا ارادہ پکا کر لیا تو اللہ سنتا جانتا ہے۔ اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین (۳) حیض تک اور انہیں حلال نہیں کہ چھپائیں وہ جو اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے اگر ملاپ چاہیں اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ یہ طلاق دو (۲) بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہیں حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانشمندوں کے لئے۔ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد آ لگے تو اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو اور انہیں ضرر دینے کے لئے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھا نہ بنا لو اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو انہیں نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں جب کہ آپس میں موافق شرع رضامند ہو جائیں یہ نصیحت اسے دی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ تمہارے لئے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو (۲) برس اس کے لئے جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہیے اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا پہننا ہے حسب دستور کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور بھر ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچہ سے اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچہ کو اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے پھر اگر ماں باپ

دونوں آپس کی رضا اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم چاہو کہ دائیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر مضائقہ نہیں جب کہ جو دینا ٹھہرا تھا بھلائی کے ساتھ انہیں ادا کر دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار (۴) مہینے دس (۱۰) دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اے والیو تم پر مؤاخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ اور تم پر گناہ نہیں اس بات میں جو پردہ رکھ کر تم عورتوں کے نکاح کا پیام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو اللہ جانتا ہے کہ اب تم ان کی یاد کرو گے ہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ کر رکھو مگر یہ کہ اتنی ہی بات کہو جو شرع میں معروف ہے اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔ تم پر کچھ مطالبہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر مقرر کر لیا ہو اور ان کو کچھ برتنے کو دو مقدور والے پر اس کے لائق اور تنگدست پر اس کے لائق حسب دستور کچھ برتنے کی چیز یہ واجب ہے بھلائی والوں پر۔ اور اگر تم نے عورتوں کو بے چھوئے طلاق دے دی اور ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مردو تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بھلا نہ دو بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ نگہبانی کرو سب نمازوں اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔ پھر اگر خوف میں ہو تو پیادہ یا سوار جیسے بن پڑے پھر جب اطمینان سے ہو تو اللہ کی یاد کرو جیسا اس نے سکھایا جو تم نہ جانتے تھے۔ اور جو تم میں مریں اور بیبیاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے وصیت کر جائیں سال بھر تک نان و نفقہ دینے کی بے نکالے پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس کا مؤاخذہ نہیں جو انہوں نے اپنے معاملہ میں مناسب طور پر کیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور طلاق والیوں کے لئے بھی مناسب طور پر نان و نفقہ ہے یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے تمہارے لئے اپنی آیتیں کہ کہیں تمہیں سمجھ ہو۔ اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے تو اللہ نے ان سے فرمایا مر جاؤ پھر انہیں زندہ فرما دیا بیشک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔ اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔ ہے کوئی جو اللہ کو قرضِ حسن دے تو اللہ اس کے لئے بہت گنا بڑھا دے اور اللہ تنگی اور کشائش کرتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پھر جانا۔

شیطان اور نفس کے ساتھ لڑائی کب کی جائے

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ یعنی آپ سے توبہ اور سلوک الی الحق اور جمعیت جس میں حرکت سری حرام ہے کہ وقت میں نفس اور اس کے مددگاروں اور شیطان اور اس کے لشکروں کے ساتھ جہاد کے بارے میں پوچھتے ہیں تو آپ فرما دیں کہ اِس وقت میں جہاد عظیم مشکل اور بڑا شاق اَمر ہے کیونکہ ایسے میں تمہیں اللہ کی راہ سے منہ پھیرنا پڑیں گے اور مقام سر اور محلِ حضور سے اخراج اہلِ قلب اور احتجابِ حق سے رُوحانی قوتوں کو اُن کے ٹھکانوں سے نکالنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ اور شرک و کفر کا فتنہ اور اِن دونوں کی جو تم پر مصیبتیں ہیں اِن کو تمہارا ریاضت کی تلوار سے قتل کرنا اس سے زیادہ سخت ہے۔

حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ اور یہ نفسانی قوتیں اور شیطانی خواہشات تمہیں دین اور تمہارے مقصد سے دُور کرنے اور تمہیں خواہشات اور شیطان کی طرف دعوت دینے کے ساتھ ہمیشہ تم سے لڑیں گی یہاں تک کہ اگر اِن کے بس میں ہو تو وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ یعنی تم میں سے جو اِن کی پیروی کر کے اپنے دین سے پھرے اور مر جائے تو وہ کافر ہے اور اُس کے وہ اعمال جو انقیاد و استسلام میں تھے ضائع ہو جائیں گے۔

وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور یہ لوگ حجاب و تعذیب کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ کی راہ میں جنگ اور ہجرت کرنے والے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ

رَحْمَتَ اللّٰهِ ط یعنی جو لوگ ایمان وایقاب والے ہیں اور نفس کے وطنوں اور مالوفاتِ خواہشات سے ہجرت کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں شیطان اور نفسِ امارّہ کے لشکروں سے لڑتے ہیں اور تجلیاتِ صفات اور انوارِ مشاہدہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں۔

شراب اور جوئے کی روحانی توجیح

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ط قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ یعنی آپ سے خواہشات اور حب دنیا کی شراب اور معیوب حظ میں حیلۂ نفس کے جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں تو آپ فرما دیں اِن دونوں حجاب اور بُعد کا کبیرہ گناہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع سے یہ مراد ہے کہ یہ بابِ معاش لذتِ نفسانیہ ردّی اور تشویش ناک ہیات اور ہموم مکدّرہ سے فراموشی کے ساتھ فرحت حاصل کرنا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ یعنی کیا آپ نے دیکھا وہ بہت سے لوگ اپنے مالوف وطنوں اور اپنے نفسوں معہودہ کی قرارگاہوں اور دنیا سے اپنے مراتب اور اُن کے رُکن سے نفسانی خواہشات کے ساتھ جہل وانقطاع کی موت کے ڈر سے حیاتِ حقیقیہ سے نکلے اور مہاویٔ طبیعت میں واقع ہوئے۔

حیات بعد الممات

فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا قف ثُمَّ اَحْیَاهُمْ ط یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں ارادی موت کا حکم دیا یا ذاتی تجلی کے ساتھ اُن کا اپنی ذوات سے مرنا ہے یہاں تک کہ وحدت میں فنا ہو گئے پھر انہیں حیاتِ حقیقیہ علمیہ کے ساتھ یا موہوبِ حقانی وجود کے ساتھ بقاء بعد الفناء کے ساتھ زندہ فرمایا اور بعید نہیں کہ اِس سے وہی مراد ہو جو حضرت عزیر علیہ السلام قصہ سے مراد ہے یعنی وہ لوگ طبعی موت سے بھاگ کر نکلے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مار دیا پھر ان کے ابدان کی جنس سے بدنوں کے ساتھ ان کی

ارواح کا تعلق پیدا کیا تا کہ انہیں اس کے ساتھ کمال حاصل ہو۔

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یعنی پہلے دوسرے اور تیسرے پر نفس وشیطان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جنگ کرو اور دشمنوں کے ساتھ لڑائی کرنے میں خوفزدہ نہ جاؤ کیونکہ موت یا لڑائی سے بھاگنا فائدہ نہیں دے گا جیسا کہ انہیں فائدہ نہیں پہنچا جنہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا تھا گویا کہ ان کی زندگی قرضِ حسنہ ہے جو کہ جہاد کے ساتھ نفس کو پیش کرنا ہے یا مال کے ایثار و قربانی کے ساتھ۔

تنگ ہاتھ والوں پر تنگی ہے

وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے قبض و بسط یعنی تنگی اور کشادگی کے معاملات میں تمہارے ساتھ ہے تو تم اپنے اوصاف کے ساتھ اُس کے اوصاف سے اُتر گئے تو تمہارے بخل کرنے سے جس کے تم پر تمہارے ہاتھوں میں تنگی آ گئی اور اگر تم بخشش اور جود کرتے تو تمہاری بخشش اور جود کے مطابق تم پر وسعت و کشادگی کی جاتی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ! تنزل المعونة علی قدر المؤنه

(تفسیر آیت نمبر ۲۴۶ تا ۲۵۲)

اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآىِٕنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰی یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَ قَالَ لَهُمْ

نَبِيُّهُمْ إِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ
اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٤٨﴾
فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ
مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا
مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ
وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً
كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٢٤٩﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ
عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٥٠﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۣ
وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ
النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٥١﴾
تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٥٢﴾

ترجمہ! اے محبوب ﷺ کیا تم نے نہ دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰؑ کے بعد ہوا جب اپنے ایک پیغمبر سے بولے ہمارے لئے کھڑا کردو ایک بادشاہ کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں نبی نے فرمایا کیا تمہارے انداز ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر نہ کرو بولے ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن اور اپنی اولاد سے تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا منہ پھیر گئے مگر ان میں کے تھوڑے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔ اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا بیشک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے بولے اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہوگی اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰؑ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا بولا بیشک اللہ

تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے تو جو اس کا پانی پیے وہ میرا نہیں اور جو نہ پیے وہ میرا ہے مگر وہ جو ایک چُلّو اپنے ہاتھ سے لے لے تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ کے مسلمان نہر کے پار گئے بولے ہم میں آج طاقت نہیں جالوت اور اس کے لشکروں کی بولے وہ جنہیں اللہ سے ملنے کا یقین تھا کہ بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ پھر جب سامنے آئے جالوت اور اس کے لشکروں کے عرض کی اے رب ہمارے ہم پر صبر اُنڈیل دے اور ہمارے پاؤں جمے رکھ کافر لوگوں پر ہماری مدد کر۔ تو انہوں نے ان کو بھگا دیا اللہ کے حکم سے اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھایا اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم اے محبوب تم پر ٹھیک پڑھتے ہیں اور تم بے شک رسولوں میں ہو۔

تعارفِ طالوت

جناب طالوت ایک فقیر شخص تھے نہ اُن کے پاس نسبی مفاخرت تھی اور نہ ہی مال تھا لوگوں نے انہیں بادشاہ کی حیثیت میں تسلیم نہ کیا کیونکہ عوام کے نزدیک ملک و ریاست کا استحقاق سعادت خارجی کے ساتھ ہے جو کہ مال اور نسب ہے تو انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام کو اِس استحقاق کے بارے میں بتایا جبکہ اُن کے لئے دونوں آخری امور دو سعادتیں ہیں پہلی سعادتِ روحانی ہے جو کہ علم ہے اور دوسری سعادتِ بدنی ہے جو کہ قوتوں کا زیادہ ہونا اور بنیاد وکشادگی کا بہت زیادہ ہونا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ط

یعنی انہیں علم اور جسم میں کُشادگی عطا فرمائی۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ عطاء کثیر فرمانے والا وسعت فرمانے والا ہے اور مال عطا فرماتا ہے جیسا کہ بادشاہ عطا کرتے ہیں اور اسے جانتا ہے جو اس مال کا استحقاق رکھتا ہے تو جو اُس کی طرف مال کا محتاج ہوتا ہے اُسے وہ مال عطا فرماتا ہے۔

بادشاہی کا حق دار کون ہے

پھر بادشاہ کے استحقاق کی دوسری نشانی بیان فرمائی اور یہ خلقت کا اُس کی اطاعت کرنا اور دلوں میں اُس کی ہیبت اور وقار کا واقع ہونا اور لوگوں کے دلوں کو اُس کی طرف سکون حاصل ہونا اور اُن کے دلوں میں اُس کی محبت کا ہونا اور اطاعت فرماں برداری کے ساتھ اُن کا اُس کے حکم کو ماننا ہے۔

قدیم اہل فارس کے نزدیک اُس کا نام خورہ ہے اور جو لوگ بادشاہی کے لئے مختص ہوتے تھے انہیں کیانِ خورہ کہا جاتا پھر بادشاہ کو فر کہنے لگے چنانچہ افریدوں کے زمانہ میں بادشاہ کو فر کہتے تھے اور کیکاؤس سے فر بادشاہ گیا تو انہوں نے اُن کے فر کو تلاش کیا تو مبارک بادشاہ کے لئے کیخسرو کو پایا اور اُس کا نام تابوت رکھا جس کا معنیٰ ہے وہ شخص جس کی طرف مہمات و امور میں رجوع کیا جائے کیونکہ فعلوت کے وزن پر تابوت التواب سے ماخوذ ہے یعنی تم اُس جہت سے لائے ہو جو اطاعت و فرماں برداری اور انقیاد و محبت سے اپنے بادشاہ ہونے کے ثبوت میں راجع نہیں تو اُس کے بارے میں تمہارے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ ڈال دیا جیسا کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا!

نصرت بالرعب مسیرۃ شھر

یا پھر حالتِ نفسانی اور مشاہدہ کی ہیئت میں جو اَمر اُس کے بادشاہ ہونے کی طرف لوٹتا ہے جس سے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی اولاد میں سے باقی چھوڑا تھا مسمّٰی فر کے نام سے ہے اور یہ نورِ ملکوتی ہے جس کے ملکوتِ سماویہ کے ساتھ اِتصال کی وجہ سے اس کے ساتھ نفس کو روشنی ملتی ہے اور عالمِ قدرت سے اُن کا استفاضہ علمِ سیاست تدبیر ملک اور اُس کے لئے ملائکہ کی طرف حمل کی جانے والی حکمتِ مزیّنہ کے حضور کو مستلزم ہے یعنی تمہاری طرف آسمانی فرشتوں کے

توسط سے اُترا ہے اور ممکن ہے کہ اُس صندوق میں لشکر کی مدد کے باب سے اُن طلسمات وغیرہ سے طلسم ہو جس سے انہوں نے بادشاہ کا ذکر سُنا تھا کہ اُس کا سر آدمی اور ہر کے سر کی طرح ہے اور دُم اُس کی دُم کی طرح جیسا کہ افریدوں کے زمانہ میں مسمّی درفش کاویان تھا۔

دنیا کی نہر سے پانی پینے میں احتیاط کریں

اِنَّ اللّٰہَ مُبۡتَلِیۡکُمۡ بِنَہَرٍ ۚ فَمَنۡ شَرِبَ مِنۡہُ فَلَیۡسَ مِنِّیۡ ۚ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے تو جس نے اس سے پانی پی لیا تو ہم میں سے نہیں تو یہ طبیعت جسمانیہ کا سیراب ہونا ہے یعنی جس نے برتن سے منہ لگا کر حد سے بڑھ کر سیرابی حاصل کی کیونکہ اہلِ طبیعت اور شہوات کے غلام خلقِ خدا میں سب سے زیادہ ذلیل اور عاجز ہیں اور اُن میں نفس امارّہ کے جالوت کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہیں اور نہ ہی وہ دین کے دشمن جالوت کے ساتھ لڑائی کر سکتے ہیں اِس لئے کہ اُن میں نہ حمیت باقی ہے اور نہ ہی تشدد اور سختی ہے۔

اِلَّا مَنِ اغۡتَرَفَ غُرۡفَۃًۢ بِیَدِہٖ ۚ فَشَرِبُوۡا مِنۡہُ یعنی جس نے اِس سے بقدر ضرورت و احتیاج بغیر حرص اور انہاک کے پیا اور سوائے تھوڑے سے لوگوں کے سب نے انہاک ساتھ پیا اِس لئے کہ اِس پانی کو نہ پینے والے طبیعت کی غلاظت و گندگی اور اُس کے التباس سے منزہ اور اس کے پردوں سے مجرّد تھے تو ان کی تعداد کی طرف تھوڑوں کی نسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا !

وَقَلِیۡلٌ مَّا ہُمۡ ؕ

اور وہ بہت تھوڑے ہیں

(سورۃ ص آیت ۲۴)

وَقَلِیۡلٌ مِّنۡ عِبَادِیَ الشَّکُوۡرُ ﴿۱۳﴾

اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے

(سورۃ سبا آیت ۱۳)

یعنی میرے لشکر گذار بندے تھوڑے ہیں اور یہ وہ ہیں جو اہلِ یقین میں سے اُس کے ساتھ ایمان لائے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے نورِ یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ غلبہ حاصل کرنے کے لئے کثرت کی شرط نہیں بلکہ نصرتِ الٰہیہ کے ساتھ حاصل ہوتا ہے تو وہ اپنی قوتِ یقین کے ساتھ جس اَمر کا معائنہ کرتے ہیں اُس پر صبر کرتے ہوئے کامیابی اور ظفر مندی حاصل کرتے ہیں۔

وقل من جد فی امر یطالبه واستصحب الصبر الا فاز بالظفر

اور قلیل اپنے مطلوبہ امر کو پا لیتے ہیں اور اہلِ صبر فتح و ظفر مندی سے ہم کنار ہوتے ہیں،

تفسیر ابن عربی کے دوسرے پارہ کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا

صائم چشتی

تیسرا پارہ

(تفسیر آیت نمبر ۲۵۳ تا ۲۵۵)

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

ترجمہ! یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسٰی کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی اور اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے آپس میں نہ لڑتے بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکیں لیکن وہ تو مختلف ہو گئے ان میں کوئی ایمان پر رہا اور کوئی کافر ہو گیا اور اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہے کرے۔ اے ایمان والو اللہ کی راہ میں ہمارے دیئے میں سے خرچ کرو وہ دن آنے سے پہلے جس میں نہ خرید فروخت ہے نہ کافروں کے لئے دوستی اور نہ شفاعت اور کافر خود ہی ظالم ہیں۔ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان اور زمین اور اسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی اور وہی ہے بلند بڑائی والا

حیاتِ معبود اُس کی ذات کی عین ہے

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ یعنی اللہ ہے اور اُس کے سوا کسی معبود کا وجود نہیں تو ہر وہ شخص جو اُس کے علاوہ کسی کی عبادت کرتا ہے اُس کی عبادت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے واقع نہیں ہوگی اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ موجود ہے۔

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ حی وہ ہے جس کی حیات عین اُس کی ذات ہو اور ہر زندہ اُسی کی حیات کے ساتھ ہی زندہ ہو اور قیوم وہ ہے جو بنفسہٖ قائم ہو اور ہر قائم ہونے والا اُسی کے ساتھ قائم ہوتا ہے تو اگر اُس کا قیام نہیں ہوگا وجود میں کوئی چیز قائم نہ ہوگی۔

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ یعنی اُسے اُونگھ نہیں آتی جیسا کہ اُن کے اِرادہ اور سوال کے بغیر زندگی عطا کی جاتی ہے اور یہ اُس کے لئے ہوگا جس کی زندگی عارضی ہو اور راحت و آرام کی طلب میں اُس کی طبیعت ذاتی حالت سے غالب آجائے اور تحلیلِ بیداری سے بدل جائے مگر جس کی حیات عین اُس کی ذات ہو اُس کے لئے یہ ممکن نہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی غیر عارضی حیات کے بارے میں فرمایا! ولا نوم یعنی اُسے نیند نہیں آتی کیونکہ نیند حیاتِ ذاتیہ کے منافی ہے اِس لئے کہ نیند موت سے مشابہت رکھتی ہے کہ "النوم اخو الموت" یعنی نیند موت کی جنس سے ہے اور جسے نیند نہ آتی ہو اُس کی ذات کے لئے اُس سے منافات ہے جس کی حیات اُس کی ذات کی غیر ہو، تو اللہ تعالیٰ کو اُونگھ بھی نہیں آتی اِس لئے کہ اُونگھ نیند کا مقدمہ اور اُس کی نشانی ہے جیسا کہ کہتے ہیں!

لیس لہ ضحك ولا تعجب

یعنی نہ اُس کے لئے ہنسی ہے اور نہ تعجب۔

تو اپنی قیومیت کے لئے خالق کائنات نے فرمایا لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ یعنی نہ اُسے اُونگھ پکڑتی ہے اور نہ نیند۔

خالق اپنی مخلوق سے جو چاہے کرے

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ آسمانوں اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے اُن کی پیشانیاں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں جو چاہے اُن کے ساتھ کرے۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یعنی بغیر اُس کی اجازت کے اُس کے ہاں کوئی شفاعت نہیں کر سکتا اِس لئے کہ سب کچھ اُس کا ہے اور اُس کے ساتھ کلام اُسی کے تکلّم اور کلام کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے تو اُس کی اِجازت اور ارادہ کے بغیر اُس کے ساتھ کیسے کلام کیا جا سکتا ہے

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ یعنی وہ اُن سے پہلے کو بھی جانتا ہے اور اُن سے بعد کو بھی جانتا ہے تو اُس کا حال اُن کے اور اُن کے حال کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے ؟

یعنی اُس کا علم زمانوں اور اَشخاص اور تمام اَحوال کو شامل ہے تو وہ جانتا ہے کہ شفاعت کا کون مستحق ہے اور کون حقدار نہیں۔

قلبِ عارف کی وُسعتیں

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ اور وہ اُس کے علم سے اُتنا ہی پا سکتے ہیں جس قدر وہ چاہے یعنی جس قدر اُس کی مشیّت کا اِقتضاء ہے کہ وہ جان لیں اُتنا ہی جان سکتے ہیں ہر جاننے والے کو کسی چیز کا علم ہونا اُس پر اُس کے ظاہر علم سے ہے جیسا کہ فرشتوں نے کہا۔

لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ

یعنی ہم تو اُتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۳۲)

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ یعنی اُس کا علم آسمانوں اور زمین پر وسیع ہے اِس لئے کہ کرسی علم کا مکان ہے اور یہ مکان قلب ہے جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے

" فرمایا !

"لو وقع العالم وما فیہ الف الف مرۃ فی زاویۃ من زوایا قلب العارف ما احس بہ بہ لغایۃ سعتہ۔"

اگر جہان اور جو کچھ اس میں ہے قلب عارف کے گوشوں میں سے کسی ایک گوشہ میں ہزار ہزار مرتبہ نظر ڈالے تو اُس کی وُسعت کی اِنتہا کا احساس نہیں کر سکے گا۔

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ! کرسی اُس کے اُس عرش سے ماخوذ ہے جس کے بارے میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !

قلب المؤمن من عرش اللہ

یعنی مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

کُرسی کیا ہے ؟

اور کرسی کا معنیٰ لغت میں چھوٹا عرش ہے جو بیٹھنے والے کے بیٹھنے کی جگہ سے زیادہ نہ ہو تو اِس کے ساتھ قلب کی تشبیہ اُس کی عظمت اور اُس کی وُسعت کی بناء پر تصوراتی اور تخیلاتی ہے جبکہ عرش کا معنیٰ بڑی کُرسی ہے تو وہ رُوحِ اوّل ہے اور دونوں کی صُورتیں اور مثالیں فلکِ اعظم کے مشاہد میں ہیں اور یہ آٹھواں فلک ہے جس نے ساتوں اَفلاک اور جو اِن میں ہے کو گھیر رکھا ہے۔"

سب عظمت خدا تعالیٰ کے لئے ہے

وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ یعنی اُسے عرش اور کُرسی کی حفاظت کرنے میں کچھ دشواری اور ثقلت نہیں کیونکہ اُس کے نیچے دونوں غیر موجود ہیں کہ اُس کا بوجھ اُٹھائیں بلکہ عالمِ معنوی تمام تر اُس کا باطن ہے اور عالمِ صُوَری تمام تر اُس کا ظاہر ہے تو اُن دونوں کا

وجود نہیں مگر اُس کے ساتھ اور نہ ہی دونوں اُس کا غیر ہیں اور وہ اِس شان کا مالک ہے کہ اُس سے بلند اور اعلیٰ کوئی چیز نہیں اور وہ ہر چیز سے بلند ہے اور اُس نے ہر چیز کو فناء کے ساتھ مغلوب کر رکھا ہے۔

معبودِ عظیم وہ ذاتِ اقدس ہے جس کی کُنہ کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا اور ہر وہ عظمت جو کسی چیز کے لئے متصوّر ہے اُسی ربّ العزّت کی عظمت سے مترشح ہے اور ہر عظیم اُس کی عظمت کا حصہ ہے اور اِس سے عظیمت کا حصہ ہے تو عظمت مطلقاً اُس کے لئے ہے بلکہ تمام تر عظمت اُس کے لئے ہے اور اِس میں دوسرے کا حصہ نہیں تو اپنے مدلول کی عظمت وشان کے لئے قرآنِ مجید کی یہ آیت عظیمہ عظیم تر ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۵۶ تا ۲۵۸)

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾

ترجمہ! کچھ زبردستی نہیں دین میں بے شک خوب جدا ہوگئی ہے نیک راہ گمراہی سے تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے حمایتی شیطان ہیں وہ انہیں نور سے اندھیریوں کی طرف نکالتے ہیں یہی لوگ دوزخ والے ہیں انہیں ہمیشہ

اس میں رہنا۔ اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا اسے جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی جب کہ ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے کہ جلاتا اور مارتا ہے بولا میں جلاتا اور مارتا ہوں ابراہیم نے فرمایا تو اللہ سورج کو لاتا ہے پورب سے تو اس کو پچھم سے لے آ تو ہوش اُڑ گئے کافر کے اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو۔

دین فطرت میں جبر کیسے ہو سکتا ہے ؟

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ کیونکہ دین فی الحقیقت ہدایت ہے جو فطرتِ انسانیہ کے لئے لازم نورِ قلبی سے مُستفاد اور ایمانِ یقینی کو مُستلزم ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا !

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ

پس اپنا منہ دینِ فطرت کے لئے سیدھا کرو اُس فطرتِ الٰہیہ پر جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا فرمایا اللہ کی بنائی چیز کو نہ بدلنا یہی سیدھا دین ہے۔

(سورۃ الروم آیت ۳۰)

اور اسلام وہ ظاہر دین ہے جس پر دلیل ظاہر ہے اور جبر و اکراہ کا اَمر اِس میں داخل نہیں اور اِس پر دلیل ہے کہ باطن دین ہے اور اِس کی حقیقت اِیمان ہے جیسا کہ اِس کے بعد اُس کا ظاہر اور اُس کی صورت اسلام ہے جبکہ بصیرت اور عقل والے کے لئے واضح اور روشن دلائل کے ساتھ گمراہی سے ہدایت کی راہ کا اِمتیاز ہو چکا ہے جیسا کہ کسی نے کہا۔

قد اضاء الصبح لذی عینین بیشک صبح کی روشنی آنکھوں والے کے لئے ہے یعنی نابینا شخص کے لئے رات کی سیاہی اور صبح کی روشنی یکساں ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ یعنی جو ما سوی اللہ اور اُسکے وجود اور اُس کی تاثیر کی نفی کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ شہودی حقیقی ایمان لاتا ہے۔

عُروۃ الوثقیٰ کیا ہے ؟

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى یعنی اُس وحدتِ ذاتیہ کے ساتھ تمسّک کرے جس کی ہر مضبوطی اور تمام اَحکام اُس کی ذات کے ساتھ ہیں تو کوئی چیز اُس سے زیادہ مضبوط نہیں اِس لئے کہ ہر مضبوط اُس کے ساتھ مضبوط ہے بلکہ ہر وجود اُسی کے ساتھ موجود ہے اور وہ بنفسہٖ معدوم ہے تو جب اُس کے وجود کا اعتبار کیا جائے گا تو وہ اُس کی ذات میں ٹوٹ جاتا ہے اور شکستہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ اُس کی مضبوطی اور وثاق ممکن ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا وجود واجب ہے تو جب اُس سے نظر قطع کی گئی تو اِس ممکن کا وجود قطع ہو جائے گا اور کوئی چیز فی نفسہٖ کوئی چیز نہیں جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے وجود کا اپنی ذات کی عین سے اِنفصام اور شکستہ ہونا ممکن نہیں اور اِنفصام میں لطیفہ ہے کہ اِس کا معنیٰ یہ ہے کہ بغیر علیحدہ ہونے کے ٹوٹ جانا۔

اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے کوئی ممکن چیز علیحدہ نہیں ہوسکتی تو اُس سے نکل نہ سکے گی کیونکہ وہ اَمر یا تو اُس کا فعل ہوگا یا اُس کی صفت ہے تو وہ قطعاً علیحدہ نہیں ہوگی بلکہ جب عقل اُس کی انفرادیت کے ساتھ اُس کا اعتبار کرے گی تو وہ اُس میں ضم اور شامل نظر آئے گی یعنی وہ منقطع وجود جس کے وجود کا تعلق اللہ تعالیٰ کے وجود کے ساتھ ہے اُس کے وجود میں شامل ہوگا۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ یعنی وہ سب دین والوں کی بات سُنتا ہے اور اُن کے ایمان اور اُن کی نیتوں کو جانتا ہے۔

روشنیاں اور اندھیرے

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ یعنی اللہ مومنوں کے اُمور اور اُن کی محبت کا متولّی ہے اور اُنہیں صفاتِ نَفس اور خیال کے شُبہ اور وہم کے اندھیروں سے یقین و ہدایت اور فضاءِ عالمِ روح کی روشنی کی طرف نکالتا ہے۔

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَوۡلِیٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوۡتُ ۙ اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا کی عبادت کرتے ہیں اُنہیں فطری اِستعداد وہدایت کی روشنی سے صفاتِ نفس اور شکوک وشبہات کے اندھیروں کی طرف نکالتا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۵۹)

اَوۡ کَالَّذِیۡ مَرَّ عَلٰی قَرۡیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوۡشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحۡیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ کَمۡ لَبِثۡتَ ؕ قَالَ لَبِثۡتُ یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ ؕ قَالَ بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَةَ عَامٍ فَانۡظُرۡ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمۡ یَتَسَنَّهۡ ۚ وَانۡظُرۡ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجۡعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانۡظُرۡ اِلَی الۡعِظَامِ کَیۡفَ نُنۡشِزُهَا ثُمَّ نَکۡسُوۡهَا لَحۡمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعۡلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۵۹﴾

ترجمہ! یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ ڈھی پڑی تھی اپنی چھتوں پر بولا اسے کیونکر جلائے گا اللہ اس کی موت کے بعد تو اللہ نے اسے مُردہ رکھا سو (۱۰۰) برس پھر زندہ کر دیا فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم فرمایا نہیں بلکہ تجھے سو (۱۰۰) برس گزر گئے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ (کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور یہ اس لئے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اٹھان دیتے پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

اَوۡ کَالَّذِیۡ مَرَّ عَلٰی قَرۡیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوۡشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحۡیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ۚ یعنی کیا تو نے اُس شخص کی مثل دیکھی جو ایسی بستی سے گذرا جس کے مکین مر چکے تھے اور بستی کی چھتیں گری ہوئی تھیں اور اُوپر دیواریں گری ہوئی تھیں تو اُس نے اُن کے دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب کیا اِس لئے کہ وہ طالبِ سالک تھا اور اِس کے بعد مقامِ یقین تک پہنچنا باقی تھا اور ابھی اُسے اِسمِ "محی" کو قبول کرنے کی اِستعداد حاصل کرنا تھی اور مشہور ہے کہ وہ حضرت عزیر

علیہ السلام تھے۔

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں موت دے دی یعنی مرنے کے بعد زندہ ہونے کے سلسلہ میں ناواقفی کی موت پر باقی رکھا جیسا کہ فرمایا۔

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ

کہیں گے اَے ہمارے رب تو نے ہمیں دوبارہ مردہ کیا۔

(المومن آیت ۱۱)

اور فرمایا ! وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ج

تم مردہ تھے تو اُس نے تمہیں جِلایا۔

(البقرہ آیت ۲۸)

اُس زمانہ میں ایک برس کی مدت

ممکن ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام کے عہد میں سال چاند کے دَورہ پر مبنی ہو تو اِس طرح یہ مدت آٹھ سال چار ماہ ہوگی اور اگر سال کی مدت سال کی فصلوں پر مبنی ہوگی تو یہ موجودہ سال کے مطابق پچیس سال ہوں گے۔ یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُس زمانہ میں لوگوں کی عمریں زیادہ لمبی ہوتی ہوں۔

ثُمَّ بَعَثَهٗ ط قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ط قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ط یعنی پھر حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ فرمایا اور اُن سے اُس ویران بستی میں ٹھہرنے کی مدت دریافت کی تو اُن کے گمان کے مطابق ایک دن کا کچھ حصہ تھا اور مدت کا یہ اِختصار و اِستصغار حیاتِ ابدی کی طرف نسبت کے توڑنے والی ناواقفی کی موت میں ٹھہرنے اور زمانوں اور اُن کی طوالت سے غافل ہو کر سونے والے کی طرح مدت کی طوالت کا شعور نہ کرنے کی بناء پر ہے۔

قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ پھر جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ناواقفی کی لمبی مدت اور

غفلت کی موت پر خبر دی کہ وہ سو سال ہے تو اُنہوں نے تفکّر فرمایا اور اُن کا اِرادی موت کے ساتھ مرنا مذکورہ مدتوں میں سے کسی ایک مدّت میں ہے اور یہ مدّت اُن کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ریاضت، سلوک اور مجاہدہ کا زمانہ ہے یا پھر اُن کا مرنا بغیر کسی مارنے کے طبعی موت پر ہوگا اور اُن کی روح کا اُن کی جنس سے دوسرے بدن کے ساتھ تعلق اِکتسابِ کمال کے لئے ہوگا خواہ اُس زمانہ کے بعد ہو خواہ زمانۂ حال میں ہو۔

سو سال جیسے ایک گھڑی ہو

یہاں تک کہ اُن پر تین مذکورہ مدتوں سے ایک مدت گذر گئی اور وہ اِس مدّت میں اپنے حال پر آگاہ نہیں تھے اور نہ ہی اِس حال کی اِبتداء و اِنتہاء سے اُنہیں آگاہی تھی اور مردہ تھے پھر اُنہیں حقیقی زندگی ملی تو اُنہوں نے علم کی روشنی کے ساتھ اپنے حال پر آگاہی حاصل کی اور اپنے اُس حال کی اِبتداء و اِنتہاء کو جان لیا۔

اور اُن کا یہ کہنا کہ میں ایک دن کا کچھ حصہ سویا ہوں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا !

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ

اور جس دن انہیں اٹھائے گا گو دنیا میں اس دن کی ایک گھڑی کی مدت رہے تھے۔

(سورۃ یونس آیت ۴۵)

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ۝٤٦

گویا جس دن وہ اسے دیکھیں گے دُنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے تک،

(سورۃ النازعات آیت ۴۶)

اور فرمایا !

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ

اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسم کھائیں کہ ہم محض ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔

(سورۃ الروم آیت ۵۵)

تو یہ تمام زمانہ گذر جانے سے اُن کی غفلت ہے اور ایسے ہی بھائی یا ساتھی یا کسی دوسری چیز کے بچھڑنے کے زمانہ کا حال ہے کہ جب فراق کی طویل مدّت کے بعد ملاپ کا اِدراک کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے اُس وقت اِتنا عرصہ نہیں گذرا ہوگا اِس لئے کہ گزری ہوئی مدّت کا اِحساس نہیں رہتا اگرچہ یہ عرصہ ملاپ سے پہلے قیاس کیا جاسکتا ہے۔

کھانے پینے کی اشیاء کے لطائف

فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ یعنی اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھیں کسی نے بو نہیں چھوڑی بعض نے کہا اُن کا طعام انجیر و انگور اور مشروبِ خمر اور دودھ تھا تو انجیر مدرکاتِ کُلیّہ کی طرف اِشارہ ہے اِس لئے کہ وہ کھائی جاتی ہے اور اُس میں زندگی جیسی قوت کے جزئیات ہیں اور انگور جزئیات کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اُس کے ساتھ اِدراک میں بقاء کے لئے لواحقِ مادیت ہیں جیسا کہ کھجور اور خرما ہیں نیز یہ کہ انجیر نفع بخش علم کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ شریعتیں ہیں اور خمر عشق و ارادت اور معارف وحقائق کے علوم کی طرف اشارہ ہے اور اِس کھانے پینے کے سامان سے بو نہ آنے سے مراد یہ ہے کہ اَزل میں ودیعت کی گئی فطرت کے اِعتبار سے اُس میں تغیر نہیں آیا کیونکہ ہر نفس میں اُس کی اِستعداد کے مطابق علوم کا ذخیرہ رکھا گیا ہے جیسا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ فان حجت بالمواد۔

لوگ سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں کیونکہ اِن میں مواد چھپا ہوا ہے"

اور مدت کی پوشیدگی براز خ وظلمات میں پھرنے کے ساتھ نہ باطل ہوئی اور نہ اُس کے حال میں تغیر آیا یہاں تک کہ صفائیء قلب کے ساتھ پردہ اُٹھا تو اُسی طرح نظر آئی جیسے تھی اور اس کے لئے حضور سید عالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !

الحکمۃ ضالۃ مومن

یعنی حکمت مومن کی گمشدہ پونجی ہے۔

ہڈیاں جی اُٹھتی ہیں

وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ یعنی اپنے بدن کو اُس کے حال کے ساتھ پہلی اور دوسری وجہ پر دیکھ کہ اُس کی ریزہ ریزہ ہڈیوں کو کیسے اُٹھایا اور بوسیدگی تیسری وجہ پر ہے۔

وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ اور یہ اِس لئے ہے کہ تجھے اُٹھانے کو لوگوں کے اُٹھائے جانے پر دلیل بنائیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھ ہم نے کیسے اُٹھایا ہے ؟ پھر اس پر دو ظاہر وجہوں سے گوشت پہنایا ہے کیونکہ جب تُو اُٹھا اور تجھے اپنے حال اور بدن سے تجرد کا علم ہوا تو تو نے ہڈیوں کے اُٹھ کر جمع ہونے اور ان پر گوشت چڑھائے جانے کی ترکیب کو دیکھ لیا۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ تو جب اُن پر بعث و نشور کی دلیل ظاہر ہوگئی تو کہا میں جان گیا ہوں اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۶۰)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْىِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾

ترجمہ! اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھادے تو کیونکر مُردے جلائے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے فرمایا تو اچھا چار (۴) پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلالے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بُلاوہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

مشاہدہ اطمینانِ قلب کا باعث

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ط اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے رب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا یعنی میں علمِ ایقانی یعنی علمِ یقین سے مقامِ عیانی یعنی عین الیقین تک پہنچنا چاہتا ہوں اِس لئے آپ کے ایمان کو اِستفہامِ تقریر یہ کے ہمزہ کے ساتھ مقرر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ! اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ط یعنی کیا آپ اسے یقین کے ساتھ نہیں جانتے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی !

بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ط یعنی یقین تو ہے مگر میں اِس کے معائنہ و مشاہدہ سے اپنی طمانیت اور دل کا سکون چاہتا ہوں، کیونکہ عین الیقین جاننے والے کی طمانیت کا باعث ہے۔''

چار پرندے چار قوتیں ہیں

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ یعنی اُن چاروں قُوتوں کو پکڑ لیں جو آپکو مقامِ عیان اور حیاتِ حقیقیہ کے شہود سے روکتی ہیں۔

بعض نے کہا ! وہ چاروں پرندے مور، مرغ، کوّا اور کبوتر تھے اور ایک روایت میں بطخ بھی آیا ہے تو مور تکبّر، مُرغ شہوت، کوّا حرص اور کبوتر دُنیا کی محبت ہے کیونکہ کبوتر کی صفت مالوفات سے اُلفت لوٹنا اور بلند ہونا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ کبوتر کی بجائے بطخ تھی تو اِس پر غالب کی طرف اِشارہ ہے کہ اِن میں چاروں کو اپنی طرف ضبط کے ساتھ ملالیں اور شامل کرلیں اور اِنہیں اپنی ذات کی طلب کی طرف نکلنے اور اپنے مالوفات کی طرف کھینچنے سے روکیں، اور بعض نے کہا ! اُن

پرندوں کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو فرمایا کہ اِن ریشوں کو لپیٹ دیں اور اِن کے گوشت کو اُن کے لہو کے ساتھ ملا کر کُچل دیں اور اُن کے سروں کو حفاظت کے ساتھ اپنے پاس رکھ لیں تو اِس سے مراد ہے کہ ان قوتوں کو افعال سے روک دیں اور نفس سے اُن کی ہیئات کو زائل کر دیں اور ریاضت کے ساتھ اُن کی خواہشات و عادات اور طبائع کا قلع قمع کر دیں اور اِس میں اُن کی اَصلوں کو باقی رکھیں۔

چار پہاڑ اربع عناصر ہیں

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا یعنی آپ کے حضرت میں جو چار پہاڑ ہیں اُن پر اِس ملے جلے گوشت کا ایک حصہ رکھ دیں تو چار پہاڑوں سے مراد اربعہ عناصر ہیں جو کہ اُس کے بدن کے اَرکان ہیں یعنی اِن اربعہ عناصر کو برباد کر دیں اور مار دیں یہاں تک کہ آپ کے وجود میں مرکوز اِن کی اصلیں باقی رہ جائیں اور یہ وہ ہے جو آپ میں طبائعِ عناصر ہیں اِن کا مواد معدہ ہے اور پہاڑ سات ہیں تو اِس پر یہ سات اَعضاء کی طرف اشارہ ہے جو کہ اَجزائے بدن ہیں۔

عناصر کب مطیع ہوتے ہیں

ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ یعنی جب تک آپ اِن عناصر کی زندگی سے زندہ ہیں یہ آپ کی اطاعت نہیں کریں گے اور اِن کی وحشت آپ کا حکم ماننے سے روک دے گی اور یہ آپ پہ غالب رہیں گے مگر جب آپ اِنہیں قتل کر دیں گے تو اپنی حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہو جائیں گے جو کہ فناء اور مٹ جانے کے بعد عطا کی جاتی ہے تو آپ اپنی زندگی کے ساتھ زندہ ہوں گے نہ کہ نفس کی زندگی کے ساتھ اُس وقت یہ عناصر آپ کے مطیع و فرماں بردار ہو جائیں گے اور جب آپ اِنہیں بلائیں گے تو آپ کا حکم مانتے ہوئے آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور جان لیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نفوس پر غلبہ ہے اور

سوائے اُس کی حکمت کے اُن پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اِس آیت کا حمل وحوش وطیور کے حشر پر بھی ممکن ہے اور اِس معنیٰ پر اِن کے اَجزاء کے ساتھ پہاڑوں پر جسم کی غذا بنائی گئی ہے اور اِنہیں آپ کا اپنی طرف بلانا اُن کا نشور کے بعد انسان کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۶۱ تا ۲۶۲)

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾

ترجمہ! ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں سات (۷) بالیں ہر بال میں سو (۱۰۰) دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دیے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں ان کا نیگ ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

اللہ کی راہ میں تین خرچ کریں

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُن لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تو اِس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین خرچوں کا ذکر فرمایا ہے اور اِن تینوں کے درمیان جزاء میں فضلیت ہے۔

پہلا اَنفاق فی سبیل اللہ تجلی ءِ افعال سے عالمِ ملک میں اُس کا اپنے ساتھی کو عطا کرنا تا کہ اللہ تعالیٰ اُسے ثواب عطا فرمائے تو جو چیز وہ دے گا اُس کا ثواب سات سو گنا پائے گا پھر مشیتِ الٰہیہ کے مطابق یہ ثواب لامحدود ولا متناہی گنا زیادہ ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہاتھ لامحدود لا متناہی

سے زیادہ فراخ اور زیادہ لمبا ہے۔

وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے چنانچہ ہماری عطا کے ساتھ اُس کی عطا کا کوئی تناسب اور اندازہ نہیں اور وہ عطا کرنے والوں کی نیتوں اور اُن کے اِعتقادات کو جانتا ہے بے شک یہ اللہ کا فضل ہے تو اُنہیں اللہ کے فضل کے مطابق ثواب دیا جائے گا۔

دوسرا انفاق فی سبیل اللہ مشاہدۂ صفات کے مقام سے ہے جو اُس پر آئے اور یہ انفاق اللہ تعالیٰ کی رضا کو طلب کرنا ہے جیسا کہ پہلا انفاق اللہ تعالیٰ کی عطا کو طلب کرنا ہے۔

تیسرا انفاق فی سبیل اللہ انفاق باللہ ہے اور یہ مقام شہودِ ذات ہے تو جو اُسے ملے اُس سے خرچ کرے۔

اللہ کی راہ میں دے کر احسان نہ جتاؤ

لَا یُتۡبِعُوۡنَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًی ۙ یعنی پھر خبر دی گئی جب میرے نام پر خرچ کرو تو اُس کا نہ تو احسان ہی جتاؤ اور نہ ہی اُسے تکلیف دو جسے تم نے اللہ کی راہ میں دیا ہے کیونکہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا تین وجہ پر محمود ہے۔

اول: یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف نسبت کے ساتھ امر کے موافق ہو اور خرچ کرنے والے کی ذات کی طرف نسبت کے ساتھ رذیل بخل کو زائل کرنے والا ہو اور مستحق کی طرف نسبت فرحت انگیز نفع دینے والا ہو۔

اگر احسان جتایا جائے

پھر جب راہِ خدا میں خرچ کرنے والا احسان جتائے گا تو اُس نے حکمِ خداوندی کی مخالفت کی کیونکہ اُسے اِس اَمر سے روکا گیا ہے جبکہ اُس کا نفس ایسا کرنے سے نعمت کے ساتھ طوالت و

تجاوز اور اپنے کام کے ساتھ تکبر و اِحتجاب ظاہر کرتا ہے اِس لئے اُس کا نعمت کو دیکھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوگا۔ اور یہ تمام رذائل لازماً اُس کے لئے بخل چاہیں گے اور اگر وہ بخیل نہیں تو اُس کا نفس اپنی فضلیت کو دیکھتا ہے تو یہ اُس کے ابطال کو کافی ہوگا۔

رہی تیسری وجہ جو کہ مستحق کی طرف نسبت ہے تو اِسے تکلیف پہنچانا اِستحقاق کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ یہ راحت اور نفع کے منافی ہے اور اُس پر احسان جتانا بھی اِس انفاق کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ یہ ترفع اور اظہارِ اصطفاع کا اِقتضاء کرتا ہے جبکہ اِس پر حق کا اثبات ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۶۳ تا ۲۶۵)

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾

ترجمہ! اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ حلم والا ہے۔ اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کر دو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔ اور ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل جمانے کو اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو دونے میوے لایا پھر اگر زور کا مینھ اُسے نہ پہنچے تو اوس کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

اچھی بات صدقہ سے کیوں بہتر ہے

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ط پھر فرمایا کہ اچھی بات کہنا اور معاف کر دینا اُس صدقہ وخیرات سے بہتر ہے جس کے بعد خیرات لینے والے کو تکلیف پہنچائی جائے۔ اِس لئے کہ اچھی بات سے خواہ واپس ہی کیوں نہ کیا جائے اُس کے دل کو فرحت اور رُوح کو راحت ملے گی جب کہ صدقہ وخیرات سے اُس کا جسم فائدہ اُٹھاتا ہے اور دل کو سوائے تبعیت اور تصورِ نفع کے فرحت حاصل نہیں ہوتی۔

تو جب جسم کو نفع دینے والا اور رُوح کو تکلیف دینے والا امر قریب ہو گا نفع کو مکدر اور بے مزہ کر دے گا اور اچھی بات سے حاصل ہونے والی فرحت کا مقابلہ نہیں کر سکے گا اگر چہ اس کے ساتھ بدمزگی نہ بھی ہو کیونکہ روحانیات زیادہ شرف والی اور زیادہ اچھی ہیں اور نفوس میں واقع ہوتی ہیں۔

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ تکلیف دینے کے ساتھ ملے ہوئے صدقہ وخیرات سے بے نیاز ہے اور وہ حق دار کو اپنے خزانوں سے عطا فرماتا ہے اور سزا کے حق داروں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔

رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرنے والے

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ یعنی اُن لوگوں کی مثال جو اپنے اموال رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل جماتے ہیں جنتِ ربوہ جیسی ہے جس پر زور کا مینہ برسے تو دُگنے پھل لاتا ہے تو انفاق کی یہ دوسری قسم جنت کی تشبیہ کی وجہ سے پہلی قسم پر فضلیت رکھتی ہے کیونکہ جنت باوجود اُسے کھانا دینے کے بخلاف ایک دانہ اپنے حال پر باقی ہے تو اِس امر کے ساتھ اشارہ ہے کہ وہ اُن کا بادشاہ ہے گویا کہ صفتِ ذاتی ہے اس لئے فرمایا۔

وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یعنی اپنے دلوں کو جماتے ہیں، یعنی جود و بخشش پر ٹھہر جاتے ہیں جو کہ صفتِ ربانی ہے اور فرمانِ الٰہی بربوۃ اِس انفاق کے رُتبہ کی بلندی اور پہلے درجہ سے بلندی اور ترقی کی طرف اشارہ ہے۔

اَصَابَهَا وَابِلٌ زور کا پانی پڑنا یعنی رحمتِ رحمانیہ سے کثیر حصہ اور اُس کے وجود کے فیض سے وافر مدد حاصل کرتے ہیں کیونکہ یہ امر وصف کی مناسبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اِتصال کا ملکہ اور اِس کے ساتھ متصف ہونے اور اُس کے قبول کرنے کی اِستعداد ہے۔

فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ پھر اگر اُسے زور کی بارش نہیں پہنچی یعنی اُسے کثیر حصّہ نہیں ملا تو شبنم یعنی تھوڑا حصہ ہی سہی اور اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے کہ کون سے قبیل سے ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۶۶ تا ۲۶۸)

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾

ترجمہ! کیا تم میں کوئی ایسی پسند رکھے گا کہ اس کے پاس ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا جس کے نیچے ندیاں بہتیں اس کے لئے اس میں ہر قسم کے پھلوں سے ہے اور اسے بڑھاپا آیا اور اس کے ناتواں بچے ہیں تو آیا اس پر ایک بگولا جس میں آگ تھی تو جل گیا ایسا ہی بیان کرتا ہے اللہ تم سے

اپنی آیتیں کہ کہیں تم دھیان لگاؤ۔ اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے اور تمہیں ملے تو نہ لو گے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ سراہا گیا ہے۔ شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے بخشش اور فضل کا اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

انفاق تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہے

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ تَکُوۡنَ لَہٗ جَنَّۃٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ یعنی تم میں سے جو پسند کرتا ہے کہ اُسے جنت ملے جس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ ہیں تو اِس آیت کریمہ میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے نیک عمل سے حال کی تمثیل ہے یا اِس کے علاوہ اُس کے ساتھ تقربِ الٰہی کا حاصل ہونا اور رضائے الٰہی کو پہنچنا ہے۔

جیسا کہ انفاق سے اِس قسم میں ہے پھر اِس میں اُس کی ذات ظاہر اور متحرک ہوتی ہے تو اُس کی حرکات رُوح اور اس کی خواہشات کی حرکت کے ساتھ قلبِ اعضاء کی خواہش کے متخالف و متفاوت اور متضاد ہے تو شیطان اِس کی حرکت کو ختم کر دیتا ہے اور اُس کے حال کو وسوسہ کے ساتھ پکڑتا ہے اور اُس میں اُس کے عمل کی رؤیت یا ریاء کاری کو ڈال دیتا ہے، تو اُس کا ریاء کو ڈالنا اپنے عمل کی اُس آگ کو جلانا ہے جو اُس کی طرف محتاج ہو گی۔

فرمانِ علی المرتضیٰ

جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا!

اللّٰھم اغفرلی ما تقربت بہ الیک ثم خالفہ قلبی

الٰہی میرے اُس امر کو معاف فرما دے جس کے ساتھ میں تقرب حاصل کروں پھر میرا دل اُس کی مخالفت کرے۔

اللہ کی راہ میں پاکیزہ مال خرچ کرو

اَنۡفِقُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبۡتُمۡ یعنی پاک کمائی سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو یہ انفاق کی تیسری قسم ہے جو پاک کمائی سے ہوگا اِس لئے اختیارِ الٰہی اپنی مناسبت کی وجہ سے زیادہ شرف والے امر کو پسند کرتا ہے۔

فرمانِ علی المرتضیٰ

جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا !

اللہ جمیل و یحب الجمال

یعنی اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔

اور جو شخص اپنے انفاق میں نفس کے ساتھ ہے تو وہ ضنِ نفس اور اُس کی محبّت کی وجہ سے زیادہ شرف والے انفاق کی قدرت نہیں رکھتا اور اِس کی تخصیص باللہ سے اِس امر کے ساتھ اشارہ ہے کہ نفس کے ساتھ ہرگز بھلائی اور نیکی نہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا !

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ

وہ ہرگز بھلائی کو نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ میری راہ میں اپنی پسندیدہ چیز خرچ کریں۔

(سورۃ آل عمران آیت ۹۲)

اور خبیث مال راہِ خدا میں خرچ کرنے سے پاک نہیں ہوتا، انفاق کے ساتھ اُس کا اختصاص نفس اور طبیعت سے خرچ والے کی عادت کی طرح ہے اور وہ اُس کے ساتھ نہیں لیتے مگر یہ کہ اُس میں اغماض برتتے ہیں اِس لئے کہ تمہارے نفسوں کو تمہارے اطیب مال سے محبت ہے کیونکہ اچھے مال کی ذات کے ساتھ تمہاری مخصوص محبت ہے، اِس لئے مال کے ساتھ اُس مال پر اللہ تعالیٰ کی پسند کو ترجیح دیتے ہیں اور اِس لئے پاک مال کو اُس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

فِیۡهِ ؕ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيۡدٌ اور وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے تو وہ اُس کی غنا کے ساتھ متصف ہو جاتے ہیں اور مال اور اُس کی محبت سے اُس کے ساتھ مستفیض ہوتے ہیں اور حمید کا معنیٰ صرف محمود کام کرنے والا ہے تو اُس کی اِقتداء اور پیروی کرو۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ استغناء کو اپناؤ

اَلشَّيۡطٰنُ يَعِدُكُمُ الۡفَقۡرَ وَيَاۡمُرُكُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ ۚ مطلب یہ کہ شیطان تمہیں محتاجی کی طرف لوٹاتا ہے اور تمہیں بُرائی کا حکم دیتا ہے یعنی بخل کی بُری عادت کا حکم دیتا ہے تو اُس سے اللہ کے ساتھ پناہ مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں مغفرت کی طرف لوٹاتا ہے یعنی تمہارے نفسوں کی تمام صفات کو اپنے نُور کے ساتھ روشن کرتا ہے اور تمہیں اپنی صفات کی عطاؤں اور اُن کی تجلیات سے فضل کے ساتھ عطا فرماتا ہے جیسا کہ مطلق غنی کی شان ہے تو تم میں محتاجی کا ڈر باقی نہیں رہے گا۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ اور اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری ذوات وصفات کو وسیع فرماتا ہے اور اُس کی عطا اور جود و بخشش کے ساتھ تمہاری عطاؤں میں تنگی نہیں رہے گی اور نہ ہی اُس کی عطائیں ختم ہوں گی اور وہ اپنی تجلیات اور اُن کی اِستعداد اور اُن کے اِستحقاق کو جانتا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۶۹ تا ۲۷۲)

يُّؤۡتِى الۡحِكۡمَةَ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۶۹﴾ وَمَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰٮهُمۡ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلِاَنۡفُسِكُمۡ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

ترجمہ! اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔ اور تم جو خرچ کرو یا منت مانو اللہ کو اس کی خبر ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اور اس میں تمہارے کچھ گناہ گھٹیں گے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ انہیں راہ دینا تمہارے ذمہ لازم نہیں ہاں اللہ راہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم جو اچھی چیز دو تو تمہارا ہی بھلا ہے اور تمہیں خرچ کرنا مناسب نہیں مگر اللہ کی مرضی چاہنے کے لئے اور جو مال دو تمہیں پورا ملے گا اور نقصان نہ دیئے جاؤ گے۔

حکمت اور خیر کثیر

یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ؕ یعنی انفاق میں اُس کے اخلاص اور اِس انفاق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ جسے چاہے حکمت عطا فرمائے اور وہ حکمتِ انفاق اِس لئے عطا فرماتا ہے کہ وہ حکمتِ الٰہیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے اِس لئے کہ وہ صفاتِ الٰہیہ کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔

وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور نصیحت کو عقل والے مانتے ہیں یعنی حکمت اشرف الاشیاء اور اخص الصفات ہے تو اہلِ حکمت وہ لوگ ہیں جن کی عقلوں کو اللہ تعالیٰ نورِ ہدایت کے ساتھ منور فرما دیتا ہے تو وہ وہم اور رسوم وعادات یعنی نفس کے چھلکوں کی آمیزش سے مصفا اور پاک ہو جاتی ہیں۔

تو پہلے انفاق کا بدلہ دوگنا اور دوسرے انفاق کی جزاء جنتِ صفاتیہ ہے جس کے پھل کئی گنا ہیں اور تیسرے انفاق کی جزاء وجودِ موہوب کے لئے حکمتِ لازمہ ہے پس آپ اِن کے درمیان فرق پر غور کریں۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُهٗ ؕ یعنی تم جو خرچ

کرتے ہو یا منّت مانتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُسے جانتا ہے یعنی تمہارا کون سا خرچ اور کون سی نذر مقبول ہے تو وہ اِسی اعتبار سے تمہیں جزاء دیتا ہے۔

ریاکاری سے خیرات کرنے والوں کی سزا

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ یعنی منافقین ریاءکار جو اللہ کی راہ میں کیے جانے والے خرچ کو اُس کے درست مقام پر خرچ نہیں کرتے یا وہ لوگ جو اپنے انفاق کی ریا کے ساتھ حقوق میں کمی کرتے ہیں یا خدا کی راہ میں کسی کو دینے کے بعد اُس میں احسان اور تکلیف کو شامل کر لیتے ہیں یا وہ جو ناپاک مال سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو اِن سب کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ اور اگر محتاجوں کو پوشیدہ طور پر دو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ یہ امر ریاء سے دُور اور اخلاص کے قریب ہے۔

تمہاری خیرات تمہارے ہی کام آتی ہے

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ یعنی انہیں احسان جتانے ایذاء دینے اور ریا سے پاک مذکورہ انفاقاتِ ثلاثہ کی طرف اور رؤیتِ انفاق اور اللہ کی راہ میں ناپاک مال سے نہ خرچ کرنے کی طرف ہدایت فرمانا آپ پر واجب نہیں کہ آپ اُنہیں مھدی بنائیں بلکہ آپ کا کام ہدایت کی تبلیغ فرمانا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ مگر اللہ اُنہیں راہ دکھاتا ہے کہ اگر اچھی چیز اللہ کی راہ میں دو گے تو اس میں تمہاری ہی بھلائی ہے تو وہ لوگوں پر نہ تو اس خیرات کا احسان جتائیں اور نہ ہی اُنہیں تکلیف پہنچائیں۔

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ اور تمہیں وہی خرچ کرنا مناسب ہے جس میں

اللہ تعالیٰ کی رضا شامل ہو اور تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ لوگوں کو خیرات دینے کے بعد اُن پر اس خیرات کا احسان جتاؤ اور تم اِس میں کیسے ریاء کرتے ہو ؟

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ اور جو مال تم دو گے وہ تمہیں پورا ملے گا اور اُس میں تمہارے علاوہ کا حصّہ نہیں تو تم اللہ کی راہ میں جو بھی خرچ کرو گے وہ فی الحقیقت تمہاری اپنی ذات کے لئے ہے نہ کہ تمہارے علاوہ کے لئے اور تمہارے لئے اس سے کوئی چیز کم نہ کی جائے گی تو تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ ناپاک مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ تو انفاق کی مذکورہ تینوں اقسام کی طرف اُن کی غائتوں کے تصوّر کے ساتھ پھرنے والی اِن تین آفات سے بچنا چاہیے۔"

(تفسیر آیت نمبر ۲۷۳ تا ۲۷۵)

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾

ترجمہ! ان فقیروں کے لئے جو راہِ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے۔ وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لئے ان کا نیگ ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ

کچھ غم۔ وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو اب ایسی حرکت کرے گا وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔

اللہ والوں کی پہچان

لِلۡفُقَرَآءِ الَّذِیۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ یعنی وہ فقراء جو تمہارے صدقات کا اِرادہ رکھتے تھے تو اُنہیں اللہ کی راہ میں مجاہدہ نے تم سے سوال کرنے سے روک دیا۔

لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِی الۡاَرۡضِ یعنی یہ فقراء عبادات میں اپنے اوقات کو صَرف کرنے اپنے احوال میں مستغرق رہنے اور اشتغال باللہ کی بناء پر تجارت اور کاروبار نہیں کر سکتے۔

یَحۡسَبُهُمُ الۡجَاهِلُ اَغۡنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ یعنی ناواقف نے اُنہیں اِس لئے تونگر سمجھ لیا کہ وہ اپنے استغناء کی بناء پر لوگوں سے سوال نہیں کرتے۔

تَعۡرِفُهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ لَا یَسۡـَٔلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا جب تُو اُنہیں اُن کے چہروں کی صفوت پیشانیوں کے نُور اور جلد کی رنگت کے نکھار سے پہچان لے گا یہ اللہ والے عارف اور فقراء ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تو جو اِن سے ہو گا وہ لوگوں سے اس لئے سوال نہیں کرتا کہ اِن کے سامنے گڑگڑانا پڑتا ہے اور مراد لوگوں سے کلی طور پر سوال کی نفی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

علی الاحب یتھدی بمنارہ

اور مراد جمیع منار و اہتداء کی نفی ہے یا گڑگڑانے کی نفی اور سوال سے بچنے کا اثبات ہے۔

بات نیت کی ہے

وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیۡمٌ یعنی تم اپنی خیرات غنی کو یا محتاج کس کو

دیتے ہو اللہ تعالیٰ اُسے جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ یہ صدقہ و خیرات اُس کے لئے ہے یا اُس کے علاوہ ہے تو اِس کا بدلہ اِس اعتبار سے دیا جائے گا۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً یعنی جو پہلے اور دوسرے انفاق کے مطابق اوقات و احوال کے اعتبار سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں کہ بارے میں جان لیں کہ اِس میں وقت کا فرق نہیں بلکہ ارادہ و نیّت کی بات ہے۔

سُود سے اگرچہ بظاہر مال زیادہ اور خیرات سے بظاہر کم ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ سود کو برباد کر دیتا ہے اور خیرات کو بڑھا دیتا ہے کیونکہ کمی بیشی اور نفع کا انحصار عاقبت کے اعتبار سے ہے جبکہ سود سے جمع کئے ہوئے مال کے لئے برکت نہیں کیونکہ وہ مخالفتِ حق سے حاصل کیا گیا ہے۔ تو اُس کی عاقبت اچھی نہیں ہوگی اور سود لینے والا تمام گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ ہر کھانے کے کھانے سے خواہشات اور افعال کھانے کی جنس سے پیدا ہوں گے اگر حرام کھایا ہے تو وہ اُسے حرام کاموں کی دعوت دے گا اور اگر مکروہ کھایا ہے تو وہ مکروہ کاموں کی طرف بُلائے گا اور اگر مباح کھانا کھایا ہے تو وہ مباح کاموں کی دعوت دے گا۔ اگر طعامِ فضل سے کھایا ہے تو وہ کھانے والے کو مندوبات کی طرف بلائے گا اور اُس کے افعال میں تبرع اور تفضّل ہوگا اور اگر حقوق سے بقدرِ واجب کھایا ہے تو اُس کے افعالِ واجبہ ضروریہ ہوں گے اور اگر مفضول و حظوظ سے کھایا ہے تو اُس کے افعال ویسے ہی ہوں گے ایسے ہی سود چونکہ گناہ ہے لہٰذا سُود کے کھانے سے پیدا ہونے والے حرام افعال کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے!

الذنب بعد الذنب عقوبة الذنب الاول فنزداد عقوباته و آثامه ابداً"۔

یعنی گناہ کے بعد گناہ پہلے گناہ کی سزا ہے تو اُس کی سزائیں اور گناہ ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں۔

اور سُود خور کا مال دنیا میں تلف ہو جاتا ہے اور اُس کے پیچھے رہنے والوں اور اُس کی اولاد کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا اندریں صورت اُسے دنیا و آخرت میں گھاٹا اور خسارہ ہوگا اور یہ کلّی بربادی اور ہلاکت ہے،

اِس کے برعکس خیرات کرنے والے کا مال پاک ہو جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ مع اس کی اصل کے اُس کے نفع اور فائدہ کی حفاظت فرماتا ہے اور اُس کا کھانا اُس کے افعال میں مطیع ہوگا اور اُس کے اَعقاب و اَولاد میں اپنے نفع کے ساتھ باقی رہے گا اور یہ فی الحقیقت مال کا زیادہ ہونا ہے اور اگر اُس کے مال میں زیادتی نہ بھی ہو جب بھی اطاعتِ الٰہی میں خرچ کرنا اُس کے زیادہ ہونے کے لئے جمع کردہ مال میں کمی نہ بھی ہو تو بھی اُس کا حصول اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے سے اور اُس کا ارتکاب ہی اُس کے نقصان کے لئے کافی ہے اور اُس سے زیادہ افحش اور برا نقصان اور کون سا ہوگا۔ جو سود لینے والے کے حجاب کا سبب بن جائے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس کا حصہ اُس کا عذاب ہے"

رزق کو متعین کرنا سُود ہے

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ یعنی سُود کھانے والے کا حال تمام ارتکابِ کبائر کرنے والوں کے برابر ہے کیونکہ ہر کام کرنے والا اپنے کام پر توکّل کرتا ہے خواہ اُس کا کام کم ہو یا زیادہ جیسا کہ تاجر کسان اور کاریگر ہیں اِس لئے کہ اُن کی روزیاں اُن کی عقلوں کے ساتھ معین نہیں اور نہ ہی اُنہوں نے کام کرنے سے پہلے اِس کا تعین کیا تھا تو فی الحقیقۃ اُنہیں اِس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ اُنہیں کیا ملے گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !

ابی اللہ ان یرزوق المؤمن الا من حیث لا یعلم۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ مومن کو وہ رزق عطا فرمائے جسے وہ نہیں جانتا۔

جبکہ سُود کھانے والا جانتا ہے کہ اُس نے کیا لینا ہے اور کتنی کمائی اور کتنی روزی ہے برابر ہے کہ سودی کاروبار میں کمائے یا گھٹائے وہ اپنے رزق کو متعین کرنے کی وجہ سے بنفسہٖ اپنے رب سے محجوب ہے اور اُسے ہرگز توکّل نہیں تو اللہ تعالیٰ اُس کی ذات اور اُس کی عقل کی طرف موکل تھا پھر اُسے اپنی حفاظت وموکلیت سے نکال دیا تو جب قیامت قائم ہوگی اُس روز اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رابطہ نہیں ہوگا جیسا کہ تمام لوگوں کا توکّل کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے رابطہ ہوگا تو وہ اُس مرگی والے شخص کی طرح ہوگا جسے شیطان نے مس کر کے مخبوط الحواس کر دیا ہو اور وہ مقصد کی طرف ہدایت نہیں پا سکتا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ یعنی قیاس اور حجاب کے باعث یہ لوگ کہتے ہیں کہ تجارت بھی سُود کی طرح ہے اور جس نے سب سے پہلے قیاس کیا وہ ابلیس تھا تو اُس کے ساتھی اُس کی مثل مردود ومطرود ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۷۶ تا ۲۸۳)

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ
فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى
مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى
اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا
تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا
يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ

اللّٰہَ رَبَّہٗ وَلَا یَبۡخَسۡ مِنۡہُ شَیۡـًٔا ؕ فَاِنۡ کَانَ الَّذِیۡ عَلَیۡہِ الۡحَقُّ سَفِیۡہًا اَوۡ ضَعِیۡفًا اَوۡ لَا یَسۡتَطِیۡعُ اَنۡ یُّمِلَّ ہُوَ فَلۡیُمۡلِلۡ وَلِیُّہٗ بِالۡعَدۡلِ ؕ وَاسۡتَشۡہِدُوۡا شَہِیۡدَیۡنِ مِنۡ رِّجَالِکُمۡ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ یَکُوۡنَا رَجُلَیۡنِ فَرَجُلٌ وَّامۡرَاَتٰنِ مِمَّنۡ تَرۡضَوۡنَ مِنَ الشُّہَدَآءِ اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰىہُمَا فَتُذَکِّرَ اِحۡدٰىہُمَا الۡاُخۡرٰی ؕ وَلَا یَاۡبَ الشُّہَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوۡا ؕ وَلَا تَسۡـَٔمُوۡۤا اَنۡ تَکۡتُبُوۡہُ صَغِیۡرًا اَوۡ کَبِیۡرًا اِلٰۤی اَجَلِہٖ ؕ ذٰلِکُمۡ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰہِ وَاَقۡوَمُ لِلشَّہَادَۃِ وَاَدۡنٰۤی اَلَّا تَرۡتَابُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ تَکُوۡنَ تِجَارَۃً حَاضِرَۃً تُدِیۡرُوۡنَہَا بَیۡنَکُمۡ فَلَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَلَّا تَکۡتُبُوۡہَا ؕ وَاَشۡہِدُوۡۤا اِذَا تَبَایَعۡتُمۡ ۪ وَلَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَہِیۡدٌ ۬ؕ وَاِنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاِنَّہٗ فُسُوۡقٌۢ بِکُمۡ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۲۸۲﴾ وَاِنۡ کُنۡتُمۡ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمۡ تَجِدُوۡا کَاتِبًا فَرِہٰنٌ مَّقۡبُوۡضَۃٌ ؕ فَاِنۡ اَمِنَ بَعۡضُکُمۡ بَعۡضًا فَلۡیُؤَدِّ الَّذِی اؤۡتُمِنَ اَمَانَتَہٗ وَلۡیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ ؕ وَلَا تَکۡتُمُوا الشَّہَادَۃَ ؕ وَمَنۡ یَّکۡتُمۡہَا فَاِنَّہٗۤ اٰثِمٌ قَلۡبُہٗ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِیۡمٌ ﴿۲۸۳﴾

ترجمہ! اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکر بڑا گنہگار۔ بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوۃ دی اُن کا نیگ ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو۔ پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کرلو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ نہ تمہیں نقصان ہو۔ اور اگر قرضدار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لئے اور بھلا ہے اگر جانو اور ڈرو اس دن سے جس میں اللہ کی طرف پھرو گے اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ اے ایمان والوں جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور چاہیے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا چاہیے اور جس پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے پھر جس پر حق آتا ہے اگر بے عقل یا ناتواں ہو یا

لکھانہ سکے تو اس کا ولی انصاف سے لکھائے اور دو (۲) گواہ کرلو اپنے مردوں میں سے پھر اگر دو (۲) مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو (۲) عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس ایک کو دوسری یاد دلادے اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں اور اسے بھاری نہ جانو کہ دین چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد تک لکھت کرلو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تمہیں شبہہ نہ پڑے مگر یہ کہ کوئی سردست کا سودا دست بدست ہو تو اس کے نہ لکھنے کا تم پر گناہ نہیں اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ کرلو اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے نہ گواہ کو (یا نہ لکھنے والا ضرر دے نہ گواہ) اور جو تم ایسا کرو تو یہ تمہارا فسق ہوگا اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو گرو ہو قبضہ دیا ہوا اور اگر تم میں ایک کو دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ جسے اس نے امین سمجھا تھا اپنی امانت ادا کرے اللہ سے ڈرے جو اُس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

سُود گھٹتا ہے خیرات بڑھتی ہے

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ یعنی اور نقصان کی صورت میں ہو،
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ یعنی اللہ تعالیٰ کو کوئی ناشکرا بڑا گنہگار پسند نہیں یعنی سُود کھانے والا اپنے فعل کے ساتھ بڑا گنہگار اور ناشکرا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے محبت نہیں فرماتا۔

(تفسیر آیت ۲۸۴)

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

ترجمہ ! اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا تو جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تمام مخلوق خالق کے لئے ہے

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ یعنی جو کچھ بھی عالمِ رُوحانی میں ہے اُس کے تمام بواطن وصفات اور اُس کے غیوب کے پردے اور اُس کے وجود کے دفینے سب کے سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔

وَمَا فِی الْاَرْضِ ط یعنی جو کچھ عالمِ جسمانی میں ہے اور اُس کے تمام تر اسماء و افعال عالمین کے گواہ ہیں اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

کچھ مت چھپاؤ

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ط اور اگر تم اپنے دل کی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تمہارا محاسبہ کرے گا یعنی اللہ تعالیٰ کے افعال اور اُن کے ظواہر کی گواہی دو کیونکہ وہ اُسے جانتا ہے اور اِس کے ساتھ تمہارا حساب لے گا اور اگر اُس کی صفات اور اُس کے بواطن کو چھپاؤ گے تو بھی وہ اُنہیں جانتا ہے اور وہ اِس کے ساتھ تمہارا محاسبہ کرے گا۔

فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ط یعنی بندے کی توحید اور اُس کی قوتِ یقینیہ اور اُس کی برائیوں کے عوارض اور اُس کی ذات میں برائیوں کے راسخ نہ ہونے کی وجہ سے جسے چاہے معاف فرمادے اور جسے چاہے اُس کے اعتقاد کے فساد شک کے وجود یا اُس میں فی نفسہٖ برائیوں کے راسخ ہونے کی بناء پر مُعذّب فرمائے۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ مغفرت اور تعذیب تمام پر قادر ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۸۵ تا ۲۸۶)

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ قف وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ق غُفْرَانَکَ رَبَّنَا

وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٙ وَاغْفِرْ لَنَا ٙ وَارْحَمْنَا ٙ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۸۶﴾

ترجمہ ! رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اُترا اور ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور عرض کی کہ ہم نے سنا اور مانا تیری معافی ہو اے رب ہمارے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو بُرائی کمائی اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا اے رب ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار نہ ہو اور ہمیں معاف فرما دے اور بخش دے اور ہم پر مہر کر تو ہمارا مولیٰ ہے تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

وحدت کو کثرت میں ماننا ہی ایمان ہے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو نازل ہوا وہ اُس پر اُس کی تصدیق وقبول کے ساتھ اور اُس سے متخلّق ہونے کے ساتھ ایمان لائے جیسا کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا !

کان خلقه القرآن

یعنی آپ کا خُلق قرآن ہے اور آپ نے قرآن کے معانی کے ساتھ ترقی فرمائی اور اُنہیں متحقق فرمایا !

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ٙ اور تمام ایمان والوں نے اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں کو مانا یعنی

اللہ تبارک وتعالیٰ استقامت کے وقت تفصیلاً ایک ہے تا کہ اِس کثرت کی صورت میں اُس کی وحدت کا مُشاہدہ کیا جائے اور اپنی تجلیات سے ہر تجلّی کو اپنے مظاہر اور اپنی حکمتوں کے مظہر میں عطا فرمانے والا ہے۔

رسولوں میں کیسے فرق نہ کریں ؟

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ یعنی ایمان والے اللہ کے رسولوں کے درمیان بعض کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے کے ساتھ فرق نہیں کرتے اور نہ ہی اُن کے حق پر حق کے ساتھ ہونے میں شک کرتے ہیں اِس لئے کہ اُن سب میں حق کے ساتھ شہودِ توحید اور مُشاہدۂ حق موجود ہے۔

وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ یعنی کہتے ہیں اے رب ! ہم نے تیری کتابوں اور تیرے رسولوں اور نزول ملائکہ کے بارے میں سُنا اور اِسے تسلیم کیا اور اِس پر استقامت کی۔ اے رب ہمارے وجودوں اور صفات کو بخش دے اور انہیں اپنے وجود اور اپنی صفات کو خود میں فناء کرنے کے ساتھ مٹا دے۔

طاقت کے مطابق بوجھ اور اچھی بُری کمائی

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کسی جان کو اُس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں اُٹھواتا اور نہ ہی تجلیات سے اُس کے طوق اور اُس کی استعداد کو تنگ کرتا ہے کیونکہ کشف وتجلیات سے ہر ایک کا حصّہ اتنا ہی ہے جس سے وہ تنگ نہ ہو اور ہر عطا کئے گئے کی استعداد ازل میں اُس کے فیضِ اَقدس سے ہے اور اس پر تنگی نہیں۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ یعنی اُس کے لئے وہی ہے جو اُس نے خیرات وعلوم اور کمالات وکشوف سے کمایا ہے اور اِن کا پانا برابر ہے اِردہ کے ساتھ ہو یا اِردہ کے ساتھ ہو یا ارادہ کے بغیر کیونکہ یہ امرِ عالمِ نُور سے ہے۔

اُس کی تمام ذاتی نیکیاں اُس کی طرف اُس کے فائدے کو لوٹاتی ہیں برعکس شرور اور برائیوں کے جو کہ جہالتوں، رذالتوں اور معاصی ونقائص میں سے ہیں۔ کیونکہ یہ اُمورِ ظلمانیہ اپنے جوہر سے غریب ہیں تو یہ اُس وقت تک نہ تو اُسے نقصان دیتے ہیں اور نہ وہ اِن کے ساتھ اِن کی اتباع سے الحاق کرتا ہے مگر اُس وقت جب یہ اُس کی طرف ارادہ وعمل سے متوجہ ہونے کے ساتھ اُس کی طرف مُنجذِب ہوں تاکہ وہ اِن برائیوں کا اکتساب کرے اِس لئے حدیث شریف میں آیا ہے !

ان صاحب الیمین یکتب کل حسنة تصدر عن صاحبها فی الحال و صاحب الشمال لا یکتب حتیٰ تمضی علیه ستة ساعات فان استغفر فیها و تاب اوندم فلم یکتب وان اصر کتب۔

یعنی دائیں ہاتھ والا فرشتہ نیکی کرنے والے کی نیکی اُسی وقت لکھ لیتا ہے جب وہ کرتا ہے اور بائیں ہاتھ والا اُس کی برائی نہیں لکھتا یہاں تک کہ اُس پر چھ گھڑیاں گزر جائیں اور اگر وہ چھ ساعتوں میں استغفار کرلے اور توبہ کرلے تو وہ نہیں لکھتا اور اگر اِس پر اصرار کرے یعنی بُرائی کا اعادہ کرے تو وہ اُس کی برائی کو لکھ لیتا ہے۔

اور نفس سے مراد یہاں ذات ہے مگر ضروری ہے کہ بالعکس اَمر ہو تو اِس وقت اِس کا معنیٰ ہے اُسے اُتنی ہی تکلیف دی جاتی ہے جتنی اُس میں طاقت ہے اور اُسے اُس کی طاقت اور جدو جہد کے بغیر ہی اُس کے لئے اعمال کو آسان کیا ہے۔

نیز یہ کہ لفظ کسب کا ذکر نیکی کے مقام پر کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اِس کے ساتھ علّت وعذر نہیں جس کے لئے عمل کرتا ہے اور لفظِ اکتساب شر اور برائی کے موقعہ پر کہا جاتا ہے اِس لئے کہ یہ اُس کی

طرف منجذب اور اُس کے لئے قصد وارادہ کے ساتھ معتمل ہے کیونکہ یہ شہر کی پناہ گاہ ہے۔

ہم غریب الدیار ہیں ہمیں معاف کر دے

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ یعنی اے ہمارے پروردگار ہمیں تیرے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو بھول جانے یا عمل میں جب ہم تیرے سوا کریں اور تیرے فراق پر قرآن پڑھنے میں جب ہم تجھ سے محجوب ہونے کی غلطی کریں تو ہمارا مواخذہ نہ فرما کیونکہ ہم غریبوں نے تیرے ساتھ جو عہد کیا تھا اُس میں طویل عرصہ کی دُوری ہو گئی ہے ہم تجھ سے مسافر ہیں اور طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں کے ساتھ اندھیروں میں گھرے ہوئے ہیں ہمیں تیرے حضور میں نہ طاقت ہے اور نہ اندازہ یہاں تک کہ تُو ہمارے گناہوں کا مواخذہ فرمائے۔

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ اے رب ہماری ذات وصفات اور افعال میں ہم پر بوجھ نہ رکھ ہم اپنے مکان میں تیرے ہجر کے بوجھ تلے دبے پڑے ہیں کیونکہ مہجوری کے بوجھ سے زیادہ کوئی بوجھ نہیں، جیسا کہ تُو نے ہم سے پہلے ظواہرِ افعال کے ساتھ یا بواطنِ صفات کے پردوں میں محجوب لوگوں پر بوجھ رکھا۔"

وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ یعنی ہم پر ہجر وفراق اور اپنے وصال کے حرمان اور اپنے جلال کے حجاب کے ساتھ اپنے جمال کے مشاہدہ سے محرومی کا وہ بوجھ نہ رکھ جس کے اُٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں۔

وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ یعنی ہمارے افعال اور صفات کی برائیوں کو معاف فرما دے کیونکہ یہ تمام بُرائیاں ہمیں تجھ سے محجوب کر دیتی ہیں اور دوری کی وجہ سے ہمیں تیرے عفو و درگذر اور تیرے رضوان کی لذت سے محروم کر دیتی ہیں اور ہمارے وجودات کے گناہوں کو بخش دے کیونکہ یہ سب گناہوں سے بڑے گناہ ہیں جیسا کہ کسی نے کہا!

اذا قلب ماٰ ذنبت قالت مجیبة

وجودك ذنب لا یقاس به ذنب

جب میں کہتا ہوں میرا گُناہ کیا ہے ؟ تو جواب دینے والا کہتا ہے تیرا وجود اتنا بڑا گناہ ہے جس کے ساتھ کسی گناہ کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اور ہم پر فناء کے بعد عطا کردہ وجود کے ساتھ رحم فرما تُو ہمارا مددگار اور ہمارے اُمور کا متولّی ہے کیونکہ مولا کا حق ہے کہ اپنے غلاموں کی مدد فرمائے اور مولا کا معنیٰ سیّد یعنی سردار بھی ہے تو سردار کا حق ہے کہ اپنے بندوں اور غلاموں کی مدد فرمائے اور عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ سے مراد یہ ہے کہ ہمارے نفوس اَمّارہ کو قوتوں اور ان کی صفات اور ہمارے اوہام کے شیطانوں کے لشکروں اور تجھ سے محجوب ہمارے خیالوں پر ہماری مدد فرما کیونکہ ہم اُن کے کُفر و انکار اور ظلمت و تاریکی کے حجاب میں پڑے ہوئے ہیں۔

سورۃ آلِ عمران

(تفسیر آیت نمبر ۱ تا ۶)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

الٓمّٓ ۝۱ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۙ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ؕ۝۲ نَزَّلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَاَنۡزَلَ التَّوۡرٰىۃَ وَالۡاِنۡجِیۡلَ ۙ۝۳ مِنۡ قَبۡلُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَاَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ۬ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ وَاللّٰہُ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ۝۴ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخۡفٰی عَلَیۡہِ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ؕ۝۵ ہُوَ الَّذِیۡ یُصَوِّرُکُمۡ فِی الۡاَرۡحَامِ کَیۡفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝۶

ترجمہ ! اللہ ہے جس کے سوا کسی کی پوجا نہیں آپ زندہ اوروں کا قائم رکھنے والا۔ اُس نے تم پر یہ سچی کتاب اُتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور اُس نے اس سے پہلے توریت اور انجیل اتاری۔ اور لوگوں کو راہ دکھاتی اور فیصلہ اُتارا بے شک وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔ اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں نہ آسمان میں۔ وہی ہے کہ تمہاری تصویر بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔

الٓمّٓ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۙ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ اس جملہ کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

نَزَّلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ یعنی آپ پر تنزیل کتب کے ساتھ علمِ توحیدی کے معدن کی طرف جو کہ جمع کے اعتبار سے حق اور عقلِ قرآنی کے نام سے موسوم ہے سے آپ کو رُتبہ بر رُتبہ

اور درجہ بدرجہ ترقی عطا کی۔

توحیدِ ظاہری اور توحیدِ باطنی

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی غیبِ استعداد میں خزانہ کی گئی عہدِ اوّل میں پہلے سے معلوم توحیدِ ازلی سے جو آپ کے سامنے ہے اُس کی مصدق کتاب آپ پر نازل فرمائی اور ایسے ہی اس سے قبل تورات اور انجیل کو اُتارا پھر فرقان کو نازل کیا یعنی توحیدِ تفصیلی جو کہ فرق کہ اعتبار سے عقلِ فرقانی کے نام سے موسوم ہے اور یہ منشاءِ استقامت اور مبداءِ دعوت ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یعنی وہ لوگ جو مظاہر واکوان کے ساتھ اِن دونوں توحیدوں سے حجاب میں ہیں جو کہ فی الحقیقت آیاتِ توحید ہیں۔

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ط یعنی اُن کے لئے بُعد و حرمان میں عذابِ شدید ہے۔

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ اور اللہ غالب و قاہر ہے نہ کوئی اُس کا وصف بیان کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور نہ ہی کوئی اُس کی کُنہ تک پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اُس کی مثل پر قادر ہے اور وہ مُنتقم ہے یعنی تمام عالموں میں اُس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں تو وہ اِنتقام کے مواقع کو جانتا ہے جن میں سے آیاتِ محکمات ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۷ تا ۱۲)

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ط فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۞ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ط اِنَّ

اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡہُمۡ اَمۡوَالُہُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُہُمۡ مِّنَ
اللّٰہِ شَیۡئًا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ہُمۡ وَقُوۡدُ النَّارِ ﴿۱۰﴾ کَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ ۙ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ؕ
کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاَخَذَہُمُ اللّٰہُ بِذُنُوۡبِہِمۡ ؕ وَاللّٰہُ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۱﴾ قُلۡ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا
سَتُغۡلَبُوۡنَ وَتُحۡشَرُوۡنَ اِلٰی جَہَنَّمَ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِہَادُ ﴿۱۲﴾

ترجمہ ! وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈھنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔ اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔ اے رب ہمارے بے شک تو سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے اس دن کے لئے جس میں کوئی شبہہ نہیں بے شک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا۔ بے شک وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ سے انہیں کچھ نہ بچا سکیں گے اور وہی دوزخ کے ایندھن ہیں۔ جیسے فرعون والوں اور ان سے اگلوں کا طریقہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو اللہ نے ان کے گناہوں پر ان کو پکڑا اور اللہ کا عذاب سخت۔ فرما دو کافروں سے کوئی دم جاتا ہے کہ تم مغلوب ہو گے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا بچھونا۔

محکمات و متشابہات کی صوفیانہ تفسیر

جو اِن آیاتِ محکمات کی طرف پہنچنے کے لئے اِحتمال و اِشتباہ کا راستہ اختیار کرتا ہے تو انہیں سوائے ایک معنیٰ کے حمل نہیں کیا جائے گا۔ هُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ، یعنی یہ کتاب کی اصل ہیں۔

وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ یعنی دوسری وہ جو آیاتِ متشابہات ہیں تو اُن کا کئی معنوں میں اِحتمال ہے تو اِن تک پہنچنا دُشوار ہے اور اِن میں حق اور باطل کا اِشتباہ ہے اور یقیناً حق تعالیٰ کا چہرہ اور وجہ ہے وہ وجہ جو مخلوق کے فناء ہونے کے بعد مطلق طور پر باقی ہے تو کثرت و تعدّد کا اِحتمال نہیں اور اُس کے لئے مظاہر کو دیکھنے کے اِعتبار سے متعدّد اور کثیر اضافی وجوہ ہیں۔ اور اُس ایک وجہ سے جس کے

ہر مظہر میں اِستعداد کے اعتبار سے ظہور ہوتا ہے۔ اُس میں حق کے ساتھ باطل مُتلبّس ہو جاتا ہے۔

تو اِس کے لئے تنزیل وارد فرمائی تا کہ متشابہات کو وجوہِ اِستعدادات کی طرف پھیرا جائے تو ہر ایک کا تعلق اُس سے ہے جس کے ساتھ اُس کی مناسبت سے اور اِبتلاء وامتحان کے ظاہر ہونے سے ہے، مگر وہ لوگ جو محققین و عارفین ہیں صورت کی نشانی میں باقی رہنے والے چہرے کو جانتے ہیں کہ اُس کی شکل کون سی ہے تو وہ اُن وجوہ سے جن سے متشابہات و اِشتباہ کا اِحتمال ہے وجہِ حق کو پہچان لیتے ہیں اور اِن متشابہات کو شاعر کے اِس قول کی طرح مُتمثّل محکمات کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔

وما الوجه الا واحد غير انه

اذا انت اعددت المرايا تعددا

اور سوائے اُس کے ایک وجہ نہیں جبکہ تیرے اکیلا ہونے کی صورت

میں اپنے متعدد گوشے اور زاویے ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ اور وہ لوگ جن کے دل میں کجی ہے یہ حق سے محجوب لوگ ہیں فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ یعنی یہ لوگ وحدت سے کثرت کے ساتھ اپنے اِحتجاب کی بنا پر اشتباہ والی آیات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جیسا کہ محققین حضرات محکم ومتشابہ دونوں کی پیروی کرتے ہیں اور وُجوہِ محتملہ سے اُس وجہ کو پسند کر لیتے ہیں جو اُن کے دین اور اُن کے مذہب کے مناسب ہو مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ یعنی گمراہی کو طلب کرنے کے لئے اَضلال و گمراہی کا راستہ وہ ہے جس پر وہ گامزن ہیں اور اُن تاویلوں کے پیچھے بھاگتے ہیں جو اُن کے حال اور اُن کے طریقہ سے مناسبت رکھتی ہوں، جب خنجر ٹیڑھا ہوگا تو اُس کی نیام بھی ٹیڑھی ہوگی تو یہ لوگ جس طرح چہروں میں باقی چہرہ کو نہیں پہچانتے تو لازم ہے کہ اُسی طرح اِن آیات کے معانی سے حق اور درست معنیٰ کو نہ جانتے ہوں تو اُن کا حجاب مزید گاڑھا اور ڈلدار ہو جاتا ہے تا کہ عذاب کے مستحق ہو جائیں۔

اہلِ دانش کون ہیں ؟

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۘ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ اور اِس کی تاویل کو سوائے اللہ تعالیٰ کے علم سے جانتے ہیں اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا یعنی اِس تاویل کو جمعاً اور تفصیلاً اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ ۙ یعنی کہتے ہیں کہ ہم علمِ الٰہی کے ساتھ اِس کی تصدیق کرتے ہیں تو وہ نورِ ایمانی کے ساتھ جانتے ہیں۔

کُل من عند اللہ کہ سب کچھ اللہ کے ہاں سے ہے اِس لئے کہ اُس کے نزدیک کُل تغیرِ اختلاف کے ایک معنیٰ میں ہے"

وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ یعنی اِس علمِ واحد کے ساتھ تفاصیل متشابہہ منکرہ میں فصل اور علیحدگی کو وہی لوگ جانتے ہیں جن کے عقول کی صِفت نُورِ ہدایت کے ساتھ ہے اور وہ خواہش وعادت کے چھلکے سے چھلکا اُتارتے ہیں۔

دِلوں کو ٹیڑھا نہ کر

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا اے ہمارے پروردگار اپنی جناب کی طرف توجہ اور اپنی ملاقات کی طلب میں کوشش اور اپنے دروازے پر ٹھہر جانے سے دُنیا کی محبت کے فتنوں، غلبہ خواہش، نفس اور اُس کی صفات کی طرف مَیلان اور لذّات وحظوظِ نفسانی کے ساتھ ٹھہر جانے کے ساتھ ہمارے دِلوں کو ٹیڑھا نہ فرما،

یعنی اپنے نُور کے ساتھ اپنی سیدھی راہ پر اور دینِ قیّم اور اپنے جمالِ کریم کی طرف اپنے چہرے کے انوار کے ساتھ ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو سیدھا رکھ۔

وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ یعنی ہمیں اپنے پاس سے

رحیمیت عطا فرما اور اپنی صفات کے ساتھ ہماری صفات کو اور اپنے انوار کے ساتھ ہماری ظلمات کو مٹا دے بیشک تو عطا و بخشش فرمانے والا ہے"

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ یعنی اے رب تُو ایک روز لوگوں کو جمع فرمانے والا ہے ہے"

یعنی یوم جمع کے لئے اکٹھے کرنے والا ہے تو یہ تمام مخلوق اوّلین و آخرین کے لئے وحدتِ جامع کی طرف وصول ہے اور اُن کے لئے اِس مشہد و مشاہدہ گاہ میں شک باقی نہیں۔

کافروں کی دُنیا

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ

یعنی کافروں کے اَموال و اَولاد اُنہیں اللہ سے کچھ بھی نہ بچا سکیں گے بلکہ اُن کے اَموال و اولاد ہی تو اللہ تعالیٰ سے اُن کے بُعد و حجاب اور اُس کے عذاب سے اُن کی تعذیب کا باعث ہیں اور اِس کی وجہ اُن کا اَموال و اولاد سے شدید تعلق اور اُن کی محبت ہے،

(تفسیر آیت نمبر ۱۳ تا ۱۴)

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

ترجمہ! بے شک تمہارے لئے نشانی تھی دو (۲) گروہوں میں جو آپس میں بھڑ پڑے ایک جتھا اللہ کی راہ میں لڑتا اور دوسرا کافر کہ انہیں آنکھوں دیکھا اپنے سے دونا سمجھیں اور اللہ اپنی مدد سے زور دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے شک اس میں عقلمندوں کے لئے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے۔ لوگوں کے لئے

.. آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے اور اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا

رحمان کا لشکر اور شیطان کا لشکر

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ اے گروہِ سالکین تمہارے لئے آپس میں لڑ پڑنے والے دو گرہوں میں نشانی ہے جو تمہارے توحید تک پہنچنے اور تمہارے کمال پر دلالت کرتی ہے۔ ایک گروہ رُوحانی قوتوں پر مشتمل ہے یہ لوگ اللہ والے اور اُس کا لشکر ہیں جو اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں جب کہ دوسرے گروہ والے حق سے محجوب نفس کے لشکر اور شیطانوں کے مددگار ہیں۔''

پہلے گروہ کو دیکھیں کہ باوجود تعداد کی قلّت کے معرکۂ بدن میں دونوں کی لڑائی کے وقت اُن کی طرح ہیں اِس لئے کہ پہلے گروہ کی تائید اللہ کے نور اور اُس کی توفیق کے ساتھ ہے اور دوسرے گروہ کو اُن کی ذِلّت و بے بسی، عجز و کمزوری، اور عالمِ تائید و قدرت سے اِنقطاع کی وجہ سے رُسوائی حاصل ہوئی تو پہلے گروہ نے دوسرے پر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ قہر و غلبہ حاصل کیا اور اُن کے اَموال جو کہ اُن کے مُدرکات و معلومات ہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کی توحید کی راہ میں خرچ ہوئے۔

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اور اللہ اپنی عنایت کے اہل میں سے اپنی ملاقات کے لئے مستعد رہنے والوں کی جو چاہے تائید و نصرت فرماتا ہے۔

جن کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ عبرت سے مراد اعتبار یا وہ امر ہے جو حقیقت کی طرف وصول میں اہلِ طریقت میں سے اُن دیکھنے والوں کے لئے معتبر ہو جن کی چشمانِ بصائر کھلی ہوئی ہیں اور اُن میں اِیقانِ علمی کے نُور کا سُرمہ لگا ہوا ہے یہ لوگ اِس کے ساتھ نہایت میں اپنے

اَحوال کا اِعتبار کرتے ہیں۔

یہ اِنسان کہاں سے کہاں آ گیا

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ اِس لئے کہ انسان عالمِ علوی اور سفلی سے مرکّب ہے اور اِس کی پیدائش وولادت سے اِس کی فطرت حجاب میں چلی گئی ہے اور اِس کی سرِشت کی آگ کے شعلے مدہم پڑ چکے ہیں، اور طبیعت کے پردوں، غواشیٔ بدنیہ لذّاتِ حِسیّہ کے گہرے پانی اور شہواتِ حیوانیہ کی تیز ہواؤں سے اِس کی بصیرت کا نُور بجھ چکا ہے۔ تو یہ اَوطانِ غربت اور دیارِ ظُلمت میں حق سے مہجوری میں پڑا ہوا ہے، اِسے دشواریوں اور مشکلات کی طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں نے اَسیر کر رکھا ہے۔ تو جب وہ نورِ تمیز کی شعاعوں اور عالمِ عقلی کے برقی کوندوں کے ساتھ اور خواہشات اور شیطان کی قُربت واِتباع کو چھوڑ دینے سے پاکیزہ منزل اور نادر وانوکھے باغ میں پہنچتا ہے تو اِس میں نفس کی خواہش نہیں رہتی اور اُس کی آنکھوں کو لذّات حاصل ہوتی ہیں اور اُسے اُس کا وطن مل جاتا ہے اُس کی سعی مشکور ہو جاتی ہے اور وہ اپنے مسکن کو پسند کرتا ہے شاعر نے کہا۔

عند الصباح يحمد القوم السرى

والداعی قد ھی له القرىٰ

صبح کے وقت قوم خوشی کا اظہار کرتی ہے اور بلاتی ہے کہ اُس کی یہ بستی ہے۔

تو یہ حبِّ الشہوات یعنی مذکورہ خواہشیں اور اُن کی تزئین کرنا اور اُن سے اُس کا یہ فائدہ اُٹھانا اِس اِعتبار سے ہے جو اُس میں عالمِ سفلی اور اُس کی زندگی کے لئے کمال سے ہے جس کے ساتھ اُس نے اپنی دوسری زندگی اور اُس کے کمال کے فائدے کو محجوب کر رکھا ہے اور اِس پر خبر نہیں دی گئی کہ وہ زندگی کتنی خوبصورت کتنی لذیذ اور کتنی مصفّا ہے اور اِن صفات پر مستزاد یہ کہ وہ باقی رہنے والی زندگی ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ کا یہی معنیٰ ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۵)

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿١٥﴾

ترجمہ! تم فرماؤ کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتادوں پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جنّتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور ستھری بیبیاں اور اللہ کی خوشنودی اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے

شک کے اندھیروں سے صبحِ یقین تک

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذَٰلِكُمْ ۚ تو اگر اُسے توفیقِ الٰہی اور تنبیہ سرّی کا اِدارک ہو اور اُسے اخبارِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پہنچتی ہیں جیسا کہ فرمایا قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذَٰلِكُمْ ۚ یعنی فرمادیں کہ کیا میں تمہیں اُس سے بہتر بات بتاؤں تو اُس کے اندر شوق اور عشق اپنے مرکز کی طرف حرکتِ علوی کے لئے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اُس کی مدھم ہوجانے والی آگ مشتعل ہوجاتی ہے اور اُس پر اَنوارِ الٰہیہ کے لوامع اور اشراقاتِ قُدسیہ کے طوالعِ ظاہر ہوتے ہیں تو اُس کا نورِ بصیرت جو بجھ چکا تھا منوّر اور اَنوار فشاں ہوجاتا ہے اور اُس کا وہ پردہ باریک ہوجاتا ہے جو اُس کی فطرت کو جائے سکونت اور پناہ گاہ کی طلب سے روکتا تھا اور جس میں اُس کی زندگی مکدّر ہوجاتی تھی اور زندگی کا یہ تکدّر حیاتِ دُنیوی کی صفائی طلب کرنے سے اُس پر اندھیرا کردیتا تھا اور خواہش کی صورت میں اُس کے نفس میں سکونت پذیر تھا وہ جسمانیت پر رُوحانی جزء کے غلبہ کے ساتھ دُور ہوجاتا ہے اور وہ حیاتِ حقیقیہ کے فرات سے پانی کا مزہ چکھتا ہے تو نمکین پانی پر صبر نہیں کرتا اور اُس کا دل خوش مزہ پانی کے گھونٹ پینے کے ساتھ یقین واقع ہونے کے ساتھ خوشی محسوس کرتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ وہ زمین سے چلنے والے پانی میں چھپا ہوا ہے۔

پھر رات کے ستاروں کی ضو درخشاں ہوتی ہے تو اُسے گمان ہوتا ہے کہ دِن نکل آیا ہے پھر

جب اُس نے اُس میں کھاری پانی اور پانی میں پیدا ہونے والی ترکاریوں اور گھاس کی طرح قسم قسم کی حشیش کو دیکھا تو اُسے گمان ہوا کہ یہ پھول اور پھل ہیں تو وہ بیٹھ گیا اور اُس سے اُس نے سورج کی روشنی میں پاکیزہ رنگوں اور پھلوں کو پایا پھر اُس نے واپس چلنے کا قصد کیا تو اُسے وحشتِ غربت نے ڈھانپ لیا تو وہ اُس کے پاکیزہ اور مزیّن ہونے کی اِس صورت سے ڈر گیا اور پھر چل پڑا اور خلوت میں آ گیا یہاں تک کہ صبحِ یقین کے نُور کا اُجالا پھیل گیا اور آفتابِ وحدت کے طلوع کے وقت اُس کی روشنی میں اُس کی آنکھ نے تحیّر کی جنت کو دیکھا تو اُس کی صفت میں اُس کی عقل مدہوش ہوگئی اور ہُوا جو ہُوا یعنی اُسے نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ کان سُن سکتے ہیں اور نہ ہی قلبِ بشر میں کوئی خیال آتا ہے تو جب آفاقہ ہوا اور سورج طلوع ہو گیا تو اُس کی روشنی میں اُس نے وہاں اپنے احباب اور دوستوں کو پایا اور جان لیا کہ وہ اُس کے لئے مثویٰ و مآب ہیں تو اُس کی طرف اُنس و محبت نے رجوع کیا اور وہ بخشنے والے بادشاہ کے جوار میں دار القرار کے ساتھ محلۂ قُدس میں اُتر پڑا تو اُس پر وجہ الکریم کے انوار برسنے لگے اور رُوحِ رضائے عمیم اُس کے دل کے مکانِ کے ساتھ اُتر پڑی۔

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ، سے وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ تک آیتِ کریمہ کے یہ معانی ہیں جبکہ جنّات میں سے افعال و ازواج کی جنّتیں عالمِ قُدس کی رُوحانیت کی اصناف ہیں اور رِضوان جناتِ صفات ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۶ تا ۲۵)

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٦﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿١٧﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١٨﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٩﴾ فَاِنْ حَآجُّوْكَ

فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ
ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ
بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ
الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢١﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا
نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ
وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ
فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ
نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾

ترجمہ !وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہ معاف کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ صبر والے اور سچے اور ادب والے اور راہِ خدا میں خرچنے والے اور پچھلے پہرے معافی مانگنے والے۔ اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔ بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے اور پھوٹ میں نہ پڑے کتابی مگر بعد اس کے کہ انہیں علم آ چکا اپنے دلوں کی جلن سے اور جو اللہ کی آیتوں کا منکر ہو تو بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ پھر اے محبوب اگر وہ تم سے حجت کریں تو فرما دو میں اپنا منہ اللہ کے حضور جھکائے ہوں اور جو میرے پیرو ہوئے اور کتابیوں اور ان پڑھوں سے فرماؤ کیا تم نے گردن رکھی پس اگر وہ گردن رکھیں جب تو راہ پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو تم پر تو یہی حکم پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں انہیں خوشخبری دو دردناک عذاب کی۔ یہ ہیں وہ جن کے اعمال اکارت گئے دنیا و آخرت میں اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ وہ ان کا فیصلہ کرے پھر ان میں کا ایک گروہ اس سے روگرداں ہو کر پھر جاتا ہے۔ یہ جرأت انہیں اس لئے ہوئی کہ وہ کہتے ہیں ہرگز ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دنوں اور ان کے دین میں انہیں

فریب دیا اُس جھوٹ نے جو باندھتے تھے۔ تو کیسی ہوگی جب ہم انہیں اکٹھا کریں گے اُس دن کے لئے جس میں شک نہیں اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ہمارا وجود ہی ہمارا گناہ ہے

اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم تیرے اَفعال اور تیری صِفات کے اَنوار کے ساتھ ایمان لائے۔

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا تو ہمارے گناہوں کو بخشش دے یعنی اپنی ذات کے ساتھ ہمارے وُجودات کو معاف فرمادے۔

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ یعنی ہمیں آتشِ ہجراں اور وُجودِ بقیہ سے بچالے،

صابرین وقانتین کون ہیں

اَلصّٰبِرِیْنَ سے مراد مجاہدہ وریاضت کے غُصّوں پر صبر کرنے والے اور وَالصّٰدِقِیْنَ سے مراد اِرادت اور محبت میں سچے لوگ ہیں جبکہ وَالْقٰنِتِیْنَ سے مراد سلوک میں اُس کی طرف اور اُس میں رہنے والے وَالْمُنْفِقِیْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے اَموال و اَفعال اور اپنی صِفات ونفوس اور ذوات سے خرچ کرتے ہیں۔

وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی تلوینات اور بقیّات کے گناہوں سے بخشش طلب کرتے ہیں۔

بِالْاَسْحَارِ سے مراد اُفقِ اعلیٰ کے ساتھ طوالعِ اَنوار کے طلوع کے وقت ایامِ تجلیاتِ نوریہ اور ظہورِ سپیدۂ سحر یومِ قیامتِ کُبریٰ ہے تو اُن کے وُجود کے غروب سے آفتابِ ذات کے طلوع کے وقت اُن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں تو غروب ہونے والا باقی نہیں رہتا فرمانِ الٰہی ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وجہِ باقی طلوع ہوا تو اُس کی وحدت پر جمع کے مقام میں اُس کی ذات کی گواہی دی اِس لئے اُس کے علاوہ نہ شاہد باقی ہے اور نہ مشہود۔

مقامِ تفصیل اور مقام جمع

پھر مقامِ تفصیل کی طرف رجوع کیا تو اُس کی وحدانیت پر مع اُس کے غیر کے اُس کی ذات کی گواہی دی تو فرمایا ! وَالْمَلٰٓئِکَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ

یعنی اپنے مظاہر کی تفاصیل اور اُس کی صورتوں کی کثرت میں عدل کے لئے مقیم جو کہ غیر جمع میں اپنی اپنی استعداد و استحقاق کے اعتبار سے ہر حق دار کو اُس کی عطا کے ساتھ ظِلِّ وحدت کا حصول اُس کے جود اور اُس کے کمال سے ہے اور اُس میں تجلیءِ حق اُس کی وسعت اور اُس کے ظرف کے مطابق ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے مراد ہے کہ دونوں مشہدوں میں کوئی معبود نہیں مگر وہ یعنی اللہ تعالیٰ اور العزیز سے مراد وہ غالب ہے جو جمع کے اِعتبار سے ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہو تو اُس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

الْحَکِیْمُ سے مراد وہ مُدبّر ہے جو اپنی حکمت کے ساتھ ہر چیز کی تدبیر کرتا ہے اور وہ تفصیل کے اِعتبار سے جو جس کے لائق ہو وہی اُسے عطا فرماتا ہے۔

دینِ اسلام سے مراد کون سی توحید ہے ؟

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ اِس سے مراد وہ توحید ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ مقرّر فرمائی اور اُس کا دین دینِ اسلام ہونے سے مراد وُجوہ یعنی چہرے ہیں جیسا کہ حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ یعنی میں نے اپنا نفس اور جملہ بدن اللہ تعالیٰ کے حضور میں جھکا رکھا ہے اور میں نے اپنی اَنانیت کو اپنے آپ سے الگ کر دیا ہے اور ذاتِ حق تعالیٰ میں فنا ہوں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بعد ازاں اِرشاد فرمایا !

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ آپ سے حجّت کریں تو فرما دیں

میں اور میرے پیروکاروں نے اپنا چہرہ حضورِ الہٰ میں جھکا رکھا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یہی وہ لوگ جو دین سے محجوب ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار کرتے ہیں۔

انبیاء و علماء کو کیوں قتل کرتے ہیں ؟

وَیَقۡتُلُوۡنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیۡرِ حَقٍّ ۙ اور یہ لوگ اپنے دین کے ساتھ محجوب ہیں اور سوائے اُس تقید و تقلید کے جن پر وہ ہیں دوسرے اَمر کو قبول نہیں کرتے جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام اُنہیں عقائدِ باطلہ میں مقیّد ہونے سے روکتے ہیں تو وہ اُن انبیاء کرام کو ناحق قتل کر دیتے ہیں۔

وَّیَقۡتُلُوۡنَ الَّذِیۡنَ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡقِسۡطِ مِنَ النَّاسِ ۙ اور جب انبیاء کرام علیہم السلام کی متابعت کرنے والے لوگ اُنہیں عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں تو اُنہیں بھی قتل کر دیتے ہیں اِس لئے کہ عدل ظلِ توحید ہے اور جس کی توحید مکمل نہیں وہ عدل و انصاف نہیں کرسکتا اور وہ لوگ اپنے دین کے ساتھ مقیّد ہونے کی وجہ سے حجاب میں ہیں اور حجاب میں ہونے کی وجہ سے بجائے عدل کرنے کے ظلم کرتے ہیں اور عدل کا حکم دینے والوں کی مخالفت کرتے ہیں اور اُنہیں قتل کر دیتے ہیں۔

اچھے اعمال کیسے ضائع ہو جاتے ہیں

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُھُمۡ یعنی اِن لوگوں کے وہ اعمال ضائع کر دیئے جاتے ہیں جو اُنہوں نے کسی نبی کے دین پر رہتے ہوئے کئے تھے کیونکہ وہ دِین کی تقلید کے ساتھ متابعت کرنے کی وجہ سے ناجی تھے اور اُن کے انبیاء کرام اُن کی طرف فیض کے وصول میں اُن کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلہ اور اُن کے شفیع تھے تو جب اُنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام اور اُن کی اِتباع کرنے والے عادلین کا انکار کر دیا تو وہ اپنے نبیوں کے مخالف قرار پائے کیونکہ تمام انبیاء کرام فی الحقیقت ملّتِ واحدہ ہیں اور یہ ملّتِ توحید ہے اور اُن کے حق پر ہونے میں اُن میں سے کسی کے

درمیان فرق نہیں۔

تو جس نے ایک نبی کی مخالفت کی اُس نے تمام انبیاء کرام کی مخالفت کی اَیسے ہی جس نے انبیاء کرام کی پیروی کرنے والے اہلِ عدل و اِنصاف کی مخالفت کی اُس نے ظلم کیا اور جس نے ظلم کیا وہ اپنے ظلم کے ساتھ اَنبیاء کی متابعت سے نکل گیا اور یہ بھی کہ اِتباع کا منکر متبوعین کا منکر اور ظلِ کا منکر ذات کا مُنکر اور ذاہت کے نُور سے خارج ہے۔

اور جب اُنہوں نے اپنے نبی کی مخالفت کی تو اُن کے اور اُن کے نبی کے درمیان انبیاء کرام علیہم السلام اور مناسبت کا اِنقطاع ہو گیا اور نبی کے نُور سے اِستفاضہ ممکن نہ رہا تو وہ اُس کے نُور سے حجاب میں آ گئے چونکہ اُن کے اَعمال متابعتِ رسول کی وجہ سے اُس کے نور سے مُنوّر تھے اور یہ نور اُن کا ذاتی نہ تھا اِس لئے یہ اَعمال یقین سے صادر نہ ہوئے تھے تو جب اُن کے نبی سے اُن کے احتجاب کے ساتھ اُن کا عارضی نُور زائل ہو گیا تو اُن پر اندھیرا چھا گیا اور اُن کا جال نفسِ اَمارّہ کی صِفات سے پیدا ہونے والی تمام بُرائیوں کی طرح ہو گیا۔ انبیاء قلوب کا نفسِ اَمارہ قتل کُفّار سے زیادہ قوت والا ہے تو وہ رُوحانی قوتوں سے اِنصاف کا حُکم دیتے ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۶)

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾

ترجمہ ! یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جسے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ یعنی کہیں اَے ملک کے بادشاہ اللہ۔ تو اِس سے مراد یہ ہے

کہ الٰہی تو عالمِ اَجسام کے ملک کا مطلقاً بادشاہ ہے اور اِس عالم میں متصرّفِ حقیقی ہے اور نہ تو سوائے تیرے اِس کا کوئی مالک ہے اور نہ ہی سوائے تیرے اِس میں کوئی متصرّف اور موثر ہے۔

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ یعنی تو اِس ملک کے کسی حصّہ میں جسے چاہے متصرف ٹھہرائے اور چاہے تو اُس سے بادشاہی لے کر اُس کا تصرّف دوسرے کے ہاتھ میں دے دے اور دوسرا بمعنی غیر درست نہیں بلکہ یہ تصریف اَیسے ہے جیسے کوئی چیز ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف تبدیل کر دی جائے پس تو اِختلافِ مظاہر کے اِعتبار سے ہر حال میں خود اُس میں متصرف ہے۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط اور جسے چاہے اُس پر اپنے اَنوارِ عزّت کا نُور بکھیر دے کیونکہ تمام تر عزّت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور جسے چاہے اُس سے اپنی عزت کا لباس سلب کر لے اور اُسے ذِلّت وخواری کے حال میں باقی چھوڑ دے، الٰہی تیرے ہاتھ میں تمام تر خیر ہے اور تُو قادرِ مطلق ہے اور تُو اپنی مشیّت کے مطابق عطا فرماتا ہے کبھی تیری تجلّی عزّت وکبریائی کی صفت کے ساتھ کسی مظاہر پر پڑتی ہے تو اُسے تو عزّت وبہاء پہنا دیتا ہے اور کبھی قہر واذلال کی صفت کے ساتھ تجلّی بار ہوتا ہے تو اُسے ہوان وصِغار یعنی کمتری اور چھوٹے پن کا لباس پہنا دیتا ہے، کبھی تو صفتِ مُعزّ کے ساتھ مذِل ہوتا ہے اور کبھی تو صفتِ مذِل کے ساتھ مُعزّ ہوتا ہے کبھی صفت غنی کے ساتھ مال عطا فرماتا ہے اور کبھی صفتِ مُغنی کے ساتھ اُسے فقر دے دیتا ہے یعنی اُسے مال سے مستغنی کر دیتا ہے اور ایسا فقیر بنا دیتا ہے کہ اُسے کسی چیز کی محتاجی اور حاجت باقی نہیں رہتی۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹)

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝۲۸ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۹

ترجمہ! تو دن کا حصہ رات میں ڈالے اور رات کا حصہ دن میں ڈالے اور مُردہ سے زندہ نکالے اور زندہ سے مُردہ نکالے اور جسے چاہے بے گنتی دے۔ مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اُسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔ تم فرمادو کہ اگر تم اپنے جی کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ کو سب معلوم ہے اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔

روشنی اور اندھیرے کا امتزاج کرنے والا

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ یعنی تو نورِ قلب میں ظلمتِ نفس کو داخل فرما دیتا ہے تو اندھیرا چھا جاتا ہے اور ظلمتِ نفس میں نورِ قلب داخل فرماتا ہے تو دونوں کے اِختلاط کے ساتھ روشنی بکھیر دیتا ہے باوجود اِس کے دونوں کے درمیان دُور کی مناسبت ہے۔

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ یعنی مردہ نفس سے زندہ قلب کو نکالتا ہے اور زندہ قلب سے مردہ نفس کو نکالتا ہے بلکہ میّتِ جہل سے زندہ علم و معرفت کو نکالتا ہے اور زندہ علم سے مراد جہل کو نکالنا ہے اور یہ بلعم باعور کی طرح روشنی اور نور سے محجوب ہو جاتا ہے۔

وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور جسے چاہے ظاہری و باطنی دونوں طرح کی بے حساب نعمت عطا کرے یا دونوں میں سے ایک نعمت عطا فرمائے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ یعنی مومن مومنوں کے علاوہ کافروں کو دوست اور ولی نہ بنائیں اِس لئے کہ مومنوں اور کافروں کے درمیان فی الحقیقت مناسبت نہیں اور ولایت سوائے جنسیّت و مناسبت کے نہیں ہو سکتی تو اِس وقت دونوں کے درمیان ذاتی محبت ممکن نہیں ہوگی بلکہ یہ ریاء و نفاق سے بنی ہوئی مصنوعی محبّت ہوگی۔ اور یہی خصلتیں حق سے دُور کرتی ہیں اِس لئے کہ یہ سب حجابِ ظُلمانی ہیں اور اگر اِن میں کفر کے حال کے

مناسب ظلمت نہیں ہوگی تو اُنہیں مخالطت اور مُصاحبت پر قدرت نہ ہوگی۔

کافروں سے دوستی نہ کرو

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ یعنی جو مومن کافروں سے دوستی کرے گا اُسے اللہ تعالیٰ کی وِلایت سے کوئی چیز نہیں ملے گی اِس لئے کہ کافروں میں مصفا روشنی نہیں جس کے ساتھ وہ بارگاہِ اُلوہیت کے ساتھ مناسبت رکھتے۔

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط مگر یہ کہ تم کافروں کے اَمر کی اُس جہت سے ڈرو جو ڈر واجب کرتی ہے اور تمہاری اُن سے محض ظاہری دوستی ہو اور تمہارے دِلوں میں اُن کی محبت سے کوئی چیز نہ ہو حالانکہ یہ بھی کمزور یقین کی صورت میں ہوگا اِس لئے کہ اگر اُن کے دِلوں میں یقین ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے اور اِس پر اِس فرمانِ الٰہی کے معنی شاہدِ عدل ہیں۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ

اور اگر اللہ تجھے کوئی برائی پہنچائے تو اُسے دور کرنے والا نہیں۔

(سورۃ یونس آیت ۱۰۷)

اور اگر وہ تیری بھلائی چاہے تو اُس کے فضل کو کوئی لوٹانے والا نہیں تو تم اُس کے علاوہ دوسروں سے کیوں ڈرتے ہو اور کیوں اُس کے غیر سے اُمیدیں وابستہ کرتے ہو اِس لئے اِس آیت کے بعد فرمایا!

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ط یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں توحیدِ اَعیانی کی طرف بُلاتا ہے تاکہ تم اُس کے غیر سے نہ ڈرو بلکہ اُس کی ذات سے ڈرو۔

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ تو تم سوائے اُس کے کسی سے نہ ڈرو کیونکہ وہ تمہارے پوشیدہ اور ظاہری حالات دونوں پر مطّلع ہے اور تمہارے جازات پر قدرت رکھتا ہے کہ تم اُس کے دُشمنوں سے دوستی رکھتے ہو اور اُن سے پوشیدہ اور ظاہری طور پر ڈرتے ہو۔

(تفسیر آیت نمبر ۳۰)

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗۤ اَمَدًاۢ بَعِيْدًا ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

ترجمہ ! جس دن ہر جان نے جو بھلا کام کیا حاضری پائے گی اور جو برا کام کیا امید کرے گی کاش مجھ میں اور اس میں دور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

گناہ کیسے نقش ہوتا ہے

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ آیت سے مراد ہے کہ انسان جو عمل یا ایسی بات کرتا ہے جس سے اُس کے نفس میں اثر حاصل ہو تو اِس کے ساتھ اُس کا نفس منقش ہو جاتا اور جب یہ نقش دوبارہ ہوگا تو راسخ ہو جائے گا ایسے ہی وہ اَمر نفوسِ سماویہ کے صحائف میں منقوش ہے مگر اپنے نفس کی ہیات میں مشغول رہنے اور شواغلِ حِسیّہ، ادراکاتِ وہمیہ اور خیالیہ کے نقوش اُسے اُس کی طرف فارغ نہیں ہونے دیتے۔ مگر جب اُس کا نفس اُس کے جسد سے الگ ہوتا ہے اور نفس کی ہیات ونقوش سے اُس کی مشغولیت باقی نہیں رہتی تو اپنے اچھے یا برے عمل کو حاضر و موجود پاتا ہے پھر جب وہ اپنے شر اور برے عمل کو دیکھتا ہے تو تمنا و آرزو کرتا ہے کہ اِس روز اُس کے اور اُس برے عمل کے درمیان دُوری اور بُعد واقع ہو جائے یا پھر جب اُس کا وہ عمل اُس کی تعذیب کا باعث بن جاتا ہے تو یہ ہیات ونقوش خواہ اِن کی صورت راسخ ہو پھر جاتے ہیں مگر وہ اِن کی جزاء کو اِن کے اِعتبار اور مکدر ہونے کے مطابق پاتا ہے۔

خدا بندے کو کیوں ڈراتا ہے

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ اور اللہ تمہیں تاکیداً اپنی ذات سے ڈراتا ہے کہ کہیں تم ایسے

عمل نہ کرو نہ کرو جس سے اُس کے عذاب کے حقدار بن جاؤ۔

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور اُس کا برائیوں سے ڈرانا ایسے ہے جس طرح مشفق باپ اپنے بیٹے کو ڈراتا ہے تاکہ بیٹے کی زندگی محفوظ رہے اور کہیں وہ ضائع نہ ہو جائے۔

(تفسیر آیت نمبر ۳۱)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾

ترجمہ ! اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سرکارِ دو عالم قُطبِ محبت ہیں

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ محبوب فرمادیں کہ اگر تم اپنے لئے اللہ کی محبت چاہتے تو میری اطاعت کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اور یہ اس لئے کہ حضور رسالت مآب علیہ الصلوٰت والتسلیمات اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں تو محبت کے ہر دعویدار کو لازم ہے کہ آپ کی اطاعت کرے کیونکہ محبوب کا محبوب، محبوب ہوتا ہے تو، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا واجب ہے اور آپ سے محبت کا ظہور اُس وقت ہو گا جب قول و عمل، خلق و حال اور سیرت و عقیدت میں آپ کے راستہ پر چلا جائے گا اور آپ کی پیروی اور اِتباع کی جائے گی اور محبت کا دعویٰ اِن اُمور کے بغیر نہیں چلے گا کیونکہ آپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قُطبِ محبت اور اللہ تعالیٰ کا مظہر ہیں اور آپ کی طریقت محبت کا جادو ہے تو جس کا آپ کی طریقت میں حصّہ نہیں ہو گا اُس کا آپ کی محبت میں حصہ نہیں ہو گا۔

اور جب کوئی شخص حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِتباع میں متابعت کا حق ادا

کرے گا اُس کے باطن، سِرّ اور قلب و نفس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطن سر اور قلب و نفس کے ساتھ مناسبت ہو جائے گی اور یہ محبت کا مظہر ہے تو لازم ہے کہ اِس اِتباع کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت سے اُسی قدر حصہ ملے جس قدر اُس کی متابعت سے اُس کا حصہ ہے چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ اُس پر اپنی محبت ڈال دیتا ہے اور اُس کی طرف اِس محبت کا نور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوح کے باطن سے جاری ہو جاتا ہے تو آپ کا یہ محب اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے اور اگر وہ آپ کا اِتباع نہیں کرتا تو اُس کا باطن آپ کے باطن کے خلاف ہو گا اور اُس کی وصفِ محبوبیت سے دُوری ہو جائے گی اور اُس کے دل سے تیزی کے ساتھ آپ کی محبت زائل ہو جائے گی اِس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔

ذنوب حجاباتِ ذات وصفات ہیں

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ط اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی طرح تمہارے ذنوب کو معاف فرمادے گا جیسا کہ فرمایا۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

(سورۃ الفتح آیت ۲)

اور آپ کا پہلا ذنب آپ کی ذاتِ اقدس اور آخری آپ کی صفات ہیں (شیخ اکبر کی مراد یہ ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ پہلے کوئی گناہ کیا تھا اور نہ بعد میں بلکہ آپ کی ذات اور صفات کا بنفسہٖ باقی رہنے کا نام ذنب ہے پھر جب آپ نے اپنی ذات وصفات کو ذات و صفاتِ خداوندی میں گم کر دیا تو پھر اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھ بن گیا جس سے آپ پکڑتے تھے اور پاؤں بن گیا جس سے آپ چلتے تھے اور آنکھ اور کان بن گیا جس سے آپ دیکھتے اور سنتے تھے الی

آخرالحدیث۔

(صائم چشتی غفرلہٗ)

تو اَیسے ہی آپ کی اِتباع کرنے والے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل

یعنی میرا بندہ ہمیشہ نوافل سے میرا تقرّب حاصل کرتا ہے پھر میں اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ وغیر ذالک

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہاری صفات اور ذوات کو مٹانے اور محو کرنے والا ہے اور اپنی رحمت کے ساتھ تمہیں اِس ذوات وصفات سے بہتر وجود اور صفاتِ حقانیہ عطا فرماتا ہے پھر اِس مقام سے اُتارا کیونکہ وہ کبریتِ اَحمر سے زیادہ عزیز ہے۔ اور دونوں کو اُس مقام کی دعوت دی جو مقام اِرادت ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴)

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾

ترجمہ! تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔ بے شک اللہ نے چُن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو سارے جہان سے۔ یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

اطاعتِ مصطفیٰ کیوں ضروری ہے

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ یعنی فرمادیں اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت

کرو یعنی اگر تم میرے محبوب سے محبت اور اُن کی اطاعت نہیں کرو گے تو تمہیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے اُس میں سے تھوڑے سے کے بھی مرید و مطیع نہیں ہو سکو گے کیونکہ ارادتمند کے لئے ضروری ہے کہ اَمر کی بھی متابعت کرے اور مامور بہٖ کی بھی فرماں برداری کرے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو اللہ تعالیٰ بھی اُن سے منہ پھیرنے والا ہے تو یہ لوگ منکر اور محجوب ہیں اور اللہ تعالیٰ کافروں یعنی منکروں سے محبت نہیں کرتا تو اطاعت کو چھوڑ دینا کفر کو لازم کرتا ہے جبکہ متابعت کو ترک کرنا کفر کو لازم نہیں کرتا اس لئے کہ متابعت کو ترک کرنے والے کے لئے ممکن ہے کہ متابعت کے اَمر کے ساتھ مطیع ہو۔

اور اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ کا معنیٰ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا !

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ
یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی،

(سورۃ النساء آیت ۸۰)

تمام انبیاء کرام چنے ہوئے ہیں اعلیٰ مرتبہ محبت ہے

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا یعنی ہم نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی عام محبت اور خلّت سے چن لیا ہے تو یہ آیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو شامل ہے کیونکہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی خیرت وصفوت ہیں اور اُنہیں اِس میں مرتبوں کی فضلیت عطا فرمائی جیسا کہ فرمایا۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ
یعنی ہم نے رسولوں کو ایک دوسرے فضلیت دی ،تو سب سے خاص مرتبہ یعنی

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۳)

اخص المراتب محبت ہے اور اِس کی طرف اللہ تعالیٰ اِس ارشاد میں اِشارا فرمایا۔

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ یعنی ہم نے اُن میں سے بعض کے درجات کو بلندی عطا فرمائی اِس لئے کہ اُن میں سب سے افضل اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں پھر محبت کے بعد خلّت ہے اور یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی صفت ہے اور ان سے عام درجہ اصطفاء یعنی صفوت ہے اور یہ حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کی صفت مبارک ہے۔

انبیاء ایک دوسرے کی اولاد کیسے ہیں ؟

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ اور یہ ایک دوسرے کی ذُرّیت ہیں تو اس سے مراد اُن کا دین اور حقیقت میں ذُرّیت ہونا ہے اِس لئے کہ ولایت کی دو قسمیں ہیں صُوَرِیہ اور معنویہ، اور ہر نبی توحید اور معرفت میں ایک دوسرے کی متابعت کرتا ہے اور اُصولِ دِین سے جس کا تعلق باطن کے ساتھ ہے وہ اُس کی اولاد ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں مشائخ کی اولاد ہے اور جیسا کہ بعض نے کہا باپ تین ہیں ایک باپ تیرا والد ہے ایک باپ تیری تربیت کرنے والا ہے اور ایک باپ تجھے تعلیم دینے والا ہے تو جیسا کہ وجودِ بدن ولادتِ صُوَرِیہ میں اپنے باپ کے نطفہ سے اپنی ماں کے رحم میں پیدا ہوتا ہے ایسے ہی وجودِ قلب ولادتِ حقیقیہ میں شیخ اور مُعلّم کی خوشبو سے اِستعدادِ نفس کے رحم میں پیدا ہوتا ہے اور اِس وِلادت کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی اِس بات میں اِشارہ فرمایا ہے۔

لن یلج ملکوت السماوات من لم یولد مرتین

اور جاننا چاہیے کہ تناسل میں ولادتِ صُوَرِیہ کی اِتباع سے وِلادتِ معنویہ بہت زیادہ ہے اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نسل ظاہر میں ایک درخت کا پھل ہے کیونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے باپ عمران بن یصہر لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کے اَسباط سے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مکرمہ حضرت مریم علیہا السلام کے والد

عمران بن ماثان یہود بن حضرت یعقوب علیہ السلام کے اَسباط میں سے ہیں۔

اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشہور اَمر کے مطابق حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام کے اَسباط سے ہیں اور اَیسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے اسباط سے ہیں اور اِس کا سبب یہ کہ رُوح کا مصفاء اور مکدّر ہونا اُس کے پیدا ہونے کے وقت مزاج میں اِعتدال اور عدمِ اِعتدال کی مناسبت سے ہے تو ہر مزاج کیلئے اُس کی مناسبت اور تخصیص ہے اِسی بناء پر فیض مناسبت کے اِعتبار سے پہنچتا ہے اور اَزل میں اَرواح کا فرق و تفاوت اُن کی صفوں اور مرتبوں کے قرب و بُعد ہونے کے اِعتبار سے ہے تو اَبد میں مزاجوں کی تفاوت اُس اِعتبار سے ہے جس کے ساتھ وہ پہنچیں گے۔

اور اَبدانِ متناسلہ اکثر طور پر مزاجوں میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں مگر عارضی اِتفاقی اُمور کے لئے تو ایسے ہی اِس کے ساتھ متصل اَرواح رُتبہ میں اِس کے قریب اور صفت میں متناسب ہیں اور یہ اَمر اِس سے تقویت پاتا ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام حضور رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسلِ پاک سے ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۳۵ تا ۳۷)

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

ترجمہ ! جب عمران کی بی بی نے عرض کی اے رب میرے میں تیرے لئے منت مانتی

ہوں جو میرے پیٹ میں ہے کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے تو تو مجھ سے قبول کر لے بے شک
ہی ہے سنتا جانتا۔ پھر جب اُسے جنا بولی اے رب میرے یہ تو میں نے لڑکی جنی اور اللہ کو خوب معلوم
ہے جو کچھ وہ جنی اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں
اُسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے۔ تو اُسے اس کے رب
نے اچھی طرح قبول کیا اور اُسے اچھا پروان چڑھایا اور اُسے زکریا کی نگہبانی میں دیا جب زکریا اس
کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس
کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔

حلال اور پاک کھانا کھانے سے پاکیزہ اولاد پیدا ہوتی ہے

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ یعنی جب عمران کی بیوی نے رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ کہا یعنی اللہ میں تیری
نذر مانتی ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اُس کی اِس بات کو سُنا اور علیم سے مراد اُس کی نیت کو جاننا ہے جیسا کہ
اُس نے کہا ! اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

اور جاننا چاہیے کہ نفس کی نیتیں اور ہیئتیں اولادِ نفس میں اُسی طرح مؤثر ہیں جس طرح اُس
کے بدن میں غذائیں مؤثر ہیں تو جس کی غذا حلال اور پاک ہوگی اور اُس کے نفس کی ہیئتیں نُورانی
ہوں گی اور اُس کی نیتیں صادقہ حقانیہ ہوں گی اُس کا بیٹا سچا مومن یا ولی یا نبی ہوگا۔

اور جس کی غذاء حرام اور اُس کے نفس کی ہیأتِ ظلمانیہ خبیثہ اور اُس کی نیتیں فاسدہ اور گھٹیا
ہوں گی اُس کی اولاد فاسق یا کافر و خبیث ہوگی، اِس لئے کہ جس نطفہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے وہ غذا
سے بنتا ہے تو اِس کی مناسبت سے اُس نفس کی تربیت و پرورش ہوتی ہے، اِس لئے رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا !

الولد سر لابیه

چنانچہ حضرت مریم کی صداقت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت حضرت مریم علیہا السلام
کے باپ کے صدق کی برکت سے ہے۔

وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا ۚ جائز ہے کہ اس سے مراد معارف وحقائق اور علوم سے رُوحانی رزق ہو اور اُس رزق پر اللہ تعالیٰ کے پاس سے فائض ہونے کا حکم ہوا اس لئے کہ عندیت یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کونی روزیوں میں سے تھا۔

(تفسیر آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱)

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتۡهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّىۡ فِى الۡمِحۡرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحۡيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوۡرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوۡنُ لِىۡ غُلٰمٌ وَّقَدۡ بَلَغَنِىَ الۡكِبَرُ وَامۡرَاَتِىۡ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفۡعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّىۡۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمۡزًا ؕ وَاذۡكُرۡ رَّبَّكَ كَثِيۡرًا وَّسَبِّحۡ بِالۡعَشِىِّ وَالۡاِبۡكَارِ ﴿۴۱﴾

ترجمہ ! یہاں پکارا زکریا اپنے رب کو بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد بے شک تو ہی ہے دعا سننے والا۔ تو فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا بے شک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار اور ہمیشہ کے لئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے۔ بولا اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو پہنچ گیا بڑھاپا اور میری عورت بانجھ فرمایا اللہ یوں ہی کرتا ہے جو چاہے۔ عرض کی اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی کردے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تین (۳) دن تو لوگوں سے بات نہ کرے مگر اشارے سے اور اپنے رب کی بہت یاد کر اور کچھ دن رہے اور تڑکے اس کی پاکی بول۔

ولادتِ مریم ویحیٰی کی باطنی تفسیر

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ وہاں حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب ﷻ کو پکارا تو اس

کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام بوڑھے اور لوگوں کے پیش اِمام تھے آپ نے اپنے رب سے لوگوں کی تربیت وہدایت کے لئے اپنا قائم مقام حقیقی بیٹا طلب کیا جیسا کہ سورۃ کھیعص میں اِس کی طرف اشارہ ہے تو اِس واقعہ کے بعد آپ نے تین روز اعتکاف فرمایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت کے ساتھ اُن کی صُلب سے اُنہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام عطا فرمائے۔

اور یہ تاویل تیرے اَحوال پر منطبق ہوتی ہے اور تیرے وُجود کی تفاصیل ہیں۔ جیسا کہ تُو جانتا ہے کہ وہ طبیعتِ جسمانیہ یعنی قوتِ بدنیہ ہے جبکہ عمران کی بیوی رُوح ہے جس نے اپنی قوتوں میں نفسِ مطمئنہ سے نذر مانی تاکہ اَمرِ حق اور اُس کی مطاوعت کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی فرماں برداری کرے تو نفس نے مؤنث کو جنم دیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس کے پاکیزہ ومقدّس ہونے کی وجہ سے اُس نذر کو قبول فرمانے کے بعد اُسے زکریا علیہ السلام کی کفالت میں دے دیا۔

زکریاءِ فکر محرابِ دماغ میں

چنانچہ زکریاءِ فکر اُس کے پاس محرابِ دماغ میں پہنچا تو اُس کے پاس حدسیہ معانی سے رزق پایا جو اُس پر اُس کی صفائی کی وجہ سے بغیر اِمتیازِ فکر کے منکشف ہوا تو یہاں زکریاءِ فکر نے اِن معانی کی ترکیب کو پکارا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسے طبیعت کے ملوث ہونے سے طیب اور پاک بیٹا عطا کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس کی دُعا قبول کر لی تو رُوحانی قوتوں کے فرشتوں نے اُسے آواز دی اور وہ ترکیبِ معلومات میں اپنے اَمر کے ساتھ قائم ہوا اور اِستنزالِ اَنوار کے ساتھ اُس کو رب نے نجات دی اور محرابِ دماغ میں عالمِ قُدس کی طرف توجہ کے ساتھ اُسے قربت دی۔

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے عقل بالفعل کے ساتھ بشارت دی قلب کا عیسیٰ اُس کے ساتھ ایمان لایا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلمہ ہے اِس لئے کہ وہ عالمِ اجرام وتولد سے پاک اور مادہ سے منزہ ہے اور قوتوں کی تمام اَصناف کا سردار ہے۔ اور حصور یعنی عورتوں سے بچنے والے سے مراد

جسمانی طبعی مباشرت اور بدنی قوتوں کو طبائع کے اِلتباس سے نفس کو روکنے والا اور نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ سے مراد نیکوں سے اَمرِ حق کے ساتھ معارف و حقائقِ کلّیہ تعلیم اخلاقِ جمیلہ اور تدابیر سدیدہ کی خبریں دینے والا۔

اور جملہ مفارقات و مجردات جو کہ اپنے افعال کے ساتھ آراستہ ہوں اگر اللہ تعالیٰ کے حضور میں مقرّب ہوں تو بعید ہے کہ فکرِ عظیم اُس کے طُور کے منتہیٰ کو پہنچے اور وہ ادراکِ حقائق قُدسیہ اور معارفِ کلیہ کی طرف منتہی نہیں ہو سکتی اور اُس کی بیوی یہی رُوحِ نفسانی کی طبیعت ہے کیونکہ یہ نورِ مجرّد کے ساتھ بانجھ فکر کے تصرّف کا محل و مقام ہے اور یہ نشانی یعنی نورِ مجرد اور نفسِ زکیہ سے اس کے ظہور کے حصول کی نشانی اُن کے مطالب و مآرب اور مخالطت کی تحصیل میں بدنی قوتوں کی فضول لذتوں اور خواہشوں سے اُس کا تین دن رُک جانا اور اپنی عمر کے دس سال کے اطوار سے ہر روز پورا عقد باندھنا ہے مگر یہ کہ اُن کے ساتھ خُفیہ اشارہ کے ساتھ رمز اًبات کرے اور اُنہیں اُن میں سے ہر ایک کی دوسرے سے مخصوص تسبیح کا حکم دے دیا تا کہ وہ اپنے مقاصد میں اُن سے قریب ہوں اور یہ کہ جن تین دنوں میں یہ مشغولیت رہی اُنہیں سن تمیز کے ابتدائی تیس سال تک لمبا کر دیا اور وہ اُس کے محرابِ دماغ میں اپنے رب کے ذکر کے پہلے دس سال ہیں اور اس کے ساتھ مخصوص تسبیح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۴۲ تا ۴۶)

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٤٦﴾

ترجمہ ! اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم بے شک اللہ نے تجھے چُن لیا اور خوب ستھرا کیا اور آج سارے جہاں کی عورتوں سے تجھے پسند کیا۔ اے مریم اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کے لئے سجدہ کر اور رکوع والوں کے ساتھ رکوع کر۔ یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔ اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام ہے مسیح عیسٰی مریم کا بیٹا رو دار ہوگا دنیا اور آخرت میں اور قرب والا۔ اور لوگوں سے بات کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہوگا۔

پاک مریم نفسِ زکیّہ ہے

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ اور ایسے ہی نفس زکیہ طاہرہ مریم کو رُوحانی قوتوں کے فرشتوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے صفاتِ مذمومہ اور رزائلِ اخلاق سے طہارت اور شہوات سے پاکیزگی کے لئے چن لیا اور افعالِ مذمومہ اور گھٹیا ملکات کے ساتھ نفوسِ شہوانیہ قلو بینیہ پر پسند کرلیا ہے۔"

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ اے مریم اطاعات و عبادات کے وظائف کے ساتھ اپنے رب کی اطاعت کر اور انکسار و ذلت افتقار و عجز اور استغفار کے مقام میں سجدہ کر اور مقام خضوع وخشوع میں رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ یعنی اے نبی رُوح یہ خبریں تیرے وجود کے غیب کے احوال سے ہیں۔

نفسِ مریم کی کفالت کون کرے ؟

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ

لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ اور جب وہ مریم کی کفالت کے سلسلہ میں قرعہ اندازی کر رہے تھے مُراد یہ کہ تم اُن کے مقام و مرتبہ میں رُوحانی نفسانی قُوتوں کے پاس نہ تھے یعنی جب وہ اپنے حظوظ میں سبقت لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کے لئے تیر چلا رہے تھے تا کہ پتہ چل جائے کہ نفس مریم کی طبع کے موافق اور اُس کی رائے کے اعتبار سے اِس کی تدبیر و کفالت کون کرے اور جو اِس پر ڈرے اور اسے وہی حکم کرے جس میں اس کے امر کی مصلحت کو دیکھے۔

اور تم اُن کے پاس نہ تھے جب وہ مقام صدر میں جھگڑا کر رہے تھے جو کہ رُوحانی اور نفسانی قُوّتوں کے نزاع کا مقام ہے اور اُن کے نزاع کا مقام صدر ہے اور جھگڑا کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ریاضت سے پہلے اُس کے ظہور کے وقت سرداری کی طلب میں اُس حال میں جذب کرنا چاہتے جبکہ روحانی قوتوں کے فرشتے توفیق حق کے ساتھ ریاضت کے بعد غلبہ حاصل کرتے ہیں۔

بشارتِ کلمہ سے مُراد قلبِ موہُوب ہے

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ یعنی فرشتوں نے نفسِ مریم سے کہا اللہ تعالیٰ تجھے کلمہ یعنی قلبِ موہوب کی بشارت دیتا ہے اُس کا نام مسیح ہے کیونکہ وہ نُور کے ساتھ تجھے مسح کرے گا۔

فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ سے مراد یہ ہے کہ وہ جزیات کے ادراک اور معاشی مصلحتوں کی بناء پر اُجو دواصفی اور دُرست راہ پر ہوگا اور انسانوں کی ظاہری قُوتیں اور جنّوں کی باطنی قوتیں اُس کی تعظیم و تکریم کریں گی اور اُس کی مطیع و فرمانبردار ہونگی اور آخرت میں تمام معانی معارفِ قدسیہ اور حق تعالیٰ کی طرف اُس کے تدبیر معاد و ہدایت کے ساتھ قائم ہونے کی وجہ سے آسمان رُوح کے ملکوت اُس کی تکریم کریں گے اور وہ جُملہ مقرّبین بارگاہِ حق تعالیٰ سے ہوگا اور اُس کی تجلیّات اور اُس کے مکاشفات کو قبول کریں گے اور وہ بدن کے پالنے میں لوگوں سے باتیں کرے گا اور کہلاً یعنی بڑھاپے سے مراد یہ ہے کہ وہ شیخ روح کے طُور کی قربت کی طرف بڑھے گا غالباً اُس پر اُس کے نور

کی بیاض ہوگی اور وہ مقامِ معرفت کے لئے نیک لوگوں سے ہوگا۔

(تفسیر آیت نمبر ۴۷ تا ۵۱)

وَرَسُوۡلًا اِلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۙ اَنِّىۡ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ۙ اَنِّىۡۤ اَخۡلُقُ لَـكُمۡ مِّنَ
الطِّيۡنِ كَهَیْـــٴَــةِ الطَّيۡرِ فَاَنۡفُخُ فِيۡهِ فَيَكُوۡنُ طَيۡرًاۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ
وَاُحۡىِ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا تَاۡكُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِىۡ بُيُوۡتِكُمۡ ‌ؕ اِنَّ فِىۡ
ذٰ لِكَ لَاٰيَةً لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝۴۹ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَلِاُحِلَّ
لَـكُمۡ بَعۡضَ الَّذِىۡ حُرِّمَ عَلَيۡكُمۡ وَجِئۡتُكُمۡ بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ۝۵۰
اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ‌ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ۝۵۱

ترجمہ ! بولی اے میرے رب میرے بچہ کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ نہ لگایا فرمایا اللہ یوں ہی پیدا کرتا ہے جو چاہے جب کسی کام کا حکم فرمائے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ اور اللہ سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل۔ اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سپید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ اور تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی اور اس لئے کہ حلال کروں تمہارے لئے کچھ وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ بے شک میرا تمہارا سب کا رب اللہ ہے تو اسی کو پوجو یہ ہے سیدھا راستہ۔

محبوبوں کی تربیّت خود فرماتا ہے

قَالَتۡ رَبِّ اَنّٰى يَكُوۡنُ لِىۡ وَلَدٌ وَّلَمۡ يَمۡسَسۡنِىۡ بَشَرٌ ‌ؕ یعنی نفس نے بغیر بشر کے

چھونے کے حمل وولادت پر اظہارِ تعجّب کیا یعنی بغیر تربیت شیخ اور معلّمِ بشری کی تعلیم کے بغیر اور یہی اُس کی بکارت کا معنیٰ ہے۔

قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے ہی جسے چاہے جذب و کشف کے ساتھ پسند فرمالے اور بغیر تعلیم و تربیّت کے اُسے مقامِ قلب عطا فرمادے جیسا کہ محبوبین اور بعض محبّین کا حال ہے، اور اُسے تعلیم ربّانی کے ساتھ علومِ معقولہ کی کتاب، حکم شرائع اور تورات وانجیل میں سے کُتبِ الٰہیہ کے معارف سکھادے یعنی ظاہر اور باطن کے معارف سکھادے اور یہ نفسِ یعقوبِ رُوح کے اُسباط میں سے مُستعدین اور رُوحانیین کی طرف رسول ہوگا۔

طائرِ نفس کی پرواز

اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ یعنی میں رب تعالیٰ کے ہاں سے تمہاری طرف دلیل لایا ہوں کہ میں طینِ نفوس مستعدین ناقصین سے تمہارے لئے تربیّت وتزکیہ اور حکمتِ علمیہ کے ساتھ شدّتِ شوق سے بارگاہِ قُدس کی طرف پرواز کرنے والے پرندے کی صورت بناؤں گا اور اس میں صحبت و تربیت کی تاثیر کے ساتھ نفس حیاتِ حقیقیہ اور علمِ الٰہیہ کو پھونکوں گا تو وہ نفس زندہ ہوکر شوق اور ہمت کے پروں کے ساتھ بارگاہِ حق تعالیٰ کی طرف پرواز کرنے لگے گا۔

دعوت و پیغام رُوح

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ یعنی میں اُیسے شخص کو بینائی دیتا ہو جونُورِ حق سے اِس طرح حجاب میں ہے کہ اُس کی چشمِ بصیرت بالکل ہی وانہیں ہوتی اور نہ ہی وہ آفتاب رُخِ حق تعالیٰ کو دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی رُوشنی کا مشاہدہ کرسکتا ہے اور میں ایسے برص زدہ کو شفاء دیتا ہوں جس کا نفس رزائل وعقائدِ فاسدہ اور محبّتِ دُنیا کی بیماری سے عیب دار اور اورطبِّ نفوس کے ساتھ شہوات میں ملوث

ہو چکا ہے۔

وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ سے مُراد یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے علم کی زندگی کے ساتھ جہالت کے مردہ کو زندہ کرتا ہوں اور تم شہوات ولذات کی مُباشرت سے جس اَمر کو پہنچتے ہو اُس کی میں تمہیں خبر دیتا ہوں۔

وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ ؕ یعنی میں تمہیں تمہاری اُن خواہشوں اور نیتوں کی خبر دیتا ہوں جو تمہارے غیوب کے گھروں میں ذخیرہ کی ہوئی ہیں۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَلِاُحِلَّ لَکُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ حُرِّمَ عَلَیۡکُمۡ یعنی اگر تم ایمان والے ہو تو اُس اَمر میں تمہارے لئے نشانی ہے اور جو تمہارے سامنے تورات کا ظاہر علم ہے میں اُس کی تصدیق کرتا ہوں اور تم پر انوارِ باطن سے وہ اُمور حلال کرتا ہوں جو تم پر حرام تھے۔

وَجِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ۟ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوۡنِ یعنی میں تمہارے پاس تمہارے رَب کی نشانی لایا ہوں اور وہ نشانی توحید ہے جس میں کسی نبی نے کبھی اختلاف نہیں فرمایا تم میری مخالفت میں اللہ سے ڈرو تو میں تمہیں توحید پر دعوت دینے میں حق پر ہوں۔ اِس لئے میری اطاعت کرو۔

(تفسیر آیت نمبر ۵۲ تا ۵۵)

فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیۡسٰی مِنۡہُمُ الۡکُفۡرَ قَالَ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ۚ وَاشۡہَدۡ بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ وَاتَّبَعۡنَا الرَّسُوۡلَ فَاکۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰہِدِیۡنَ ﴿۵۳﴾ وَمَکَرُوۡا وَمَکَرَ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ ﴿۵۴﴾ اِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَہِّرُکَ مِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَجَاعِلُ الَّذِیۡنَ

اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ ! پھر جب عیسیٰ نے اُن سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف حواریوں نے کہا ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ اے رب ہمارے ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے اتارا اور رسول کے تابع ہوئے تو ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔ یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کردوں گا اور تیرے پیروؤں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو میں تم میں فیصلہ فرمادوں گا جس بات میں جھگڑتے ہو۔

رُوحانی مددگار

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ یعنی پھر جب عیسیٰ قلب نے نفسانی قُوتوں سے کفر واحتجاب اور اِنکار کو محسوس کیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف میری مدد کون کرے گا یعنی نفسانی قُوتوں کو مغلوب کرنے کے لئے توجہ اِلی اللہ قوتِ رُوحانیہ سے اُس کی اِمداد کا تقاضا کیا۔

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ یعنی رُوحانیتِ مذکورہ سے اُس کی صَفوت اور اخلاص نے کہا ہم اِستدلال اور رُوح کی روشنی کی تنویر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے انصار ہیں اور اُس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔

وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم مطیع وفرمانبردار ہیں۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ اے ہمارے پروردگار تُو نے فیضِ نُور اور علمِ توحید سے جو کچھ اُتارا ہم اُس پر ایمان لائے اور ہم تیرے

رسول کے اطاعت گذار ہیں تو ہمیں اپنے دربار میں حاضر رہنے والوں اور اپنے حکم کا مراقبہ کرنے والوں میں لکھ دے یا یہ کہ ہم تیری وحدانیت پر گواہی دیتے ہیں۔

تدبیرِ الٰہی

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ اُنہوں نے مکر کیا تو اللہ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور وہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے یعنی اَغتیالِ قلب میں اَوہام وخیالات اور طرح طرح کے سوالوں سے قلب کو ہلاک کرنے کی تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے تخیّلات و تشکیکات سے براہینِ قاطعہ اور عقلی حجتوں کے غلبے کے ساتھ خفیہ تدبیر فرماتا ہے اور عیسیٰء قلب کو آسمانِ رُوح کی طرف بلند فرمایا اور نفس پر شُبہ ڈال دیا کہ وہ اُن کے اَغتیال میں واقع ہے اور جب اس کی تدبیر غالب ہے تو وہ بہتر تدبیر فرمانے والا ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا میں تمہیں اِن کے درمیان سے اپنی طرف قبض کرلوں گا اور تجھے اپنے جوار میں آسمانِ رُوح کی طرف بلند کروں گا، اور تُجھے خبیث قوتوں اور اُن کے مکر اور اُن کی صحبت کی خباثت اور اُن کے پڑوس کی پلیدی سے پاک کردوں گا۔

وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ یعنی رُوحانیوں میں سے تیرے متبعین کو قیامتِ کبریٰ کے دن کو مقامِ وحدت کی طرف وصول کے وقت تک نفسانیات پر غالب رکھوں گا۔

ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ پھر جب اُس روز تم پلٹ کر میری طرف آؤ گے تو میں تمہارے درمیان اُس اَمر میں حق کے ساتھ فیصلہ کردوں گا جس میں تم وحدت سے قبل اِختلاف کرتے تھے جو کہ قوّتوں سے واقع ہونے والا تجاذب وتنازع تھا تو وہاں اُس کے مقر میں دونوں کا اِقرار ہوگا اور اُسے وہ عطا کیا جائے گا جس کا وہ میرے نزدیک

لائق اور حق دار ہو گا تو مخالفت اور جھگڑا رفع ہو جائے گا۔

(تفسیر آیت نمبر ۵۶ تا ۵۷)

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَاُعَذِّبُہُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ ۫ وَمَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیۡہِمۡ اُجُوۡرَہُمۡ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ! تو وہ جو کافر ہوئے میں انہیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب کروں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کا نیگ انہیں بھرپور دے گا اور ظالم اللہ کو نہیں بھاتے۔

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَاُعَذِّبُہُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ ۫ یعنی جن لوگوں نے قلب سے محروم رہنے اور اپنے اعمال کی ہیئات کا پردہ کر لینے کا کُفر کیا ان کے لئے دُنیا و آخرت میں شدید عذاب ہے اور یہ عذاب اُن کی مقامِ قلب سے حرماں نصیبی اور محرومی ہے۔

وَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیۡہِمۡ اُجُوۡرَہُمۡ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ یعنی وہ لوگ جو رُوحانیات سے ایمان لائے اور نفس کے مقابلہ میں قلب کو مدد دینے کے لئے تزکیہ وتصفیۂ قلب سے نیک اعمال کئے اور توجہ اِلی الحق میں اُس کی متابعت کی اللہ تعالیٰ اُنہیں اِس کا پُورا پُورا بدلہ عطا فرمائے گا اور وہ یہ کہ اُن پر انوارِ قُدسیہ اور اشراقاتِ رُوحیہ کی بارش ہو گی اور اللہ تبارک وتعالیٰ اُن لوگوں کو پسند نہیں فرماتا جو حقوق کا بدلہ دینے میں کمی واقع کر دیتے ہیں۔

اللہ کی رُوح کو قتل کرنا ممکن ہی نہیں

رہی بغیر تطبیق کے تاویل تو وہ یہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یختال سے کھڑے ہونے کے ساتھ مکر کیا تو اُن کو حضرت عیسیٰ رُوح اللہ علیہ السلام کی جسمانی صورت جو کہ اُن

کا مظہر تھی کا اُن کی حقیقی صورت کے ساتھ شُبہ ہو گیا اور اُنہوں نے گمان کر لیا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو اُنہوں نے اُس صورت کو قتل اور مصلوب کر دیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر اُٹھا لیا تا کہ اُن کی رُوح آفتابِ رُوحانیت سے مستفیض ہو اور یہودی اپنی جہالت کی وجہ سے نہ جان سکے کہ اللہ کی رُوح کو قتل کرنا ممکن نہیں۔

آسمانی باپ خُدا نہیں رُوح القُدس ہے

اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُٹھائے جانے سے پہلے اپنے حال کا یقین ہو گیا تو آپ نے اپنے حواریوں کو فرمایا !

انی ذاهب الی ابی وابیکم السماوی

میں اپنے اور تمہارے آسمانی باپ کے پاس جا رہا ہوں۔

یعنی میں عالمِ ناپاک سے عالمِ پاک یعنی رُوح القدس کے پاس جا رہا ہوں جو کہ صورتیں عطا فرمانے والا ہے تو اَرواح وکمالات کے فیض سے اِمداد چاہو اور یہ کہ جب آپ کی دعوت کو نہ قبول کیا گیا اور آپ کی طرف پیروی نہ کی گئی تو آپ نے اپنے حواریوں کو اپنے بعد مختلف شہروں اور ملکوں میں جا کر دعوت اِلیٰ الحق کا فریضہ اَدا کرنے کا حکم فرمایا۔

حواریوں نے کہا ! جب آپ ہمارے ساتھ نہیں ہوں گے تو ہم یہ فریضہ کیسے ادا کریں گے جب کہ آپ اِس وقت ہمارے درمیان ظاہر ہیں اور ہماری دعوت قبول نہیں کی جاتی ؟

عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے کمال حاصل کرتے ہیں

آپ نے فرمایا! تمہارے لئے میری امداد کی نشانی یہ ہے کہ میرے بعد خلقت تمہاری دعوت قبول کرے گی تو جب آپ کو اُٹھا لیا گیا تو اُن کا کوئی ایسا ساتھی نہ تھا جس کی دعوت کو لوگوں نے قبول نہ کیا ہو اور مخلوق میں اُن کی مقبولیت ظاہر ہونے لگی اور اُن کی باتیں سُنی جانے لگیں اور اُن کا

دین اقطارِ ارض میں پھیلنے لگا اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ساتویں آسمان تک نہ پہنچ سکے تو اُس کی طرف حضرت محمد ﷺ کے ساتھ عُروج فرمایا جس سے سدرۃ المنتہیٰ کو تعبیر کیا جاتا ہے یعنی جو کمال میں اِنتہائی مقام ہے اور درجۂ محبت کو نہ پہنچ سکیں چنانچہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ملّت کے اِتباع میں دوسری مرتبہ صُورتِ جسمانیہ میں نزول فرمائیں گے تا کہ اِس درجہ کو پہنچیں اور اللہ ہی حقائقِ اُمور کو زیادہ جانتا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۵۹ تا ۶۰)

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۵۹﴾ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ﴿۶۰﴾

ترجمہ ! عیسیٰ کی کہاوت اللہ کی نزدیک آدم کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ اے سننے والے یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو شک والوں میں نہ ہونا۔

بغیر باپ کے پیدا ہونا

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت اللہ تعالیٰ کے ہاں اُنہیں بغیر باپ کے اپنی قدرت کے ساتھ پیدا فرمانے میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہے کہ اُنہیں بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا۔

اور جاننا چاہیے کہ قُدرت کے عجائبات ٹُوٹتے ہیں اور نہ اِس پر قیاس کئے جا سکتے ہیں کہ انسان کا والدین کے بغیر پیدا ہونا عالمِ حکمت کی نظیر سے ہے کیونکہ بہت سے حیوانات ناقصہ عجیب الخلقت ہوتے ہیں جو خلقاً ایک ساعت میں پیدا ہوتے ہیں پھر تناسل و توالد ہوتا ہے تو ایسے ہی ممکن ہے کہ انسان ایک دور میں توالد کے ساتھ پیدا ہو پھر اُس کی ولادت ہو اور ایسے ہی بغیر باپ کے پیدا ہونا ہے کیونکہ مَرد کی منی عورت کی منی سے زیادہ گرم ہوتی ہے اور اِس میں قوتِ عاقدہ زیادہ

ہوتی ہے جیسا کہ جنین کی طرف نسبت کے ساتھ ''انفخت'' پھونکنے میں اور عورت کی منی میں انعقاد زیادہ طاقت ور ہوتا ہے جیسے دودھ میں تو جب دونوں جمع ہوتی ہیں تو عقد وانعقاد پورا ہو جاتا ہے اور جنین بن جاتا ہے تو ممکن ہے کہ مذکروں کے مزاج کی نسبت مؤنثوں کے مزاج کا وجود زیادہ طاقت ور ہو جیسا کہ بہت سی عورتوں میں دیکھا گیا ہے۔

چنانچہ دائیں گردہ میں پیدا ہونے والا مشابہ کے ساتھ مذکر کی منی ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی زیادہ گرمی کی وجہ سے کلیجہ کے قریب ہے اِس لئے کہ اُس کے کلیجہ کا مزاج درُست قوی الحرارت ہے اور مشابہ کے ساتھ بائیں گردہ میں پیدا ہونے والا مؤنث کی منی ہے تو جب عورت حاملہ ہوتی ہے تو رُوح القدس اور دُوسرے فرشتے کے ساتھ اُس کی رُوح کے اِتصال کے باعث نیند اور بیداری میں اُس کے خیال پر مذکر کی صُورت غالب ہوتی ہے اور یہ محاکاتِ خیال ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا !

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾

(سورۃ مریم آیت ١٧)

رحم کی طرد دونوں طرف سے ہر دو نُطفے آگے ہوتے ہیں تو منصب میں دائیں جانب سے قُوتِ عقد زیادہ طاقتور ہوگی اور منصب میں بائیں جانب سے قوتِ انعقاد زیادہ قوی ہوگی تو جنین پیدا ہوگا اور اُس کے ساتھ رُوح کا تعلق ہوگا۔

اور فرمانِ الٰہی کُنْ فَیَكُوْنُ رُوح پھونکنے کی طرف اشارہ ہے اور یہ اِس کا ہونا عالمِ امر سے ہے اور پہلے سے مادہ و مدت نہیں جیسا کہ جسم کا پیدا ہونا تو حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام میں مناسبت ہے جس کا دونوں میں خرقِ عادت کے اعتبار سے اِشتراک کا ذکر کیا گیا اور دونوں کے جسم مٹی کے عناصر سے مادہ و مدّت کے ساتھ پہلے ہونگے اور دونوں کی رُوحیں عالمِ امر سے پیدا ہوئی ہیں جن کا مادہ و مدت پہلے نہیں تھا۔

(تفسیر آیت نمبر ۶۱ تا ۶۳)

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمہ! پھر اے محبوب جو تم سے عیسٰی کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آ چکا تو ان سے فرما دو آؤ ہم تم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔ یہی بے شک سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک اللہ ہی غالب ہے حکمت والا۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ فسادیوں کو جانتا ہے۔

انبیاء کے مباہلے کی تاثیر

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں آیت آنے کے بعد جو اِس میں آپ سے حُجّت کرتا ہے بیشک انبیاء کرام کا مباہلہ رُوح القُدس کے ساتھ اور اُن کے نفوس کے اِتصال اور اُن کے ساتھ تائیدِ ایزدی ہونے کے باعث عظیم تاثیر رکھتا ہے اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اِذن کے ساتھ عالمِ عنصری میں مؤثر ہوتا ہے تو اس سے عالمِ عنصری مُنفعل ہوتا ہے جیسا کہ ہماری رُوح سے اِس پر وارد ہونے والی ہئیتوں کے ساتھ ہمارے بَدن کا اِنفعال ہے جیسا کہ معشوق وغیرہ کے حال میں اِرادت وعزائم کے پیدا ہونے کے وقت اَعضاء کے مُتحرک ہونے سے غصہ، حزن اور فکر ہیں' اور اِس سے اِنفعالِ نفوسِ بشریہ ہمارے حواس کے اِنفعال کی طرح ہے اور ہماری تمام قوتوں سے ہمارے اَرواح کی ہیئتیں ہیں تو جب نفسِ قدسی یا بعض اَجرامِ سماویہ اور نفوسِ

ملکوتیہ کے ساتھ اِس کا اِتصال ہوتا ہے تو توجہ اِتصالی کے وقت جو اِس کے مُتّصل ہوتا ہے اُس کے ساتھ عالم میں اِس کی تاثیر ہوتی ہے تو اِس سے اَجرامِ عناصر اور نفوسِ ناقصہ انسانیہ میں سے جسے وہ چاہے منفعل ہو جاتا ہے کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کے خوف سے نفوسِ نصاریٰ کیسے منفعل ہوئے اور اُنہوں نے مباہلہ سے فرار کرتے ہوئے موادعت اور سپُردگی طلب کی اور جزیہ دینا قبول کرلیا۔

وَمَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی چیز میں بھی اُلوہیّت کے حقدار نہیں اور اپنی ذات میں محض تجرّد کی بناء پر عبادت کے مستحق نہیں ہو سکتے کیونکہ عالمِ ملکوت و جبروت تمام کا تمام ایسے ہی مجرّد ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۶۴ تا ۸۰)

قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡـًٔـا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ ۞ ٦٤ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمَاۤ اُنۡزِلَتِ التَّوۡرٰٮةُ وَالۡاِنۡجِيۡلُ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۞ ٦٥ هٰۤاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجۡتُمۡ فِيۡمَا لَـكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِيۡمَا لَيۡسَ لَـكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۞ ٦٦ مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا وَّلٰكِنۡ كَانَ حَنِيۡفًا مُّسۡلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۞ ٦٧ اِنَّ اَوۡلَى النَّاسِ بِاِبۡرٰهِيۡمَ لَلَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۞ ٦٨ وَدَّتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَوۡ يُضِلُّوۡنَكُمۡ ؕ وَمَا يُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ۞ ٦٩ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنۡتُمۡ تَشۡهَدُوۡنَ ۞ ٧٠ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَلۡبِسُوۡنَ الۡحَـقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَكۡتُمُوۡنَ الۡحَـقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۞ ٧١ وَقَالَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اٰمِنُوۡا بِالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَجۡهَ النَّهَارِ وَاكۡفُرُوۡۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ۞ ٧٢

وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ لا اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ
اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ج يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ
وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ وَمِنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ
اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ج
وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ
لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ص وَلَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ
وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ج وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ج وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى
اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ
ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّىْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ
تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ
اَرْبَابًا ط اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمہ ! تم فرماؤ اے کتابیو ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنا لے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ اے کتاب والو ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو توریت وانجیل تو نہ اتری مگر ان کے بعد تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ سنتے ہو یہ جو تم ہو اس میں جھگڑے جس کا تمہیں علم تھا تو اس میں مجھ سے کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ ہر باطل سے جدا مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔ بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حقدار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے اور یہ نبی اور ایمان والے اور ایمان والوں کا والی اللہ ہے۔ کتابیوں کا ایک گروہ دل سے چاہتا ہے کہ

کسی طرح تمہیں گمراہ کر دیں اور وہ اپنے ہی آپ کو گمراہ کرتے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔اے کتابیو اللہ کی آیتوں سے کیوں کفر کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو۔اے کتابیو حق میں باطل کیوں ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تمہیں خبر ہے۔اور کتابیوں کا ایک گروہ بولا وہ جو ایمان والوں پر اترا صبح کو اس پر ایمان لاؤ اور شام کو منکر ہو جاؤ شاید وہ پھر جائیں۔اور یقین نہ لاؤ مگر اس کا جو تمہارے دین کا پیرو ہے تم فرما دو کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے (یقین کا ہے کا نہ لاؤ) اس کا کہ کسی کو ملے جیسا تمہیں ملا یا کوئی تم پر حجت لا سکے تمہارے رب کے پاس تم فرما دو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔اور کتابیوں میں کوئی وہ ہے کہ اگر تو اس کے پاس ایک ڈھیر امانت رکھے تو وہ تجھے ادا کر دے گا اور ان میں کوئی وہ ہے کہ اگر ایک اشرفی اس کے پاس امانت رکھے تو وہ تجھے پھیر کر نہ دے گا مگر جب تک تو اس کے سر پر کھڑا رہے یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ اَن پڑھوں کے معاملہ میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں اور اللہ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھتے ہیں۔ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا عہد پورا کیا اور پرہیز گاری کی اور بے شک پرہیز گار اللہ کو خوش آتے ہیں۔جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے ہیں آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں اور اللہ نہ ان سے بات کرے نہ ان کی طرف نظر فرمائے قیامت کے دن اور نہ انہیں پاس کرے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔اور ان میں کچھ وہ ہیں جو زبان پھیر کر کتاب میں میل کرتے ہیں کہ تم سمجھو یہ بھی کتاب میں ہے اور وہ کتاب میں نہیں اور وہ کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے اور وہ اللہ کے پاس سے نہیں اور اللہ پر دیدہ و دانستہ جھوٹ باندھتے ہیں۔کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم و پیغمبری دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سے کہ تم درس کرتے ہو۔اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھہرا لو کیا تمہیں کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو لئے۔

فناء فی اللہ ہو جانے سے بشریت ختم نہیں ہوتی

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ محبوب فرما دیں اَے اہلِ کتاب تمہارے اور ہمارے درمیان کلمۂ توحید اور کتاب میں ہرگز اِختلاف نہیں۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا بشر کو یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُسے کتاب وحکومت اور نبوّت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ میری عبادت کرو یعنی مرتبۂ ولایتِ توحید میں فناء کے بعد بشر کے لئے یہ امر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُسے اپنی ذات میں فناء کے ساتھ اُس کی بشریت کو بھی مٹا دے اور نہ ہی یہ ہو سکتا ہے کہ اُس کا نُورانی، حقانی وجود کتاب اور حکمتِ الٰہیہ کو دُرست طور پر قبول کر لینے کے بعد مخلوق کو اپنی ذات کی طرف بُلائے اِس لئے کہ اپنی ذات کی طرف دعوت دینے والا نفس کے ساتھ محجوب ہو جائے گا جیسا کہ فرعون اور اُس کی مثل لوگوں میں سے وہ لوگ جو توحید کو جانتے ہوئے بھی اُس سے حال اور ذوق کو نہیں پاتے اور نہ ہی وہ اعیان اور اپنے اُن نفوسِ باقیہ تک پہنچ پاتے جو فناء کا ذائقہ چکھ چکے تھے چنانچہ وہ اپنے نفس کے ساتھ محجوب ہونے کی وجہ سے لوگوں کو اپنی ذوات کی طرف بلاتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

شر الناس من قامت القيامة عليه وهو حي

یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ شریر وہ ہے جس پر قیامت قائم ہو جائے اور وہ زندہ ہو۔

رَب تعالیٰ سے نسبت رکھنے والے

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہم رب کی طرف منسوب ہیں کیونکہ اُن کے عالم وعامل اور معلّم ہونے اور تلاوتِ کتاب کرنے کی وجہ سے اُن پر ربوبیت اور فناء ومحویت بشریہ کا غلبہ ہے یعنی وہ اطاعات پر مواظبت کرتے ہیں اور علم وعمل کے ساتھ عبادت وریاضت کرنے والے ہیں یہاں تک کہ وہ ظُلمت پر روشنی کے غلبہ کے ساتھ ربّانیین ہو جاتے ہیں یعنی اُن کی نسبت رب تعالیٰ کے ساتھ ہو جاتی ہے۔

وَلَا يَأْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اور نہ ہی تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو یعنی تمہیں معیّن عبادت اور صُورت کے مقیّد ہونے کا حکم نہیں دیا گیا کیونکہ یہ حجاب وکفر ہے اور نہ ہی تمہیں اللہ تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کر لینے کے بعد اِحتجاب کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۸۱)

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمہ! اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ انبیاء کے ۲ دو وعدے

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ الی آخرہ، یعنی انبیاء کرام کے صفِ اوّل کے عارف باللہ ہونے کے باعث اُن کے درمیان اَزلی تعارف ہے اور ہر عارف تمام عارفوں کے مقام کو جانتا ہے تو اُنہوں نے بنی آدم کے لئے توحید کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے عام عہد کیا جیسا کہ بیان ہوا جب کہ اُن کے ساتھ انبیاء کرام اور اُس امر کے لئے جس کے ساتھ وہ حقِ متابعت کو جانتے تھے خاص عہد ہوا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کرام سے دو عہد لئے ایک وہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ

اور جو تیرے ربّ نے بنی آدم سے وعدہ لیا۔

(سورۃ اعراف آیت ۱۷۲)

اور دوسرا عہد !

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۙ

(سورۃ الحزاب آیت ۷)

یعنی جب ہم نے نبیوں سے اور تجھ سے اور نوح وابراہیم اور موسیٰ وعیسیٰ ابن مریم علیہم السلام سے مضبوط وعدہ لیا اور اُن کے درمیان تعارفِ اقامتِ دین اور دین میں تفرقہ نہ کرنے اور ایک دوسرے نبی کی تصدیق کرنے کا عہد تھا۔

علاوہ ازیں توحید کی طرف دعوتِ حق اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کی تخصیص حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری اور اپنی اپنی اُمتوں کی طرف ایک دوسرے کے تعارف کا عہد تھا اور اِس عہد کی خصوصیت کا باعث یہ ہے کہ صواتِ تفاصیل حجاباتِ صفات اور کثرتِ مظاہر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت اُس کی عین الجمع میں معرفت سے زیادہ دقیق اور زیادہ پوشیدہ ہے۔

اور یہ عارفانِ ذاتِ باری تعالیٰ کی متابعت اور پیروی کا حق اور تجلیاتِ صفات کے احکام جو کہ خاص شرائع ہیں دیئے جانے والوں سے ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۸۲ تا ۸۴)

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا

وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمہ ! تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ تو کیا اللہ کے دین کے سوا اور دین چاہتے ہیں اور اسی کے حضور گردن رکھتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور اسی کی طرف پھریں گے۔ یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اترا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں پر اور جو کچھ ملا موسیٰ اور عیسیٰ اور انبیاء کو ان کے رب سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے حضور گردن جھکائے ہیں۔

فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ یعنی انبیاء کرام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اِس عہد اور اللہ تعالیٰ سے کئے گئے وعدے کی طرف انبیاء کرام کی تبلیغ کو جان لینے کے بعد جو اِس سے پھریں گے وہ اللہ کے دین سے نِکل جائیں گے اور سوائے دینِ الٰہی کے فی الحقیقت کوئی دین اِس کے ساتھ متعدی نہیں سوائے توَاہم کے۔

طوعاً و کرہاً اللہ تعالیٰ کو سبھی مانتے ہیں

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْھًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ تو کیا اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہو جبکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سبھی طوعاً و کرہاً اُسی کی طرف رجوع کرتے ہیں جیسا کہ انسان اور شیطان اِس لئے کہ اِن دونوں کے سوا کُفر کی موجودگی کی گنجائش نہیں تو کُلّھم فرماں برداری کرتے ہیں اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اطاعت کا حکم دے رکھا ہے چنانچہ انسان اپنی اِرادت کے ساتھ محجوب ہے اور اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدہ کو بھول چکا ہے اور ظلمتِ نفسانیہ کے ساتھ اپنی نسبت کی وجہ سے شیطان کی دعوت کو قبول کر چکا ہے تو اِس کا ایمان لانا اور اطاعت کرنا کرہاً اور مجبوری کے طور پر ہے مگر وہ انسان

جس کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور اُسے چُن لیا تو وہ خُوشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اَطاعت وفرماں برداری کرتا ہے۔

شیطان بھی ایمان لایا ؟

شیطان اپنی انانیّت اور تکبّر کے ساتھ محجوب ہے کیونکہ اُس نے کہا تھا میں آدم سے بہتر ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کر دیا تھا اور اُس کا تکبّر کرنا ہی اُس کا کفر و اِنکار ہے اور باوجود اِس کے کہ وہ اپنی نافرمانیوں کو جانتا ہے کرہاً اور ناپسندیدگی کے ساتھ ایمان لایا۔

اور اُس کا کفر اِرادۂ الٰہی کے ساتھ متحقّق ہے اور یہ عین ایمان ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا !

کَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اکْفُرْ ۚ فَلَمَّا کَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾

شیطان کی کہاوت جب اُس نے آدمی سے کہا کفر کر اور جب انسان نے کفر وانکار کیا تو شیطان نے کہا میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔

(الحشر آیت ۱۶)

وَاِذْ زَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ

اور جب کہ شیطان نے اُن کی نگاہ میں اُن کے کام بھلے کر دکھائے۔

(سورۃ الانفال آیت ۴۸)

لَا غَالِبَ لَکُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْہِ

آج تم پر کوئی شخص غالب آنے والا نہیں اور تم میری پناہ میں ہو تو جب دونوں

لشکر آمنے سامنے ہوئے تو اُلٹے پاؤں بھاگا۔

(سورۃ الانفال ۴۸)

اور شیطان نے کہا !

وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ

میں تم سے الگ ہوں میں وہ دیکھتا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتا۔

(الانفال ۴۸)

اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾

میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کا عذاب سخت ہے

(الانفال ۴۸)

اور دوسرے مقام پر شیطان نے کہا !

وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ ؕ اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ

جب فیصلہ ہو چکے گا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ وعدہ سچا تھا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا پس میں نے تم سے وعدہ خلافی کی اور نہیں تھا میرا تم پر کچھ زور مگر یہ کہ میں نے تم کو (کفر) کی دعوت دی اور تم نے (فوراً) قبول کر لی میری دعوت سو تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو نہ میں (آج) تمہاری فریادرسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریادرسی کر سکتے ہو پس انکار کرتا ہوں اس امر سے کہ تم نے مجھے شریک بنایا اِس سے

پہلے۔"

(سورۃ ابراہیم آیت ۲۲)

تو یہ آیات شیطان کے اِیمان پر دلالت کرتی ہیں ولیکن اِس وقت اُسے کچھ نفع نہیں دیتیں۔" (تبصرہ از مترجم: قارئین میں سے شائد کوئی شخص اِس توہّم کا شکار ہوجائے کہ شیطان جب مومن ہے تو اُس کی مغفرت بھی ہوجائے گی جیسا کہ شیخِ اکبر نے ایک مقام پر رحمتِ خداوندی کے ضمن میں اُس کی بخشش کا ذِکر بھی کیا ہے مگر اِن سب سوالوں کا جواب درج ذیل اگلی آیت کے متن میں بھی اور شیخ کی تفسیر میں بھی موجود ہے۔)

وَّاِلَیۡهِ یُرۡجَعُوۡنَ یعنی آخرت میں اُسی کی طرف لوٹنا ہے تو اللہ کے دین کے سوا کوئی دین باقی نہیں بلکہ رجوع کے وقت ہر دین والا اُسی کے دین کے ساتھ ہوگا۔

کل یدین بدین الحق لو فطنوا

اور سوائے حق کے کوئی دین مشروع نہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۸۵ تا ۹۰)

وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَهُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۸۵﴾
کَیۡفَ یَهۡدِی اللّٰهُ قَوۡمًا کَفَرُوۡا بَعۡدَ اِیۡمَانِهِمۡ وَشَهِدُوۡۤا اَنَّ الرَّسُوۡلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ
الۡبَیِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمۡ اَنَّ عَلَیۡهِمۡ لَعۡنَةَ اللّٰهِ
وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ
یُنۡظَرُوۡنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ
الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بَعۡدَ اِیۡمَانِهِمۡ ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرًا لَّنۡ تُقۡبَلَ تَوۡبَتُهُمۡ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الضَّآلُّوۡنَ ﴿۹۰﴾

ترجمہ! اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔ کیونکہ اللہ ایسی قوم کی ہدایت چاہے جو ایمان لا کر کافر ہو گئے اور گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچا ہے اور انہیں کھلی نشانیاں آچکی تھیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔ ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں کی سب کی۔ کی ہمیشہ اس میں رہیں نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے۔ مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور آپا سنبھالا تو ضرور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ بے شک وہ جو ایمان لا کر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہو گی اور وہی ہیں بہکے ہوئے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ اور جو اسلام کے علاوہ دین چاہے گا تو اسلام سے مُراد یہاں توحید ہے اور ''اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ'' آیتِ کریمہ میں یہی اللہ کا دین ہے۔''

چنانچہ یہ امر اور تمام اَدیان کے لئے اِس کی شمولیت کا جو وصف ہے اِس سے پہلے بیان ہو چکا ہے اور بقولہٖ ''وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ'' آیت کے فاصلہ میں مذکورہ اُس کی پُوری پُوری فرماں برداری اور اطاعت لازم ہے تو مکانِ حجاب کی بناء پر اُس کا حق تعالیٰ کے دین تک نہ پہنچنا اُس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے۔

وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ یعنی وہ لوگ اپنے نفوس کی خریداری کے ساتھ اور جو اُن کا حق سے حجاب ہے کی وجہ سے گھاٹے اور خسارے میں ہیں۔

جواب شیطان کے ایمان کا

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی ہدایت کیسے چاہے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے یعنی اللہ تعالیٰ اُنہیں آخرت کی طرف کیوں ہدایت دے گا جنہوں نے پہلے اِستعدادی نُور کے ساتھ ایمان کی طرف ہدایت حاصل کی پھر اُنہوں نے نورِ ایمانی کے ساتھ حقیقتِ رسول کا معائنہ کیا اور اِس حد تک یقین حاصل کیا کہ کچھ شک باقی نہ رہا اور پھر

اُس کی طرف دلائلِ عقلی کے ساتھ اِستدلال کو شامل کیا۔ پھر اِن تمام تر شواہد کے بعد اُن کے نفوس عناد و مخالفت اور لڑائی جھگڑے کے ساتھ ظاہر ہوئے اور اُن کے قلوب وعقول میں انوار نے پردہ کر دیا اور اُن کی اَرواح نے حق کیلئے حق کے ساتھ تین مشاہدے کئے تا کہ وہ ظُلم سے بچ جائیں مگر اُن پر اُن کے نفوسِ امّارہ کی قُوّت غالب آگئی جو کہ انتہائی ظلم ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ! ''وَاللّٰہُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ '' اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں فرماتا کیونکہ حق سے دُوری اور روشنی قبول کرنے میں اُن کا تعمق اور اُن کا حجاب غلیظ اور موٹا ہو جاتا ہے اور اِن کی دو قسمیں ہیں۔

ایک یہ کہ اُن کے قلوب پر نفوسِ اَمّارہ کے غلبہ کی ہیئت و تمکنت اُن میں راسخ ہو جاتی ہے اور وہ گمراہی اور اِستشراء میں روکتے ہیں اور بُعد و عناد میں مدد دیتے ہیں یہاں تک کہ یہ ملکہ ظاہر نہیں ہوتا اور دُوسری قسم وہ لوگ ہیں جن میں یہ بہت راسخ نہیں ہوتا اور نہ اُن کے دلوں پر دین پھرتا ہے اور وہ اپنے نُورِ استعداد سے حجابِ نفس کے پیچھے ساکت باقی رہتے ہیں تو عنقریب رحمت و توفیقِ خداوندی سے اُن کا تدارک ہو جائے گا اور وہ عزیز عقول کے حکم کے ساتھ نادم ہوتے ہیں اور حیاء کرتے ہیں تو پہلی قسم کی طرف اللہ تعالیٰ کے اِس اِرشاد میں اشارہ ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بَعۡدَ اِیۡمَانِهِمۡ یعنی وہ لوگ جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا (جیسا کہ شیطان ہے)

اور دوسری طرف اِس آیت میں اشارہ ہے۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا الخ یعنی جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اعمال و ریاضات پر مواضبت کے ساتھ اِصلاح و درستی کر لی اور فساد نہ کیا۔

(تفسیر آیت نمبر ۹۱)

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَهُمۡ کُفَّارٌ فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِهِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَهَبًا وَّلَوِ

افْتَدٰى بِهٖؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۠﴿۹۱﴾

ترجمہ !وہ جو کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ان میں کسی سے زمین بھر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اگرچہ اپنی خلاصی کو دے ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی یار نہیں۔

شیطان اور اُس کے ساتھی ہمیشہ محروم رہیں گے

فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا اس لئے کہ وہاں یعنی آخرت میں سوائے نورانی اور باقی اُمور کے کوئی امر قبول نہیں ہوتا کیونکہ آخرت نُور و بقاء کا علم ہے اور اُس میں فانی اور ظلمانی اُمور واقعہ نہیں ہونگے اور نہ ہی اُن اُمور کا وہاں خطرہ ہے۔ اور اُن کے کفر و احتجاب کا باعث سوائے اِن فواسق سے محبت کے اور کیا ہے تو اُن کی نجات و قربت اور قبُول وندبت کا سبب کیسے ہوسکتا ہے اور یہ بعینہٖ اُن کی ہلاکت و دُوری اور خسران و حرمان کا سبب ہے۔

تفسیر ابن عربی کے تیسرے پارے کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا

صائم چشتی

چوتھا پارہ

(تفسیر آیت نمبر ۹۲ تا ۹۵)

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَىۡءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ ﴿۹۲﴾
كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِيۡلُ عَلٰى نَفۡسِهٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ
تُنَزَّلَ التَّوۡرٰٮةُ ‌ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰٮةِ فَاتۡلُوۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افۡتَـرٰى عَلَى
اللّٰهِ الۡـكَذِبَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰ لِكَ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۹۴﴾ قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ
اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۹۵﴾

ترجمہ ! تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔ سب کھانے بنی اسرائیل کو حلال تھے مگر وہ جو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا توریت اُترنے سے پہلے تم فرماؤ توریت لاکر پڑھو اگر سچے ہو۔ تو اُس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہیں۔ تم فرماؤ اللہ سچا ہے تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور شرک والوں میں نہ تھے۔

پیاری چیز کا خرچ کرنا دُوری کو دُور کرتا ہے

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ یعنی تمہیں اپنی پسندیدہ چیز راہِ خدا میں خرچ کئے بغیر ہرگز نیکی اور بھلائی نہیں پہنچ سکتی اِس سے مُراد یہ ہے کہ ہروہ کام جو فاعل کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرے وہ برّ اور نیکی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف قُربت سوائے اِس کے ممکن نہیں کہ اُس کے ماسواء سے بریّت اور علیحدگی کی جائے تو اُس چیز سے محبّت جو اللہ تعالیٰ سے حجاب کا باعث ہو شرکِ خفی ہے اِس لئے کہ اُس کی محبّت کا تعلق غیر اللہ کا ساتھ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا !

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡدَادًا يُّحِبُّوۡنَهُمۡ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو بناتے ہیں اوروں کو اللہ کا مدِّ مقابل محبت کرتے

ہیں اُن سے جیسے اللہ سے محبت کرنا چاہیے۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۶۵)

تو اللہ تعالیٰ سے دُوری اور بُعد تین وجہ سے ہے اور یہ حق تعالیٰ کے سوا محبّت، شرک اور حق پر ایثارِ نفس ہے تو اگر اُس کے نفس پر اثرِ الٰہی ہوگا اور وہ اُس کے ساتھ صدقہ وخیرات کرے گا اور اگر کسی دوسری چیز سے اُس سے دُگنا بھی خرچ کرے گا تو برّ اور نیکی کو نہیں پہنچے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اُسے جانتا ہے جو اُس نے خرچ کیا اور اُس کے علاوہ اُس کو بھی جانتا ہے جو اُس کا اِحتجاب ہے۔

کون سا کھانا حرام ہے

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ط بنی اسرائیل کے لئے ہر کھانا حلال کیا سوائے اُس کے جو اسرائیل نے نزولِ تورات سے قبل خود پر حرام کیا یعنی بحکمِ اصل اہلِ عقل پر ہر کھانا حلال کیا اِس لئے کہ عقل اُنہی چیزوں کے کھانے کا حکم دے گی جو مُطلقاً بندوں کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہیں تو جُملہ پیدا کئے گئے کھانوں سے جو بھی ہے کھانے کے لئے ہے سوائے اُس کے جسے نظرِ عقلی کے ساتھ تجربہ اور قیاس کے وقت اور اُس کی مِلّت کے اِجمالی حکم کے بعد جب اُس کے نقصان اور نفع کو تفصیل کے ساتھ جان لیا جائے کیونکہ عقل ایسے کھانے کی حُرمت کا حکم دے گی جو مُضر یا مُہلک ہوگا

نزولِ تورات سے قبل سے مُراد تورات اور تمام کتبِ الٰہیہ میں حکمِ شرعی کے نازل ہونے سے پہلے ہے اور یہ کہ دینِ حق پر ایک اُمّت ہونے کے بعد لوگوں نے اِختلاف کیا ہے جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی ہدایت اور اُن کے مَعاش ومعاد کے احوال کی اِصلاح اور اُنہیں حق واتفاق کی طرف لوٹانے کے لئے اَنبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، تو اُن کے احوالِ مختلہ اور اُن کے قلوبِ مخرفہ کی طبیعتوں اور اُن کے بیمار نفسوں کے اعتبار سے اُس نے حق سے موڑنے والی چیزوں اور اُن مالوفات کو جو کہ اُن کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حِجاب ہیں اور خواہشات وشہوات

اور تمام مفاسد اور اُن کو کمال واھتداء سے روکنے والے فتنوں کو ہوا دیتی تھیں اور اُبھارتی تھیں اُن پر حرام کر دیا۔

(تفسیر آیت نمبر ۹۶ تا ۹۷)

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

ترجمہ ! بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

دُنیا کی پہلی عبادت گاہ مکّہ صدر میں ہے

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ بے شک لوگوں کی عبادت کے لئے جو پہلا گھر بنایا گیا وہ مبارک گھر مکّہ میں ہے اور عالمین کا رہنما ہے۔

بعض نے کہا پہلا گھر جو آسمان اور زمین کی تخلیق کے وقت پانی کے رُخ پر ظاہر ہوا زمین کے پیدا ہونے سے دو ہزار سال پہلے بنایا گیا تھا اور وہ پانی کے اُوپر سفید جھاگ تھی جس کے نیچے زمین کو بچھا دیا گیا تو بیت یعنی گھر قلبِ حقیقی کی طرف اِشارہ ہے اور پانی کے رُخ پر اُس کا ظہور ہے اور نُطفہ کے ساتھ اُس کا تعلق رُوحِ حیوانی کے آسمان اور بدن کی زمین کے نزدیک ہے اور اُس کا زمین سے پہلے پیدا ہونا اُس کے قدیم اور بدن کے حادث ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اُس کے دو ہزار سال کے تعیّن سے اُس کے بدن پر دو طُوروں کے تقدّم کی طرف اشارہ ہے۔ طورِ نفس اور طورِ قلب جو کہ رُتبہ کے ساتھ مقدّم ہے جبکہ ایک کامل رُتبہ ایک ہزار ہے جیسا کہ اِس کی طرف پہلے

اشارہ کیا گیا ہے اور اِس کا سفید جھاگ ہونا اُس کے جوہر کی صفائی کی طرف اشارہ ہے اور اُس کے اَشکال وخطوط اور اُس کے اَعضاء کی صورتوں کا اُس کی ہیئات کی تابع ہونا ہے تو اِس روایت کی یہ تاویل ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ بدن کے ساتھ رُوح کے تعلق کا محل اور اِس کے ساتھ اوّلاً قلبِ حقیقی کا تعلق ہے اور وہی قلبِ صُوَری ہے اور وہ اَعضاء میں سب سے پہلے پیدا ہونے والا عضوء ہے اور پہلا عضو متحرک اور آخری عضوء ساکن ہے۔

تو لوگوں کے لئے جو پہلا گھر بنایا گیا وہ صورتاً مکّہء صدر میں ہے یا پہلی عبادت گاہ ہے اور لوگوں کے لئے جو مسجد بنائی گئی وہ قلبِ حقیقی ہے جو کہ مکّہ صدرِ معنوی ہے اور یہ صدرِ نفس سے مقام اشرف ہے اور قویٰ کے ازدحامات اِس کی طرف متوجہ ہیں۔

مبارکاً سے مراد یہ ہے کہ قلب تمام وجود اور قوّت وحیات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اِتصالِ فیض سے برکت والا ہے کیونکہ اَعضاء میں تمام قوتیں اُس کی طرف پہلے قلب سے جاری ہوتی ہیں

مقامِ ابراہیم قلب ہے

هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عالمین کا رہنما ہے اِس میں کھلی نشانیاں مقام ابراہیم ہے اور جو اِس میں داخل ہوا امامون ہو گیا مراد یہ کہ قلب ہدایت ونور کا سبب ہے اور لوگ اِس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف راہنمائی حاصل کرتے ہیں آیاتِ بیّنات سے مراد علوم ومعارف اور حقائق وحکمتیں ہیں مقام ابراہیم سے مراد عقل ہے جو ابراہیم رُوح کے قدم کے مقام پر ہے یعنی قلب سے اُس کے نور کا محلِ اتصال۔

کعبہ ٔ قلب میں داخل ہونے والے

اور کعبہء قلب میں داخل ہونے والوں سے مراد جہالتوں کے میدان میں سالکین ومتحیّرین

ہیں اور مامون ہونے سے مراد تخیّلاتی بھوتوں، نفسانی باتوں کے عفریتوں، شیاطینِ وہم کے وسوسوں، خیالات کے جنوں، نفسانی قوتوں اور اُن کی صفات کے درندوں کے غولوں سے کعبۂ قلب میں آنے والا مامون ومحفوظ ہوجاتا ہے۔

کعبۂ قلب کا حج فرض ہے

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ اور لوگوں پر اللہ کے لئے اِس گھر کا حج اور اُس کا طواف کرنا فرض اور واجب ہے تو جو صاحبِ استطاعت ہو کعبۂ قلب کی طرف سفر کرے۔ صاحبانِ استطاعت سے مراد ارادت میں وہ مُستعدین وصادقین جوزادِ تقویٰ پر قادر ہوں اور کمزور اِستعداد والوں کمزوری اور بیماری سے بیٹھ رہنے والوں اور تمام موانعِ خلقیہ یا عارضۂ نفسانیہ یا بدنیہ والوں کے برعکس قُوتِ عزم کے ساتھ چلنے والے ہوں۔

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ یعنی جس نے طاقت ہونے کے باوجود اپنی اِستعداد کو محجوب کرلیا اور خواہشِ نفس کے ساتھ کعبۂ قلب سے منہ موڑ لیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُس سے اور تمام تر عالموں سے مستغنی ہے یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اُس شخص کے بُعد اور ذلِ حجاب میں رحمت کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے اُس کی طرف اِلتفات نہیں فرماتا اور وہ محروم ومخذول اور مردود ہوجاتا ہے۔

(تفسیرِ آیت نمبر ۹۸ تا ۱۰۲)

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۸ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۹ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝۱۰۰ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ

اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ ! تم فرماؤ اے کتابیو اللہ کی آیتیں کیوں نہیں مانتے اور تمہارے کام اللہ کے سامنے ہیں۔ تم فرماؤ اے کتابیو کیوں اللہ کی راہ سے روکتے ہو اُسے جو ایمان لائے اسے ٹیڑھا کیا چاہتے ہو اور تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔ اے ایمان والو اگر تم کچھ کتابیوں کے کہے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر کر چھوڑیں گے۔ اور تم کیونکر کفر کرو گے تم پر تو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو ضرور وہ سیدھی راہ دکھایا گیا۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہر گز نہ مرنا مگر مسلمان۔

سیدھا راستہ فناء فی الوحدت ہے

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ یعنی جس نے ماسوا اللہ کے انقطاع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سہارا لیا اور توحیدِ حقیقی کے ساتھ تمسک کیا اُس نے سیدھے راہ کی طرف ہدایت پائی جو کہ حق تعالیٰ کا راستہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾

تو جو فناء فی الوحدت کے ساتھ اُس کی طرف منقطع ہوا اُس کا راستہ اللہ کا راستہ ہے۔

(سورۃ ھود آیت ۵۶)

اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ یعنی تم اپنے بقایا وجود میں اللہ تعالیٰ سے اُس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور ڈرنے کا حق یہ ہے جس طرح کے واجب اور حق ہے اور وہ ذاتِ الٰہی میں فناء ہونا ہے۔

یعنی اپنی بقایا ذوات وصفات سے تمہارے ڈرنے میں تمہارے لئے اُس نے وقایت

مقرر فرمائی ہے کیونکہ تمام مافات کے پیچھے اللہ میں فناء ہونا ہے۔

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یعنی حالتِ اسلام پر جس کے لئے وجوہ ہیں کہ بغیر نہ مرنا یعنی مگر تمہاری موت توحید میں وہ فناء ہے جس کا ذِکر ہوا۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۵)

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ ! اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم ہدایت پاؤ۔ اور تم مین ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔ اور اُن جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور اُن میں پھوٹ پڑ گئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آ چکی تھیں اور اُنکے لئے بڑا عذاب ہے

اللہ کی رسّی توحید پر جمع ہونا ہے

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ اور اللہ کی رسی کو تھام لو یعنی اُس عہد کے ساتھ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو جو فرمانِ الٰہی اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ میں توحید پر جمع

ہونے کے لئے تھا۔

(سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲)

اور اِختلاف خواہشات کے ساتھ فرقوں میں نہ بٹ جاؤ کیونکہ حق سے تفرقہ، طبائع کا اختلاف، خواہشوں کے اِتباع، قوتوں کے تجاذب اور اِس سے معزولی کے ساتھ موحد کا اِختلاف ہے اِس لئے اُس کا دل نورِ حق کے ساتھ منّور ہوتا ہے اور فیضِ قلب سے اُس کا نفس روشن ہو جاتا ہے تو اُس کی قوتیں تسلیم وتصدیق کر دیتیں ہیں۔

توحید کا راستہ احسانِ خداوندی ہے

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ اور تم پر جو اللہ کا احسان ہے اُسے یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی یعنی اللہ تعالیٰ نے دِلوں میں محبت کو مفید توحید کی طرف تمہاری رہنمائی فرمائی جبکہ تم نفسانی پردوں اور طبیعت کے پردوں کے ساتھ محجوب تھے اور تم روشنی اور اُن مقاصدِ کلیہ سے دُور تھے جو مہوی ظلمت میں اتفاق کو زائل کر دیتے ہیں اور شرکت کو قبول کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے محبت فی اللہ میں تمہارے دلوں کو اپنے نور سے منور فرما دیا۔

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ تو تم اللہ کے اِس احسان سے دین میں للہ فی اللہ دوست بن گئے۔

تجلیٔ ذات کی طرف چلو

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ اور تم دوزخ کے کنارے ایک غار پر تھے تو اُس نے تمہیں بچا دیا اللہ ایسے ہی تمہارے لئے نشانیاں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

دوزخ کے کنارے غار سے مراد مہویٔ طبیعتِ فاسقہ اور محلِ حرمان وتعذیب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے رُوحِ جنتِ ذات اور مقامِ رُوح کے سِدرہ کی طرف تمہارے درمیان حقیقی تواصل کے ساتھ تمہیں بچالیا اور اللہ تعالیٰ صفاتِ لطیفہ کی تجلیات اور اشراقاتِ نوریہ کے ساتھ ایسے ہی نشانیاں ظاہر فرماتا ہے تاکہ تم اُس کے جمال اور اُس کی ذات کی تجلّی کی طرف رہنمائی حاصل کرو۔

خیر کو وہی جانتا ہے جو اللہ کو جانتا ہے

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ یعنی تم میں عالموں، عاملوں اور عارفوں کی ایک جماعت ہے جو دین میں صاحبانِ استقامت ہیں جیسا کہ مشائخِ طریقت لوگوں کو خیر اور نیکی کی دعوت دیتے ہیں تو جو شخص اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتا خیر کو نہیں جانتا اِس لئے مطلق خیر وہ کمالِ مطلق ہے جو انسان کے لئے معرفتِ حق تعالیٰ اور اُس کی طرف واصل ہونے کے اعتبار سے ممکن ہے اور اِضافی کمال جو اُس کے ساتھ مطلق کی طرف پہنچاتا ہو یا ہر ایک کے لئے مخصوص کمال اُس کی خاص اِستعداد کے اِقتضاء کے اِعتبار سے ہے تو خیر جس کی طرف دعوت دی جاتی ہے یا حق تعالیٰ ہے یا طریقِ وصول۔

معروف ومنکر کی صوفیانہ توجیہہ

وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں جبکہ معروف سے مراد دین میں ہر وہ اَمرِ واجب یا مندوب ہے جس کے ساتھ تقربِ خداوندی حاصل کیا جائے اور منکر سے مراد ہر وہ حرام یا مکروہ اَمر ہے جو اللہ تعالیٰ سے دُوری اور بُعد کا باعث ہو اور حرام یا مکروہ اَمر کرنے والا گنہگار ہوگا یا قصوروار اور قابلِ مذمّت ہوگا تو جس کے لئے توحید اور اِستقامت نہیں ہوگی اُس کے لئے نہ تو مقامِ دعوت ہے اور نہ ہی مقامِ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اِس لئے کہ غیر مُوحد بسا اَوقات غیر اللہ کی اطاعت کی طرف حکم دے

دیتا ہے اور دین میں صاحبِ استقامت نہیں ہوتا۔

اور اگر موحد ہے تو وہ کبھی اُس اَمر کا حکم دیتا ہے جو اُس کے نزدیک معروف ہے اور نفس الامر میں منکر ہے کبھی اُس کام سے روکتا ہے جو اُس کے نزدیک منکر ہے اور نفس الامر میں معروف ہے جیسا کہ وہ شخص جو مقام جمع پر پہنچ کر حق کے ساتھ خلق سے محتجب ہو جاتا ہے اور بہت سے محرّمات کو حلال قرار دیتا ہے جیسا کہ بعض نشہ آور چیزیں اور لوگوں کے مالوں میں تصرف کرنا اور بہت سے حلال اُمور کو حرام کر دیتا ہے جیسا کہ خلق کی تواضع مکافاتِ احسان اور اِس کی مثل دیگر اُمور۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور فلاح کے لئے وہ لوگ مختص ہیں جن کے لئے حجاب باقی نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلفاء ہیں۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنی طرف نشانیاں آنے کے بعد اِفتراق و اِختلاف کا شکار ہو گئے یعنی تم اپنی طبیعتوں کے مطابق حکم دینے والے اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو نہ تو امام کی پیروی کرتے ہیں اور نہ ہی کلمۂ واحدہ پر متفق ہیں جس پر پہلی اِتباع کے ساتھ تم طریقۂ واحدہ پر جمع تھے۔

جس کا امام یا مُرشد نہ ہو وہ شیطان کے قبضے میں ہے

كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا سے مراد ہے جیسا کہ وہ لوگ جو خواہشات و بدعات کی پیروی کرتے ہوئے فرقہ فرقہ ہو گئے اور اِتحاد الوجہ اور اتفاقِ کلمہ کی موجب عقلی اور شرعی دلیلیں آنے کے بعد اختلاف میں پڑ گئے۔

کیونکہ لوگوں کی طبیعتیں اور سرشتیں اور مختلف خواہشات و عادات جُدا جُدا اور عادات و سیّر الگ الگ ہیں چونکہ اِن متفرق طبیعتوں سے اُن کے مزاج اور داعیئے مستفید ہوتے ہیں اور اُن پر متعدد و متبائین فہوم و اخلاق مرتب ہوتے ہیں تو اگر اُن کے لئے پیشوا اور امام نہیں ہوگا تو اُن کے

عقائد و سِیَر اور آرا جس اَمر کی متابعت کے ساتھ متحد ہونگی اُسی کی محبت و اطاعت کے ساتھ اُن کی گفتگو اور عادات و خواہشات متفق ہونگی چنانچہ یہ لوگ مہمل گو اور فرقہ فرقہ ہونے کی وجہ سے شیطان کے قبضہ میں ہوتے ہیں اور وہ اُنہیں اِس طرح گھیرے میں لئے رکھتا ہے جس طرح بھیڑیا بکریوں کو بھگائے پھرتا ہے۔

فرمانِ علی المرتضیٰ علیہ السلام

اِس لئے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا !

لابد للناس من امام بر او فاجر

لوگوں کے لئے امام لازمی ہے خواہ نیک ہو یا بد۔

شیطان کا راستہ نہ اپناؤ

اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دو اشخاص کی طرف اِس لئے بھیجے گئے ہیں کہ ایک کو دوسرے پر امیر بنائیں اور دوسرے کو حکم دیں کہ ایک کی اطاعت و متابعت کرے تا کہ امر وانتظام میں اتحاد ہو ورنہ ہرج مرج واقع ہو جائے گا اور دین و دنیا کا معاملہ مضطرب ہو گا اور معاش و معاد کے نظام میں خلل آجائے گا،

حضور رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے !

من فارق الجماعة قید شبر لم یر بحبوحة الجنة۔

یعنی جو شخص جماعت میں تفرق ڈالتا ہے وہ جنت کے مباحات کو نہیں دیکھے گا،

اور فرمایا اللہ مع الجماعة یعنی اللہ تعالیٰ جماعت کے ساتھ ہے کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جمعیتِ انسانیہ جب تک ریاستِ قلب اور طاعتِ عقل کے ساتھ منضبط رہتی ہے اُس کے نظام

میں کیسے کیسے خلل پڑتا ہے اور یہ نظام کیسے فساد کا شکار ہو جاتا ہے نیز یہ کہ تفرقہ میں دُنیا و آخرت کا خسارہ اور گھاٹا ہے۔

اِس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ

یقیناً یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اِس کا اتباع کرو اور تم اُن راستوں کی پیروی ترک کردو جو تمہیں میری راہ سے جدا جدا کردیں۔

(سورۃ الانعام آیت ۱۵۳)

نیز یہ کہ حضور رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لکیر کھینچ کر فرمایا "ھذا سبیل الرشد" یعنی یہ ہدایت کا راستہ ہے پھر آپ نے دائیں بائیں لکیریں کھینچیں اور فرمایا "ھذہ سبل علی کل سبیل شیطان یدعوہ الیہ" یعنی اِن میں سے ہر راستہ شیطان کا راستہ ہے جس طرف وہ تمہیں بلاتا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۰۶ تا ۱۰۹)

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ! جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لاکر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ۔ اور وہ جن کے منہ اونجالے ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم ٹھیک تم پر پڑھتے

ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔

چہروں کی سیاہی اور سفیدی کیا ہے؟

یَّوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡهٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ ۚ قیامت کے دن بعض کے منہ اُجلے اور بعض کے سیاہ ہونگے تو سفید اور اُجلے چہرے والوں سے مراد نورِ حق کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف متوجّہ قلب کے منہ کا منور ہونا عبارت ہے اور قلب کے منہ کا جہتِ سفلیہ نفسانیہ مظلمہ سے اعراض کرنا ہے اور یہ امر سوائے توحید اور استقامت کے حاصل نہیں ہوگا اِس صورت میں قلب کی روشنی کے ساتھ نفس بھی منور ہو جاتا ہے تو جملہ درخشندگی اور چمک دمک اللہ کے نُور کے ساتھ ہوتی ہے جبکہ اِس کے برعکس قلب کے منہ پر اندھیروں کی سیاہی حظوظ کو طلب کرنے والے نفس پر سامنے آنا اور جہتِ نورانیہ حقیقیہ سے اِعراض کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ نفس کی دوستی اور خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے نفسانی لذتوں کو حاصل کرنا ہے اور یہ امر متفرق شیطانی راستوں کی پیروی کرنے سے تعبیر ہوگا۔

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ ۟ اَکَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِیۡمَانِکُمۡ تو سیاہ چہرے والوں کو کہا جائے گا کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا یعنی تم نفسِ ظلمانی کی صفات کے ساتھ نورِ حق سے محجوب ہو گئے اور تم نے ہدایت حاصل کرنے اور نورِ استعداد کے ساتھ منور ہونے اور فطرت کی صفائی اور ہدایتِ عقل کے بعد اندھیروں میں سکونت اختیار کرلی تو اب حق سے اپنے اِحتجاب کے ساتھ عذاب محرومی کا مزہ چکھو۔

وَاَمَّا الَّذِیۡنَ ابۡیَضَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ فَفِیۡ رَحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ اور اُجلے چہروں والے اللہ کی رحمت میں ہیں اور اللہ کی یہ رحمت رُوح وصال نورِ قدس اور شہودِ جمال ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۱)

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١١٠﴾ لَن يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ۖ وَإِن يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ﴿١١١﴾

ترجمہ ! تم بہتر ہو اُن سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر کتابی ایمان لاتے تو اُن کا بھلا تھا اُن میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر۔ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔

اُمر بالمعروف کا معنیٰ توحید کا حکم دینا ہے

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ یعنی تم مؤحدین ہونے کی بناء پر بہتر گروہ ہو اور عدل کے ساتھ قائم ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کا ظِلّ ہے تو تم لوگوں کو معروف کا حکم دو اور منکر سے منع کرو اِس لئے کہ اُمر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر سوائے مؤحدِ عادل کے کوئی قادر نہیں ہو سکتا اِس لئے کہ مؤحد معروف کو جانتا ہے اور منکر کا معنیٰ ارشادِ الٰہی، وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۳)

فرمانِ مولا علی علیہ السلام

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا !

"نحن النمرقة الوسطى، بنا يلحق التاويل، والينا يرجع الغالى"

ہم درمیانی تکیہ ہیں ہمارے ساتھ تاویل ملی ہوئی ہے اور ہماری طرف

غلو کرنے والا رُجوع کرے۔

تو معروف کے ساتھ کمی کرنے والے کو حکم دیں کہ وہ مقامِ توحید کی طرف پہنچے اور تفصیل سے جمع کے ساتھ اور کثرت سے وَحدت کے ساتھ محجوب غالی کو روکیں۔

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ یعنی مقامِ توحید میں ثابت رہنے والے جو کہ مقامِ وَسط ہے اور ایسے ہی ہر افراط وتفریط میں درمیانی مقام ہے اور اِعتدال بابِ اَخلاق میں سے ہے۔

کافروں کا شکست کھانا ضروری ہے

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ اور اگر اہلِ کتاب اِیمان لے آئیں ضرور اُن کے لئے بہتر ہے اِن میں سے کچھ مومن ہیں اور اہلِ کتاب بہت سے فاسق ہیں جب تک وہ تکلیف نہ پہنچائیں تم اُنہیں ہرگز تکلیف نہ دو یعنی اہلِ کتاب اصل قوتوں اور قدر سے منقطع ہونے میں تمہاری طرح ہیں وہ اَشیاء بالنفس میں مقیّد ہیں جو کہ عجز اور شَر کا مقام ہیں اور تم اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں اُس کے ساتھ مدد مانگتے ہو اور اَشیاء بالحق میں ہو جو کہ قہر وغلبہ کا منبع ہے تو اُن کی قدرت وطاقت محض زبان کے ساتھ طعن کرنے اور خبث وایذاء کی حَد تک ہی پہنچ سکتی ہے جو کہ قدرت وقوتِ نفس کی حَد اور اُس کی اِنتہاء ہے اور تمہاری قوتِ غلبہ واِستیصال کے ساتھ ہر قدرت وطاقت کے اُوپر ہے اِس لئے کہ تم صفاتِ الٰہی کے ساتھ متصف ہو تو ضروری ہے کہ وہ یعنی اہلِ کتاب لڑائی کے وقت تم سے شکست کھائیں اور اُن کی مدد نہیں کی جائے گی۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۱۲)

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ! اُن پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں امان نہ پائیں مگر اللہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے اور غضبِ الٰہی کے سزاوار ہوئے اور اُن پر جمادی گئی محتاجی یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید یہ اُس لئے کہ نافرمانبردار اور سرکش تھے۔

ذِلت کافروں کے لئے اور عزت مومنوں کیلئے ہے

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اُن پر ذِلّت وخواری مُسلّط کر دی اِس لئے کہ ''العزۃ للّٰہ جمعیاً'' یعنی تمام عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو اِس میں کسی کا حصہ نہیں سوائے اُس کے جو صفاتِ بشریہ کے مٹ جانے کی وجہ سے صفاتِ الٰہیہ سے متخلق ہو جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہ مومنین جو اُس کی عزت کے مظاہر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

(سورۃ المنافقون آیت ۸)

یعنی عزت اللہ اور اُس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے تو جو شخص خدا اور رسول اور مومنوں کی مخالفت کرے گا وہ صفتِ عزت کے اور اہلِ عزت کے متضاد و متبائن ہو گا تو لازم ہے کہ وہ ذلّت والا ہو اور اُس کی حالت اِسی اَمرِ ذِلّت کو شامل ہو سوائے اُس رابطہ کے جو اُس کے اور اہلِ عزّت کے درمیان ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا !

اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ یعنی ذمّہ اور عہد اور یہ اَمر عارضی ہو گا اِس لئے کہ اِس کی اصل نہیں اور یہ اِرتباط پیدا کئے گئے رابطہ کے ساتھ ہے۔

چنانچہ اُن کی صفتِ ذاتیہ کے ساتھ تقابل نہیں ہو گا اور اُن کے نفوس کی اصل سے اُن کے لئے یہی ذِلّت ناشئہ لازم ہے تو وہ اپنے نفسوں کی وکالت کرتے ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۷)

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِىَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ! سب ایک سے نہیں کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ لوگ لائق ہیں۔ اور وہ جو بھلائی کریں ان کا حق نہ مارا جائے گا اور اللہ کو معلوم ہیں ڈر والے۔ وہ جو کافر ہوئے اُن کے مال اور اولاد ان کو اللہ سے کچھ نہ بچائیں گے اور وہ جہنمی ہیں اُن کو ہمیشہ اس میں رہنا۔ کہاوت اُس کی جو اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہو وہ ایک ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنا ہی برا کرتے تھے تو اُسے بالکل مار گئی اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں

خدا کی بات مانو گے تو وہ تمہاری بات مانے گا

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ سب اہلِ کتاب ایک جیسے نہیں بلکہ اِن میں ایک گروہ اُمّتِ قائمہ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے پھر اُن کا وصف اہلِ اِستقامت کے حال سے ہے یعنی اُن سے اہلِ توحید و استقامت ہیں۔

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ اور وہ جو بھلائی کریں اُن کا حق نہ مارا جائے

یعنی تم سے صادر ہونے والا ہر وہ اَمر جس سے تم اللہ کے ہاں تقرّب حاصل کرتے ہو اُس کی جزاء اُس کے ساتھ ملی ہوئی اور متصل ہے اُس سے کوئی چیز حرام نہ ہوگی اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا !

"من تقرب الی شبرا تقر بت الیہ ذراعاً، ومن تقرب الی ذراعا تقربت الیہ باعا ومن اتانی مشیاً اتتہ ھرولۃ۔" (الحدیث)

جو شخص میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اُس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اُس کی طرف ایک گز قریب ہوتا ہوں۔

اور فرمایا !

"انا جلیس من ذکرنی وانیس من شکرنی ومطیع من اطاعنی"۔

یعنی میں اُس کا جلیس و ہمنشین ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے اور اُس کا انیس ہوں جو میرا شکر کرتا ہے اور اُس کا مطیع ہوں جو میری اطاعت کرتا ہے۔

یعنی جس طرح تم تصفیۂ اِستعداد اور اپنی طرف سامنے آنے والے کی طرف میری فرماں برداری کرو گے اُسی اِعتبار سے میں اَفاضۂ فیض کے ساتھ تمہاری بات مانوں گا۔

وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور اُس سے محجوب نہیں تو اُن پر اُن کے حجاب کے زائل ہونے کے اِعتبار سے تجلّی ہے۔

ظالموں نے اپنی کھیتی خود برباد کر لی

مَثَلُ مَا یُنۡفِقُوۡنَ فِیۡ ھٰذِہِ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا کَمَثَلِ رِیۡحٍ فِیۡھَا صِرٌّ اَصَابَتۡ حَرۡثَ قَوۡمٍ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَھُمۡ فَاَھۡلَکَتۡہُ ؕ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰہُ وَلٰکِنۡ اَنۡفُسَھُمۡ

یَظْلِمُوْنَ اُس شخص کی مثال جو دُنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اُس ہوا کی طرح ہے جس میں ٹھنڈک اور سردی ہو اور وہ ایک ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنی جان پر ظلم کرتے تھے اُسے بالکل تباہ کر گئی۔

یعنی جو دُنیائے فانی کی تیزی سے زوال پذیر ہونے والی خواہشات کے لئے لذتوں کو یا مفاخرت میں ریاء اور سمعہ کو طلب کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگ اُن کی تعریف کریں مگر اِس کے ساتھ رضاءِ اِلٰہی کو پسند نہیں کرتے "رِیۡحٍ فِیۡهَا" سے مراد خواہشاتِ نفس کی ہوا ہے جس میں تمہاری فاسد نیتوں اور باطل اغراض کی ریاء وغیرہ کی ٹھنڈک نے تمہیں کلّی طور پر فناء و برباد کر دیا۔

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یعنی اپنی جان پر ظلم کرنے والوں کے ظلم سے مراد اُن کا کفر و شرک ہے جس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملی اور اُن کی کھیتی برباد ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی کھیتی کو برباد کرنے میں اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ اُنہوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا کیونکہ یہ اَمر اُن کے ظلم کے باعث ہوا ہے جیسا کہ بعض نے کہا !

"مهلا فيداك وكتا وفوك نفخ"

(تفسیر آیت نمبر ۱۱۸)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَةً مِّنۡ دُوۡنِكُمۡ لَا یَاۡلُوۡنَكُمۡ خَبَالًا ؕ وَدُّوۡا مَا عَنِتُّمۡ ۚ قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ۖۚ وَمَا تُخۡفِیۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَكۡبَرُ ؕ قَدۡ بَیَّنَّا لَكُمُ الۡاٰیٰتِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ ! اے ایمان والو غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں گئی نہیں کرتے اُن کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے بیر ان کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔

دوستی کیلئے مقصد کا ایک ہونا ضروری ہے

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ اے ایمان والو اپنا راز دار غیروں کو نہ بناؤ یعنی اپنا راز دار ایسے پسندیدہ اور مخلص شخص کو بناؤ جو راز کو جان لے تو اُسے اُس کے اَسرار پر اِطلاع ہو اور اِس دوست جیسا وجود سوائے اِس کے ممکن نہیں کہ دونوں کا مقصد میں اِتحاد اور دین اور صفت میں اتفاق ہو اور اِن دونوں کی دوستی اللہ تعالیٰ کے لئے ہو نہ کہ اپنی غرض کے لئے جیسا کہ دوستوں کے بارے میں کہتے ہیں۔

"نفس واحدة فی ابدان متفرقة"

"یعنی الگ الگ بدنوں میں ایک جان ہوتی ہے۔"

کافر کبھی مومن کا دوست نہیں ہوسکتا

تو جب یہ راز داری اور دوستی بے ایمان کافروں کے ساتھ ہو گی تو اِس کے ساتھ پوشیدہ دُشمنی بھی چلتی رہے گی پھر یہ کہ اُس کی منافقت اور راز داری کے درمیان عداوت اور دُشمنی ہو گی جیسا کہ فرمایا !

لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ الی آخرہ یعنی وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ تمہیں زیادہ سے زیادہ تکلیف پہنچے۔

اِس لئے خالص اور حقیقی محبت موحدین کے درمیان ہی ہوسکتی ہے کیونکہ موحدین وَحدت کا ظِلّ ہیں اور اُن کے اور محجوبین کے درمیان محبت نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ تضاد اور ظلمت کے عالم میں ہیں اور اُن کے عالم میں صفاء اور وفا کہاں ہے ؟

تاہم کبھی کبھی اُن کے ساتھ عام انسانی جنس کی اُلفت و محبت اُن کے نوعِ انسانی میں اشتراک اور منافع و ملاذ کی وجہ سے ہو جاتی ہے مگر اِس معاونت اور تعاون میں اُن کی اپنی ضرورتوں

کا تعلق ہوتا ہے تو جب اُن کی نفع اور لذّت جیسی اَغراض اُنہیں حاصل نہیں ہونگی تو وہ دنگا فساد اور دشمنی شروع کر دیں گے اور جو اُن کے درمیان اُلفت و محبت ہو گی باطل ہو جائے گی کیونکہ یہ محبت بدل جانے والے اَمر کے باعث تھی اِس لئے کہ نفس تغیر چاہتا ہے۔

چونکہ دُنیوی منافع اپنے حال پر قائم نہیں رہتا اور لذاتِ نفسانیہ بہت جلد ٹوٹ جاتی ہیں چنانچہ اِن پر محبت کو دوام نہیں ہوسکتا بخلاف اُس پہلی محبت کے کیونکہ وہ اُس اَمر کی طرف منسوب و مستند ہے جس میں ہر گز تغیر واقع نہیں ہوتا اور جب یہ محبت و اُلفت مومنوں کے درمیان ہو گی تو یہ اَصل اور وصف میں اُن کے اور اُن کے مخالفوں کے درمیان کیسے ہو سکتی ہے روشنی اور اندھیرا کیسے ایک جنس ہو سکتے ہیں اور وہ کہاں ہے جو بلندی اور پستی میں موافقت کرائے تو دونوں کے درمیان عداوتِ حقیقی ہے جبکہ ذاتی مخالفت کے آثار پوشیدہ نہیں رہتے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ۖ یقیناً اُن کی باتوں سے دشمنی ظاہر ہوتی ہے۔

اِنسان کا چہرہ دل کی بات ظاہر کر دیتا ہے

اِس لئے کہ وصفِ ذاتی کو نہیں چھپایا جا سکتا حضور رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"ما اضمر احد شیئا الا واظهره الله فی فلتات لسانه و صفحات وجهه۔"

''جس چیز کو بھی کوئی چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی زبان کی لغزشوں اور اُس کے چہرے کے تاثرات میں ظاہر فرما دیتا ہے۔''

وَمَا تُخۡفِیۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَکۡبَرُ ؕ اور جو اُنہوں نے سینوں میں چھپا رکھا ہے بڑا ہے کیونکہ

جو اُن کے دلوں میں وہ آگ ہے اور جو ظاہر کرتے ہیں وہ چنگاری ہے چنانچہ اُن کے دِل کی آگ اصل اور ظاہر کردہ چنگاری فرع ہے۔

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ہم تمہارے لئے محبت وعداوت کے دلائل اور اُن کے اسباب کو بیان کرتے ہیں تاکہ تم مضمونِ کلام کی تفہیم کرسکو اور اچھی طرح جان لو۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۱۹)

هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ ! سنتے ہو یہ جو تم ہو تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے اور حال یہ کہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصہ سے تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔

اہلِ رحمت کو باطل پرستوں پر رحم آتا ہے

هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖ کیا تم نے سُنا کہ تم اُن سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے اور تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور وہ جب تمہیں ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے یعنی تم اقتضاءِ توحید کی بناء پر اُن سے محبت کرتے ہو اس لئے کہ موحد حق کے ساتھ حق کے لئے تمام لوگوں سے محبت کرتا ہے اور انہیں اپنی ذات کے ساتھ ملا ہوا پاتا ہے اور یہ اِتصال نہ صرف اَحماء واقرباء کا اتصال بلکہ اتصالِ اجزاء بھی ہے۔

تو اہلِ توحید اُن کی طرف رحمتِ الٰہیہ اور رافتِ ربّانیہ کی نظر سے دیکھتا ہے اور اُسے اُن پر

رحم آتا ہے کیونکہ اہلِ رحمت اہلِ کتاب کو باطل کے ساتھ مشغول اور قدر میں مبتلاء پاتے ہیں اور اہلِ کتاب ظلمتِ نفس اور تضادِ طبع میں حجاب و بقاء کی وجہ سے تمہارے ساتھ محبت نہیں کرتے یعنی تم اپنے علمِ توحیدی کی شمولیت سمیت جنسِ کتاب پر ایمان رکھتے ہو اور وہ اپنے دین کی قید اور اُس پردے کی وجہ سے جس پر وہ ہیں ایمان نہیں لاتے اور جب تم سے ملتے ہیں تو اپنی جلد حاصل ہونے والی غرضوں کے حصول کے لئے اپنی منافقت کی بناء پر کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب علیحدہ ہوتے ہیں تو تم پر اپنے ذاتی حسد وحقد اور بغض وعناد کی بناء پر اُن کے اَعضاء سے غیض وغضب کا اظہار ہوتا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۲۰ تا ۱۲۵)

اِنۡ تَمۡسَسۡكُمۡ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۫ وَاِنۡ تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَّفۡرَحُوۡا بِهَا ؕ وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـــًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ ﴿۱۲۰﴾ وَاِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ اَهۡلِكَ تُبَوِّئُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مَقَاعِدَ لِلۡقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذۡ هَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ مِنۡكُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذۡ تَقُوۡلُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَلَنۡ يَّكۡفِيَكُمۡ اَنۡ يُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُنۡزَلِيۡنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا وَيَاۡتُوۡكُمۡ مِّنۡ فَوۡرِهِمۡ هٰذَا يُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ بِخَمۡسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيۡنَ ﴿۱۲۵﴾

ترجمہ ! تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگے اور تم کو برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری کئے رہو تو اُن کا داؤں تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا بے شک اُن کے سب کام خدا کے گھیرے میں ہیں۔ اور یاد کرو اے محبوب جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ جب تم میں کے دو (۲) گروہوں

کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔ اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو کہ کہیں تم شکر گذار ہو۔ جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار (۳۰۰۰) فرشتے اتار کر۔ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر وتقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار (۵۰۰۰) فرشتے نشان والے بھیجے گا۔

کامیابی کا راستہ

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ط اور اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو تو اُن کی مکاری تمہیں کچھ نقصان نہ دے گی یعنی جب تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سختیوں، مصیبتوں اور مشکلوں میں مبتلاء فرمائے تو تم توحید واطاعت کے مقتضی اُمور پر ثابت قدم رہتے ہوئے صبر کرو اور اپنے اُمور پر صبر وتقویٰ کے ساتھ مدد طلب کرو اور اُن کی ولایت کی طرف اِلتجاء کرو تو منافقین کا مکر تمہیں کچھ نقصان نہ دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ پر توکّل رکھنے والا اپنی بلاء اور مصیبت پر صابر رہتا ہے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے مدد طلب نہیں کرتا چنانچہ اپنی طلب میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اپنے مدِّ مقابل پر غالب آتا ہے اور اپنے رب کی بہتر حفاظت کے ساتھ محفوظ رہتا ہے۔

اِس کے برعکس غیر اللہ سے مدد مانگنے والا ذلیل ورُسوا ہوتا ہے اور اپنی ذات کا خود ہی وکیل ہونے کی بناء پر اپنے پروردگار کی اِمداد ونصرت سے محروم رہتا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا!

من استعان بغیر الله فی طلب
فان ناصره عجز و خذلان

جو شخص اپنی طلب میں غیر اللہ سے مدد مانگے گا اس کے مددگار یقیناً عجز اور رسوائی ہوں گے"۔

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ بیشک اللہ تعالیٰ کا علم اُن کی مکاریوں اور مکائد کا اِحاطہ کئے

ہوئے ہے اور وہ اُن کے مکائد کو باطل و برباد کر دیتا ہے اور بعض نے کہا !

"اذا اردت ان تکبت من یحسدك فازدد فضلا فی نفسك ۔"

تجھ سے حسد کرنے والا جب تجھے پچھاڑنا چاہے گا تو تیری ذات میں فضیلت زیادہ ہو جائے گی۔

خوبصورت ترین فضیلتوں میں سے ہے اگر تم صبر اور تقویٰ کو اختیار کرلو گے تو اپنے دُشمن پر فتح وظفر حاصل کرلو گے۔

بَلٰۤى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ ہاں اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرلو تو تمہیں عطا کیا جائے گا۔

رضائے الٰہی کی طلب میں جہاد کے دُکھوں اور اطاعتِ الٰہی میں جان لڑانے اور ناپسندیدہ اُمور کو برداشت کرنے پر صبر کرنا تائیدِ ایزدی کے ساتھ تقویٰ کے وقت ہوگا جبکہ صبر کرنے والا نورِ یقین کے ساتھ منور ہوتا ہے اور اُس پر سکینہ اور طمانیت کے نزول سے اُسے ثابت قدمی حاصل ہو جاتی ہے۔

نفس کو کیسے توڑا جائے

اَمرِ حق کی مخالفت اور نفع وغنیمت کی طرف میلان اور جان ضائع ہو جانے کے خوف میں تقویٰ اُس وقت حاصل ہوگا جب سلطانِ قلب و رُوح کے غلبہ کے تحت نفس ٹوٹ جائے۔ اِس لئے کہ ثبات و وقار رُوح کی صفت ہے اور طیش اور اِضطراب نفس کی صفت ہے، تو جب سلطانِ رُوح قلب پر غالب آئے گا اور اُس سے اپنا ملک وسلطنت لے لے گا تو قلب صفاتِ نفس اور اُس کے لشکروں کے غلبہ سے محفوظ ہو جائے گا اور رُوح کا عاشق ہو کر اُس کی طرف ٹھہر جائے گا اِس لئے کہ رُوح کی نورانیت اُس کی ذات کی محبوب ہوتی ہے اور وہ اِس روشنی کے ساتھ نفس اور اُس کی قوتوں

پر قوت حاصل کر لیتا ہے اور اُسے شکست دے کر اُسے توڑ دیتا ہے اور اپنی ذات سے نفس کے غلبے اور اندھیرے کو دُور کر دیتا ہے اور اُس کی طرف اطاعت گذاری کو مطیع و مطمئن بناتا ہے تو اُس سے اِضطراب دُور ہو جاتا ہے اور اِس رحمت کے نزول کے وقت اُس کی روشنی سے منور ہو جاتا ہے اور اُس کے قلب کو اپنی نورانیت میں آسمانی فرشتوں سے نسبت ہو جاتی ہے اور اِس مناسبت کے ساتھ وہ اِس کے ساتھ مل جاتا ہے اور اُس کے اَفعال میں اُس کے اَوصاف وقویٰ اُتر آتے ہیں بالخصوص جب پستی کی جانت پژمردہ ہو جاتی ہے اور قوتِ یقین کٹ جاتی ہے تو وہ بلندی کی جانب خود پر غضبناک ہونے والے پر غالب آنے والی قوتوں سے مدد حاصل کرتا ہے تو یہ ملائکہ کا نازل ہونا ہے

اور جب جزع اور ہلع اور تغیر و خوف ہو یا دُنیا کی طرف مائل ہو تو اُس کے نفس کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اُس کا نفس اُس پر غالب آ کر اپنی صفات کے اندھیروں میں روشنی سے محجوب کر دیتا ہے اور یہ نسبت باقی نہیں رہتی تو اُس کی مدد منقطع ہو جاتی ہے اور فرشتوں کا نزول نہیں ہوتا۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۲۶ تا ۱۳۴)

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَىٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآىٕبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾
لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِی
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾
وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾
وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ
لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ

النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۴﴾

ترجمہ ! اور یہ فتح اللہ نے نہ کی مگر تمہاری خوشی کے لئے اور اسی لئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد نہیں مگر اللہ غالب حکمت والے کے پاس سے۔ اس لئے کہ کافروں کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل کرے کہ نامراد پھر جائیں۔ یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا اُن پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان۔ اے ایمان والو سود دونا دون نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے۔ اور اُس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار رکھی ہے۔ اور اللہ و رسول کے فرمانبردار رہو اس امید پر کہ تم رحم کئے جاؤ۔ اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنّت کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان و زمین آجائیں پرہیزگاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔ وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں

فرشتوں کی اِمداد کس لئے ؟

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ یعنی تمہیں فرشتوں کی امداد تمہاری خوشی کے لئے دی ہے تاکہ تجریدِ سلوک اور توجّہ اِلیٰ الحق میں تمہارے نشاط و وجدان اور شجاعت سے تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے یعنی بقدرِ تصفیۂ قلوب فیض متحقق ہو جائے اور بقدرِ ترک پیچھے رہ جائے۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ اور مدد اللہ غالب حکمت والے کے پاس سے ہے یعنی اِمداد محض اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ملتی ہے اور فرشتوں اور اُن کے علاوہ سے نہیں تو وحدت سے کثرت کے ساتھ اور حق سے خلقت کے ساتھ محجوب نہ ہو جاؤ کیونکہ یہ مظاہر ہیں اور اِن کی نہ حقیقت ہے اور نہ تاثیر ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے قہر کے ساتھ غالب ہے اور اللہ حکمت والے نے اپنے غلبے کو اور اپنی حکمت کے ساتھ فرشتوں کی صورتوں کے ساتھ اپنی اِمداد کو چھپا رکھا ہے۔

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿١٢٧﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾

یعنی کافروں کے بعض لوگوں کا قتل ہو جانا مومنوں کی تقویت کا باعث بنے یا اُنہیں شکست کے ساتھ ذلیل و خوار کرے تا کہ مومنوں کو عزت حاصل ہو یا مومنوں کے لشکر کو زیادہ کرنے کے لئے یا اُن کے کفر پر اصرار اور ظلم کے باعث اُنہیں معذب کرے تا کہ مومنوں کو فرحت اور خوشی حاصل ہو اور اَثناءِ گفتگو میں معطوف اور معطوف علیہ پر یہ جملہ معترضہ واقع ہوا ہے۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ یعنی اُن کا اَمر آپ کے ہاتھ نہیں کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غافل نہ ہو جائیں اور اِن بعض اُمور میں آپ اپنی ذات کی تاثیر ملاحظہ فرما کر توحید سے محتجب اور زائل نہ ہوں اور اِن تمام اقسام میں آپ کے شہود کو تغیر نہ آجائے۔ یعنی ''لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ'' کیسے نہ ہوگا کیونکہ آپ انذار کرنے پر مامور بشر ہیں اور آپ کے ذمہ پہنچانا ہے اور اُن کا امر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

جنتِ اَفعال اور جنتِ صفات

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا یعنی رزق کی تلاش میں اللہ تعالیٰ پر توکّل کرو اور سود کے ساتھ رزق حاصل نہ کرو کیونکہ یہ تم پر اُسی طرح واجب ہے جس طرح تم پر دُشمن کے ساتھ جہاد کرنے اور فتح طلب کرنے میں توکل واجب ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے موکل اور اُس کی حفاظت کے ساتھ بچ جاؤ۔

اور جاننا چاہیے کہ سود لینے والے کا بدلہ کافر کا بدلہ ہے تو اِس سے ڈرو کیونکہ وہ اَفعالِ الٰہیہ سے محجوب ہے جیسا کہ کافر اللہ تعالیٰ کی صفات اور ذات سے محجوب ہے کیونکہ محجوب رحمت کے قابل نہیں اگرچہ وسیع ہو تو اطاعت کے ساتھ حجاب اُٹھاؤ اور مخالفت ترک کرو تا کہ تم اللہ کی رحمت کو دیکھ

سکو، اور اپنے اَفعال کی طرف چلو یہی اَفعال حق تعالیٰ کے ساتھ اَفعالِ حق کے مشاہدہ سے تمہارا حجاب ہے۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اپنے رب کی بخشش اور اُس جنت کی طرف دوڑو جس کے عرض میں سب آسمان اور زمین آجائیں تو تم نے توکل سے اور عالمِ ملک کی جنت سے آنا ہے جو کہ تمہارے افعال کی رؤیت کے ساتھ ہے یہی تجلی اَفعالِ الٰہی کے ساتھ تمہارے اَفعال کے پردے کا موجب ہے اور جنت اَفعالِ اطاعت سے دُوری ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

"اعوذ بعفوك من عقابك۔"

''یعنی میں تیرے عفو کے ساتھ تیری سزا سے پناہ مانگتا ہوں۔''

کیونکہ جنت سے مراد یہاں جنتِ افعال ہے جس کے عرض کا وصف آسمانوں اور زمین کے عرض کے مساوی ہے اِس لئے کہ توحیدِ اَفعال توحیدِ عالمِ ملک ہے اور یہ آسمانوں اور زمین کے طُول کے مطابق ہے کیونکہ اَفعال سلسلہ کے اِعتبار سے عرضیہ ہیں اور یہ ہر فعل کا دوسرے فعل پر ٹھہر جانا عالمِ ملک میں منحصر ہے جو کہ لوگوں کی مقدار کے مطابق ہے جبکہ طول میں نہ تو حصر ہے اور نہ اندازہ اِس لئے فعل صفت کا مظہر ہے اور صفت ذات کا مظہر ہے تو اُس کی نہ انتہاء ہے اور نہ حد وحصر تو ذات وصفات سے حجاب میں رہنے والے اِس جنت کے عرض کے سوا نہیں دیکھتے جبکہ اللہ واحد و قہار کے لئے جہاد کرنے والوں کی جنت کا عرض عین اُس کا طول ہے اور اُس کے طول کی کوئی حد نہیں تو اُس کے طول وعرض کے اندازے کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ یعنی یہ جنت اُن لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اپنے اَفعال کے حجاب سے اور غیرِ حق کی طرف اَفعال کی نسبت کرنے کے شرک سے

بچتے ہیں اور راحت و رنج میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں یعنی متضاد احوال انہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے منع نہیں کرتے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے تمام اَفعال کی رؤیت کے ساتھ اُن کا اللہ تعالیٰ پر توکل درست ہے۔

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ یعنی غصہ پی لیتے ہیں اِس لئے کہ جب اُن پر اللہ تعالیٰ کے فعل کی جنایت کو دیکھتے ہیں تو اعتراض نہیں کرتے اور اگر وہ غصہ نہیں کرتے تو مقامِ رضا اور جنتِ صفات میں ہیں۔

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ یعنی جب ہم ذِکر کرتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے عفو کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ یعنی وہ لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اَفعال کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اللہ اُن سے محبت فرماتا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۳۵ تا ۱۳۶)

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

ترجمہ ! اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اَڑ نہ جائیں۔ ایسوں کو بدلہ اُن کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں کا کیا اچھا نیگ ہے۔

اپنے وجود کا قائم کرنا گناہ ہے

وَالَّذِیۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَۃً اَوۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ ذَکَرُوا اللّٰہَ یعنی جب وہ اپنی طاقت سے صادر ہونے والے اپنے اَفعال کو دیکھنے کا گناہِ کبیرہ کریں یا اِرتکابِ صغائر کے ساتھ اپنے حقوق میں کمی کریں اور اُن میں اپنی ذوات کا ظہور کریں تو قدرتِ الٰہی سے واقع ہونے والی رؤیت کیساتھ اپنے اَفعال کے صادر ہونے میں اللہ کو یاد کریں اور اِس اَمر سے اُس کی طرف توبہ اور برأت کریں اِس لئے کہ اُن کی رؤیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اِس آزمائش میں ڈالا ہے

فَاسۡتَغۡفَرُوۡا اپنے اَفعال کا پردہ طلب کرو یہی اَفعال اُس کی طرف طاقت وقوت سے تبرّیٰ کے ساتھ تمہارے ذنوب اور گناہ ہیں۔

وَمَنۡ یَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰہُ ۟ وَلَمۡ یُصِرُّوۡا عَلٰی مَا فَعَلُوۡا اور اللہ کے سوا وجوداتِ اَفعال کا گناہ کون بخشے گا یعنی وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بخشنے والا نہیں اور اپنی غفلت اور اپنے نفسوں کے ظہور کی حالت میں اپنے گناہوں پر اِصرار نہ کریں بلکہ توبہ کریں اور اپنے افعال میں اُس کی طرف رُجوع کریں۔

وَہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ اور وہ جانتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی فاعل نہیں۔

وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِیۡنَ توحیدِ اَفعال کے مقتضیٰ کے ساتھ عمل کرنے والوں کا اَجر کیا ہی اچھا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۳۷ تا ۱۴۲)

قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ سُنَنٌ ۙ فَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۱۳۷﴾ ہٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَہُدًی وَّمَوۡعِظَۃٌ لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَہِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنۡ یَّمۡسَسۡکُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ

مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَتَّخِذَ مِنْكُمْ
شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۱﴾
اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَیَعْلَمَ
الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۴۲﴾

ترجمہ ! تم سے پہلے کچھ طریقے برتاؤ میں آچکے ہیں تو زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔ یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔ اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لئے باریاں رکھی ہیں اور اس لئے کہ اللہ پہچان کرادے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔ اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کا نکھار کر دے اور کافروں کو مٹادے۔ کیا اس گمان میں ہو کہ جنّت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی

زمین میں سیر کرو

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ یعنی اور تم سے پہلے بطشات و وقائع گذر چکے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کا اپنے اَفعال میں ایک طریقہ ہے اور لوگ اُس کی اور توحیدِ افعال میں انبیاء کرام کی تکذیب کرتے رہے ہیں پس زمین میں سیر کرو تو اُس کی نشانیاں دیکھ کر جان لو گے کہ تکذیب کرنے والوں کی عاقبت کیسے ہوئی،

کشفِ عیان اپنا اَثبات نہ کرنے والوں کیلئے ہے

هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ یعنی یہ توحیدِ افعال کے علم سے لوگوں کا ذکر اور متقین اہلِ تمکین کی تفصیل ہے اور تائبین جو کہ اہل ہیں اور محجوبین گناہوں پر اصرار

کرنے والے اور اِس کی تکذیب کرنے والے ہیں۔

اور ہدایت کی زیادتی، کشفِ عیان اور ثبات ونصیحت اُن لوگوں کے لئے ہے جو اپنے اَفعال کی رؤیت سے بچتے ہیں یعنی حقیقی فاعل خدا تعالیٰ کو جانتے ہیں یا یہ کہ اُن کے لئے توحیدِ ذات وصفات کی طرف ہدایت ہے۔

فتح اہلِ توحید کی ہوگی

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی جہاد میں غلبۂ کفار کے وقت سُستی نہ کرو اور فتح سے جو تمہارا اَمر فوت ہو جائے اور تمہارے بھائیوں سے جو شہید یا زخمی ہو جائے اُس کا غم نہ کرو اِس لئے کہ اگر تم موحدین ہو تو اللہ تعالیٰ سے قُربت کے رُتبہ میں اور اہل اللہ ہونے کے ساتھ اپنے درجہ کی بلندی میں تم ہی غالب رہو گے کیونکہ موحد دیکھتا ہے کہ اُس پر جو اِبتلاء ومصیبت آتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو صبر کا چھوٹے سے چھوٹا درجہ یہ ہے کہ اُس کے ساتھ رضا سے بچا نہ جائے تو نہ غم کر اور نہ سستی کر۔

بدلتے موسموں کا حال

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا یعنی یہ وقائع بدلتے رہتے ہیں اور جو اَمرِ عظیم پیدا ہوتا ہے اُس کا نام یوم اور ایام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ

اور وہ اللہ کے دنوں کا ذکر کرتے ہیں۔

(سورۃ ابراہیم آیت ۱۴)

اور اِس کی تفسیر گذر چکی ہے اِس لئے کہ وقوعِ معلوم کے تابع تفصیلی علم کے ظہور سے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

وَيَتَّخِذَ مِنۡكُمۡ شُهَدَآءَ ؕ یعنی وہ لوگ جو حق کے گواہ ہیں وہ اپنے نفوس سے بے خبر ہوجاتے ہیں اور خود یعنی اُمورِ موسم کی وجہ سے لوگوں کے درمیان وقائع بدل بدل کر آتے ہیں اور بہت سی حکمتیں جو اُن کی اِستعداد میں صبر و شکیبائی اور قوتِ یقین اور نفس کے اندیشوں اور اُن پر قلب کے غلبہ حاصل کر کے اُنہیں توڑنے وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں بیان نہیں کی گئیں۔

اور یہ دونوں مذکور علتیں اِس لئے ہیں تا کہ اُن ذنوب و غواشی سے مومنوں کی خلاصی ہوجائے جنہوں نے عقوبت و بلیت کے ساتھ اُنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دُور کر دیا ہے جب وہ اُن پر ہوں اور اللہ تعالیٰ کافروں کو تباہ و برباد اور ہلاک کر دیتا ہے جب اُن کے لئے ہو اِن دو علتوں کے درمیان فرمانِ الٰہی،

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ جملہ معترضہ ہے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُسے جانتا ہے جو ایمان اور شہادت کی صفت پر نہیں اور یہ کہ وہ نہ تو گناہوں سے پاک ہونے کا خواہش مند ہے اور نہ ہی اُس کے پاس کامل یقین ہونے کی بناء پر ثابت قدم رہنے کی قوت ہے بلکہ وہ مالِ غنیمت کی طلب یا کسی دوسری غرض کے لئے جہاد میں شریک ہوا ہے تو وہ ظالم ہے اور اللہ ظالم سے محبت نہیں کرتا۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۴۳ تا ۱۴۴)

وَلَقَدۡ كُنۡتُمۡ تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَلۡقَوۡهُ ۖ فَقَدۡ رَاَيۡتُمُوۡهُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۱۴۳﴾
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ
عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ ؕ وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـئًا ؕ وَسَيَجۡزِى اللّٰهُ
الشّٰكِرِيۡنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ ! اور تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کے ملنے سے پہلے تو اب وہ تمہیں نظر آئی آنکھوں کے سامنے۔ اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو اُلٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ

کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

شہادت اور ہے آرزوئے شہادت اور ہے

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ موت سے پہلے موت کی تمنا کرتے تھے اور اب تم اُسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہو۔

یعنی ہر یقین کرنے والے کو جب یقین کا ملکہ نہ ہو بلکہ خطرات ہوں تو وہ اپنے بعض احوال میں اِن اُمور کی تمنا کرتا ہے یا اپنی ذات کے اِعتبار سے ہمیشہ احوال کی خواہش رکھتا ہے اور ایسے ہی بے یقینی کا حال ہے اور قلب کے سامنے آنے کے وقت وہ اُس حال میں سچا ہے جس سے ہمیشہ موصوف رہا مگر اِس کے علاوہ دوسری حالت اور اَدبار کے وقت یہ اَثر باقی نہیں رہتا اور ایسے ہی ہر وہ شخص جس نے جنگ کا حال نہیں دیکھا اور کبھی لڑائی میں شرکت نہیں کی اُسے اپنی ذات میں اِس کی وجہ سے بسا اَوقات شہادت کی موت کی آرزو ہوتی ہے مگر اُسے اُس کے تصوّر کے حال میں نقصان نہیں پہنچتا مگر جنگ کا حال واقع ہونے اور جنگ کی مصیبتوں اور سختیوں کو برداشت کرنے کی اُس میں طاقت نہیں ہوتی جیسا کہ سمنون المحب رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت ہے جب اُس نے اپنے شعروں میں کہا۔

فکیفما شئت فا ختبرنی

تو جب وہ اس مصیبت میں مبتلاء ہوا جس کی اُس میں طاقت نہ تھی تو راستوں میں متردد ہوگیا اور اُن بچوں کی طرف پتھر پھینکنے لگا جو اُس کے ساتھ کھیلتے تھے جیسا کہ اخروٹ سے کھیلتے اُنہیں کہتا،

ادعوا علی عمکم الکذاب

یعنی اپنے جھوٹے چچا کو مارنے کے لئے بلاؤ۔

اور اس میں شاعر نے کہا !

واذا ما خلا الجبان بارض

طلب الطعن وحد ہ والنز الا

اور جب بزدل شخص نیزہ مارنے اور قتال کرنے کے لئے نکلتا ہے تو زمین پر گر جاتا ہے۔"

تو حال کی طرف اُس وقت اِلتفات ہوگا جب مقام ہوگا اور مقام اُس وقت معتبر ہوگا جب اُس کے مواطن میں اِمتحان ہوگا تو جب امتحان سے خلاصی ہو جائے گی تو درست ہو جائے گا۔

اور یہ تمہارے درمیان ایامِ متداولہ کے فوائد سے ایک فائدہ ہے اِس لئے کہ وہ موت کی تمنا کرتے تھے اور اُن کا یقین مضبوط اور صبر وافر تھا اور اُن کا مقام مشاہدہ کیساتھ متحقق تھا جیسا کہ فرمایا" فَقَدْ رَاَیْتُمُوْهُ "یعنی تم اپنے بھائیوں کو اپنے سامنے قتل ہوتے دیکھ رہے ہو اور اِس میں دوسروں کے لئے اُن کے حال پر توبیخ وسرزنش ہے کہ تمہارا حال بغیر مقام کے ہے تو اُنہوں نے مقام جنگ میں بزدلی دکھائی۔

ایک شہید کی قوتِ ایمانی

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسول ہیں جو عنقریب وصال فرمائیں گے یا اپنے سے قبل آنے والے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح شہید ہو جائیں گے تو جو شخص آپ کے دین پر یقین رکھتا ہے اُسے اپنے رب کی طرف سے بصیرت حاصل ہے وہ آپ کے وصال یا شہادت سے آپ کے دین سے نہیں پھرے گا اور نہ اُس اَمر سے فرار کرے گا جس پر وہ ہے کیونکہ اُس کا جہاد اپنے پروردگار کے لئے ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے لئے جیسا کہ انبیاء سلف کے اَصحاب تھے اور جیسا کہ اُحد کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی اَفواہ کی خبر پھیل گئی اور مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو حضرت انس بن مالک کے چچا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ لوگوں نے کہا کاش فلاں شخص ہمیں ابوسفیان سے اَمان لے دیتا اور منافقوں نے کہا اگر آپ نبی ہوتے تو قتل کیوں ہوتے ؟

حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اَے لوگو ! اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمکا رب حی لا یموت ہے تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے اُس اَمرِ حق پر جنگ جاری رکھو جس پر آپ نے قتال فرمایا تھا اور اُس اَمرِ حق پر جان دے دو جس پر آپ نے قتال فرمایا تھا اور اُس اَمرِ حق پر جان دے دو جس پر آپ نے وصال فرمایا پھر کہا !

"اللھم انی اعتذر الیك مما یقول ھولاء وابراء الیك مما جاء بہ ھولاء۔"

الٰہی میں تیری طرف اُس اَمر پر معذرت کرتا ہوں جو یہ لوگ کہتے ہیں اور تیری طرف اُس اَمر سے رجوع کرتا ہوں جو اِن کے ساتھ آیا ہے۔

پھر آپ نے پوری شدّت سے تلوار چلانا شروع کر دی یہاں تک کہ جنگ کرتے کرتے مقامِ شہادت پر فائز ہو گئے۔

بزدل کا اپنا ہی نقصان ہے

وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـئًا ؕ پھر جو اُلٹے پاؤں پھر جائے تو اِس میں اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں بلکہ اُس کی منافقت اور اُس کے یقین کی کمزوری کا نقصان اُس کی اپنی ذات کو ہے۔

وَسَیَجۡزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیۡنَ اور اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو نعمتِ اسلام کی جزاء دیتا ہے
جیسا کہ حضرت انس بن نضر اور اُن کے اہلِ یقین ساتھی ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۴۵ تا ۱۵۱)

وَمَا کَانَ لِنَفۡسٍ اَنۡ تَمُوۡتَ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنۡ یُّرِدۡ ثَوَابَ الدُّنۡیَا نُؤۡتِہٖ
مِنۡہَا ۚ وَمَنۡ یُّرِدۡ ثَوَابَ الۡاٰخِرَۃِ نُؤۡتِہٖ مِنۡہَا ؕ وَسَنَجۡزِی الشّٰکِرِیۡنَ ﴿۱۴۵﴾ وَکَاَیِّنۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ
قٰتَلَ ۙ مَعَہٗ رِبِّیُّوۡنَ کَثِیۡرٌ ۚ فَمَا وَہَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَمَا ضَعُفُوۡا وَمَا
اسۡتَکَانُوۡا ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا کَانَ قَوۡلَہُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡا رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا
ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا وَثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىہُمُ
اللّٰہُ ثَوَابَ الدُّنۡیَا وَحُسۡنَ ثَوَابِ الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۴۸﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا
اِنۡ تُطِیۡعُوا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یَرُدُّوۡکُمۡ عَلٰۤی اَعۡقَابِکُمۡ فَتَنۡقَلِبُوۡا خٰسِرِیۡنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰہُ
مَوۡلٰىکُمۡ ۚ وَہُوَ خَیۡرُ النّٰصِرِیۡنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلۡقِیۡ فِیۡ قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا الرُّعۡبَ بِمَاۤ اَشۡرَکُوۡا
بِاللّٰہِ مَا لَمۡ یُنَزِّلۡ بِہٖ سُلۡطٰنًا ۚ وَمَاۡوٰىہُمُ النَّارُ ؕ وَبِئۡسَ مَثۡوَی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمہ ! اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی سب کا وقت لکھا رکھا ہے اور جو دنیا کا انعام چاہے ہم اس میں سے اُسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے ہم اس میں سے اُسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔ اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے تو نہ سست پڑے اُن مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔ اور وہ کچھ بھی نہ کہتے تھے سوا اس دعا کے کہ اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہمارے قدم جما دے اور ہمیں ان کافر لوگوں پر مدد دے۔ تو اللہ نے انہیں دنیا کا انعام دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی اور نیکی والے اللہ کو پیارے ہیں۔ اے ایمان والو اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں لوٹا دیں گے پھر ٹوٹا کھا کے پلٹ جاؤ گے۔ بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار۔ کوئی دم جاتا ہے کہ ہم

کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا جس پر اس نے کوئی سمجھ نہ اُتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا برا ٹھکانا ناانصافوں کا۔

طمانیتِ قلب کی عظیم مثال

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ بغیر اذنِ الٰہی کے کوئی جان نہیں مر سکتی سب کی موت کا وقت لکھا ہوا ہے تو جو اہلِ یقین اِس معنیٰ کا شاہد ہے وہ بہادر لوگوں میں سے ہے جیسا کہ حاتم بن اَصم نے اپنا واقعہ سُنایا کہ وہ خراسان کی ایک جنگ میں حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ موجود تھے جنگ زوروں پر جاری تھی تو شفیق نے مجھ سے مل کر پوچھا اَے حاتم ! تیرے دل کا کیا حال ہے؟

میں نے کہا ! شبِ عروسی کی طرح دو حالوں کے درمیان ہے یہ سن کر شفیق نے اپنا اسلحہ اُتار دیا اور کہا ! میرا حال بھی یہی ہے پھر اُنہوں نے اپنا سر ڈھال پر رکھا اور معرکہ کارزار کے درمیان سو گئے یہاں تک کہ اُن کے خراٹوں کی آواز آنے لگی اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکونِ قلب اور قوتِ یقین حاصل ہونے کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُن کے کامل وثوق میں انتہائی اَمر ہے۔

حقیقتِ کامل توحید پر یقین کا نام ہے

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ عنقریب ہم کافروں کے دل میں اُن کے شرک کی وجہ سے رُعب ڈال دیں گے کیونکہ شجاعت اور نفس کی قوتوں میں تمام فضائل اِعتدالاتِ نفس پر ظلِ وحدت واقع ہونے اور نورِ وحدت سے منور قلب کی روشنی سے درخشاں ہونے کے وقت ہیں تو سوائے توحیدِ خداوندی میں یقین رکھنے والے موحد کے حقیقت کامل نہیں ہوتی۔

مشرک چونکہ قوت و طاقت کے منبع سے محجوب ہوتا ہے اور عدم سے ملے ہوئے موجود

میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا شریک بنالیتا ہے اِس لئے اُس کا اِمکانِ خفی کمزور وجود ہے لہٰذا اُس کیلئے اُس کی ذات کے اِعتبار سے نہ قوت ہے اور نہ وجود اور نہ ہی حقیقت میں اُس کی ذات ہے اور اپنے وجود کے ساتھ اُس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہرگز دلیل نہیں اُتاری چونکہ اُس کی ذات کے اعتبار سے اُس کا نہ ہونا متحقق ہے اِس لئے عجز و بزدلی اور جمیع رزائل کے سوا اُس کے لئے کچھ بھی نہیں کیونکہ اُس نے اپنے معبود سے قوت حاصل نہیں کی۔ اور اگر اتفاقاً اُسے دولت یا صولت یا شوکت حاصل ہو جاتی ہے تو یہ کوئی چیز نہیں نہ اِس کی کوئی اَصل ہے اور نہ ہی اُس کے لئے ثبات اور بقاء ہے۔ چنانچہ مشرکین کی دولت ایسی ریت کی آگ کی طرح ہے جس میں راہ نہ ہو۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۵۲ تا ۱۵۴)

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰى طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِیَّةِ ؕ یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ یُخْفُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَكَ ؕ یَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَلِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

ترجمہ ! اور بے شک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جب کہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا پھر تمہارا منہ اُن سے پھیر دیا کہ تمہیں آزمائے اور بے شک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔ جب تم منہ اٹھائے چلے جاتے تھے اور پیٹھ پھیر کر کسی کو نہ دیکھتے اور دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے تو تمہیں غم کا بدلہ غم دیا اور معافی اس لئے سنائی کہ جو ہاتھ سے گیا اور جو افتاد پڑی اس کا رنج نہ کرو اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اُتاری کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے تھی اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے جاہلیت کے سے گمان کہتے کیا اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے تم فرمادو کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے اور اس لئے کہ اللہ تمہارے سینوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

مخالفتِ رسول سے بچو

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ اور جب تم نے صبر اور تقویٰ اختیار کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہاری اِمداد ونصرت فرمانے کا وعدہ سچ کر دکھایا تو جو تم میں سے جہاد پر قوت صبر سے اپنے حال پر ہمیشہ قائم رہے اور نصرتِ الٰہی پر یقین رکھتے ہوئے یقین پر ثابت رہو گے اور توجہ اِلی الحق کے ساتھ کلمہ سے اِتفاق رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت سے بچے رہو گے اور دُنیا کی آرائشوں کی طرف نفوس کا میلان نہ کرو گے اور حق سے منہ نہ موڑو گے اور خالص اللہ کے لئے جہاد کرو گے نہ کہ دنیا کے لئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی اِمداد ونصرت تمہارے ساتھ ہوگی اور وہ اپنا نصرت کا وعدہ پورا فرمائے گا اور تم اِذنِ الٰہی کے ساتھ کافروں کو کاٹ کر رکھ دو گے اور اُنہیں شکست سے دوچار کر دو گے۔

جب تم نے بزدلی دکھائی

حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ یہاں تک کہ تم نے بزدلی دکھائی یعنی تم اپنے یقین میں کمزوری داخل کرنے کے ساتھ بزدل ہو گئے اور مالِ غنیمت میں اُس کے غلو کی تجویز کے ساتھ ذاتِ باری تعالیٰ کے حق میں تمہارا اِعتقاد فاسد ہو گیا اور تم نے جنگ میں اتفاق کے بعد جھگڑا کھڑا کر دیا اور تم نے دُنیا کے حصہ سے صبر نہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس اَمر کو چھوڑنے کا تمہیں حکم دیا تم نے مرکز کی ملازمت سے اُس کا انکار کر دیا اور تم دُنیا کی آرائش کی طرف مائل ہو گئے۔

مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ یعنی بعد اِس کے تم فتح اور غنیمت کی صورت میں اپنے پسندیدہ اَمر کو دیکھ چکے ہو اور یہ زمانہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنے کا تھا جس میں تمہیں عظیم اِقبال مندی نصیب ہوئی مگر تم اُسے بھول گئے تو تم میں آخرت کو چاہنے والا زیادہ شرف والا ہے اور باقی دُنیا چاہنے والے ہیں اور تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی اِمداد کو روکنا چاہا ہو پھر تمہاری آزمائش کے لئے تمہارا منہ اُس سے پھیر دیا جو تم کرتے تھے اور یہ آزمائش تم پر لطف وفضل تھا خواہ نصرت و امداد ہو خواہ اِبتلاء و آزمائش اللہ تعالیٰ تمام اَحوال میں مسلمانوں پر لطف وفضل فرماتا ہے تو یہ اِبتلاء و آزمائش پوشیدہ لطف وفضل ہے تا کہ وہ جان لیں کہ بندوں کے اَحوال اُن پر اَوصافِ حق کے ظہور کی خواہش رکھتے ہیں تو اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اُن کی جانیں اُس کے ساتھ دُشمنی نہ کریں جیسا کہ اُس کے فرمان مطیع من اطاعنی کی شرح میں گذر چکا ہے جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونگے اُسی طرح اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہوگا تا کہ دوسرے مسلکوں کے اَحوال کی طرف سو جائیں اور سختیوں پر صبر

کریں اور مواطن میں ثابت قدم رہتے ہوئے یقین پر متمکن ہوں پھر اللہ تعالیٰ اُن کے لئے ملک اور مقام مقرر فرما دیتا ہے اور اُن پر یہ فرمانِ الٰہی متحقق ہو جاتا ہے۔

"ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم"

''یعنی اللہ کسی کی قوم کی حالت نہیں بدلتا یہاں تک کہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں''

اہلِ حق آرائشِ دُنیا پر مائل نہیں ہوتے

اور وہ نہ دُنیا اور آرائشِ دنیا کی طرف مائل ہوتے ہیں اور نہ ہی حق کو بھولتے ہیں اور نہ ہی دُنیا کو آخرت کے ساتھ فروخت کرتے ہیں اِس لئے کہ بعض کی جلد ہی گرفت ہو جاتی ہے تو وہ اپنے گناہوں کو دُور کرتے ہوئے پردہ اُٹھا کر درجۂ شہادت پر فائز ہو جاتے ہیں خصوصاً اپنی جان سے محبت کا حجاب اُٹھا دیتے ہیں اور پاکیزہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتے ہیں اِس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ

کیونکہ ابتلاء و آزمائش بخشش کا باعث ہے۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۵۲)

فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ تو تمہیں غم کے بدلہ میں غم دیا یعنی تمہیں اُن سے پھیر دیا تو جائز ہے کہ تمہارا غم تمہارے گناہوں اور تمہاری بزدلی اور تمہارے جھگڑے کی جہت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لاحق ہونے والے غم کے سبب سے دیا گیا یا غم کے بعد غم دیا گیا یعنی تمہیں دوہرا غم دیا گیا تا کہ سختیوں پر صبر کرو اور اِس میں ثابت قدم رہو اور تمہارا غلبہ و کامیابی اور مالِ غنیمت اور تمام اَشیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں تمہارے نفسوں کی طرف سے نہیں تو حظوظ و منافع سے جو چیز گم کر بیٹھو اُس کا غم نہ کرو اور نہ ہی اُس پر ملال کرو جو تمہیں غم اور نقصان میں سے کوئی چیز پہنچتی ہے۔

اِبتلاء کی شانِ عظیم

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ یعنی پھر تم سے غم کو اَمن کے ساتھ دُور کر دیا اور منافقین کے برعکس صادقین کی جماعت پر نیند القاء فرمائی مگر وہ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور معافی کی نشانی جاننے والے لوگوں کی بجائے اپنی جانوں کی فکر لاحق تھی حالانکہ اُن کا قتل ہونا لکھا جاچکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف چلے آرہے تھے فرمانِ خداوندی ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ

(سورۃ الحدید آیت ۲۲)

وَلِيَبْتَلِىَ اللّٰهُ مَا فِىْ صُدُوْرِكُمْ یعنی تمہاری استعداد میں اخلاص، یقین، صبر، توکل، تجرّد اور جمیع اخلاق ومقامات میں جو سچائی ہے اُس کا اللہ تعالیٰ اِمتحان لے گا اور یہ اُس کا قوت سے فعل کے طرف نکلنا ہے۔''

وَلِيُمَحِّصَ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ ؕ تاکہ جو اِس سے سینہ کے مکان سے قلب کے خزانے کی طرف شیطانی وسوسے اُٹھتے ہیں اور دناءتِ احوال اور خواطرِ نفس پیدا ہوتے ہیں اُن سے نجات مل جائے کیونکہ آزمائش و اِبتلاء اللہ تعالیٰ کے کوڑوں سے ایک کوڑا ہے جس کے ساتھ اُس کے بندے اپنے نفوس کو اُس کی صفات سے متصف کرتے ہوئے جو اُن میں کمالات ہیں اُن کو ظاہر کرتے ہیں اور اُس کے نزدیک مخلوق سے اپنا اِنقطاع کرتے ہوئے حق کی طرف اپنے نفس سے جنگ کی تیاری کرتے ہیں اِس لئے انبیاء کرام اور پھر اَولیاء عظام اور پھر اُن کی مثل لوگ متوکل ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِبتلاء کی فضلیت بتانے کے لئے فرمایا!

"ما اوذی بنی مثل ما او ذیت"

کسی نبی کو اتنی تکلیف نہیں پہنچی جتنی تکلیف مجھے پہنچی ہے۔

گویا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی نبی کو اِتنا پسند نہیں کیا گیا جتنا پسند مجھے کیا گیا اور کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

للہ در النا ئبات فا نہا

صدا ء اللئام و صیقل الا حرار

اِس لئے ہر ایک پر وہ ہی اَمر ظاہر ہوا جس کی اُس میں اِستعداد میں طاقت تھی جیسا کہ کہتے ہیں امتحان کے وقت یا تو آدمی کی تکریم ہوتی ہے یا توہین۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۵۵)

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾

ترجمہ ! بے شک وہ جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں انہیں شیطان ہی نے لغزش دی اُن کے بعض اعمال کے باعث اور بے شک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا بے شک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے

دوسرا گناہ پہلے گناہ کی سزا ہوتا ہے

اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ یعنی شیطان اُن سے لغزش طلب کرتا ہے اور انہیں اِس لغزش کی دعوت دیتا ہے اور یہ لغزش پھر جانا ہے جو کہ شیطان نے اُنہیں اُن کے بعض گناہ کے کاموں کی وجہ سے دی کیونکہ شیطان اِس پر قادر ہے کہ لوگوں میں وسوسہ ڈالے اور اُن میں اپنے اَمر کو نافذ کرے جب کہ اُسے یہ مجال اُس وقت ہوتی ہے جب نفس سے حرکت اور

قلب میں گناہ کے حادثہ کی معمولی سی بھی ظلمت آجائے جیسا کہ کہتے ہیں گناہ کے بعد گناہ پہلے گناہ کی سزا ہے۔

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی معذرت اور ندامت کے باعث اُنہیں معاف فرما دیا۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۵۶ تا ۱۶۰)

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُونَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۵۹﴾ إِن يَنصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۶۰﴾

ترجمہ ! اے ایمان والوان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کی نسبت کہا جب وہ سفر یا جہاد کو گئے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے اس لئے کہ اللہ ان کے دلوں میں اس کا افسوس رکھے اور اللہ جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ اور بے شک اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت ان کے سارے دھن دولت سے بہتر ہے۔ اور اگر تم مرو یا مارے جاؤ تو اللہ کی طرف اٹھنا ہے۔ تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہاری گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ اگر اللہ

تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو ایسا کون ہے جو پھر تمہاری مدد کرے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

حسرتوں میں رہنے والے نہ بنو

لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ط وَاللّٰهُ يُحْيِ وَيُمِيتُ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ یعنی یہ بات اور اِعتقاد اُن کی تنگی کا باعث بنے اور اُن کے دلوں میں حسرت و افسوس اور غم رہے اِس لئے کہ اُنہوں نے قتل اور موت کو فعل سے مسبّب دیکھا تھا اور اگر وہ اہلِ یقین موحدین ہوتے تو اِس قتل اور موت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھتے تو وہ زندہ سینوں کے ساتھ زندہ ہوتے جبکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے سفر اور جہاد میں زندہ رکھے اور جسے چاہے حضر وغیرہ یعنی اُسے اُس کے مقام و مکان میں فوت کر دے۔

لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ یعنی جنتِ اَفعال تمہاری اُخروی نعمتوں سے اور جنتِ صفات تمہاری دُنیوی نعمتوں سے بہتر ہے کیونکہ تم آخرت کے لئے عمل کرتے ہو، تاکہ تم اپنے توحید کے مکان کی طرف اُٹھائے جاؤ تو اِس میں موت کے بعد کا حال تمہارے اُس پہلے حال سے بہتر ہے۔

حضور کی رحمتِ کاملہ کی برکت

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص یعنی محبوب آپ کا رحمتِ رحیمیہ سے متصف ہونا اِن کے لئے کتنا اچھا ہے یعنی آپ رحمت تامہ کاملہ اور وافرہ ہیں اور یہ صفت اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات سے ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ وجود کے تابع ہے نہ کہ وجودِ بشری کے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے لئے نرم دل ہیں اگر آپ صفاتِ نفس کے ساتھ سخت دل ہوتے تو آپ کے گرد اُن لوگوں کا جھرمٹ نہ ہوتا کیونکہ

رحمتِ الٰہیہ اُن کو اور اُن کی محبت کو جمع رکھنے کا موجب ہے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ محبوب آپ اُنہیں اِس تعلق کی بناء پر معاف فرمادیں جو آپ کی رؤیت کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نظرِ توحید کے ساتھ اُن کے گناہ سے ہے اور آپ کا مقام فعلِ بشریہ کے ساتھ اُسے تکلیف پہنچانے اور اُن کے اَفعال پر سختی فرمانے اور اُن سے اِنتقام لے کر غصہ کو ٹھنڈا کرنے سے بلند تر ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ اور اُن کے لئے اِس اَمر میں اِستغفار فرمائیں جس میں اللہ تعالیٰ کے حق کا تعلق ہے اِس لئے کہ یہ اُن کی ندامت ومعذرت اور معافی مانگنے کی جگہ ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ اور اُن سے جنگ وغیرہ کے اَمر میں مشورہ فرمائیں کیونکہ اُن کے لئے مراعات واَحترام ہے مگر جب آپ اِرادہ فرمالیں تو اللہ پر توکّل کرتے ہوئے اپنے اَمر کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں اور تمام اَفعال کی رؤیت اور فتح و نصرت اور اِصلاح وہدایت کا جاننا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے آپ کی طرف سے نہیں اور نہ ہی اُس کی طرف سے جس سے آپ اَفعال میں مشورہ کرتے ہیں پھر توکّل وتوحید کے معنی محقق کرتے ہوئے فرمایا اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ. الی آخر الآیۃ۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۶۱ تا ۱۶۹)

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦١﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَأْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٤﴾ أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ

مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٦٦﴾
وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ
نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ
بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿١٦٧﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ
وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿١٦٨﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
يُرْزَقُوْنَ ﴿١٦٩﴾

ترجمہ ! اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ وہ کچھ چھپا رکھے اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا پھر ہر جان کو اُن کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور اُن پر ظلم نہ ہوگا تو کیا جو اللہ کی مرضی پر چلا وہ اس جیسا ہوگا جس نے اللہ کا غضب اوڑھا اور اس کا ٹھکانا جہنّم ہے اور کیا بری جگہ پلٹنے کی ۔ وہ اللہ کے یہاں درجہ درجہ ہیں اور اللہ ان کے کام دیکھتا ہے ۔ بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلے گمراہی میں تھے کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے کہ اُس سے دونی تم پہنچا چکے ہو تو کہنے لگو کہ یہ کہاں سے آئی تم فرمادو کہ وہ تمہاری ہی طرف سے آئی بے شک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے ۔ اور وہ مصیبت جو تم پر آئی جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے کہ پہچان کرادے ایمان والوں کی ۔ اور اس لئے کہ پہچان کرادے ان کی جو منافق ہوئے اور اُن سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو ہٹاؤ بولے اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے اور اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں ! اپنے منہ سے کہتے ہیں جو اُن کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں ۔ وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور آپ بیٹھ رہے کہ وہ ہمارا کہنا مانتے تو نہ مارے جاتے تم فرمادو تو اپنی ہی موت ٹال دو اگر سچے ہو ۔ اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں

مُردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

انبیاء کرام صفاتِ الٰہی سے متصف ہیں

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ نبی کے لئے کچھ چھپانا مناسب نہیں کیونکہ یہ مقام نبوت سے بعید ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام تمام رذائل سے محفوظ اور پاک ہیں باوجودیکہ وہ صفاتِ بشریہ سے کھینچے ہوئے ہیں مگر اُن سے اِس اَمر کا صدور ممنوع ہے کیونکہ وہ نفس اور شیطان کی خواہشات کی تاثیر سے مامون و محفوظ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ متصف اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں۔

يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ جو چھپائے گا وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی ہوئی چیز لے کر آئے گا یعنی وہ اپنی چھپائی ہوئی صورت اُس کے ساتھ بعینہٖ ظاہر ہو جائے گی جس کے ساتھ اُسے چھپایا گیا تھا۔

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ یعنی نبی مقام رضا میں ہیں اور اللہ کی مرضی پر چلتے ہیں جو کہ جنتِ صفات ہے اِس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ متصف ہیں اور چھپانا اللہ کی ناراضگی کے مقام میں ہے اِس لئے کہ یہ اپنے نفس کی صفات کے ساتھ اِحتجاب ہے۔

وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ اور اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے یعنی وہ نفسِ مظلمہ کی پستیوں میں اِنتہا ہے تو کیا یہ دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔

اہلِ رضا اور خدا کو ناراض کرنے والے

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ یعنی تمام رضائے الٰہی میں رہنے والے اور اللہ کو ناراض کرنے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں مختلف درجوں میں ہیں یا یہ کہ وہ اِختلافِ درجات کی بناء پر مختلف ہیں۔

قُلۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ یعنی فرمادیں کہ یہ تمہاری طرف سے ہے تو یہ ارشادِ الٰہی

قُلۡ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ

(سورۃ النساء آیت ۷۸)

کے منافی نہیں کیونکہ تمام میں سبب فاعل ہے اور وہ فاعل حق تعالیٰ ہے اور سببِ قابل اُن کی ذات ہے اور فاعل سے مستفیض نہیں ہوتا مگر اُسی قدر جو اُس کی اِستعداد کے لائق ہے اور جس کا وہ مقتضی ہے تو یہ اَمر کے اِعتبار سے اللہ کی طرف سے ہوگا اور قابل کے اِعتبار سے اُن کی طرف سے ہوگا اور اِستعدادِ اَنفس اَصلی ہوگی یا عارضی جبکہ اَصلی اُس کے فیضِ اقدس سے اُس کی مشیّت کے اِقتضاء پر ہے اور راضی اُس کی تقدیر کے اِقتضاء سے ہے تو یہ جانب بھی اُسی کی طرف منتہی ہوتی ہے اور دوسری وجہ سے جو اُن کی طرف سے بھی ہوگا نظراً توحید کی طرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوگا اِس لئے کہ اُس کے سوا غیر وجود موجود ہی نہیں۔

وَلِيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ نَافَقُوۡا ۚ اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ علمِ تفصیلی میں مومنوں اور منافقوں کی پہچان کروادے۔

جہادِ اَصغر میں شہید ہوں یا جہادِ اکبر میں زندہ ہیں

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ گمان نہ کرو، برابر ہے کہ وہ جہادِ اَصغر میں اللہ کی رضا کو طلب کرنے اور نفس کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے ہوں یا جہادِ اَکبر اور نفس کو توڑنے اور ریاضت کے ساتھ خواہشات کا قلع قمع کرتے ہوئے شہید ہوئے ہوں۔

بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ بلکہ یہ طبیعتوں کی غلاظت سے پاک حضرۃ القدس میں مقرّبِ حیاتِ حقیقیہ کے ساتھ زندہ ہیں اور اَرزاقِ معنویہ سے رزق دیئے جاتے ہیں یعنی معارف وحقائق اور اَنوار کی طلعتوں کی روزی پاتے ہیں۔

اور جنتِ صوریہ میں رزق دیئے جاتے ہیں جیسا کہ تمام اہلِ زندگی کو رزق دیا جاتا ہے کیونکہ جنت کے لئے بعض مرتبے معنوی ہیں اور بعض صوری اور تمام معنوی اور صوری درجات اَعمال کے اِعتبار پر ہیں جنتِ معنوی جنتِ صفات ہے اور اِن کے درجوں کی فضیلت اہلِ جبروت ملکوت کے درجوں کی فضیلت کے مطابق ہے جبکہ جنتِ صوری جنتِ اَفعال ہے اور اِن کا فرق سماواتِ علیٰ سے عالمِ ملک اور دُنیا کی جنتوں کے فرق کے اعتبار سے ہے، حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"لما اصیب اخوانکم باحد، جعل اللہ ارواحھم فی اجواف طیر خضر، تدور فی انھار الجنۃ، وتاکل من ثمارھا، وتاوی الی قنادیل من ذھب، معلقۃ فی ظل العرش۔"

"یعنی جب تمہارے کسی بھائی کو موت آتی ہے اللہ تعالیٰ اُن کی اَرواح کو سبز پرندوں کے بطن میں جاگزیں فرما دیتا ہے اور وہ جنت کی نہروں میں چکر کاٹتے ہیں اور جنت کے پھل کھاتے ہیں اور عرش کے سائے میں لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔"

پرندوں اور نہروں سے کیا مراد ہے ؟

تو سبز پرندے سے اَجرامِ سماویہ کی طرف اِشارہ ہے جبکہ قنادیل یہ ستارے ہیں یعنی اپنی نزاہت کی وجہ سے اَجرامِ سماویہ سے نیّرات کے ساتھ معلّق ہیں۔ اور جنت کی نہروں سے مراد، علوم اور مشارع کے چشمے ہیں اور جنت کے پھل اَحوال و معارف ہیں، اور صوری نہریں اور ثمرات اُن کی جنتِ معنویہ کے مطابق ہے، رہیں صوری نہریں اور پھل؟ تو یہ وہ تمام ہیں جو دُنیا کے معقولات و مشروبات لباس و مناعت اور لذات و خواہشات کی تمام چیزیں جو اِس دنیا میں ہیں آخرت میں

موجود ہوں گی، اور جو لذت وصفائی دُنیا میں ہے۔ آسمان کے طبقات میں وہ زیادہ لذیذ اور مُصفّٰی ہوگی۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۷۰ تا ۱۷۲)

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾

ترجمہ! شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔ خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا۔ وہ جو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ اُنہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کے نکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے

ملاقاتِ اَحباب کا تصوّر بھی خوش کن ہوتا ہے

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی اللہ کے ہاں جو اُن کا قرب ہے اور جو اُن کو کرامت ونعمت اللہ تعالیٰ سے ملی ہے وہ اُس سے خوش ہیں۔ اور اپنے اُن بھائیوں کے حال سے شادمان ہیں۔ جو اُن کے پیچھے ہیں اور پیچھے رہنے کی دُوری کی وجہ سے اُن کے قریب سے وہ اُن کے درجات تک نہیں پہنچ سکے، تاہم اُن کی اِستعداد اُن کے حال کی طرح اُن کے قریب سے ہے اور وہ اُن کے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اور اُن لوگوں کے شامل ہونے سے نہ اُنہیں کچھ خوف ہے نہ غم یعنی وہ اُس اَمر پر خوشیاں منا رہے ہیں جس کے ساتھ اِیمان لائے ہیں اور اُنہیں نہ کچھ

.. خوف ہے اور نہ کچھ غم۔

مشاہدۂ رُوح بہت بڑا اَجر ہے

یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِنِعۡمَةٍ نعمت کی خوشیاں مناتے ہیں یعنی وہ اُس نعمتِ عظمیہ کے اَمین ہیں جس کی کُنہ کو نہیں جانتے یہ جنتِ صفات ہے۔ جو مقامِ رضوان کے حصول کے ساتھ ہے۔ اُن کے لئے اُس کی مذکورہ دُوری ہے اور فضل اِس پر مزید ہے اور یہ جنتِ ذات ہے۔ مگر باقی وجود سے جو کہ کلی سے ہے۔ اور یہ کمال اِس لئے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے گواہ اور شہداء ہیں۔ اور اِس کے ساتھ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے اِیمان کے اَجر کو ضائع نہیں کرتا جو کہ اَفعال اور ثواب واَعمال کی جنت ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور رسول کی وحدتِ ذاتیہ میں فناء ہونے اور حقِ اِستقامت کے مقام کے ساتھ بلانے پر حاضر ہو جاتے ہیں، بعد اِس کے کہ اُنہیں نفس کو توڑنے کا زخم پہنچ چکا ہے اور وہ اپنے بقایا وجود سے پرہیز کرتے ہیں اور مقامِ مشاہدہ میں ثابت قدم رہنے والے ہیں تو اُن لوگوں کے لئے اَجرِ عظیم ہے جو کہ وراء الایمان ہے اور یہ رُوح کا مشاہدہ ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۷۳ تا ۱۷۸)

اَلَّذِيۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَـكُمۡ فَاخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ اِيۡمَانًا ۖ وَّقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانۡقَلَبُوۡا بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضۡلٍ لَّمۡ يَمۡسَسۡهُمۡ سُوۡٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوۡا رِضۡوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيۡطٰنُ يُخَوِّفُ اَوۡلِيَآءَهٗ ۖ فَلَا تَخَافُوۡهُمۡ وَخَافُوۡنِ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَا يَحۡزُنۡكَ الَّذِيۡنَ يُسَارِعُوۡنَ فِى الۡكُفۡرِ ۚ اِنَّهُمۡ لَنۡ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيۡـًٔا ؕ يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجۡعَلَ لَهُمۡ حَظًّا فِى الۡاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ اشۡتَرَوُا الۡكُفۡرَ بِالۡاِيۡمَانِ لَنۡ يَّضُرُّوا اللّٰهَ

شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾

ترجمہ ! وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔ تو پلٹے اللہ کے احسان اور فضل سے کہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی اور اللہ کی خوشی پر چلے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ وہ تو شیطان ہی ہے کہ اپنے دوستوں سے دھمکاتا ہے تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔ اور اے محبوب تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر پر دوڑتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ وہ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لئے بھلا ہے ہم تو اسی لئے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھیں اور ان کے لئے ذلّت کا عذاب ہے۔

نفی سے اَثبات کی طرف لوٹنا

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ یعنی وہ جنہیں لوگوں نے مشاہدہ کی طرف وصول سے پہلے کہا، کہ تم اپنے وجود کا اِعتبار کرو اور وہ تمہارے حق میں تجاوز کریں تو تم بھی تجاوز کرو تو اُن کی اِس بات سے اُن کے اِیمان میں مزید اِضافہ ہوا یعنی اِس نفی غیر اور عدم مبالات کے ساتھ اُن کا ایمان و یقین اور زیادہ ہوا، اور وہ ماسوا اللہ کی نفی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اُس اَثبات کی طرف پہنچے اور اُن کا کہنا ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ یعنی ہمیں اللہ کافی ہے پھر جب مشاہدہ کرنے کے بعد اِستقامت کے ساتھ تفاصیلِ صفات کی طرف لوٹے تو اُنہوں نے کہا وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ یعنی اللہ اچھا وکیل ہے اور یہ وہ کلمہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس وقت کہا جب اُنہیں آگ میں ڈالا گیا تو آگ اُن پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو گئی۔

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ یعنی وہ وجودِ حقانی کے

.. ساتھ صفات اور ذات کی جنت کی طرف لوٹے، جیسا کہ ابھی گذرا اور اُنہیں اپنے بقیہ اور رؤیت غیر کی بُرائی نہ چھو سکی۔

جنتِ ذات

وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ اور اُنہوں نے رضائے الٰہی کا اِتباع کیا جو کہ اُن کے سلوک کے حال میں جنتِ صفات ہے اُس وقت جب وہ نہیں جانتے تھے، کہ اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک سے کون سی چیز پوشیدہ ہے، اور یہ جنتِ ذات ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا !

وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ

کیونکہ فضل اُس کی رضاء پر مزید ہے۔

خدا کے سوا نہ وجود ہے نہ تاثیر

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ یعنی شیطان اپنے دوستوں سے خوف دلاتا ہے اور یہ اُس کے دوست لوگوں سے اُس کی مثل وہ لوگ ہیں جو اپنے نفسوں کے ساتھ محجوب ہیں یا یہ کہ تمہیں اُن کے دوست دھمکیاں دیتے ہیں تو اُن سے نہ ڈرو اور نہ اُن کے وجود کے ساتھ بڑھو اور اگر تم موحد ہو تو مجھ سے ڈرو یعنی میرے غیر سے مت ڈرو اس لئے کہ نہ میرے غیر کا وجود ہے اور نہ عین اور تاثیر،

طویل زندگی طویل رُسوائی کا باعث

وَلَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ ۚ اور محبوب آپ کفر میں دوڑنے والوں کا غم نہ کریں کہ وہ آپ کو نقصان پہنچا سکیں گے۔ اِس لئے کہ اُن کا حجاب اَصلی ہے اور اُن کی ظلمت

ذاتی ہے۔

اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ط وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے، اِملاءِ کفار اور اُن کی لمبی زندگی اُن کے عذاب کی شدّت کا باعث اور اُن کی اِنتہائی ذلّت ورُسوائی ہے اور لمبی عمر کے ساتھ اُن کی ذلتوں کا زیادہ ہونا حجاب پر حجاب اور دُوری پر دُوری ہے اور حق تعالیٰ سے جس کی دُوری جتنی زیادہ ہوگی اُسی قدر اُس کی عزّت ممنوع اور اُس کی ذلّت ورُسوائی کا زیادہ ہونا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۷۹ تا ۱۸۰)

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ج وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ط سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾

ترجمہ ! اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چُن لیتا ہے اپنے رسولوں سے۔ جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔ اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے

خباثت اور پاکیزگی میں اِمتیاز

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ

الطَّیِّبِ ؕ اور اللہ مسلمانوں کو اُس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر تم ہو یعنی ظاہر اسلام اور تصدیقِ قلب تک ہی بات نہیں رہے گی بلکہ اللہ تعالیٰ اُن کی صفاتِ نفس، شکوکِ وہم، حظوظِ شیطان اور خواہشاتِ ہوس کی خباثتوں کو صفاتِ قلب کی پاکیزگیوں سے الگ کر دے گا اور صفاتِ قلب کی یہ پاکیزگیاں، اَخلاص و یقین، مکاشفات و مشاہداتِ رُوح، مناغیات و مسامراتِ سِرّ، خالص معرفت آزمائش و اِبتلاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور تمہارے درمیان فتنوں اور مصائب کا پیدا ہونا ہے۔

اَنبیاء غیب جانتے ہیں اور دوسروں کو غیب کا علم دیتے ہیں

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ اور اللہ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ تمہیں حقائق میں سے تمہارے وجود کے غیب اور جو تم میں اَحوال کا منہ ہیں کہ غیب پر بغیر رسولوں کے واسطہ کے مطلع کرے کیونکہ عدمِ مناسبت اور اُس سے اِلقائی اِستعداد کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے تمہارے اور اُس کے درمیان بُعد ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص مگر جسے اللہ اپنے رسولوں سے پسند فرما لے اُسے کشف کے ساتھ اپنے حقائق و اَسرار پر مطلع فرما دیتا ہے تا کہ وجود کے خزانوں سے جو تم سے غائب ہے تمہیں دکھائے اور اُن اَسرارِ جنسیتِ نفسانیہ پر تمہیں مطلع کرے جو اُس کے اور تمہارے درمیان ہے جو کہ تمہاری ہدایت کے اِمکان کا موجب ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیز کرو گے تو تمہارے لئے اَجرِ عظیم ہے۔ یعنی تصدیقِ قلبی اِرادت اور شریعت کے ساتھ تمسّک کرے اور اللہ اور اُس کے رسول پر اِیمان لائے تا کہ تُم اُن سے سیکھو اور قبول کرو اور اگر اِس تحقیقی ایمان اور یقین کی طرف سلوک اور طریقت میں

متابعت کرو اور حجاباتِ نفسانیہ اور سلوک کے موانع سے بچو تو تمہارے لئے کشفِ حقیقت سے اجرِ عظیم ہے۔

حقداروں کو نہ دینے والے

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو اُنہیں اپنے فضل سے مال اور عِلم و قدرت اور جان عطا فرمائی ہے۔ اُسے اللہ کی راہ میں مستحقین و مُستعدین اور اَنبیاء و صدیقین پر خرچ نہیں کرتے بلکہ اُنہیں منع کرتے ہیں یا فنا فی اللہ نہیں ہوتے اور اِس کام کو اچھا سمجھتے ہیں تو یہ کام اچھا نہیں بلکہ بُرا ہے۔"

سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ عنقریب جس اَمر میں بُخل کیا تھا وہ قیامت کے دِن اُن کی گردنوں کا طوق بنایا جائے گا۔ اور یہ اُن کی تقید اور اللہ کی رُوح و رحمت سے محرومی کا سبب اور اُن کی ذِلت ہے اور نورِ جمالِ خُداوندی سے اُن کے پردے اور حجاب کا باعث ہے کیونکہ اُن کی محبت اور تعلق عطا کردہ چیز سے ہے عطا کرنے والے سے نہیں۔"

وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اور اللہ ہی نفوس اور اُن کی صفات کے آسمانوں اور زمین کا وارث ہے جیسا کہ قوت و قدرت اور علوم و اَموال اور ہر وہ چیز جس پر اِسمِ وجود کا اِطلاق ہوتا ہے۔ تو اُنہیں حق نہیں پہنچتا کہ اُسی کے مال سے اُس کے ساتھ بُخل کریں۔"

(تفسیر آیت نمبر ۱۸۱ تا ۱۸۷)

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ

وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ
رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ
الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ
فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۫
وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًا ؕ
وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴿۱۸۶﴾ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ٘ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا
قَلِیْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ﴿۱۸۷﴾

ترجمہ ! بے شک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا اور فرمائیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب۔ یہ بدلا ہے اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے قرار کر لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے تم فرما دو مجھ سے پہلے بہت رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے جو تم کہتے ہو پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا اگر سچے ہو۔ تو اے محبوب اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم سے اگلے رسولوں کو بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور چمکتی کتاب لے کر آئے تھے۔ ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے جو آگ سے بچا کر جنّت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہونچا اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔ بے شک ضرور تمہاری آزمائش ہوگی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور بے شک ضرور تم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ برا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔ اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے ذلیل دام حاصل کئے تو کتنی بری خریداری ہے

آگ کا قربانی کو کھالینا اور اُس کی صوفیانہ تفسیر

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾

بے شک اللہ نے اُن کی کہی ہوئی بات سن لی جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی اَب ہم لکھ رکھیں گے اُن کا کہا اور انبیاء کرام کو ناحق شہید کرنا اور فرمائیں گے آگ کا مزہ چکھو یہ اُس کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا وہ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے اِقرار لیا کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھا لے، آپ فرمادیں مجھ سے قبل بہت سے رسول کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے تھے جو تم کہتے ہو پھر اگر تم سچے ہو تو تم نے اُنہیں شہید کیوں کیا ؟

روایت ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کا معجزہ تھا کہ وہ اپنی قوم کو قربانی کا حکم دیتے پھر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے تو آسمان سے آگ آتی اور اُس قربانی کو کھا جاتی۔

اِس کی قربانی کو کھا جاتی کی تاویل یہ ہے کہ وہ اپنے نفوس کو لاتے تھے کہ ان کے ساتھ تقرّب اِلٰہی حاصل کریں اور زُہد و عبادت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے تھے تو آسمانِ رُوح سے عشق کی آگ آتی اور اُسے کھا جاتی اور اُسے وحدت میں فناء کر دیتی تو بعد ازاں اُن کی نبوّت دُرست اور ظاہر ہو جاتی۔

یہ بات بنی اِسرائیل کے عوام نے سُنی تو اُس کے ظاہر حال کا عقیدہ رکھنے لگے، اگر چہ یہ اَمر

عالمِ قدرت سے ممکن ہے تاہم وہ اِس آیت کا ہر نبی پر اِستنباط کرنے لگے جیسا کہ اُنہیں اللہ تعالیٰ کے قرض مانگنے سے یہ وہم ہو گیا کہ وہ انفاق فی سبیل اللہ کے ساتھ مال بخشتے ہیں اِس لئے کہ ثواب پورا ہو اور سلوک میں مٹ کر اَفعال وصِفات کی بخشش کرنے سے حق تعالیٰ کی صفات اور اُس کے اَفعال بدل جائیں اور اُنہیں مقامِ اَبدال حاصل ہو جائے اور وہ سمجھتے کہ حق تعالیٰ محتاج ہے اور وہ مالدار ہیں یا اُن کے خیال میں اَکابرین انبیاء کرام وہ تھے جنہیں وہ مقام بُعد میں سمجھتے تھے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۸۸ تا ۱۹۱)

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

ترجمہ ! ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کئے اُن کی تعریف ہو ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔ جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

اپنی تعریف پر خوش ہونا اور تفاخر کرنا

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بغیر کوئی عمل کئے خوش ہونے

والوں اور لوگوں سے اپنی تعریف کی خواہش رکھنے والوں کو عذاب سے دُور نہ سمجھنا اور اُن کے لئے عذابِ الیم ہے، یعنی جو اپنے اِیثار و اطاعت اور نیکیوں پر تکبّر کرتے ہیں اور رؤیتِ خداوندی سے محجوب ہیں اور اپنی تعریف کو پسند کرتے ہیں یعنی چاہتے ہیں کہ لوگ اُن کی تعریف کریں تو وہ لوگوں سے اپنی حمد و ثناء سننے کے ساتھ محجوب ہیں یا یہ کہ وہ نفس اَلامر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمود اور تعریف کئے گئے ہیں۔

بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا یعنی کوئی عمل نہیں کرتے بلکہ اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا فعل صادر ہوتا ہے اِس لئے کہ اللہ کے سوا کوئی فاعل نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں اور تمہارے اَعمال کو پیدا کیا ہے اور وہ عذابِ محرومی سے فائز ہیں اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے اِس لئے کہ وہ اپنی اِستعداد کے مکان میں اللہ تعالیٰ سے محجوب ہیں جبکہ اُن کا حق یہ ہے کہ فضیلت اور اچھے کام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں اور اپنی قوتوں اور طاقتوں کو اُسی کی طرف پھیر دیں اور اپنے نفسوں سے رؤیتِ فعل کے ساتھ محجوب نہ ہوں اور نہ ہی اِس فعل کے ساتھ اپنی مدح و ثناء کی توقع رکھیں۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اور آسمانوں اور زمین کا مُلک اللہ کے لئے ہے اِن میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اُس نے اپنے غیر کو عطا کی ہو تو مفاخرت اُس کی عطا کے ساتھ تکبّر کرنا ہے۔

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اُس کے سوا کسی کو فعل پر قدرت نہیں یہاں تک کہ اُس کی رؤیت کے ساتھ فخر کرے تو اِس اَمر کے ساتھ یہ خوشی فخر کی خوشی قرار پائے گی۔

تمام کائنات حق ہے

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ یعنی وہ لوگ جو تمام اَحوال میں اور تمام ہیئتوں پر مشاہدہ کے ساتھ مقامِ روح میں قیام کرتے ہیں اور مکاشفہ کے ساتھ محلِ قلب میں قعود کرتے ہیں اور پھر نفس کے مکان میں مجاہدہ کے ساتھ پھرتے ہیں۔ اور وہم کی آمیزش سے پاک

عقلوں کے ساتھ عالمِ اَرواح واَجساد کی تخلیق میں غور کرتے ہیں اور شہود کے وقت کہتے ہیں۔"

اَے رَب ہمارے تُو نے اِس مخلوق کو بیکار نہیں پیدا فرمایا یعنی کوئی ایسی چیز پیدا نہیں فرمائی جو تیری غیر ہو کیونکہ جو حق کے سوا ہو وہی باطل ہوتا ہے بلکہ تُو نے اِس مخلوق کو اپنے اَسماء وصِفات کا مظہر بنایا۔

اِلٰہی حجاب کی آگ سے بچالے

سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ یعنی تُو اپنے غیر کو پیدا کرنے سے پاک ہے یعنی تُو نے ایسی چیز کو پیدا نہیں فرمایا جو تیری فردانیت کے علاوہ ہو یا تیری وحدانیت کی ثانی ہو تو ہمیں اپنے اَفعال سے اِحتجابِ اَکوان اور اپنی صفات سے اَفعال کے پردے اور اپنی ذات سے صفات کے حجاب کی آگ سے بچالے اور یہ ایسا بچانا ہو جو مطلق پورا اور کافی ہو۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۹۲ تا ۱۹۵)

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَيۡتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىۡ لِلۡاِيۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَكَفِّرۡ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخۡزِنَا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسۡتَجَابَ لَهُمۡ رَبُّهُمۡ اَنِّىۡ لَاۤ اُضِيۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى ۚ بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا وَاُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَاُوۡذُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ وَقٰتَلُوۡا وَقُتِلُوۡا لَاُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗ حُسۡنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

ترجمہ! اے رب ہمارے بے شک جسے تو دوزخ میں لے جائے اُسے ضرور تو نے رسوائی دی اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا

فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں محو فرمادے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کر۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر بے شک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔ تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں کام والے کی محنت اکارت نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو تو وہ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے وہ لڑے اور مارے گئے میں ضرور ان کے سب گناہ اتار دوں گا اور ضرور انہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں اللہ کے پاس کا ثواب اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

اپنی ذات کا اثبات گناہ ہے

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اے ہمارے رب جسے تو حرمان و محرومی کی آگ میں داخل کرے اُس کے لئے بقیہ وجود کے ساتھ رُسوائی ہے جو کہ سب کی سب ذِلّت اور عار و شنار ہے۔ اور وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کا کوئی مددگار نہیں جو غیر خدا کو مطلقاً یا بقیہ کی صورت میں دیکھنے کا شرک کرتے ہیں۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ یعنی اے ہمارے رب ہم نے سماعتِ قلوب کے ساتھ اپنے اسرار کے منادی کو سُنا جو کہ وادیٔ رُوحِ ایمن کے کنارے اِیمان اَعیانی کی طرف آنے کی ندا کرتا تھا۔

اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ یعنی تم اپنے رب کے گواہ ہو جاؤ تو ہم تیرے گواہ ہیں۔

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ

اَے رب ہماری صفات کے گناہوں کو معاف فرمادے جو ہم نے تیری صفات کے ساتھ قائم کر رکھی ہیں اور جو تیرے اَفعال کے ساتھ ہم نے اپنے اَفعال کو دیکھنے کی بُرائیاں کی ہیں اُنہیں معاف فرمادے اور ہمیں اپنی ذوات سے اُن ابرار اَبدالوں کی صحبت میں فوت کردے جو اپنی

ذوات سے تیری ذات میں فنا ہوئے نہ کہ اُن ابرار کی صحبت میں فناء کرنا جو اپنے حال پر باقی رہتے ہوئے محوِ صفات کے مقام پر کُلّیۃً فوت نہیں ہوئے۔

اہل اللہ کی دُعا

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا یعنی اے رَب ہمارے ہمیں اپنے رسولوں کی اِتباع پر یا فناء کے بعد بقاء سے اپنے رسول پر محمول فرما اور توحید کے بعد اپنے عطا کردہ وجود کے ساتھ وہ عطا فرما جس کا تُو نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔

وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ اور ہمیں قیامتِ کبریٰ کے دن اور واحد وقہار اللہ کے لئے بروزِ خلقت کے وقت کثرت سے وحدت کے اور تفصیل سے جمع کے حجاب کے ساتھ رُسوا نہ فرمانا اور تو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور اِس کے پیچھے وہ مقام باقی رکھ جس کی طرف نہیں پہنچے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ تو اُن کے رب نے اُن کی دُعا سن لی کہ وہ تم سے کسی مذکر و مونث عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ مذکر سے مراد قلب کے اَعمالِ قلبیہ ہیں جیسا کہ اخلاص و یقین اور کشف ہیں کو اور مؤنث یعنی نفس کے اَعمالِ قالبیہ جیسا کہ اطاعت و مجاہدات اور ریاضات کو ضائع نہیں فرمائے گا۔

بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ تم آپس میں ایک ہو یعنی تمہیں اصلِ واحد اور حقیقتِ واحدہ نے جمع کر رکھا ہے جو کہ رُوحِ انسانیہ ہے یعنی تم ایک دوسرے سے پیدا ہوئے ہو تو تمہارے کچھ لوگوں کو ثواب اور کچھ کو حرام نہیں۔

دیارِ لذّات سے شہرِ توکّل کی طرف ہجرت کرنے والے

فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ تو وہ لوگ جنہوں

نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیف اُٹھائی یعنی جنہوں نے مالوفاتِ نفس کے اَوطان سے ہجرت کی اور اپنی صفات کے گھروں سے نکالے گئے یا یہ کہ اُنہوں نے اپنے اَحوال سے ہجرت کی جن کے ساتھ لذّت اندوز ہوتے تھے اور اُن مقامات سے نکالے گئے جن کی طرف سکونت کرتے تھے اور میرے اَفعال کے سلوک کی راہ میں بلا و محن اور شدائد و فتن میں مبتلاء ہوئے۔

اور صبر کو اختیار کیا اور تجلّیاتِ جلال اور عظمت و بڑائی کی سطوتوں کے ساتھ میری صفات کے سلوک کی راہ میں توکّل کے ساتھ فائز ہوئے تا کہ رضا کی طرف پہنچیں۔

وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ یعنی وہ لوگ جنہوں نے باقی ماندہ وجود کے ساتھ جہاد کیا اور کُلّی وجود میں فناء ہو گئے تو میں اُن کی بقایا برائیوں کو اور تمام تر صغائر و کبائر کو معاف کر دوں گا، اور اُنہیں تین مذکورہ جنتوں میں داخل کروں گا اور اُن سے تینوں وجود لے لینے کے معاوضہ میں ثواب عطا فرماؤں گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھا ثواب ہے یعنی اُس کے غیر کے پاس مطلقاً ثواب نہیں ہے،، کیوں کہ اُس سے کوئی چیز باقی نہیں، اِس لئے فرمایا واللہ، کیونکہ اِسم اللہ تمام صفات کا جامع ہے تو اچھا نہ جانا کہ اِس مقام پر رحمان یا اِسمِ ذات کے علاوہ کوئی دوسرا نام لیا جائے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۹۶ تا ۲۰۰)

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١٩٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۟ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾ وَاِنَّ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ

بِاللّٰهِ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ خٰشِعِيۡنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشۡتَرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَصَابِرُوۡا وَرَابِطُوۡا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۲۰۰﴾

ترجمہ ! اے سننے والے کافروں کا شہروں میں اہلے گہلے پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے۔تھوڑا برتنا ہے پھر انکا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی برا بچھونا۔لیکن وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کی طرف کی مہمانی اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکیوں کے لئے سب سے بھلا۔اور بے شک کچھ کتابی ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا اُن کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل دام نہیں لیتے یہ وہ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔

اہلِ کتاب محجوب ہیں

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِى الۡبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِيۡلٌ ۟ کافروں کے اپنے شہروں میں اُکڑتے ہوئے پھرنے کے باعث دھوکا نہ کھائیں یعنی وہ اُس توحید سے حجاب میں ہیں جو مقامات واحوال میں دینِ حق ہے۔

اور متاعِ قلیل سے مراد مقامات کے ساتھ اِحتجاب ہے جس میں بہت کم تمتع ہے۔

ثُمَّ مَاۡوٰهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ پھر اُن کے واسطے محرومی کا جہنم اور برا بچھونا ہے۔

لٰكِنِ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ لَهُمۡ جَنّٰتٌ لیکن وہ لوگ جو مومنوں میں سے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یعنی وجوداتِ ثلاثہ سے مجرّد ہیں اُن کے لئے تین جنتیں اور اللہ کی طرف سے مہمانی ہے۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ یعنی اہلِ کتاب توحید سے محجوب اور احوال و مقامات میں صفت کی تبدیلی کے ساتھ ذکر کئے گئے اللہ کے ساتھ اِیمان لانے سے مراد وہ لوگ ہیں جو توحیدِ ذاتی اور اُس اَمر کے ساتھ متحقق ہونے والے جو تمہاری طرف سے علمِ توحید اور استقامت سے نازل ہوا اور جو اُن اہلِ کتاب کی طرف مبداء و معاد کے علم سے نازل ہوا جبکہ اللہ سے ڈرنے والوں سے مراد تجلیءذات کو قبول کرنے والے ہیں۔

لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کی تجلیات کے ساتھ قلّت سے موصوفِ بقیہ کے دام نہ خریدیں۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اُن کے لئے مذکورہ جنتوں کا اُن کے رَب کے پاس سے اَجر ہے اور اللہ اُن کا جلد ہی حساب لے گا اور بدلہ دے گا'' اُنہیں باقی ماندہ وجود کا اثبات کرنے پر سزا دے گا یا مواطنِ ثلاثہ میں اُن کے حسبِ درجات بقا یا وجود کی نفی کا ثواب عطا فرمائے گا۔

سرمدی کامیابی حاصل کرو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اَے اِیمان والو اللہ کے لئے صبر کرو اور اللہ کے ساتھ صبر میں آگے رہو اور اللہ کے ساتھ رابطہ رکھو اور اللہ سے ڈرو یعنی مجاہدہ کے ساتھ مقامِ نفس میں صبر کرو اور مقامِ قلب میں مکاشفہ کے ساتھ تجلّیاتِ صفات کی سطوتوں کے ساتھ صبر کرنے میں آگے رہو اور مشاہدہ کے ساتھ تمہاری ذوات مقامِ رُوح میں رابطہ رکھیں یہاں تک کہ تمہاری فترت یا غفلت یا غَیبت تلونیات کے ساتھ غلبہ حاصل نہ کرے اور مقامِ صبر میں مخالفت وریاء سے اور مصابرہ میں اعتراض و اِمتلاء اور رابطہ میں بقیہ اور جفا سے اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم فلاحِ حقیقی سرمدی سے کامیابی حاصل کرو اور یہ وہ فلاح ہے جس کے پیچھے کوئی فلاح نہیں۔

سورۃ نساء

(تفسیر آیت نمبرا)

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

ترجمہ ! اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے

نفسِ ناطقہ ہی حقیقی آدم ہے

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ یعنی اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی صفتِ انتحال میں خود سے نیکیوں کے صادر ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے لئے جو تم سے نیکی صادر ہو اُس میں اپنے لئے صفتِ اِتقاء سے تمسک کرو اور کہو یہ قادرِ مطلق سے صادر ہوئی ہے۔

الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وہ ذات جس نے تمہیں نفسِ واحدہ سے پیدا کیا اس لئے مراد نفسِ ناطقہ کلیہ ہے جو کہ قلبِ عالم ہے اور یہی آدمِ حقیقی ہے۔

جناب حواء کو کہاں سے پیدا فرمایا

وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا یعنی اُسے لفظِ حقانیہ سے پیدا کیا اور بعض نے کہا کہ اُسے عالمِ کون سے ملی ہوئی جہت کی بائیں پسلی سے پیدا کیا کیونکہ یہ حق سے ملی ہوئی جہت سے کمزور تر ہے اور اگر حضرت آدم علیہ السلام کی بیوی نہ ہوتی تو اُنہیں دنیا کی طرف نہ اُتارا جاتا جیسا کہ مشہور ہے کہ ابلیس نے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے اغواء کی طرف حضرت حواء کے اغواء کو وسیلہ بنایا اور اِس میں شک نہیں کہ تعلق بدنی بغیر اس کے واسطہ کے پورا نہیں ہوتا۔

اَصحابِ قلوب باپوں کی اور اصحابِ نفوس ماؤں کی طرف آئے

وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً ۚ تو اللہ تعالیٰ نے اُن میں سے بہت سے اَصحابِ قلوب کو اُن کے باپوں کی طرف اُتارا ہے اور نساء یعنی اصحابِ نفوس وطبائع کو اُن کی ماؤں کی طرف اُتارا۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيۡبًا یعنی تم اُس کی ذات میں اپنے وجود کے اَثبات سے اللہ سے ڈرو اور اُسے اپنے لئے توحید میں فناء ہونے سے بقیہ کے ظہور کے وقت بچو یہاں تک کہ رؤیتِ فناء کے ساتھ محجوب نہ ہو جاؤ۔

حقیقی رشتے کیا ہیں ؟ اُن کا لحاظ کرو

الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ یعنی تم اللہ سے مانگتے ہو نہ کہ خود سے اور اَرحام یعنی فرشتوں کا لحاظ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ حقیقی ارحام یعنی قرباء مبادیٔ عالیہ کے مفارقات سے ڈرو اور انبیاء کرام اور اولیاءِ عظام کی اَرواح سے عدمِ محبّت کی وجہ سے الگ ہونے میں ڈرو اور انہیں اپنی سعادتوں اور کمالات کے حصول میں اپنے لئے وقائیت بناؤ کیونکہ اِتصال ووحدت سے اِنفصال وکثرت کی

" طرف قطع رحمی محبت کی توجّہ کو ختم کر دیتی ہے اور یہ جنابِ حق تعالیٰ سے حقیقی دُشمنی اور کلّی بُعد ہے اِس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

" صلة الرحم تزيد في العمر "

"یعنی صلہ رحمی بقائے دوام کو واجب کرتی ہے"

اور جاننا چاہیے کہ رحمِ باطن میں اِتصالِ حقیقی کی ظاہر صورت ہے اور توحید میں حکمِ ظاہر حکمِ باطن کی طرح ہے تو جو مراۃِ ظاہر پر قُدرت نہیں رکھتا وہ مراۃِ باطن پر قُدرت نہیں رکھتا۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا بے شک اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے یعنی وہ تمہیں دیکھ رہا ہے کہ تم اپنی صفات کی صفت یا اپنے باقی ماندہ وجود کے ظہور کے اَثبات کے ساتھ اُس سے حجاب میں ہو تو وہ تمہیں معذّب کرے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲ تا ۲۳)

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ② وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ③ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ④ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ⑤ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا

عَلَيْهِمْ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝٦ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ص
وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ط نَصِيْبًا
مَّفْرُوْضًا ۝٧ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ
وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝٨ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا
خَافُوْا عَلَيْهِمْ ص فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝٩ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ
الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝١٠ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ
اَوْلَادِكُمْ ق لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ج فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا
تَرَكَ ج وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا
تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ج فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ج فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ
اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ط اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا
تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝١١ لَكُمْ
نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ج فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا
تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ط وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ
وَلَدٌ ج فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ
دَيْنٍ ط وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
السُّدُسُ ج فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ
اَوْ دَيْنٍ لا غَيْرَ مُضَآرٍّ ج وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝١٢ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط وَمَنْ
يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَذٰلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ ۝١٣ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ص وَلَهٗ

عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾ وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً
مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ
لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿١٥﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۗ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿١٦﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ
يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ
التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ
وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۗ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۗ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ
اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ
تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿١٩﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ
زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ۗ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا
مُّبِيْنًا ﴿٢٠﴾ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا
غَلِيْظًا ﴿٢١﴾ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً
وَّمَقْتًا ۗ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿٢٢﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ
وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ
الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ
بِهِنَّ ۡ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۡ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ
مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا ﴿٢٣﴾ ۙ

ترجمہ ! اور یتیموں کو اُن کے مال دو اور ستھرے کے بدلے گندا نہ لو اور ان کے مال اپنے

مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بے شک یہ بڑا گناہ ہے۔اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو(۲) دو(۲) اور تین(۳) تین(۳) اور چار (۴) چار(۴) پھر اگر ڈرو کہ دو(۲) بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔اور عورتوں کے ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے اور انہیں اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انہیں سپرد کردو اور انہیں نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس جلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو حاجتمند ہو وہ بقدر مناسب کھائے پھر جب تم ان کے مال انہیں سپرد کرو تو ان پر گواہ کرلو اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو۔مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا۔پھر بانٹتے وقت اگر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔اور ڈریں وہ لوگ کہ اگر اپنے بعد ناتواں اولاد چھوڑتے تو ان کا کیسا انہیں خطرہ ہوتا تو چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کریں۔وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے میں جائیں گے۔اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو(۲) بیٹیوں برابر پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو(۲) سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد ہو پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دَین کے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بے شک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔اور تمہاری بیبیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کی اولاد ہو تو اُن کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دَین نکال کر اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر

تمہارے اولاد نہ ہو پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دین نکال کر اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اُسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے۔ اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنے میں کے چار (۴) مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اٹھا لے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے۔ اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کریں ان کو ایذا دو پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نیک ہو جائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی ہی دیر میں توبہ کرلیں ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی اور نہ اُن کی جو کافر مریں اُن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اے ایمان والو تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت سے کہ جو مہر ان کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔ اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اُسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا اسے واپس لو گے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے۔ اور کیونکر اُسے واپس لو گے حالانکہ تم میں ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہولیا اور وہ تم سے گاڑھا عہد لے چکیں۔ اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو ہو گزرا وہ بے شک بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بری راہ۔ حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں

اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں اُن بی بیوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو تو پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیبیں اور دو (۲) بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہو گزرا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

حقیقی یتیم کون ہیں ؟ اُنکے اَموال اُنکو دو

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ یعنی اپنے قوائے رُوحانیہ کے یتیموں کو جو کہ اپنے باپ رُوحِ قدسی کی تربیت سے منقطع ہیں اُن کے اَحوال عطا کرو یعنی اُن کی معلومات اور کمالات اُن کو دو جن کے ساتھ وہ تمہارے زیرِ تربیت ہیں۔

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ یعنی محسوسات و خیالات وسوسوں اور وہم کے داعیوں اور تمام قوائے نفس جو کہ نفس کے اَموال ہیں کہ ساتھ اُن کے پاکیزہ اَموال کو تبدیل نہ کرو۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ط اُن کے مال اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ یعنی اُن کے اور اپنے اَموال کو مخلوط نہ کرو کیونکہ باطل کے ساتھ حق مشتبہ ہو جاتا ہے اور نہ ہی تم اُنہیں اپنی لذاتِ حِسیہ اور کمالاتِ نفسیہ حاصل کرنے میں استعمال کرو کہ تم اپنے ادنیٰ دُنیوی مطالب میں اُس کے ساتھ نفع حاصل کرو، اور اُسے اپنے نفوس کی غذا بناؤ۔

اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ②

بے شک یہ بڑا اجباب اور حرمان و محرومی ہے۔

تفسیر ابن عربی کے چوتھے پارے کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا

صائم چشتی

پانچواں
پارہ

(تفسیر آیت نمبر ۲۴ تا ۳۶)

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ
مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ
مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ
الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ
الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ
بِاِيْمَانِكُمْ ۭ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ
بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ
مِنْكُمْ ۭ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ
وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ
يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۣ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾
يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا
اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا
اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ
نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ
سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰي
بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۭ وَسْــَٔـلُوا اللّٰهَ
مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ

وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ
شَهِیْدًا ﴿۳۳﴾ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا
مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ
نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا
عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا
مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا
خَبِیْرًا ﴿۳۵﴾ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى
وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ
السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾

ترجمہ ! اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آجائیں یہ اللہ کا نوشتہ ہے تم پر اور اُن کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو قید لاتے نہ پانی گراتے تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو ان کے بندھے ہوئے مہر انہیں دو اور قرار داد کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہو جائے تو اُس میں گناہ نہیں بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور تم میں بے مقدوری کے باعث جن کے نکاح میں آزاد عورتیں ایمان والیاں نہ ہوں تو اُن سے نکاح کرے جو تمہارے ہاتھ کی مِلک ہیں ایمان والی کنیزیں اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم میں ایک دوسرے سے ہے تو ان سے نکاح کرو اُنکے مالکوں کی اجازت سے اور حسب دستور اُن کے مہر انہیں دو قید میں آتیاں نہ مستی نکالتی اور نہ یار بناتی جب وہ قید میں آجائیں پھر برا کام کریں تو اُن پر اس سزا کی آدھی ہے جو آزاد عورتوں پر ہے یہ اس کے لئے جسے تم میں سے زنا کا اندیشہ ہے اور صبر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے صاف بیان کر دے اور تمہیں اگلوں کی روشیں بتادے اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے اور جو اپنے مزوں کے پیچھے پڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت الگ ہو جاؤ۔ اللہ چاہتا ہے

کہ تم پر تخفیف کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا۔ اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضا مندی کا ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔ اور جو ظلم زیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اُسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔ اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔ اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی مردوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی سے حصہ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ اور ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنا دیئے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا انہیں اُن کا حصہ دو بے شک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔ مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کئے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور اُنہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو اُن پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو بے شک اللہ بلند بڑا ہے۔ اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا

اَثباتِ غیر گناہِ عظیم ہے

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبٰٓاِٮِٕرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا اگر تم اُن کبائر سے اِجتناب کرو جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو تمہارے دیگر گناہ ہم بخش دیں گے اور عزّت کی جگہ داخل کریں گے۔

یعنی وجود میں اَثباتِ غیر سے بچو کیونکہ یہ ذاتاً صفتاً اور فعلاً شرک ہے اِس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے وجود کے علاوہ وجود کا اَثبات کرنا اَکبرالکبائر اور سب سے بڑا گناہ ہے جیسا کہ کہتے ہیں۔

"وجودك ذنب لا يقاس به ذنب"

"یعنی تیرا وجود ایسا گناہِ عظیم ہے جس کے ساتھ گناہ کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔"

پھر اِس پر زیادتی صفات کے اَثبات کے ساتھ ذات میں اثنینیت یعنی دوئی کا اثبات کرنا ہے۔

فرمانِ مولا علی علیہ السلام

جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا!

"الاخلاص له نفي الصفات عنه"

"یعنی اخلاص اُس سے صفات کی نفی کرنا ہے۔"

صغیرہ گناہ بخشنے سے کیا مراد ہے

تمہارے دوسرے گناہ بخش دیئے جائیں گے سے مراد یہ ہے کہ نفس وقلب کے ظہور کے ساتھ اپنی صفات سے صفت کو زندگی دے دیں گے کیونکہ وہ نورِ توحید کے ظہور کے بعد ثابت نہیں اور تکریم کی جگہ داخل کرنے سے مراد یہ ہے کہ عین الجمع کے حضرت میں داخل کر دیں گے کیونکہ اُسی میں کرم اور بزرگی ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ اور تم میں سے جو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے پر فضل کیا ہے اُس کی تمنا نہ کرو، یعنی استعدادات اوّلیت کے اعتبار سے کمالاتِ مرتبہ کی آرزو نہ کرو کیونکہ ہر اِستعداد اُس کی ہُویت کے ساتھ اَزل میں کمال اور اپنے مناسبِ سعادت کی مقتضی ہے اور اِس کمالِ خاص کا حصول اُس کے علاوہ کے لئے محال ہے اِس لئے لفظ تمنّا کا ذکر

فرمایا جو کہ ایسی چیز کو طلب کرنا ہے جس کا حصول طالب کے لئے اُس کے سبب کے اِمتناع کی وجہ سے منع ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ؕ یعنی افرادِ واصلین کے لئے اُن کی اصلی اِستعداد کے نور کا حصہ ہے۔

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ یعنی ناقصین اور وصول سے قاصرین کا اُن کی اِستعداد کے مطابق حصہ ہے۔

خدا سے اپنی شان کے لائق مانگو

وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ یعنی اللہ تعالیٰ سے وہ افاضہ کمال طلب کرو جو تزکیہ وتصفیہ کے ساتھ تمہاری اِستعداد کا مقتضی ہے یہاں تک کہ تمہارے اور اُس کے درمیان وہ اَمر حائل نہ ہو جس سے محجوب ہو جاؤ اور اور محرومی کی آگ کے ساتھ معذّب کئے جاؤ۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اُس اَمر کو یقیناً جانتا ہے جو تم پر پوشیدہ ہے جیسا کہ تمہاری اِستعداد میں قوت کے ساتھ اَمن تو تمہاری اُس دعا کو قبول کیا جاتا ہے جس کے تم لائق ہو جیسا کہ فرمایا !

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ

(سورۃ ابرہیم آیت ۳۴)

تم اُس سے جو مانگو گے وہ عطا فرمائے گا یعنی زبان اِستعداد سے جو بھی دُعا کی جائے گی قبول ہو گی جیسا کہ فرمایا !

اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ

(سورۃ مومن آیت ۶۰)

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف توجّہ اور اُس میں فناء

ہونے کے ساتھ عبادت کے لئے اُس کو خاص کرلو اور عبادت کا مفہوم اِنتہائی تذلل و انکسار ہے اور اپنے وجود کے اثبات کے ساتھ اُس کے ساتھ شرک نہ کرو۔

رُوح اور نفس کے ساتھ اِحسان کرو

وَّبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿٣٦﴾

یعنی رُوح اور نفس کے ساتھ احسان کرو کیونکہ اِن دونوں سے قلب پیدا ہوتا ہے اور وہ تمہاری حقیقت ہے اور تم اُس کے علاوہ اور کچھ نہیں اور رُوح و نفس دونوں کے حقوق پورے کرو اور اُن کے حقوق کی رِعایت کا خیال رکھو اور اوّل یعنی رُوح سے اِستفاضہ اور اُس کی طرف توجہ کے ساتھ اُس سے تسلیم و تعظیم سے پیش آؤ اور دوسرے یعنی نفس کا تزکیہ کرو اور دُنیا کی محبت کی غلاظتوں سے اُس کی حفاظت کرو، اور اُس کی حرص اور شر اور اُس جیسے اُمور میں اُس کی تذلیل کرو کیونکہ یہ اَمر شرِ شیطان اور اُس کی عداوت سے ہے اور نفس پر اُس کے حقوق زیادہ ہونے کی وجہ سے رافت و حمیت کے ساتھ اُس کی مدد کرو اور اُس سے حظوظ کو روکو۔"

اور بِذِي الْقُرْبَىٰ سے مراد یہ کہ استعدادِ اَصلی اور مشاکلتِ رُوحانیہ کی قربت کہ اِعتبار سے فی الحقیقت جو تمہارے مناسب ہے قریبیوں کا حق ادا کرو۔

اور وَالْيَتَامَىٰ سے مراد وہ مستعد حضرات ہیں جو اپنے حقیقی باپ رُوحِ قدسی کے نُور سے اُس کے اِحتجاب کی وجہ سے کٹے ہوئے ہیں۔

اور مساکین وہ عامل حضرات ہیں جن کے پاس مال نہیں یعنی علوم و معارف اور حقائق سے حصّہ نہیں تو وہ ٹھہرے ہوئے ہیں اور اُن میں چلنے کی سکت نہیں اور یہ وہ سعید اور نیک لوگ ہیں جن کا

مآل جنتِ اَفعال کی طرف ہے۔

اور وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی سے مراد وہ لوگ ہیں جو مقاماتِ سلوک میں سے تیرے مقام کے نزدیکی مقام میں ہیں اور الْجَارِ الْجُنُبِ سے مراد وہ پڑوسی ہے جو اپنے مقام میں تیرے مقام سے دُور ہیں۔

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وہ ساتھی ہے جو عین تمہارے مقام میں ہے اور تمہاری سیر میں تمہارا رفیقِ سفر ہے۔

وَابْنِ السَّبِیْلِ یعنی پناہ گاہِ نفس سے غربت و مسافری میں داخل ہو کر حق کی راہ پر چلنے والا وہ سالک جو اہل اللہ کے مقامات سے کسی مقام پر نہ پہنچ سکا ہو وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ یعنی تمہارے وہ محب اور اہلِ اِرادت جو تمہارے غلام ہیں اُن میں سے ہر ایک پر اُس کے لائق اور اُس کے مناسب احسان کرو۔

ذوی القربٰی کا ایک اور معنے

اور اگر آپ چاہیں تو ذَوِی الْقُرْبٰی سے مراد اُن مجرّدات کو لے سکتے ہیں جو ملکوتِ عالیہ سے اُس کے ساتھ متصل ہیں اور یتامٰی سے مراد رُوحانی قوتیں ہو سکتی ہیں جیسا کہ گذر چکا ہے اور مساکین حواسِ ظاہری وغیرہ سے نفسانی قوتیں اور جار ذی القربٰی سے، عقل جار الجنب سے، وہم صاحب بالجنب سے، شوق واردات اور ابن السبیل سے، فکر اور ملکاتِ مکتسبہ کے ممالیت جو کہ خوبصورت اَفعال کے مصادر ہیں مراد لے سکتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا یعنی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں فرماتا جو سلوک میں اللہ تعالیٰ کے بغیر اپنی ذاتی کوشش کرتا ہے اور اپنے اَعمال پر فخر اور گھمنڈ کرتا ہے اور اپنے اَحوال و مقامات اور اپنے کمالات پر تفاخر اور اِظہارِ مسرت کرتے ہوئے اپنے کمالات کو

اور اُن کمالات کے ساتھ اپنے متصف ہونے کو دیکھنے سے محجوب ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۳۷ تا ۴۱)

الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ وَیَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ وَیَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّهِیۡنًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ وَمَنۡ یَّكُنِ الشَّیۡطٰنُ لَهٗ قَرِیۡنًا فَسَآءَ قَرِیۡنًا ﴿۳۸﴾ وَمَاذَا عَلَیۡهِمۡ لَوۡ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمۡ عَلِیۡمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنۡ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفۡهَا وَیُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡهُ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۴۰﴾ فَكَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِیۡدًا ﴿۴۱﴾

ترجمہ! جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اُسے چھپائیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ قیامت پر اور جس کا مصاحب شیطان ہوا تو کتنا برا مصاحب ہے۔ اور ان کا کیا نقصان تھا اگر ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر اور اللہ کے دیئے میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے اور اللہ ان کو جانتا ہے۔ اللہ ایک ذرّہ بھر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اُسے دونی کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔ تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

رُوحانیت کا فیض روکنے والے بخیل ہیں

الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ وَیَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ وَیَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ یعنی وہ بخیل ہیں جو اپنے کمالات و علوم کو اپنی طبیعتوں اور غرائز میں پوشیدہ کر کے روک لیتے ہیں اور اُن کے وقت میں اُنہیں عمل کے ساتھ ظاہر نہیں ہونے دیتے، پھر اُن پر حقداروں کے جو حق ہیں اُنہیں زیادہ کرنے سے روک دیتے ہیں اِس کے لئے فناء فی اللہ کے ساتھ اپنی محبت کی

بناء پر اپنی صفات اور ذوات عطا نہیں کرتے اور نہ ہی اُن مستحقین پر جن کا ہم نے ذِکر کیا ہے اپنے علوم واخلاق اور کمالات کے اموال خرچ کرتے ہیں۔"

اور دوسرے لوگوں کو بخیلی پر اُکسانے سے یہ مُراد ہے کہ وہ اُنہیں اپنے حال کی مثل پر حمل کرتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو اُنہیں اپنے فضل سے توحید اور معارف واخلاق عطا فرمائے ہیں، اپنی اِستعداد اور قوت کے اندھیرے میں پوشیدہ رکھتے ہیں گویا کہ اُن میں یہ چیزیں موجود ہی نہیں اور ہم نے حق سے محجوب رہنے والوں کے لئے اُن کے وجوہ کی ذِلّت اور اُن کی صفات کے عیوب میں رُسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ریاکاری کرنے والے

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اور وہ لوگ جو اپنے اَموال لوگوں کو دکھاتے ہیں یعنی اپنے کمالات کو عدم کی پوشیدگی سے ظاہر کرتے ہوئے اُنہیں فعل کی طرف نکالتے ہیں وہ اپنے نفسوں کی وجہ سے اُس کی ریاء اور رؤیت سے محجوب ہیں اور لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ اُن کے لئے اِس اَمر کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ پر حقیقی اِیمان نہیں لاتے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ مُطلق کمال اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور اُس کے غیر کا وجود کہاں ہے ؟ یہاں تک کہ جو وجود ہوگا اُسی کا ہوگا تو اگر وہ اِس پر اِیمان لے آتے تو اپنے نفسوں کے کمال کو دیکھنے کے حجاب سے خلاصی حاصل کرتے ہیں اور فخر وغرور کے گناہ سے نجات پالیتے ہیں۔"

اور یومِ آخرت پر اِیمان نہ لانے سے مُراد یہ ہے کہ وہ فناء فی اللہ ہونے اور واحدِ قہار کے رُوز وظہور پر اِیمان نہیں رکھتے ورنہ گناہِ شرک سے مُتنفّر ہوجاتے اور یہ اُن کی شیطانِ وہم سے مقارنت اور آپس میں قُربت کی وجہ سے ہے۔

شیطان کی مصاحبت کیسے ؟

وَمَنۡ يَّكُنِ الشَّيۡطٰنُ لَهٗ قَرِيۡنًا فَسَآءَ قَرِيۡنًا اور جس کا مصاحب اور ساتھی شیطان ہوا تو شیطان کتنا بُرا مصاحب ہے۔

وَمَاذَا عَلَيۡهِمۡ لَوۡ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمۡ عَلِيۡمًا یعنی اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اُس میں فناء ہونے کی تصدیق کرتے اور اللہ تعالیٰ نے جو کمالات اُنہیں عطا فرمائے تھے اُنہیں اپنی ذوات سے محو کرتے ہوئے اُن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے تو اُن کا کیا نقصان تھا اور اللہ تعالیٰ اُن کے فناء کے بعد بقاء کی طرف بڑھنے کو جانتا ہے اور اُسے علم ہے کہ اُن کے صفات و کمالات اللہ تعالیٰ کے ہیں نہ کہ اُن کے ذاتی ہیں۔

شہودِ ذاتی اَجرِ عظیم

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ‌ ۚ وَاِنۡ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفۡهَا وَيُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡهُ اَجۡرًا عَظِيۡمًا یعنی اللہ تعالیٰ فناء فی اللہ ہو جانے والوں کے اِن کمالات میں ذرّہ برابر کمی نہیں فرماتا بلکہ تائیدِ حقانی کے ساتھ اُنہیں دُگنا فرماتا ہے اور نیکی وُہی ہو گی جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اُس کا جو اپنے پاس سے اَجرِ عظیم عطا فرماتا ہے وہ نیکی کرنے والے کی آنکھ سے پوشیدہ نہیں ہوتا یعنی یہ اَجر وہ شہودِ ذاتی ہے جس کی موجودگی میں تفاصیلِ صفات سے حجاب نہیں ہوتا۔"

اُمتوں کی گواہی کس اِعتبار سے ہے

فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيۡدًا شہید اور شاہد میں کوئی اَمر موجود نہیں جس سے وہ عرفان میں کسی درجہ پر پہنچتا ہے اور اُس پر غالب

آتا ہے اور اپنے حال وعمل اور اپنی کوشش سے کاشف ہے تو وہ اپنی کوشش سے جس مقام پر پہنچتا ہے وہ یا تو صفاتِ حق کی صفت سے ہوگا یا ذات سے ہو تو اُمّتِ شہید یعنی گواہ اُس اِعتبار سے ہے جس کی طرف اُنہیں اُن کے نبی نے بلایا اور جس کی اُنہیں اُس نے پہچان کرائی اور نبی اُنہیں نہیں بلاتا مگر اُس طرف جس طرف وہ معرفت میں اپنے مقام سے پہنچتا ہے۔

محمدی ہر صورت میں خدا کو پہچان لیتا ہے

اور نبی اپنی اُمّت کی اِستعداد کے مطابق مبعوث ہوتا ہے تو اُمتی اپنے نبی کے کمال کی صُورت میں اپنی اِستعداد کے نور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو جان لیتے ہیں اِس لئے حدیث پاک میں وارد ہوا ہے۔

"ان اللہ یتجلی لعبادہ فی صورۃ معتقدھم"

''بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں میں اُن کے معتقد کی صورت میں تجلی فرماتا ہے۔''

تو تمام مِلل و مذاہب سے ہر ایک اُسے جان لیتا ہے پھر اِس صورت سے پھر کر دوسری صورت میں ظہور فرماتا ہے تو اُسے محض مؤحدین جانتے ہیں جو ہر دروازے سے حضرتِ اَحدیت میں داخل ہوتے ہیں اور جس طرح ہر اُمّت کے لئے گواہ ہے اِسی طرح ہر مذہب کے لئے گواہ ہے اور ہر گواہ اور شاہد اپنے مشہود کے حال کو کھولتا ہے۔

رہے محمدی حضرات؟ تو وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال کے مقام کی وجہ سے تمام صفات کے ساتھ محبوب الموصوف اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں کیونکہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور آپ کو جامع کلمات عطا فرمائے گئے ہیں اور آپ مکارم اخلاق کو پورا فرمانے والے ہیں تو لاجرم آپ کے اُمتی تمام صورت میں تحوّل اور پھرنے کے وقت اللہ

تعالیٰ کو پہچان لیتے ہیں اِس لئے کہ اُنہوں نے حقِ متابعت ادا کرتے ہوئے اپنے نبی کا اِتباع کیا ہے اور وہ اپنے نبی کی طرح موحدین ومحبوبین ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۴۲ تا ۴۳)

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

ترجمہ ! اس دن تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کردی جائے اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔ اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری میں اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بے شک اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

کافروں کی یہ آرزو ہوگی

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا یعنی جنہوں نے حق سے حجاب کا کفر کیا اور دین کے حجاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اُس روز تمنّا کریں گے کہ کاش اُنہیں مٹی میں دبا کر برابر کر دیا جاتا یعنی اِستعداد کی زمین میں دفن کر دیا جاتا تو اُن کے نفوس کا نشان تک مٹ جاتا یا اُن کے نفوس بالکل صاف اور سادہ ہوتے جن میں عقائد باطلہ اور باقی رہنے والے رذائل میں سے کچھ بھی نقش نہ

ہوتا، اور اللہ سے وہ کوئی چیز نہیں چھپا سکتے یعنی اُن نقوش سے کوئی بات چھپانے پر قادر نہیں یہاں تک کہ اُس کی سزا کے ساتھ عذاب دیئے جائیں گے۔

نشے کی حالت کیا ہے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ یعنی اَے علمی ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ کیونکہ عینی اِیمان والا اپنی نماز میں غافل نہیں ہوتا۔"

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى سے مزید مراد ہے کہ غفلت کی نیند کی حالت میں ہونے کے وقت یا خواہشات و محبتِ دُنیا میں مخمور ہونے کے وقت مقامِ حضور اور مناجاتِ مع اللہ کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ تمہیں اپنی مناجات کا علم ہو۔ اور نہ ہی تم اپنے قلوب کو دُنیا کے اَشغال اور وسوسوں میں مشغول کر دو ورنہ اُس سے غافل ہو جاؤ گے، اور نہ ہی اُس حال میں مقام حضور کے قریب جاؤ جب تم اپنی لذات و شہوات اور حظوظ کی مباشرت اور نفس کی طرف شدید میلان کی وجہ سے حق تعالیٰ سے دُور ہو چکے ہو سوائے اِس کے نفس پر ہلاکت طاری ہو چکی ہو اِس لئے کہ مسافر اور راہ گیر بقدرِ ضرورت مصلحت کے راستوں کے فوائد حاصل کر سکتا ہے جیسا کہ غذا کے راستے کو کھانے اور پینے کی چیزوں سے عبور کیا جاتا ہے تا کہ اُس کی سانس چلتی رہے اور قوت کی حفاظت ہو جائے۔ اور جیسا کہ گرمی اور سردی اور سترِ عورت کے لئے چادر اور نسل محفوظ رکھنے کے لئے مباشرت ہے اور اِس اَمر کی طرف اکیلی خواہش کے ساتھ کلّی طور پر جذب نہ ہو جائیں ورنہ تم پر نقش ہو جائے گا جس کا دُور کرنا یا معذرت ممکن نہیں یہاں تک کہ توبہ و اَستغفار کے پانی اور اِعتذار و صفائی کے چشمہ کے ساتھ جہتِ سفلیہ کی طرف اِنجذاب سے حاصل ہونے والی اِس ہیئت سے پاک نہ ہو جاؤ۔

تیمّم کی صوفیانہ تفسیر

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰٓى اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡكُمۡ مِّنَ الۡغَآٮِٕطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَيَمَّمُوۡا صَعِيۡدًا طَيِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِكُمۡ وَاَيۡدِيۡكُمۡ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوۡرًا ﴿۴۳﴾

اگر تم بیماری یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا تو پاکیزہ مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو۔

یعنی اگر تمہارے قلوب عقائدِ فاسدہ اور رذائلِ مہلکہ سے سلامت نہیں رہے یا تمہارے دلوں میں لذتِ نفس اور حرص کے غلیظ مادہ کی وجہ سے جہل و حیرت در آئے ہیں یا تم میں سے کوئی مال کی خواہش میں ملوّث ہے اور قلیل مال کمانے میں محبت و میلان کی ہیئت کے ساتھ مشغول ہے اور یہ ہیئت اُس میں رچ بس چکی ہے یا تمہارے نفوس دُنیا کی شہوات و لذات میں مشغول ہیں اور تمہیں علم نہیں جو تمہیں اِس سے پاک کرنے کے لئے پانی کی طرف پہنچائے اور اِس سے تطہیر کے ساتھ تمہاری تہذیب کرے تو تم اپنی پاکیزہ اِستعداد کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اُس کو اپنا مقصد بنا کر اپنی اِستعدادِ فطری کی اَصل کی طرف لوٹ جاؤ اور اُس کے نُور سے اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو یعنی تمہاری اپنی موجودہ ذوات اور نزول کی صفات اور اُس سے متعلق ہیئات کا مٹ جانا اور اِس اَمر میں تصرف کرنا ہے کیونکہ یہ مٹی اِن آثار کو مٹا دے گی اور اُسے مصفّا کر کے اُس کی اَصلی حالت کی طرح کر دے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوۡرًا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اِن ہیئاتِ مظلمہ اور اِن ملکاتِ حاجبہ کو اِن کے ترک کرنے اور اِعراض کرنے سے معاف فرمادے گا تو یہ کلّی طور پر زائل ہو جائیں گے اور تمہاری اِستعداد مُصفّا ہو جائے گی اور تم اُس کی ملاقات اور مناجات کے لئے مستعد ہو جاؤ گے اور

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی صفات اور اپنی ذات کے ساتھ تمہاری صفات اور تمہاری ذوات کو ڈھانپ دے گا۔

(تفسیر آیت نمبر ۴۴ تا ۴۶)

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يَشۡتَرُوۡنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَضِلُّوا السَّبِيۡلَ ؕ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِكُمۡ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيۡرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيۡنَ هَادُوۡا يُحَرِّفُوۡنَ الۡـكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوۡلُوۡنَ سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا وَاسۡمَعۡ غَيۡرَ مُسۡمَعٍ وَّرَاعِنَا لَـيًّۢا بِاَ لۡسِنَتِهِمۡ وَطَعۡنًا فِى الدِّيۡنِ ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا وَاسۡمَعۡ وَانۡظُرۡنَا لَـكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ وَاَقۡوَمَ ۙ وَلٰـكِنۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفۡرِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۴۶﴾

ترجمہ ! کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کو کتاب سے ایک حصہ ملا گمراہی مول لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ سے بہک جاؤ۔ اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے والی اور اللہ کافی ہے مددگار۔ کچھ یہودی کلاموں کو اُن کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنیئے آپ سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کے لئے اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لئے بھلائی اور راستی میں زیادہ ہوتا لیکن اُن پر تو اللہ نے لعنت کی اُن کے کفر کے سبب تو یقین نہیں رکھتے مگر تھوڑا۔

جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يَشۡتَرُوۡنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَضِلُّوا السَّبِيۡلَ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِكُمۡ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيۡرًا
کیا آپ نے اُنہیں نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصّہ ملا اور وہ باوجود دین سے اِحتجاب میں رہنے

کے حق ہونے کا اِعتراف کرتے ہیں اور اُنہوں نے گمراہی خریدی یعنی اپنی اِستعداد کی ہدایت کی روشنی جو کہ حق کا راستہ ہے کہ ساتھ دین سے اِحتجاب کو تبدیل کرتے ہیں اور تمہارے ساتھ بھی یہی چاہتے ہیں اور وہ تمہارے دُشمن ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ اُن کی دُشمنی کو جانتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق توحید کے راستہ کی وجہ سے تمہارے ساتھ ملی ہوئی ہے اور تمہارے دُشمنوں کو برباد کرنے کے لئے اللہ تمہارا مددگار ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۴۷)

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

ترجمہ ! اے کتاب والو ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا تمہارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق فرماتا قبل اس کے کہ ہم بگاڑ دیں کچھ موںھوں کو تو انہیں پھیر دیں ان کی پیٹھ کی طرف یا انہیں لعنت کریں جیسی لعنت کی ہفتہ والوں پر اور خدا کا حکم ہو کر رہے

جنہیں کتابِ اِستعداد دی گئی

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا یعنی اَے وہ لوگو ! جنہیں کتابِ اِستعداد دی گئی تم میں سے جو اپنی کتاب اِستعداد میں توحیدِ ذات سے فعل کی طرف نکلتا ہے اُس کے ساتھ حقیقی عیانی ایمان لاؤ قبل اِس کے کہ اِستعداد کے اِزالہ اور اُسے مٹانے کے ساتھ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیا جائے۔

وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ تو اُنہیں اُن کی پُشت کی طرف پھیر دیں یعنی عالمِ جسم کی انتہائی پستی کی طرف پھیر دیں جو کہ تمام عالم سے پیچھے ہے۔

اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ یعنی اُنہیں مسخ کرنے کا عذاب دیں گے جیسے کہ اُصحاب سبت یہودیوں کو مسخ کیا گیا،

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم اَبد تک نافذ ہے نہ اِسے کوئی متغیر کر سکے گا اور نہ کوئی توڑ سکتا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۴۸ تا ۵۵)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ
افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّىْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا
يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾ اَلَمْ
تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ
لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ
وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ
النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ
اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ
عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾

ترجمہ! بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اُس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ستھرا کرے اور ان پر ظلم نہ ہوگا دانہ خرما کے دوڑے برابر۔ دیکھو کیسا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور یہ کافی ہے صریح گناہ۔ کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا ایمان لاتے ہیں بت اور شیطان پر اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ راہ پر ہیں۔ یہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جسے خدا

لعنت کرے تو ہرگز اس کا کوئی یار نہ پائے گا۔ کیا ملک میں انکا کچھ حصہ ہے ایسا ہو تو لوگوں کو تِل بھر نہ دیں۔ یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا۔ تو ان میں کوئی اس پر ایمان لایا اور کسی نے اس سے منہ پھیرا اور دوزخ کافی ہے بھڑکتی آگ۔

اللہ کے سوا وجود ماننے والا نہیں بخشا جائے گا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ بیشک اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشے گا یہ اِس طرف اشارہ ہے کہ شقاوتِ علمیہ اِعتقادیہ ہمیشہ کے لئے ہے اور اِس کا تدارک سوائے علمیت کے کبھی نہیں ہو گا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے شخص کو نہ تو اپنے وجود کے ساتھ ڈھانپے گا اور نہ ہی اپنی ذات میں فناء کرے گا جو وجود میں اُس کے غیر کا اثبات کرتا ہے اور ایسا شخص خود کو کیسے فناء کرے گا جو اُس کے وجود کے ساتھ دوسرا وجود قائم کرتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ کیا آپ نے اُنہیں نہیں دیکھا جو اپنے نفوس کے ساتھ اپنے نفوس کی صفات کو زائل کرتے ہیں حالانکہ یہ اَمر ایسے ہی ناممکن ہے جس طرح ہم میں سے کسی کو اُس کی ذات پر حمل کرنا ممکن نہیں اِس لئے کہ یہ لوازم نفسِ باقیہ اُس کے لئے لازم ہیں اِس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا!

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ

(سورۃ الحشر آیت ۹)

یعنی اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا کیونکہ نفس میں رزائل کا خمیر کیا گیا ہے اور یہ رزائل نفس کی بقاء کے ساتھ باقی ہیں، چنانچہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

"شر الناس من قامت علیه القیامه وهو حیی۔"

"لوگوں میں سب سے بُرا وہ شخص ہے جس پر قیامت قائم ہو اور وہ زندہ ہو۔"

یعنی وہ علمِ توحید پر واقف نہیں ہوتا اور اُس کا نفس فناء کے ساتھ نہیں مرتا یہاں تک کے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خود کو زندہ جانتا ہے کیونکہ وہ اُس وقت زندیق اَشیاء میں اِباحت کا قائل ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ فانی کے بدل میں دائمی صفت عطا فرماتا ہے

بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّي مَنْ يَّشَآءُ بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اُس کی صفات کو مٹا دیتا ہے اور صفاتِ الٰہی کے ساتھ اُن کا اِزالہ کر کے پاک کرتا ہے۔

وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا یعنی اُن کی صفات اور حقوق سے کوئی چھوٹی سی چیز کم نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن سے کوئی چیز نہیں لیتا حالانکہ وہ کمزور اور تیزی سے ٹوٹ جانے والی ہے یہاں تک اپنی صفات سے اُس کا بدل وہ چیز عطا فرماتا جسے قوت اور دوام حاصل ہے۔

تزکیہ نفس کے جھوٹے دعویدار

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ غور کریں اپنی صفات سے اپنے نفوس کے تزکیہ کے دعویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھ رہے ہیں یا یہ کہ اپنے نفوس کا وجود قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے نفسوں کی طرف منسوب کر کے اللہ تعالیٰ پر اِفتراء پردازی کرتے ہیں۔

جسے خدا دُور کر دے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا وہ شیطان اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں تا کہ وجودِ غیر کا اَثبات کریں اور یہ اُن کی دین یعنی توحید کے راستہ سے گمراہی ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا اور حق سے

محجوب کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مومنین یعنی موحدین سے زیادہ راہ پر ہیں تا کہ مومنوں کے برعکس شرک میں کافروں کی موافقت کریں کیونکہ یہ طریق اور مقصد میں مومنوں کے مخالف ہیں اِس لئے کہ توحید کا اِعتراف کرنے والے جب راستے سے بھٹک جاتے ہیں تو اُس مقصد تک نہیں پہنچ پاتے جس کا اِعتراف کرتے ہیں تو اُن کے شرکِ خفی کا حق سے اُن محجوبین کے حال سے قریب ہونا لازم ہو جاتا ہے جو شرکِ جلی کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ کافروں سے منسوب ہیں اور اُنہیں کو درست سمجھتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وہ موحدین سے زیادہ ہدایت پر ہیں کیا تو نے اِس اَمر پر بعض ظاہری مسلمانوں کو نہیں دیکھا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ اُن کی اِستعداد کو مسخ کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ اُن پر لعنت کرتا ہے تو جسے اللہ تعالیٰ دُور کر دیتا ہے ممکن نہیں کہ کوئی ہدایت اور تقریب و انجاء کے ساتھ اُس کی مدد کرے۔

(تفسیر آیت نمبر ۵۶ تا ۵۸)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾

ترجمہ! جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ہم انہیں

باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں رواں ان میں ہمیشہ رہیں گے ان کے لئے وہاں ستھری بیبیاں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔ بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

آگ میں ڈالنے اور تبدیلیٔ جلود کی متعدد توجیہات

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِیۡہِمۡ نَارًا ؕ کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُہُمۡ بَدَّلۡنٰہُمۡ جُلُوۡدًا جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا عنقریب اُنہیں آگ میں داخل کریں گے جب کبھی اُن کی کھالیں جل جائیں گی ہم دوسری کھالیں بدل دیں گے۔

یعنی جو لوگ ہماری صفات اور افعال کی تجلّیات سے محجوب ہیں اِس لئے کہ مطلع آیت آلِ ابراہیم میں اُس کا علم و حکمت اور ملک کے ساتھ تجلّی بار ہونا ہے عنقریب ہم اُن کی اِستعداد کے مطابق اور طبیعتوں اور خواطر کے مقتضی شوقِ کمال کی آگ میں داخل کریں گے باوجودیکہ حجاب اور اُس کا لازم ہونا راسخ ہو چکا ہے۔

یا اللہ تعالیٰ اُن کے احوال کی مناسبت سے اپنے قہر کی صفات کی تجلّیات سے قہر کی آگ میں داخل فرمائے گا۔ یا اُن کے نفسوں کے شر کی آگ جس کی طلب کا شوق رکھتا تھا باوجودیکہ اُس سے محروم تھا اور اُن کی کھالوں کے جل جانے سے مراد یہ ہے کہ اُن کی کھالیں کھینچ لینے سے اُن کا جسمانی حجاب اُٹھ جاتا ہے تو اُس کے علاوہ نیا حجاب ڈال دیا جاتا ہے۔

لِیَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ یعنی محرومی کی آگ کا ذائقہ چکھیں۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا بے شک اللہ تعالیٰ اُن پر طاقتور غلبہ رکھنے والا ہے اور اُن کے نفوس کی صفات کی ذلت کے ساتھ اُنہیں ذلیل فرمائے گا اور اُن کے کمالات کی طرف مع اُن کی ابدی محرومی کے اُن کے توقان کی آگ کے ساتھ جلائے گا۔

اور وہ حکمت والا عذاب سے اُنہیں وہی بدلہ دے گا جو اُن کے مناسب ہے اور جسے اُنہوں نے اپنی غضبیہ اور شہوانیہ وغیرہ خواہشات سے خود اپنے لئے پسند کیا ہے۔ اور جس کی طرف اُن کی جسمانی لذتوں کا میلان تھا اِس لئے اُن کے ظلمانی حجاب ایک دوسرے کے بعد بدلتے رہیں گے۔

توحیدِ صفات پر ایمان لانے والوں کا انعام

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ یعنی وہ لوگ جو توحیدِ صفات کے ساتھ اِیمان لائے گا اور اُنہوں نے اُس کی تجلیّات کو احسن طریق پر قبول کیا اُنہیں اُس امر کے اِتصاف و مقامات کے ساتھ جنت میں داخل کیا جائے گا جس کے تحت علومِ قلب سے اُس کی تجلیّات کے علوم کی نہریں جاری ہیں۔

فِیۡهَاۤ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدۡخِلُهُمۡ ظِلًّا ظَلِیۡلًا اور جنت میں پاکیزہ ازواج ہیں یعنی وہ اَرواحِ مقدسہ جو ہیاتِ بدنیہ سے پاک صفاتِ الٰہیہ کی مظہر ہیں اور اُنہیں داخل فرمائے گا جہاں سائے ہی سائے ہیں یعنی صفاتِ بشریہ کو مٹا دینے کے ساتھ اُس کی رُوح ہمیشہ صفاتِ الٰہیہ کے سایہ میں رہے گی۔

حق داروں کا حق دو اور اِنصاف کرو

اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهۡلِهَا ۙ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ہر حق دار کا حق لوٹانے کا حکم فرماتا ہے پہلے حقِ استعداد کو ادا کرنے کے ساتھ پھر تمام قویٰ کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ اُن کمالات سے جن کے وہ مقتضی ہوں پھر اللہ تعالیٰ کی طرف صفات لوٹانے سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے ساتھ پھر وجود کو لوٹانے کے ساتھ تم توحید میں فانی ہو جاؤ گے۔ پھر جب فناء کے بعد تم بقاء کی طرف لوٹ آؤ۔

وَاِذَا حَكَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡكُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ یعنی جب لوگوں کے درمیان

فیصلہ کرو تو تم اَشیاء باللہ میں قائم عدلِ الٰہی کے ساتھ متصف اور اِنصاف پر قائم رہو، اِس حیثیت سے کہ تم سے ظلم وستم کا صدور ممکن نہ ہو اور عدل میں سب سے چھوٹا درجہ صفات میں مٹ جانا ہے اِس لئے کہ نفس کے ساتھ قائم ہونے والا شخص کبھی عدل پر قادر نہیں ہوتا۔

اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری اُن باتوں کو سُنتا ہے جو تم لوگوں کے درمیان محاکمات میں سے کرتے ہو کہ کیا یہ اَمرِ حق کے ساتھ درست ہے یا نفسِ فاسدہ ہے اور تمہارے اَعمال کو دیکھ رہا ہے کہ کیا یہ تمہارے نفسوں کی صفات سے صادر ہوتے ہیں یا صفاتِ حق سے۔

(تفسیر آیت نمبر ۵۹ تا ۶۳)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ
تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ
ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ
وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ
وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ
مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا
وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ
لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾

ترجمہ! اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعوٰی ہے کہ وہ

ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اترا پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور اُن کا تو حکم یہ تھا کہ اُسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکا دے۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اُتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔ کیسی ہوگی جب ان پر کوئی افتاد پڑے بدلہ اس کا جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا پھر اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اللہ کی قسم کھاتے کہ ہمارا مقصود تو بھلائی اور میل ہی تھا۔ ان کے دلوں کی تو بات اللہ جانتا ہے تو تم اُن سے چشم پوشی کرو اور انہیں سمجھا دو اور ان کے معاملہ میں اُن سے رسا بات کہو۔

اللہ ورسول کی اطاعت میں شیطان کو حاکم نہ بناؤ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

اَے توحیدِ صفات کے ساتھ ایمان لانے والو توحیدِ ذات اور فناء فی الجمع کے ساتھ اللہ کی اطاعت کرو اور عین الجمع میں حقوقِ تفصیل کی مراعات اور فناء فی الذات کے بعد ترتیبِ صفات کے ملاحظہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو وِلایت اور اور ریاست کا مستحق ہے اُس کی اطاعت کرو جیسا کہ طالوت کے قصہ میں گذر چکا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ

کیا آپ نے اِس اَمرِ متعجب کو نہیں دیکھا کہ جو لوگ گمان کرتے ہیں کہ جو آپ پر علمِ توحید نازل ہوا ہے اُس پر اور جو آپ سے پہلے نازل ہوا ہے اُس پر اور جو آپ سے پہلے مبداء معاد کا علم نازل ہوا ہے اُس پر ایمان لائے ہیں اور چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا حاکم بنائیں اور یہ اَمر اُس کے منافی ہے جس کا وہ دعویٰ کرتے ہیں اِس لئے کہ اگر اُن کا ایمان درست ہوتا تو غیر کا اثبات کیوں کرتے یہاں تک کہ وہ اُس کے غیر سے فیصلہ کرواتے ہیں حالانکہ وہ ایمانِ حقیقی کے ساتھ اُس کے

غیر کا اِنکار کرنے پر مامور ہیں اور جو اپنی صفات اور اپنے اَفعال کے خول سے باہر نہیں آتا اور اللہ تعالیٰ میں اپنی ذات کو نہیں مٹاتا جو کہ اُس کا غیر ہے تو وہ غیر کی طرف متوجہ ہوا اور اُس نے شیطان کی اطاعت کی۔

وَيُرِيدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا اور شیطان چاہتا ہے کہ شرک کے ساتھ حق سے انحراف کرو تا کہ اُنہیں دور بہکا دے اِس لئے کہ دین سے ٹیڑھا ہونا ظاہر گمراہی ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۶۴ تا ۶۵)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

ترجمہ! اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں
تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

رسالت اور نبوت کے درمیان فرق

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جاتی ہے رسول اور نبی کے درمیان فرق ہے رسالت تبلیغ اَحکام کے اِعتبار سے ہے فرمایا !

یَاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ

(سورۃ المائدہ آیت ۶۷)

یعنی اَے رسول پہنچا دیں، جبکہ نبوت معارف وحقائق کی اُن خبروں سے عِبارت ہے جو صفات و اَفعال کی تفاصیل سے تعلق رکھی ہیں کیونکہ نبوت ظاہر اُوہ ولایت ہے جو عین الجمع میں اِستغراق اور فناء فی الذات سے عبارت ہے تو نبوت کا علم توحیدِ ذات اور اَفعال وصفات کا محو کرنا ہے۔ اور ہر رسول نبی ہے اور نبی ولی ہے جبکہ ہر نبی مُرسل نہیں اگر چہ ولایت کا رُتبہ نبوت سے اَشرف ہے اور نبوت رسالت سے اَشرف ہے جیسا کہ کسی نے کہا !

مقام النبوة　فی　برزخٍ
دوین　الولی　وفوق　الرسول

"نبوت کا مقام برزخ میں ہے جو ولی کے نیچے ہے اور رسول کے اُوپر ہے۔"

تو رسول کو اِس لئے بھیجا جاتا ہے کہ اُس کی اطاعت کی جائے اِس لئے کہ تبلیغ کے اِعتبار سے اُس کا حکم اللہ کا حکم ہے تو واجب ہے کہ اُس کی اطاعت سوائے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے نہیں جو شخص اِستعداد کی کمی کی وجہ سے رسول سے حجاب میں ہے وہ اصلی کافر اور حقیقی بد بخت کی طرح ہے یا میل کچیل اور محو اِستعداد کی وجہ سے رسول سے محجوب ہے تو وہ منافق کی طرح ہے اُسے فی الحقیقت اطاعت میں اِذن نہیں دیا گیا۔

توبہ رسول کے واسطہ سے قبول ہوگی

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں یعنی جب وہ اپنے نفسوں سے اُن کے اُن حقوق کو روک دیں جو اُن میں قوت کے ساتھ اُن کے کمالاتِ ثابتہ ہیں اور جب وہ لذاتِ حسیہ اور اغراضِ فانیہ کی طلب کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے اِستعداد

کو مکدّر کر لیں تو اَے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کے حضور میں اُس اِرادت کے ساتھ حاضر ہو جائیں جس کا اِقتضاء اُن کی اِستعداد کرتی ہے۔

فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا تو اللہ تعالیٰ سے اپنے نفوس کی اُن صفات کا پردہ طلب کریں جو کہ اِن اَفعالِ حاجبہ کے مصادر ہیں اِس لئے کہ اُن کی اِستعداد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفات کا نُور ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی صفات جو کہ اللہ عزوجل کی صفات ہیں کے نُور کے ساتھ اُس جنسی رابطہ کی وجہ سے اُن کی امداد کرے جو اُن کے اور آپ کی ذات کے درمیان ہے اور اِرادت و محبت کا مکان آپ سے اُن کی قربت اور آپ کے ساتھ اُن کے اِمتزاج کو مستلزم ہے، تو اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا پائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ کے نُور کے ساتھ اُن کی اِستعداد مُصفّا اور پاکیزہ ہو جائے گی اِس لئے کہ توبہ کا قبول ہونا اُن پر نورِ صفات کا اِلقاء کرنا ہے اِس لئے کہ ہیئتِ نوریہ کے ساتھ اُن کے بواطن کی تنویر اَفعال غلطی کرنے سے محفوظ ہو جاتی ہے چونکہ ظلمت سے نور کا بُعد ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اُنہیں ایقانِ علمی یا عینی یا حقی سے اُن کے لائق رحمتِ کمال سے فیضیاب فرماتا ہے۔

حضور رسالتمآب کا حکم خدا کا حکم ہے

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ تو آپ کے رب کی قسم اُنہیں ہرگز حقیقی توحیدی اِیمان حاصل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ آپ کو حاکم تسلیم کریں اِس لئے کہ آپ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے چونکہ صِفات کے ساتھ ذات اور اَفعال کے ساتھ صفات محجوب ہیں تو جب وہ صفاتِ حق سے محجوب اپنی صفات کے ساتھ یا اَفعالِ حق سے محجوب اپنے اَفعال کے ساتھ ٹھہر جائیں گے تو حقیقی مومن نہیں ہونگے۔

ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا تو جب آپ

فیصلہ فرمائیں گے وہ اپنے افعال کے خول سے نکل جائیں گے اور جب آپ کے فیصلہ سے اپنے دِلوں میں رکاوٹ نہیں پائیں گے اپنی اِرادت کے ساتھ اپنی صفات کا خول اُتار دیں گے تو مقامِ رضا پر پہنچ جائیں گے اور اپنے ذاتی علم وقدرت سے دست بردار ہوجائیں گے تو مقامِ تسلیم تک پہنچ جائیں گے پھر اُن کے لئے اُن کی صفات کا حجاب باقی نہیں رہے گا اور وہ صفاتِ حق کے ساتھ متصف ہوجائیں گے تو جب صفات کی صورت میں اُن پر اِنکشاف ہوگا تو جان لیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں نہ کہ اپنی ذات کے ساتھ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کے بعد حقیقت کے ساتھ عدل وانصاف فرمانے والے ہیں تو اُن کا اللہ کے ساتھ ایمان متحقق ہوجائے گا۔

(تفسیر آیت نمبر ٦٦ تا ٩٦)

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ
مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿٦٦﴾ وَّاِذًا
لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٦٧﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٦٨﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿٧١﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ
لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ
شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ
يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٧٤﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ
وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ
الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿٧٦﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا
اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ
يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ
لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَلَا
تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧٧﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ
وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ
عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿٧٨﴾ مَآ
اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ
لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿٧٩﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى
فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿٨٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ
مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٨١﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ
اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى
الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٨٣﴾ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا

نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا
وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿٨٤﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ
شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿٨٥﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ
بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾ فَمَا
لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ
اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿٨٨﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ
سَوَاۗءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ حَتّٰي يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ
وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٨٩﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَاۗءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ
يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ
اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ
سَبِيْلًا ﴿٩٠﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى
الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ
فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا
مُّبِيْنًا ﴿٩١﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا
فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ
لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ
فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٩٢﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا
فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾ يٰۤاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ
لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ كَذٰلِكَ
كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿٩٤﴾ لَا
يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ
دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٩٥﴾
دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٩٦﴾

ترجمہ ! اور اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر وہ کرتے جس بات کی انہیں نصیحت دی جاتی ہے تو اُس میں ان کا بھلا تھا اور ایمان پر خوب جمنا۔ اور ایسا ہوتا تو ضرور ہم اُنہیں اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتے۔ اور ضرور ان کو سیدھی راہ کی ہدایت کرتے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔ اے ایمان والو ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو۔ اور تم میں کوئی وہ ہے کہ ضرور دیر لگائے گا پھر اگر تم پر کوئی افتاد پڑے تو کہے خدا کا مجھ پر احسان تھا کہ میں ان کے ساتھ حاضر نہ تھا۔ اور اگر تمہیں اللہ کا فضل ملے تو ضرور کہے گو یا تم میں اس میں کوئی دوستی نہ تھی اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی مراد پاتا۔ تو انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عنقریب ہم اُسے بڑا ثواب دیں گے۔ اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے جو یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے رب ہمارے ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے

اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔ ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑو بے شک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو اُن میں بعضے لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرے یا اس سے بھی زائد اور بولے اے رب ہمارے تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت تک ہمیں اور جینے دیا ہوتا تم فرما دو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے اور ڈر والوں کے لئے آخرت اچھی اور تم پر تاگے برابر ظلم نہ ہوگا۔ تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آئے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو اور انہیں کوئی بھلائی پہنچے تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہیں یہ حضور کی طرف سے آئی تم فرما دو سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کوئی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔ اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا اور اللہ کافی ہے گواہ۔ جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔ اور کہتے ہیں ہم نے حکم مانا پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو اُن میں ایک گروہ جو کہہ گیا تھا اس کے خلاف رات کو منصوبے گانٹھتا ہے اور اللہ لکھ رکھتا ہے ان کے رات کے منصوبے تو اے محبوب تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی ہے کام بنانے کو۔ تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ اور جب اُن کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اُس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے مگر تھوڑے۔ تو اے محبوب اللہ کی راہ میں لڑو تم تکلیف نہ دیئے جاؤ گے مگر اپنے دم کی اور مسلمانوں کو آمادہ کرو قریب ہے کہ اللہ کافروں کی سختی روک دے اور اللہ کی آنچ سب سے سخت تر ہے اور اس کا عذاب سب سے کڑا۔ جو اچھی سفارش کرے اُس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اُس کے لئے اُس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو بے شک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔ اللہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی

بندگی نہیں اور وہ ضرور تمہیں اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو (۲) فریق ہو گئے اور اللہ نے انہیں اوندھا کر دیا ان کے کوتکوں کے سبب کیا یہ چاہتے ہو کہ اُسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کیا اور جسے اللہ گمراہ کرے تو ہر گز تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو تم سب ایک سے ہو جاؤ تو ان میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک اللہ کی راہ میں گھر بار نہ چھوڑیں پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست ٹھہراؤ نہ مددگار۔ مگر وہ جو ایسی قوم سے علاقہ رکھتے ہیں کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے یا تمہارے پاس یوں آئے کہ ان کے دلوں میں سکت نہ رہی کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ چاہتا تو ضرور انہیں تم پر قابو دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے کنارہ کریں اور نہ لڑیں اور صلح کا پیام ڈالیں تو اللہ نے تمہیں اُن پر کوئی راہ نہ رکھی۔ اب کچھ اور تم ایسے پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امان میں رہیں جب کبھی ان کی قوم انہیں فساد کی طرف پھیرے تو اس پر اوندھے گرتے ہیں پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح کی گردن نہ ڈالیں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور یہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں صریح اختیار دیا۔ اور مسلمانوں کو نہیں پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر ہاتھ بہک کر اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو اس پر ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا کہ مقتول کے لوگوں کو سپرد کی جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں پھر اگر وہ اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور خود مسلمان ہے تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خون بہا سپرد کی جائے اور ایک مسلمان مملوک آزاد کرنا تو جس کا ہاتھ نہ پہنچے وہ لگا تار دو (۲) مہینے کے روزے رکھے یہ اللہ کے یہاں اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔ اے ایمان والو جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کر لو اور جو تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں تم جیتی دنیا کا اسباب چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہتیری غنیمتیں ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو تم پر تحقیق کرنا لازم ہے بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہِ خدا میں

اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔ اُس کی طرف سے درجے اور بخشش اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

توکّل کا اعلیٰ ترین مقام کیا ہے ؟

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ یعنی اگر ہم اُن پر فرض کر دیتے کہ وہ اپنی خواہشات جو کہ اُن کی زندگی ہیں کو ہلاک کر دیں اور اپنی صفات کو فناء کر دیں یا توحید سے حجاب ہونے کی وجہ سے صبر و توکّل رضا اور اِس کی مثل اپنے مقامات سے نکل جائیں۔

جیسا کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسین بن منصور قدس اللہ رُوحہٗ سے اپنے حال کے بارے میں بتاتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"ادور فی الصحاری، و اطوف فی البراری، حیث لا ماء ولا شجر و لا روض ولا مطر، هل یصح حالی فی التوکل ام لا ؟"

"میرا گھر صحراؤں میں ہے اور میں اُن ریگستانوں میں گھوم رہا ہوں جہاں نہ پانی ہے اور نہ درخت ہے نہ شادابی اور بارش تو کیا توکّل میں میرا حال درست ہے یا نہیں؟"

حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کے جواب میں فرمایا !

"اذا افنیت عمرك فی عمران بطنك فاین الفناء فی التوحید؟"

"جب تیری عُمر تیرے پیٹ کے عمران میں فناء ہے تو توحید میں فناء کہاں ہے ؟"

مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ط اور اُن میں سے تھوڑے ہی اَیسا کرتے اور وہ بہت سے

اُس کی ملاقات کے لئے محب و مستعد ہیں جن کی تعداد کم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا !

وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا یعنی اُن کے لئے ضرور بہتر ہوتا کہ اپنے اُس کمال کے اعتبار سے جو اُنہیں صفاتِ حق کے ساتھ اِنصاف کے ساتھ صفاتِ نفس کا حجاب اُٹھنے کے وقت یا عین الجمع کی طرف وُصول کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اَشَدَّ تَثْبِيْتاً سے مراد بقا بعد الفناء کے وقت دین میں استقامت کے ساتھ اچھی طرح جم جانا ہے۔

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا اور جب ایسا ہوتا تو ہم اپنے پاس سے اُنہیں قتلِ نفس کے وقت تجلیاتِ صفات سے اَجرِ عظیم عطا فرماتے۔

وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا اور ہم اُنہیں گھروں سے نکلتے وقت ضرور سیدھا راستہ دکھاتے یعنی اُنہیں نفس اور مقامات کی منازل کا راستہ دکھاتے اور توحید میں یہی وحدت و اِستقامت کا راستہ ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ اور جو توحید و جمع کے راستوں میں سلوک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اور مراعاتِ تفصیل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کرتا ہے۔

اِنعام یافتہ لوگوں کا حال

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا تو یہ ہدایت کے ساتھ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اَنبیاء و صدیقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی صفات کے انخلاع کے ساتھ اَفعال و صفات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے اور اُس کی صفات کے ساتھ متصف ہونے میں سچے ہیں۔ اور اگر وہ اپنے

نفوس کی صفات کے ساتھ ظاہر ہوتے تو ضرور جھوٹے ہوتے الشہدآء سے مراد اہلِ حضور اور صالحین سے مراد دین میں اِستقامت رکھنے والے ہیں۔

ذٰلِكَ الْفَضْلُ سے مراد کمال حاصل کرنے کی وہ توفیق ہے جس کے ساتھ اُن کی نسبت اَنبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوئی اور جس سے اُنہیں انبیاء کرام کی مرافقت اور رفاقت حاصل ہوئی۔

عَلِيْمًا یعنی جو اُنہیں اپنی اِستعداد میں کمال حاصل ہے اللہ تعالیٰ اُسے جانتا ہے تو اُن پر اُسے ظاہر فرماتا ہے۔

دُشمن کی طرف کیسے نکلو

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا

اَے اِیمان والو ! ہوشیاری سے کام لو پھر دُشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اِکھٹے چلو۔

یعنی اِیمان والو! تم شیطان کے اِلقاء واہلاک اور اُس کے وسوسوں اور اغواء سے ہوشیار رہو اور اپنے نفوس کی صفات کے ظہور اور خود پر اُن کے غلبہ سے بچو کیونکہ خودنمائی بھی تمہارے دُشمنوں سے ایک دُشمن ہے پھر سلوک فی سبیل اللہ میں اپنے اپنے شیخِ کامل عالم کے طریقہ پر ہر فرقہ جماعتوں کی صورت میں نکلیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت پر توحید و اسلام کے طریق پر نکلو۔"

سب کچھ اللہ کی طرف سے، مگر کیسے ؟

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا

ثابت ہے کہ اہلِ قدر اچھائیوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور برائیوں کی نسبت لوگوں کی طرف کرتے ہیں اور وجود میں دو مؤثر و مستقل ہستیوں کے اثبات میں مجوسیوں کے مشابہ ہیں اور وہ برائیوں کی نسبت رسول کی طرف کرتے ہیں نہ کہ اپنے آپ کی طرف کیونکہ رسول اُن کی طرف اُس اَمر پر مبعوث ومحرض ہے جس کے سبب کے ساتھ اُن کے نزدیک شر کا ملنا ہے۔''

تو رسول اُنہیں توحیدِ افعال اور اغیار سے تاثیر کی نفی اور اللہ تعالیٰ کے فاعلِ خیر وشر ہونے کے اقرار کی طرف بلاتا ہے۔

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا

آپ فرمادیں سب اللہ کی طرف سے ہے اِن لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔

یعنی اپنے نُفوس کی صِفات کے ساتھ محجوب ہونے اور اپنے دِلوں کے کان بند ہو جانے کی وجہ سے سُنی ہوئی بات کو یاد ہی نہیں رکھتے پھر بیان فرمایا کہ فضل اور عدل اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جبکہ تمام تر خیرات وکمالات اُس کے فضل سے اور شرور اور بُرائیاں اُس کے عدل سے ہیں یعنی ہم پر اُس کی قُدرت ہے اور ہمارے ساتھ اُس کا فعل ہے کیونکہ ہم میں اِستعداد و اِستحقاق اِس کا مقتضی ہے اور یہ اِستحقاق اُس کی صفات کے ساتھ ظہورِ نفس اور اُس کے اِرتکابِ معاصی اور سزا کے مُوجب گناہوں کی وجہ سے ہے نہ کہ دوسرے فعل کے ساتھ جیسا کہ جو بُرائی اُنہیں پہنچتی اُسے رسول کی طرف منسوب کر دیتے کیونکہ اِستحقاق اِستعداد پر مرتب ہوتا ہے اور اُس کے کسی غیر کی اِستعداد اُس کے معرض نہیں جس کا وہ مقتضی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا !

"وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ"

(سورۃ الانعام آیت ۱۶۴)

تو اُن کا جھوٹ اور اُن کی غلطی اُن کی قدرت میں ثابت ہے کیونکہ خیر وشر کا سبب اللہ تعالیٰ کے فضل وعدل کے مقتضی کے ساتھ سوائے اللہ وحدہٗ کے اور نہیں۔''

رہا سببِ قابلی تو اگرچہ فی الحقیقت وہ بھی اُسی سے ہے مگر قابلیت خیر اِستعدادِ اصلی سے ہے جو کہ اُس اَمر میں فیضِ اَقدس سے ہے جس میں ہمارے فعل اور اختیار کو دخل نہیں اور قابلیتِ شرّ اُس کو محجوب کرنے والی صفات اور اَفعالِ نفس کے ظہور کے باعث پیدا ہونے والی اِستعداد کے وقت ہے جو کہ اُس کے جوہر کو مکدر کر دیتی ہے یہاں تک کہ رزایا و مصائب اور بلایا و نوائب کے ساتھ صقل کی ضرورت ہے نہ کہ رسول یا اُس کے علاوہ سے پہلے۔"

(تفسیر آیت نمبر ۹۷ تا ۹۹)

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ كُنۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِیۡهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ حِیۡلَةً وَّلَا یَهۡتَدُوۡنَ سَبِیۡلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَی اللّٰهُ اَنۡ یَّعۡفُوَ عَنۡهُمۡ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا ﴿۹۹﴾

ترجمہ ! وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے اُن سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو ایسوں کا ٹھکانا جہنّم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔ مگر وہ جو دبا لئے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے نہ راستہ جانیں۔ تو قریب ہے اللہ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

کون کسے فوت کرتا ہے

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ جنہیں فرشتے فوت کرتے ہیں توفی سے مراد بدن سے رُوح کا فوت کرنے والے کو قبض کرنے کے ساتھ اِستیفاء اور فوت ہونا ہے اور یہ تین وجہ سے ہے ملائکہ کا فوت کرنا ملک الموت کا فوت کرنا اور اللہ تعالیٰ کا فوت کرنا۔

جنہیں پاکیزہ فرشتے فوت کرتے ہیں

یہ فوت ہونے والے لوگ یا تو سعادت مند اہلِ خیر، صفاتِ حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ والے وہ صالحین متقین ہوں گے۔

" الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾"

" جنہیں پاکیزہ فرشتے فوت کر کے کہتے ہیں تم پر سلام ہو اپنے اَعمالِ خیر کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ تو اِن حضرات کی آخرت جنتِ اَفعال کی طرف ہے۔"

(سورۃ النحل آیت ۳۲)

جنہیں ملکوتی قوتیں فوت کرتی ہیں

یا رَدی صِفات اور بُرے اخلاق والے اہلِ شر بد بخت اور اہلِ کُفر لوگ ہونگے تو اُنکی رُوحوں کو وہ قوائے ملکوتیہ قبض کرتے ہیں جو عالم کی مشابت کے ساتھ ہیں اُن کی قوتیں اپنے مقامِ صفاتِ نفس اور خیالیہ، وہمیہ، سبعیہ اور بہیمیہ قوتوں کی لذّتوں کے ساتھ محجب ہیں۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠

اور یہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے کہ فرشتوں نے اُنہیں فوت کر دیا اور اِن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔"

(سورۃ النحل آیت ۲۸)

جنہیں ملک الموت فوت کرتا ہے

رہے وہ جنہیں ملک الموت فوت کرتا ہے تو یہ اربابِ قلوب وہ لوگ ہیں جو حجابِ نفس سے

مقامِ قلب کی طرف نکلتے ہیں اور فطرت کی طرف لوٹتے ہیں چونکہ یہ لوگ نورِ فطرت کے ساتھ منوّر ہوتے ہیں، لہٰذا اُن کی رُوحوں کو وہ نفسِ ناطقہ کُلّیہ قبض کرتا ہے جو اِس سے اُن کے ساتھ ملا ہوا قلبِ عام ہے تو یہ ملک الموت جب اُن کی رُوحیں بنفسہٖ قبض کرتا ہے یا جب اُس کے معاون و مددگار قوتیں قبض کرتی ہیں تو یہ لوگ فریقِ اوّل ہیں۔

فریقِ دوم وہ ہیں کہ جب اُنہیں ملک الموت بنفسہٖ قبض کرتا ہے تو وہ عذاب کے فرشتوں میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں یہاں تک کہ فرشتے اُن کے رذائل کے مطابق اُن کا محاسبہ کرنے اور سزا دینے کے بعد اُن کی خلاصی کر دیتے ہیں، اور یہ کمالِ علمی ہے، اور نقصانِ علمی جیسا کہ جہل و شرک سے خلاصی اور توحید و علم کے ساتھ تجلی و زینت ہے ولیکن اعمالِ سیّہ اور اخلاقِ ذمیمہ کی وجہ سے اُس کے قلب پر ہیئاتِ مظلمہ اور ملکاتِ رویئہ کا اثر ہوتا ہے علمِ توحید اور آخرت کو نا جاننا ایسے ہے جس طرح جزاء کا منکر موحد ہوتا ہے تو وہ معاصی میں منہمک ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

"قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ"

(سورۃ السجدۃ آیت ۱۱)

جنہیں اللہ تعالیٰ خود فوت فرماتا ہے

رہے وہ لوگ جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ فوت کرتا ہے تو یہ وہ موحدین ہیں جو مقامِ قلب سے محلِ شہود کی طرف عروج کرتے ہیں تو اُن کے اور اُن کے رَب کے درمیان حجاب باقی نہیں رہتا اور اللہ تعالیٰ اُن کی اَرواح قبض کرنے کا بنفسہٖ متولّی ہوتا ہے اور اُنہیں اپنی ذات کی طرف اُٹھاتا ہے۔

"يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا"

(سورۃ مریم آیت ۸۵)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! "اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا"

(سورۃ الزمر آیت ۴۲)

ظَالِمِیۡٓ اَنۡفُسِهِمۡ یعنی اپنے نفس کو روک لیتے ہیں جن کا اُن میں ودیعت کئے گئے کمالات اُن کی اِستعداد تقاضا کرتی ہے۔

شہرِ نفس سے شہرِ قلب کی طرف ہجرت کرو

فِیۡمَ كُنۡتُمۡ ط مراد یہ کہ جہاں تم باوجود طاقت کے کوشش میں کمی کرتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کے پہلو میں زیادتی کرتے تھے اور تم اُس کمال تک پہنچنے سے کمی کرتے تھے جو تمہارے لئے تھا اور تم اُس کی طرف مندوب تھے۔

قَالُوۡا كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ط کہتے کہ ہم نفسِ امارّہ کی قوتوں کے غلبہ اور شیطانِ وہم کے ساتھ اُن خواہشات کے تسلط کی وجہ سے جن کے ہم قیدی ہیں اپنی اِستعداد کی اُس زمین میں کمزور ہیں جس پر ہماری جبلّت ہے اور ہم اُن کے دین پر مجبور تھے اور ہم اُن کے کفر کو ناپسند کرتے تھے۔

قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِیۡهَا ط یعنی فرشتے کہتے کیا تمہاری اِستعداد کی زمین وسیع نہ تھی جس میں تم اپنی فطرت کے مبداء سے چند قدم ہجرت کر جاتے اور جب تم سے کچھ حجاب اُٹھتے تو تم نفسانی قوتوں کی قید سے نکل جاتے اور خواہشات کی قیود سے خلاصی حاصل کر لیتے اور رُوحانی قوتیں تمہاری مددگار بن کر تمہیں تقویت فراہم کرتیں اور انوارِ قلب کے ساتھ تمہاری مدد کی جاتی، پس تم ظالموں کی بستی یعنی نفس کے شہر سے قلب پاک کے شہر کی طرف نکل جاؤ تو تمہارے ربِّ غفور کی رحمت تمہارا تدارک کر دے گی۔

فَاُولٰٓئِكَ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ط وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا . اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ حِیۡلَةً وَّلَا یَهۡتَدُوۡنَ سَبِیۡلًا تو ایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت بُری جگہ پلٹنے کی مگر وہ جو دبا لئے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں کوئی تدبیر

نہ بن پڑے نہ راستہ جانیں۔

مراد یہ کہ محرومی اور حرمان حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اُن کے نفوس شدید ڈرتے ہیں اور کمزور مردوں سے مراد یہ ہے کہ اُن میں اُن کی قوتِ اِستعداد کے باوُجود اُن کی شہوانیہ اور غضبیہ قوتیں زیادہ طاقت ور ہوتی ہیں اور وہ طریقِ حق کے سلوک میں اُس کے قلع قمع پر قدرت نہیں رکھتے تو عقائدِ فاسدہ کے ساتھ اُن کی اِستعداد باطل ہو جاتی ہے اور اُن کی استعدادنورِ علم کے ساتھ منور ہونے اور قید کے اُٹھنے کے باوجود وہ اپنے سلوک سے عاجز آ کر قوائے بدنیہ کی قید میں باقی پڑے رہتے ہیں۔

اگر عقیدہ سلامت ہو

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا یعنی نہ تو وہ اپنے عاجز آنے اور عدمِ قدرت کی بناء پر ریاضت کے ساتھ خواہش کو ختم کرنے اور صفاتِ نفس کو توڑنے کی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ ہی کیفیتِ سلوک کے عدمِ علم اور شریعت کے نورِ ہدایت سے محرومی کی وجہ سے راہِ ہدایت پا سکتے ہیں۔

فَأُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ تو اللہ تعالیٰ عنقریب اُن سے اُن ہیئاتِ مظلمہ کو مٹا دے گا کیونکہ یہ اُن میں ابھی راسخ نہیں ہوئیں اور اُن کے عقائد سلامت ہیں۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا اور فطرتِ الٰہیہ ہے کہ ہمیشہ گناہوں کو معاف کرے اور درگزر فرمائے اور یہ تبدیل نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ اُن کے نفوس کی صفات کو اپنی صفات کے نور سے پوشیدہ فرما دے گا۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۰۰)

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ

مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ ! اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ہجرت کرنے والے کیلئے کئی منزلیں کئی ٹھکانے

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ یعنی جو شخص عزیمت کے ساتھ طریقِ حق کی راہ میں نفس کے وطنِ مالوف سے نکلتا ہے وہ اپنی استعداد کی ہجرت کرنے والی زمین میں بہت سے ٹھکانے اور منزلیں پالیتا ہے، مُراغَمًا سے مُراد یہ ہے کہ اُس کے وہمیہ، خیالیہ، بہمیہ سبعیہ، نفس کی قوتیں ناک آلود ہو جاتی ہیں اِس لئے کہ اُن کے لئے گنجائش ہی نہیں اور صفاتِ نفس کی تنگی اور خواہش کی قید سے خلاصی کے وقت اِنشراحِ صدر ہو جاتا ہے۔

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اور جو شخص اُس مقام سے نکل جاتا ہے جہاں وہ ٹھا برابر ہے کہ اُس کی اِستعداد جو کہ اُس پر پہاڑ تھی قرارگاہ بن جائے یا منازلِ نفس سے ایک منزل یا مقاماتِ قلب سے ایک مقام قرار پائے اور اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرنے سے مراد یہ ہے کہ توحیدِ ذات کی طرف توجہ کے ساتھ نکلے یا توحیدِ صفات میں طلبِ اِستقامت کی طرف توجہ کے ساتھ نکلے۔

ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ یعنی پھر وصولِ مقاصد سے قبل اُس کا اِنقطاع ہو جائے تو توحیدِ ذات وصفات کی طرف اُس کی توجہ کے اِعتبار سے اُس کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ پر ہے کیونکہ جو سلوک کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اُس کا اجر وہ منزل ہے جس پر اُسے پہنچنا ہے۔ یعنی اگر اُسے وہ مرتبۂ کمال حاصل ہو جائے اور اجر وہ مقام ہے جس پر اُس کی نظر اور اُس کا مقصد

واقع ہوتا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۴)

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ
اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾ وَاِذَا كُنْتَ
فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَھُمْ ۣ فَاِذَا
سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَاۗىِٕكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَاۗىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ
وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَھُمْ وَاَسْلِحَتَھُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ
وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى
مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ
لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٠٢﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي
جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ
كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاۗءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّھُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا
تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٠٤﴾

ترجمہ ! اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ اور اے محبوب جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہیے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لئے رہیں پھر جب وہ سجدے کر لیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہیے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لئے رہیں کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں مینہ کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو کہ

اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی پناہ لئے رہو بے شک اللہ نے کافروں کے لئے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ اور کافروں کی تلاش میں سستی نہ کرو اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے جیسا تمہیں پہنچتا ہے اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

اگر نماز روزے میں کمی واقع ہو جائے

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ
یعنی جب تم طلبِ یقین کے لئے علمی راہ سے اِستعداد کی زمین میں سفر کرو تو اَعمالِ بدنیہ میں کمی کرنے اور شکر و حضور میں سے حقوقِ عبودیت میں کمی کرنے سے تم پر کوئی گناہ نہیں اِس لئے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"من اوتی حظه من الیقین فلا یبالی بما انتقص من صلاته وصومه۔"

"یعنی جسے یقین سے اُس کا حصہ عطا کیا جاتا ہے اُس کے نماز اور روزہ میں کمی آنے سے کچھ حرج واقع نہیں ہوتا۔"

ایک فقیہہ ایک ہزار عابد کے برابر ہے

اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ یعنی اگر تمہیں کافروں کے اغواء اور گمراہ کرنے کا اندیشہ ہو جبکہ کافروں سے مراد یہاں وہم و تخیل کی قوتوں سے محجوب لوگ اور گمراہ اور گمراہ کنندہ انسانی شیطان ہیں اِس اَمر کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمان سے ہوتا ہے۔

"لفقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔"

''یعنی شیطان پر ایک فقیہہ ایک ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔''

(تفسیر آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۸)

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰٮكَ اللّٰهُ‌ؕ وَلَا تَكُنۡ لِّـلۡخَآٮِٕنِيۡنَ خَصِيۡمًا ۝ وَّاسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا‌ ۝ وَلَا تُجَادِلۡ عَنِ الَّذِيۡنَ يَخۡتَانُوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ خَوَّانًا اَثِيۡمًا ۝ يَّسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمۡ اِذۡ يُبَيِّتُوۡنَ مَا لَا يَرۡضٰى مِنَ الۡقَوۡلِ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطًا ۝

ترجمہ ! اے محبوب بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے اور دغا والوں کی طرف سے نہ جھگڑو۔ اور اللہ سے معافی چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ان کی طرف سے نہ جھگڑو جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں بے شک اللہ نہیں چاہتا کسی بڑے دغا باز گنہگار کو۔ آدمیوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے اور اللہ ان کے پاس ہے جب دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

کتاب حق تفاصیل احکام کا علم ہے

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰٮكَ اللّٰهُ‌ؕ یقیناً ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب نازل فرمائی تو آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں جس طرح اللہ دکھائے۔

یعنی آپ کی طرف صفات واحکام کی تفاصیل کا علم اُتارا جس کی تجلیاتِ حق عدل اور سچائی کے ساتھ ملتبس ہیں یا کہ قائم بالحق ہیں نہ کہ آپ کی ذات کے ساتھ تا کہ اللہ تعالیٰ جو آپ کو اپنے عدل وانصاف سے دکھائے اُس کے مطابق مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائیں۔

اَزلی امانتیں واپس کرو

وَلَا تَكُنۡ لِّلۡخَآٮِٕنِيۡنَ خَصِيۡمًا اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وہ امانتیں ادا نہیں کرتے جو اُنہیں اَزل میں سپرد کی گئی تھیں اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی کمال معرفت کے اِمکان سے اُن کی اِستعداد میں مرتکز تھیں تو اُن کے نفوس وغیرہ نے اُن امانتوں میں خیانت کی اور اُن کے حقوق کو لوٹا دیا اور اُنہیں اُن کی علاوہ وجہ کی طرف پھیر دیا۔

خَصِيۡمًا سے مراد وہ لوگ جن سے عذاب دُور کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر مخلوق کو مسلّط کر دیا تا کہ اُنہیں تکلیف پہنچائے اور وہ اپنے علاوہ لوگوں پر یا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنے کے ساتھ دلیلیں دیتے ہیں جس کی وجہ سے اُنہیں اللہ تعالیٰ نے رُسوا اور مقہور کیا کیونکہ یہ ظالم ہیں اُن کے پاس کوئی دلیل اور حجت نہیں بلکہ اِن پر حجت ہے۔

وَّاسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ ؕ آپ ترکِ اعتراض اور اُن سے احتجاج کی بناء پر اللہ تعالیٰ سے اُستغفار کریں تا کہ آپ کی اُس تلوین کو بخش دیا جائے جو آپ کے قلب کے وجود اور اُس کی صفات کی وجہ سے آپ پر ظاہر ہوئی۔

وَلَا تُجَادِلۡ عَنِ الَّذِيۡنَ يَخۡتَانُوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ ؕ اپنی جانوں کو خیانتوں میں ڈالنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑیں اِس آیت سے اِس کی تاویل وتفسیر ظاہر ہے۔

لوگوں سے پردہ کرتے ہیں اور خُدا سے پردہ نہیں

يَّسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمۡ اِذۡ يُبَيِّتُوۡنَ مَا لَا يَرۡضٰى مِنَ الۡقَوۡلِ ؕ لوگوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے یعنی اپنے رذائل اور اپنے نفوس کی اُن صفات کو چھپانے کے ساتھ جو اُن کے معائب ہیں۔ لوگوں سے چھپتے ہیں اور اُن معائب کا ازالہ کرنے اور اُنہیں ختم کرنے کی کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپتے جبکہ وہ اُن

کے ساتھ ہے۔

اِذۡ یُبَیِّتُوۡنَ مَا لَا یَرۡضٰی مِنَ الۡقَوۡلِ ؕ جب دل میں اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ بات کو تجویز کرتے ہیں۔

یعنی نفس اور طبیعت کی ظلمت کے عالم میں اُن وہمیات اور تخیلاتِ فاسدہ سے اندازہ لگاتے ہیں جنہیں حطامِ دنیا اور اُس کی لذتوں میں سے اپنی اغراض کی تحصیل میں جھوٹ سے مزین کیا ہوتا ہے۔"

وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ مُحِیۡطًا اور جو وہ کرتے ہیں اللہ نے اُس پر احاطہ کر رکھا ہے یعنی اُنہیں اُن کے اَعمال اور اُن کی صفات کے اعتبار سے بدلہ دے گا۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۰۹ تا ۱۱۲)

هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلۡتُمۡ عَنۡهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ۟ فَمَنۡ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنۡهُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ اَمۡ مَّنۡ یَّكُوۡنُ عَلَیۡهِمۡ وَكِیۡلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ یَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ثُمَّ یَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنۡ یَّكۡسِبۡ اِثۡمًا فَاِنَّمَا یَكۡسِبُهٗ عَلٰی نَفۡسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیۡمًا حَكِیۡمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنۡ یَّكۡسِبۡ خَطِیۡٓـَٔةً اَوۡ اِثۡمًا ثُمَّ یَرۡمِ بِهٖ بَرِیۡٓـًٔا فَقَدِ احۡتَمَلَ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِیۡنًا ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ ! سنتے ہو یہ جو تم ہو دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے جھگڑے تو ان کی طرف سے کون جھگڑے گا اللہ سے قیامت کے دن یا کون ان کا وکیل ہوگا۔ اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔ اور جو گناہ کمائے تو اس کی کمائی اسی کی جان پر پڑے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اُسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔

خود کو ظاہر کرنا بھی خطا ہے اور اپنا کمال چھپانا بھی گناہ ہے

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اِس کا معنیٰ ظاہر ہے اور گزر چکا ہے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

یعنی جو اپنی ذات کی صفات میں سے کسی صفت کو ظاہر کرنے کی برائی کرتے ہیں یا اپنے کمالات سے کسی ایسی چیز کی کمی کرنے سے اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں، جس میں اُس کی کمی کی اُس کی اِستعداد مقتضی ہے مگر اِرتکابِ عمل اِس کے منافی ہے پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے اِس صفت کا پردہ اپنے کمال کو چھپانے والی ہیئت کو طلب کرتے ہوئے اُس گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنی اِس برائی اور ہیئتِ مُظلمہ پر صفتِ خداوندی کے نور کا پردہ ڈالنے والا پائے گا جبکہ رحیم سے مراد وہ چیز عطا فرمانے والا ہے جس کا اِقتضاء انسان کی اِستعداد کرتی ہے۔

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا اور جو شخص غلطی اور گناہ کرے اور پھر اُسے دوسرے کے ذمہ لگائے تو اُس نے ضرور بہتان اور ظاہر گناہ اُٹھایا یعنی جس نے اپنے نفس کے ظہور یا اپنی استعداد کو مٹانے کے ساتھ خطاء اور گناہ کیا اور اپنے کمال کے منافی ہیئت کا اِکتساب کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ مجھے اِس کام پر فلاں شخص نے اُکسایا ہے یا فلاں شخص نے مجھے طلبِ حق سے روک دیا ہے لٰہذا یہ فلاں کا جُرم ہے جیسا کہ عذر خواہی کرنے والے متعلین کی عادت ہے تو یقیناً اُس نے اپنے فعل کو دوسرے کے ساتھ منسوب کیا اِس لئے کہ اگر اُس کی ذات میں میلان نہ ہوتا تو اُس کے کمال میں تضاد نہ پایا جاتا اور مناسبت جس کے واسطے اِس سے پہلے اُس کی موافقت و اطاعت تھی تو یہ اُس کے نفس کے قبول کرنے کے علاوہ نہیں ہوسکتا تھا جیسا کہ اُنہیں شیطان نے کہا !

" إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ ۖ "

" یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ سچا وعدہ فرمایا اور تم نے وعدہ کیا تو اُس کے خلاف کیا۔ اور میرا تم پر تسلط اور غلبہ نہ تھا مگر یہ کہ میں نے تمہیں دعوت دی تو تم نے میری بات مان لی تو مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے نفسوں کو ملامت کرو۔"

(سورۃ ابراہیم آیت ۲۲)

اِس لئے کہ اگر اُن کے نفسوں میں اُن کے کسب اور اُن کی صفات کے ظہور کی ظلمت نہ ہوتی تو اُن میں نہ شیطان کے وسوسہ کا مقام ہوتا اور نہ ہی اُس کی دعوت کو قبول کرنے کا محل ہوتا۔

اِثْمًا مُّبِيْنًا سے مراد خطاء کی ہیئت اور اِعتراف نہ کرنے کا مرتکب ہے جس سے دُگنا گناہ ظاہر ہوتا ہے اور اگر اُن کا اپنے نفسوں کی طرف کمی کی نسبت کرنا انکسار کی وجہ سے ہے تو یہ قلب پر غلبہ سے کمزوری اور اپنے سے پردہ ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۶)

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَنْ يُّضِلُّوْكَ ۖ وَمَا يُضِلُّوْنَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوْفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ إِنَّ

اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ ! اور اے محبوب اگر اللہ کا فضل و رحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں کے کچھ لوگ یہ چاہتے کہ تمہیں دھوکا دے دیں اور وہ اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں اور تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ اُن کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔ اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ اللہ اُسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا

حضور کا ہر کمال مطلق ازلی ہے

وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ وَرَحۡمَتُہٗ محبوب اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی یعنی اگر آپ پر اپنے اُس راستہ کے سلوک کے لئے اللہ تعالیٰ کی امداد اور توفیق نہ ہوتی جس کے ساتھ آپ کا کمال فعل کی طرف نکلتا ہے اور وہ علم جو آپ میں ظاہر ہوا ہے نہ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مراد اللہ تعالیٰ کا حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ کمال مطلق عطا فرمانا ہے جو آپ کو ازل میں ودیعت کیا گیا تھا اور یہ وہ رحمتِ عظیمہ ہے جس کے بعد کوئی رحمت نہیں۔

طَّآئِفَۃٌ مِّنۡہُمۡ اَنۡ یُّضِلُّوۡکَ ؕ وَمَا یُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَہُمۡ وَمَا یَضُرُّوۡنَکَ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ محبوب کچھ لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ لوگ خود اپنے آپ کو بہکا رہے ہیں اور آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے کیونکہ اُنہوں نے اپنی اصل استعداد سے گمراہی پیدا کی ہے اور

اِس لئے بھی کہ یہ لوگ اَزلی شقاوت پر پیدا کئے گئے ہیں تو جو گمراہی اور ضلالت اُن کے خمیر میں گوندھی ہوئی ہے اسے اُن کے علاوہ کی طرف کیسے لوٹایا جائے گا ؟

حضور کا علم علمِ الٰہی اور لامحدود ہے

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ یعنی اَے محبوب آپ کو وجود عطا کرنے کے بعد جو آپ پر پورا تفصیلی علم نازل فرمایا گیا اور حکمت عطا فرمائی گئی یعنی آپ کو تفاصیل کے احکام کا علم عطا فرمایا گیا اور اِس کے ساتھ ہی اِس پر عمل کرنے کے لئے تجلیاتِ صفات تفویض کی گئیں۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا تو جب آپ کو اپنی ذات میں فناء کرنے کے ساتھ آپ پر انکشاف کیا گیا تو پھر وجودِ حقانی کے ساتھ آپ کو بقاءِ دوام عطا فرمادی تو اِس بقاء سے آپ کا قلب بن گیا تو آپ کا حجاب اِس قلب کا حجاب ہے اور محبوب آپ کا علم علمِ الٰہی ہے اِس لئے کہ صفت ذات کے تابع ہوتی ہے۔

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا یعنی آپ پر اِس کمال کے اظہار میں اُس عمل کی توفیق کے ساتھ جو آپ کو پہنچنے کی حد تک آپ کو پہنچی اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

کون سی مشاورت اچھی ہے ؟

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ بہت سے مشوروں میں خیر اور بھلائی نہیں ہوتی کیونکہ یہ فضول اَمر ہے اور سالک پر واجب ہے کہ وہ فضول کاموں کو چھوڑ دے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا !

"من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه۔"

"یعنی اچھا اسلام اُس شخص کا ہے جو اُس اَمر کو چھوڑ دیتا ہے جو اُس کا معاون نہ

ہو۔"

إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ یعنی صدقہ یا معروف یا لوگوں کے درمیان اِصلاح کے علاوہ مشوروں کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا جبکہ صدقہ کے بارے میں مشورہ کا حکم ہونے سے سخاوت کی فضیلت کا اِظہار ہوتا ہے جو کہ عفت کے باب سے ہے اور معروف یعنی میری بات اچھی ہو جیسا کہ علم وحکمت سکھانا تو یہ حکمت کی فضیلت کے باب سے ہے یا میرا فعل اچھا ہو جیسا کہ مظلوم کی مدد اور ملہوف کی فریاد سُنی تو یہ شجاعت کے باب سے ہے یا یہ کہ لوگوں کے درمیان صلح کرائی جائے جو کہ عدالت کے باب سے ہے۔

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ اور جو رضائے اِلٰہی کی طلب میں ایسے کرتا ہے یعنی جو بیان کردہ اِن تمام کمالات کا حامل ہے اور اُسے اپنی ذات کی تعریف مطلوب نہیں اور نہ ہی وہ ریاکاری اور دکھاوا کرتا ہے تو یہ رذیلت فضیلت بن جاتی ہے۔

فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا پس اِس کے بدلہ میں ہم عنقریب اُسے صفات کی جنتیں عطا فرمائیں گے۔"

(تفسیر آیت نمبر ۱۱۷ تا ۱۳۳)

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا ۖ وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ﴿١١٧﴾ لَعَنَهُ اللَّهُ ۘ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ﴿١١٨﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢٠﴾ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿١٢١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَعْدَ

اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿١٢٢﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ
يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ
الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿١٢٤﴾
وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ
وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿١٢٥﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿١٢٦﴾ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاۗءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ
فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ
وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿١٢٧﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ
تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿١٢٨﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ
النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا
وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٢٩﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿١٣٠﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿١٣١﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ
وَكِيْلًا ﴿١٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿١٣٣﴾
مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًۢا
بَصِيْرًا ﴿١٣٤﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَوِ

الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۗ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى
اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ
قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا
بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ
يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾

ترجمہ! یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو۔ جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا قسم ہے میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرا ہوا حصہ لوں گا۔ قسم ہے میں ضرور انہیں بہکا دوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح ٹوٹے میں پڑا۔ شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انہیں وعدے نہیں دیتا مگر فریب کے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کچھ دیر جاتی ہے کہ ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کا سچا وعدہ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ کام نہ کچھ تمہارے خیالوں پر ہے اور نہ کتاب والوں کی ہوس پر جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا نہ مددگار۔ اور جو کچھ بھلے کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے اور انہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔ اور اس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا منہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی والا ہے اور ابراہیم کے دین پر چلا جو ہر باطل سے جدا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنایا۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔ اور تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اللہ تمہیں ان کا فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو تم پر قرآن میں پڑھا جاتا ہے اُن یتیم لڑکیوں کے بارے میں کہ تم انہیں نہیں دیتے جو ان کا مقرر ہے اور انہیں نکاح میں بھی لانے سے منہ پھیرتے ہو اور کمزور بچوں کے بارے میں اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم

رہو اور تم جو بھلائی کرو تو اللہ کو اُس کی خبر ہے۔ اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح خوب ہے اور دل لالچ کے پھندے میں ہیں اور اگر تم نیکی اور پرہیز گاری کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اَدھڑ میں لٹکتی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیز گاری کرو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ کشائش والا حکمت والا ہے۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور بے شک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ کافی ہے کارساز۔ اے لوگو وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور اوروں کو لے آئے اور اللہ کو اس کی قدرت ہے

خواہشات کی پوجا کرنا عورتوں کی پوجا کرنا ہے

اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ اللہ کے سوا عورتوں کی پرستش کرتے ہیں یعنی اپنے نفسوں کو پوجتے ہیں اِس لیئے کہ ہر وہ شخص جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ اپنی خواہشات کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنے نفس اور اپنی ذات کی پوجا کرتا ہے اور شیطانِ وہم کی گمراہیوں اور اُس کی اطاعت کو قبول کرتے ہوئے وہم کے شیطان کی عبادت کرتا ہے اور ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے سوا کی عبادت کرتا ہے ممکن کی پوجا کرتا ہے کیونکہ وہ دوسرے سے اُس کی تاثیر قبول کرنے کی وجہ سے متاثر ہے جس کا وہ محتاج ہے اور یہی عورتوں کی صفت ہے۔"

شیطان کا چیلنج

وَّقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ۙ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ اور شیطان نے کہا مجھے قسم ہے میں

ضرور تیرے بندوں سے فرض کیا گیا حصہ لوں گا یعنی میں تیرے غیر مخلص بندوں سے بدلہ لوں گا جو توحید کے ساتھ اپنے دین سے اخلاص رکھیں گے اور اُنہیں عاداتِ فاسدہ خواہشاتِ رَدّیہ اور عقل و شرع کے مخالف افعالِ شنعیہ کا حکم دوں گا۔

حقیقی توحید کے ساتھ اِیمان لانا

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور جو لوگ حقیقی توحید کے ساتھ ایمان لائیں گے کیونکہ وہ مشرکین کے مقابلہ میں ہیں اور اُنہوں نے وہ عمل کئے جو جمع کی طرف وصول میں اُن کی اصلاح کریں یا فناء فی اللہ اور فناء باللہ کے بعد بقاء حاصل کر کے اِستقامت کے ساتھ تمام لوگوں کی اِصلاح کریں گے اُن کے لئے بیان کردہ تین جنتیں ہیں۔

تمہاری تمنائیں

لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا یعنی وعدہ کئے گئے اَمر کا حصول نہ تمہارے خیال کے مطابق ہے اور نہ ہی اہلِ کتاب کی تمناؤں کے مطابق یعنی جو تم میں مع تمہارے نفوس اور صفات و اَفعال کے باقی ہے تو تمہاری اُس سے مراد مجرّد تمنّا ہے اور تمنّا کی طلب عادت میں اُس کے وجود کو ممتنع نہیں۔

اچھے دین والے اچھے لوگ

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ اور اُس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے حکم کو بھی قبول کیا اور وہ نیکوکار بھی ہے۔ یعنی اُس شخص سے اچھا

راستہ کس کا ہے جس نے تسلیم کرلیا کہ اُس کا وجود اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور وہ فناءِ محض کے ساتھ انیت واثنینیت کی آمیزش سے پاک ہے، اور اُس کے مُحسن ہونے سے مُراد یہ ہے کہ وہ عینِ تفصیل میں جمع کا مُشاہدہ کرتا ہے اور تجلیّاتِ صفات اور اُس کے احکام کے حقوق کی رعایت برتنے کے ساتھ ساتھ اعمال میں اِستقامت کے ساتھ احسان کے راستے پر چلتا ہے۔

توحیدِ ابراہیمی کیا ہے؟

وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ یعنی توحید میں ابراہیم علیہ السلام کی مِلّتِ حنیفہ کا اِتباع کرتا ہے یعنی اپنی ذات وصِفات اور اَفعال میں ہر شرک اور ہر دینِ باطل سے گریزاں ہو کر دینِ ابراہیم کی طرف مائل ہے دین کا معنیٰ راستہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے غیر کے فعل یا صِفت یا ذات کے اَثبات کی طرف جانے والے راستہ کو چھوڑ دیتا ہے اُس لیے کہ اُس کا دین دینِ حق ہے یعنی اُس وقت اُس کی سَیر سَیر اِلی اللہ ہے صِفات کی راہ کے سلوک کے ساتھ سَیر فی اللہ نہیں اور نہ ہی اُس کا اللہ تعالیٰ کی طرف صِفاتِ نفس کو مُنقطع کرنا اور صفاتِ قلب کی پیاس بُجھانا ہے تو اِس دین سے اچھا کون سا دین ہو سکتا ہے۔

خلیل وحبیب کے مرتبوں کا فرق

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبۡرٰهِيۡمَ خَلِيۡلًا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنالیا یعنی اُنہیں اپنی ذات اور اپنی صِفات کے خلال میں داخل فرمالیا اِس حیثیت سے کہ اُن سے اُن کا بقیہ وجود یا اُن کے خلال میں دِیوار باقی نہ رہی اور جو امر اُن کی تکمیل کے وقت فوت ہُوا اور جو اُن کی اُس کی طرف اِحتیاج تھی اُس کا بدل قائم فرمادیا۔

تو خلیل کا مرتبہ اگرچہ صفی سے اُوپر ہے لیکن حبیب کے نیچے ہے اِس لیے کہ خلیل کو خود میں غیریت کے بقیہ کا وہم اور شک ہوتا ہے جبکہ حبیب محبوب ہوتا ہے اور اُس میں غیریت کا تصوّر نہیں

ہوسکتا اِس لیے حبیب کے برعکس خلیل کو عشق کی آگ میں ڈالا گیا۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۳۴ تا ۱۴۷)

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا
بَصِيْرًا ۝۱۳۴ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَوِ
الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى
اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۱۳۵ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ
قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا
بَعِيْدًا ۝۱۳۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ
يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝۱۳۷ۭ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِـيْمَۨا ۝۱۳۸
الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ
الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝۱۳۹ۭ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا
وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰي يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ڮ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَۨا ۝۱۴۰ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ
كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ڮ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا
اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ
وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝۱۴۱ۧ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ
وَھُوَ خَادِعُھُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ
اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۴۲ۡ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ڰ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ سَبِيۡلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡكٰفِرِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ
الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ؕ اَتُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ عَلَيۡكُمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِيۡنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِى
الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لَهُمۡ نَصِيۡرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا وَاَصۡلَحُوۡا
وَاعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰهِ وَاَخۡلَصُوۡا دِيۡنَهُمۡ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ؕ وَسَوۡفَ يُؤۡتِ اللّٰهُ
الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفۡعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمۡ اِنۡ شَكَرۡتُمۡ وَاٰمَنۡتُمۡ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
شَاكِرًا عَلِيۡمًا ﴿۱۴۷﴾

ترجمہ ! جو دنیا کا انعام چاہے تو اللہ ہی کے پاس دنیا وآخرت دونوں کا انعام ہے اور اللہ سنتا دیکھتا ہے۔اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر ہو بہرحال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔اے ایمان والو ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے ان رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اُتاری اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے نہ انہیں راہ دکھائے۔خوشخبری دو منافقوں کو کہ اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا اُنکے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے۔اور بے شک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بے شک اللہ کافروں اور منافقوں سب کو جہنّم میں اکٹھا کرے گا۔وہ جو تمہاری حالت تکا کرتے ہیں تو اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کا حصہ ہو تو ان سے کہیں کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچایا تو اللہ تم سب میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور جب

نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا۔ بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں نہ ادھر کے نہ اُدھر کے اور جسے اللہ گمراہ کرے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔ اے ایمان والو کافروں کو دوست نہ بناؤ مسلمانوں کے سوا کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لئے صریح حجت کرلو۔ بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز اُن کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔ مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور سنورے اور اللہ کی رسی مضبوط تھامی اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کرلیا تو یہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا۔ اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ اور اللہ ہے صلہ دینے والا جاننے والا۔

خُدا سے اعلیٰ چیز مانگو

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ ثَوَابَ الدُّنۡيَا جو شخص باوجود خواہشِ نفس کی واقفیت کے دُنیا کا ثواب چاہتا ہے وہ گھٹیا ترین چیز کا طلب کرتا ہے اور کم تر مرتبے پر ٹھہر جاتا ہے۔

فَعِنۡدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيۡعًۢا بَصِيۡرًا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں دونوں جہانوں کا تمام ثواب ہے بشرطیکہ اِنسان اُس میں فناء ہونا چاہے کیونکہ وجودِ حق تعالیٰ تمام تر پر محیط ہے اور اُس کے اُوپر کوئی چیز نہیں اور وہ تمہارے نفسوں کی باتیں سُنتا ہے اور تمہاری نیتوں اِرادوں اور تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ یعنی اَے تقلیدی اِیمان کے ساتھ اِیمان لانے والو تحقیقی ایمان کے ساتھ ایمان لاؤ یا علمی ایمان کے ساتھ ایمان لاؤ یا عینی اِیمان کے ساتھ ایمان لاؤ۔

کفر کیسے زیادہ ہوتا ہے ؟

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ كَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ كَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا كُفۡرًا لَّمۡ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَـغۡفِرَ لَهُمۡ وَلَا لِيَـهۡدِيَهُمۡ سَبِيۡلًا جو لوگ اِیمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان

لائے پھر کافر ہوئے پھر اُن کا کفر زیادہ ہو گیا اللہ اُنہیں نہیں بخشے گا اور نہ ہی اُنہیں راستے کی ہدایت دے گا۔

یعنی جو لوگ شدّتِ مُنافقت اور نُورِ فطرت کے غالب آنے کی وجہ سے ایک مرتبہ رُبوبیت کی علویہ اور سفلیہ جہتوں کے درمیان مُتحیّر و مُتردد ہُوئے اور دُوسری مرتبہ اُن پر نفس اور خواہش کی ظُلمت غالب آ گئی تو اُن میں دونوں حالتیں برابر ہو گئیں یہاں تک ہیاتِ مُظلمہ مُستحکم ہو گئیں اور اُن کے حجابات زیادہ ہو گئے اور صِفاتِ نفس کے غلبہ سے عقائدِ فاسدہ اور مَلکاتِ کاسدہ راسخ ہو گئے اور اُن کے دِل مُلتقاً زنگ آلُود ہو گئے تو اللہ تعالیٰ اُن کے فسادِ جوہرِ قلب زوالِ استعداد اور حجابات بڑھ جانے کی وجہ سے اُنہیں نہیں بخشے گا اور نہ ہی حق کی طرف اور کمال اور فطرتِ اَصلیہ کی طرف اُن کی رہنمائی کرے گا اِس لیے کہ وہ ہدایت کو قبول نہیں کر سکتے اور اُن کی طرف دردناک عذاب کو پھیر دے گا تاکہ اصل میں اپنی استعداد کی جگہ پر پہنچ جائیں۔

عزّت کِس کو اور کیسے مِلتی ہے ؟

الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا۔

جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا اُنہیں عزّت مِل جائے گی یقیناً تمام عزّت اللہ کے لیے ہے۔

یعنی جو لوگ اِحتجاب میں کافروں کے ساتھ اپنی مُناسبت کی وجہ سے دوستی کرتے ہیں اور مومنوں کو عدمِ جنسیت کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں کیا یہ دُنیا میں اِن کافروں کے ساتھ اور مال وجاہ کے ساتھ عزّت حاصل کر لیں گے ؟

تو اِس کی طرف راہ نہیں بلکہ وہ غلطی کرتے ہیں اِس لیے کہ تمام تر عزّت اللہ تعالیٰ کی صِفات

سے ایک صفت ہے جو دُوسروں کی قوت وقُدرت کو مُمتنع ہے۔

چُنانچہ غالب آنے اور تمام پر غلبہ حاصل کرنے کی قُوت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ہاں! دُوسروں کو عزّت حاصِل ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کی قُربت اور اُس کے نُور اور قُوت کو قبول کرنے اور اُس کی صِفات کے ساتھ مُتصف ہونے کے اندازے اور حساب سے ہے تو عزّت کے حق دار اہلِ ایمان ہیں اور اہلِ کُفر وحجاب کے لیے ذِلّت بہتر ہے۔

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ

اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو کسلمند اور سُست کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ اُنہیں حضوری کا شوق نہیں چُونکہ اِن لوگوں پر خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے اِن کی اِستعداد کی ظُلمت اُنہیں نماز سے مُتنفر کر دیتی ہے۔"

تفسیر ابن عربی کے پانچویں پارے کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا

صائم چشتی

چھٹا پارہ

(تفسیر آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۱)

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ
تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ
وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ
حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾

ترجمہ! اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر مظلوم سے اور اللہ سنتا جانتا ہے، اگر تم کوئی بھلائی علانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر و تو بے شک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے، وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں، یہی ہیں ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں کے درمیان فرق کرنے والوں کا حال

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ یعنی جو لوگ حق و دین اور تفصیل و جمع سے حجاب میں رہے،

وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ یعنی حق کے علاوہ دین اور جمع کے برعکس تفصیل سے حجاب کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسول کے درمیان فرق قائم کر دیں، تو انہوں نے رسُولوں کا انکار اِس وہم کی وجہ سے کیا ہے کہ کثرت وحدت کے منافی ہے اور جمع تفصیل کو الگ کرتی ہے، تو یہ وہ اَمر ہے جس کے کچھ حصّہ پر وہ ایمان لاتے ہیں اور کچھ حصّہ کا انکار کرتے ہیں۔

وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اور وہ چاہتے ہیں کہ وہ جمع و تفصیل تمام پر

"ایمان لانے اور تمام طریق کے کُلّی طور پر انکار کرنے کے درمیان راستہ بنالیں۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ یہ محجوب لوگ ہیں۔

حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ، یعنی یہ اپنی ذات وصفات کے ساتھ یقیناً محجوب ہیں کیونکہ اِن کی معرفت غلط اور اِن کی توحید زندقہ ہے یہ لوگ دین سے نہیں اور نہ ہی کسی چیز میں اُن کے پاس حق ہے۔"

مُّهِيْنًا ، یعنی انہیں وجودِ حجاب کے ساتھ اور نفس وصفات کی ذلالت کی وجہ سے ذلّت آمیز اور رُسوا کردینے والا عذاب ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۵۲ تا ۱۵۹)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ
اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ
السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ
بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ
وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ
ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا
غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ
وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾
وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى
ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ

يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

ترجمہ ! اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب اللہ اُن کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، اے محبوب اہل کتاب تم سے سوال کرتے ہیں کہ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دو تو وہ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے کہ بولے ہمیں اللہ کو علانیہ دکھا دو تو انہیں کڑک نے آلیا ان کے گناہوں پر پھر بچھڑا لے بیٹھے بعد اس کے کہ روشن آیتیں ان کے پاس آ چکیں تو ہم نے یہ معاف فرما دیا اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ دیا، پھر ہم نے اُن پر طور کو اونچا کیا ان سے عہد لینے کو اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ ہفتہ میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا، تو ان کی کیسی بدعہدیوں کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور اس لئے کہ وہ آیاتِ الٰہی کے منکر ہوئے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے اور ان کے اس کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے، اور اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان اٹھایا، اور اُن کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اُسے قتل کیا اور نہ اُسے سولی دی بلکہ ان کے لئے اُس کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بے شک انہوں نے اس کو قتل نہ کیا، بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے، کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا،

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق نہ کرنے والوں کا تعارف

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ جمعاً

"اور تفصیلاً ایمان لائے۔

اُجُوْرَهُمْ ؕ انہیں تین جنتوں سے اَجر دیا جائے گا۔"

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا اللہ تعالیٰ اُن سے اُن کی ذوات وصفات جو کہ اُن کے گناہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے اُن کے حجاب سے پردہ پوشی فرمائے گا۔

رَّحِيْمًا یعنی انہیں تینوں جنتوں، عطا کئے گئے وجودِ حقّانی اور بقائے سرمدی کے ساتھ اُن کے تمتع اور لذات حاصل کرنے کے ساتھ اُن پر رحم فرمائے گا۔

مشاہدہ مکاشفہ سے بڑا ہے

كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ یعنی اُن پر آسمان رُوح سے مکاشفہ کے ساتھ یقینی علم اُتارا جائے،،

اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ کیونکہ مشاہدہ مکاشفہ سے بڑا اور بلند اَمر ہے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ یعنی اُنہیں اپنی ذوات کو باقی رکھنے کے باوجود مشاہدہ طلب کرنے پر کڑک نے آلیا، اِس لئے کہ مشاہدہ کے وقت اپنے وجود کو باقی رکھنا کسی چیز کو اُس کے مقام کے علاوہ جگہ پر وضع کر دینا ہے۔ اور اپنے وجود کو باقی رکھنے کے باوجود مشاہدہ طلب کرنا نفس کی سرکشی ہے جو اپنی ذات کے کمالات دیکھنے کا ارادہ رکھتا ہے اور یہ ظلم ہے۔

سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا اُن کی بے ہوشی دُور ہونے پر اُن پر حُجت کے ساتھ ظاہر دلیل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُٹھایا جانا اور واپسی

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ، وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رُوح کے عالمِ سفلی سے مفارقت اور عالمِ علوی سے اِتصال کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بُلند فرمایا اور اُن کا چوتھے آسمان میں ہونا اُن کی رُوح کے فیضان کے مصدر آسمانِ آفتاب کی رُوحانیت کی طرف اِشارہ ہے جو کہ قلبِ عالم کے

مشابہ ہے اور اِس کی طرف اُن کا مرجع ہے۔

یہ رُوحانیت نُور اپنی معشوقیت کے ساتھ اِس آسمان پر متحرک ہے اور اِس تحریک کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کی مُباشرت پر اِس نُور کی کرنیں برستی ہیں اور جب اُن کا مرجع اُن کا اصلی مُستقر ہوگا اور کمالِ حقیقی کی طرف نہ پہنچتا ہوگا تو ضروری ہے کہ وہ اپنے دُوسرے بدن کے تعلق کے ساتھ آخر زمانہ میں نزول فرمائیں اور اُس وقت اُنہیں ہر کوئی پہچان لے تو اُن پر سب اہلِ کتاب ایمان لے آئیں گے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فناء فی اللہ ہونے کی موت سے پہلے آخر والوں میں مبداء معاد کے جاننے والے تمام اہلِ علم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت حاصل ہوگی تو جب وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے قیامت کا دِن آجائے گا یعنی اُن کے حجاباتِ جسمانیہ سے نکلنے اور اپنے غفلت کے حال سے اُٹھ کھڑے ہونے کا دِن آجائے گا۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ، اور جو اُس وقت اُن میں سے نیند میں ہوگا اور وہ گواہی دیں گے حق تعالیٰ نے اُن پر اپنی صورت میں تجلّی فرمائی ہے، جیسا کہ اس طرف اشارہ کیا گیا۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۶۰ تا ۱۶۵)

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ
وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ
كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

وَيَعْقُوبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ
زَبُوْرًا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ
وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿١٦٤﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ
بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾

ترجمہ! تو یہودیوں کے بڑے ظلم کے سبب ہم نے وہ بعض ستھری چیزیں کہ اُن کے لئے حلال تھیں اُن پر حرام فرمادیں اور اس لئے کہ انہوں نے بہتوں کو اللہ کی راہ سے روکا، اور اس لئے کہ وہ سود لیتے حالانکہ وہ اس سے منع کئے گئے تھے اور لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے اور ان میں جو کافر ہوئے ہم نے اُن کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، ہاں جو اُن میں علم میں پکے اور ایمان والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اُس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اترا اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے، بے شک اے محبوب ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اُن کے بیٹوں اور عیسٰی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کو وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی، اور رسولوں کو جن کا ذکر آگے ہم تم سے فرما چکے اور ان کو جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے موسیٰؑ سے حقیقتاً کلام فرمایا، رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

نفس کے بچھڑے کو پوجنے والے ظالم ہیں

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے یعنی اُنہوں نے نفس کے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور نفس کو اپنا معبود بنالیا اور حضرتِ رُوح کو بستی میں داخل ہونے سے روکا اور مخالفتِ شریعت کی بناء پر اُن کا ہفتے کے دن حد سے بڑھنا اور توحیدِ افعال کے کشف کے حجاب اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کو توڑنا اور تجلّیاتِ صفات سے اُن کا احتجاب اُن کا ظُلم تھا۔

اور یہ اُن آیاتِ الٰہی سے انکار کرتے ہوئے تمام رذائل میں ڈوب جانا ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا اور اللہ تبارک وتعالیٰ پر افتراء پردازی کرنا جس کی بناء پر اُن کے دلوں پر پردہ آ گیا یعنی خلقیت کے پردہ سے ڈھانکے گئے اور اِس پردہ کو اُٹھانے کی کوئی راہ نہیں! اور اُن کا حضرت مریم علیہا السلام کو متہم کرنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی خواہش رکھنا یہ تمام اجتماعی خصلتیں وہ ظلم ہے جس کی کُنہ کو نہیں جانا جا سکتا۔"

تجلیّاتِ افعال وصفات اور شہودِ ذات کی جنّت

حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ یعنی اُن کے اِس بیان کردہ ظُلم کی وجہ سے ہم نے اُن پر افعال وصفاتِ کی تجلّیات اور شہودِ ذات کی جنتیں حرام کر دیں جو اُن پر حلال تھیں اور یہ وہ طیبّات ہیں جن کی کُنہ نا معلوم ہے۔ اور اِن طیبّات کے اُن پر حلال ہونے سے مراد یہ ہے کہ اُن کی قابلیت واستعداد کی حیثیت سے یہ منع نہ تھیں۔

وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ، اور وہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں یعنی اپنی صحبت ومرافقت اور گمراہی کی طرف بلانے سے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں یا یہ کہ وہ رُوحانی قوتوں کو روکتے ہیں۔

سُود کا باطنی مفہوم

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ اور سُود لیتے ہیں یعنی فضول علوم حاصل کرتے ہیں جیسا کہ مخالفت لڑائی اور لذّاتِ بدنیہ اور حظوظ جن سے روکا گیا تھا۔

وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ ، یعنی رذیل حرص اور طمع کے ساتھ لوگوں کا مال کھاتے ہیں جیسا کہ رشوت اور تزویرات وتلبیسات کا بدلہ لیتے تھے۔

یا یہ کہ کھانے پینے کی چیزوں کے حصول، مال کے کمانے، تحصیل لذّات، شہواتِ حسیّہ، مادہ

سبعیت و بہیمیت میں فکر اور عقلِ نظری و علمی کے درمیان رُوحانی قوتوں کے علوم استعمال کرتے تھے تو اُن کی استعداد کے وجود کی وجہ سے اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

راسخین فی العلم

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ مگر وہ جو اُن سے علم میں راسخ یعنی محققین ہیں اور ثابت ایمان کے مطابق ایمانِ تقلیدی کے ساتھ مومن ہیں۔ اور اُس پر ایمان لائے ہیں جو آپ پر نازل ہوا اور جو آپ سے پہلے نازل ہوا۔ یعنی تزکیہ و تحلیہ کے ساتھ متصف ہیں اور توحیدِ اعیانی کے ساتھ موحد مومن ہیں۔

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط اور یوم آخرت پر ایمان لانے سے مُراد یہ کہ احوالِ آخرت کا معائنہ اُس حال پر کرتے ہیں جس پر وہ ہے اُن کے لئے تجلّیاتِ صفات اور اُن کی جنتوں کے حظوظ سے اجرِ عظیم ہے۔

صفاتِ لُطف اور صفاتِ قہر کی تجلّیات

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا یعنی رسول صفاتِ لُطف کی تجلّیات کی خوشخبری سُناتے اور صفاتِ قہر کی تجلّیات سے ڈر سُناتے تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر حجت نہ رہے یعنی وجودِ صفت کے ساتھ ظہور و تسلّط اُس کے بعد باقی نہ رہے جو رسُولوں کی اِمداد سے محو ہو چکا تھا اور اُٹھ چُکا تھا، اور اللہ تبارک و تعالیٰ اُن صفات کو مٹانے اور اُن کی ذوات کو فناء کرنے میں اُن پر غلبہ اور قوت رکھتا ہے اور وہ یہ کام اُنہیں اپنی صفات سے متصف کرنے اور اُنہیں اپنی ذات کے ساتھ باقی رکھنے کی حکمت کے ساتھ کرتا ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۶۶ تا ۱۷۰)

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ
شَهِيْدًا ۱۶۶ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۱۶۷ اِنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۱۶۸ اِلَّا طَرِيْقَ
جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۱۶۹ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ
الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۱۷۰

ترجمہ! لیکن اے محبوب اللہ اس کا گواہ ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا وہ اس نے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے گواہ ہیں اور اللہ کی گواہی کافی،، وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بے شک وہ دور کی گمراہی میں پڑے، بے شک جنہوں نے کفر کیا اور حد سے بڑھے اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے، مگر جہنّم کا راستہ کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے، اے لوگو تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو اور اگر تم کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

محبوب اللہ آپ کا گواہ ہے

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ یعنی اے محبوب اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے مقامِ جمع میں ہونے کا گواہ ہے اور جو حجاب میں ہیں اِس کا اقرار نہیں کریں گے۔

اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کا بھی گواہ ہے جو اُس نے اپنے علم کے ساتھ مُلتبس امر نازل فرمایا یعنی وہ اس حالت کو اُس کا عالم ہونے کی حیثیت سے جانتا ہے کیونکہ یہ اس کا خاص علم ہے یہ نہ آپ کا علم ہے اور نہ ہی آپ کے علاوہ اُس کے غیر سے کسی دوسرے کا عِلم ہے۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ط اور آپ کے غیر جمع میں تفصیل کے مراعی ہونے کی وجہ سے فرشتے گواہ ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات اور اپنے اسماء وصفات کے ساتھ گواہ''

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا یعنی گواہی میں اللہ تعالیٰ کی ذات مع صفات کافی ہے اس لئے اللہ کے سوا کوئی موجود ہی نہیں۔''

كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا چونکہ کفر کرنے والے حق سے محجوب ہیں اِس لئے اُن کی گمراہی ضلالِ بعید ہے۔

لذتوں سے محرومی کی آگ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا وہ لوگ جو حق سے محجوب ہیں اور اِرتکابِ رذائل اور دلوں پر صفاتِ نفس کے غلبہ وتسلّط کے ساتھ اپنی استعدادات کو اُن کے کمال کے حقوق سے روکتے ہیں۔

لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ اللہ تعالیٰ اُنہیں نہیں بخشے گا۔ اِس لئے اُن میں ہیأتِ رذائل راسخ ہو چکی ہیں اور استعداد باطل ہو چکی ہے۔

وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا یعنی اُن کے جہلِ مرکبّ، فاسد عقیدے اور کمال کے راستوں میں سے کسی راہ کو نہ جاننے کی بناء پر انہیں راستہ نہیں دکھائے گا۔

اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ یعنی باوجود اپنی لذتوں اور ملاذ کی طرف حرمان و محرومی کے اپنے نفوس کے اشتقاق کی آگ میں رہیں گے۔

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا اور اللہ تعالیٰ پر آسان ہے کہ انہیں اس کی طرف طبیعت کے ساتھ جذب کر دے یعنی اُن کی طبیعت اُنہیں خود محرومی کی آگ کی طرف کھینچ لے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۷۱ تا ۱۷۵)

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ط اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى

ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ
وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ
يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ
فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ
وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ
وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ
فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾

ترجمہ ! اے کتاب والو اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ پر نہ کہو مگر سچ مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین (۳) نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو اللہ تو ایک ہی خدا ہے پاکی اُسے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہو اُسی کا مال ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور اللہ کافی کارساز، مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت نہیں کرتا اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان سب کو اپنی طرف ہانکے گا، تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اُن کی مزدوری انہیں بھرپور دے کر اپنے فضل سے اُنہیں اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا اور اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار، اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اُتارا، تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی رسی مضبوط تھامی تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔

یہود و نصاریٰ کا غلو و مبالغہ

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ اے اہلِ کتاب تم اپنے دین میں غلو نہ کرو۔
یعنی اہلِ کتاب میں سے یہودی بواطن کی نفی اور ظاہر میں تعمقکے ساتھ مبالغہ کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوّت کے دَرجہ اور صفاتِ ربوبیت کے ساتھ متصّف ہونے کے مقام سے گرا دیتے تھے جبکہ نصاریٰ ظواہر کی نفی اور بواطن میں تعمق کے ساتھ دین میں غلو کرتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مقام اُلوہیت تک بلند کر دیتے۔

خدا پر سچ بولو

وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اور اللہ پر حق بات کے سوا نہ کہو یعنی ظواہر و بواطن کے درمیان جمع اور جمع و تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر حق بات کہو جیسا کہ توحید محمدی پر ہے۔
اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ اور کہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صفاتِ الٰہیہ کے مظہر اور حیاتِ الٰہیہ کے ساتھ زندہ ہیں اور توحیدِ اَوصاف کے مقام کی طرف بُلاتے ہیں۔
اور کلمہ سے مراد نفسِ مجرّد ہے اور یہ کلماتِ الٰہیہ سے ایک کلمہ ہے یعنی اُس کے حقائقِ رُوحانیہ سے ایک حقیقت ہے اور اَرواح سے ایک رُوح ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیسے مانو؟

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ تو اللہ اور اس کے رسول پر جمع اور تفصیل کے ساتھ ایمان لاؤ اور ذاتِ خداوندی پر علم اور حیات کو زیادہ کرنے کے ساتھ تین نہ کہو ایسا کہو گے تو تین چیزیں معبود بن جائیں گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھونک کے ساتھ اُس کی حیات

کا ایک جز قرار پائیں گے یا یہ کہ ذاتِ حق اور عالمِ نُور اور عالمِ ظُلمت کے درمیان تفریق نہ کرو ایسا کہو گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا اپنے نُور سے ہوگا بلکہ کہیں کہ وہ کُل ہونے کی حیثیت سے کلّ کے ساتھ ہے تو ایسے علم اور حیاتِ ذات سے ہونگے اور ایسے ہی عالمِ نُور و ظلمت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ذاتِ الٰہی میں فانی اُس کے وُجود کے ساتھ موجود اُس کی حیات کے ساتھ زندہ اور اُس کے علم کے ساتھ عالم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یہ وحدتِ ذاتیہ اُس کے اِس ارشاد سے عبارت ہے۔

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ اور وہ اِس سے پاک ہے کہ اُس کا غیر موجود ہو جس سے وہ پیدا ہو یا یہ کہ ایسی فصل و جنس ہو جس کے ساتھ اُس کی مثل موجود ہو بلکہ وہ اِس حیثیت سے موجود ہے کہ وہ موجود ہے۔

آسمانوں سے مُراد اَرواح ہیں

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا سماوات سے مُراد اَرواح اور زمین سے مُراد اَجساد ہیں اِس بناء پر کہ یہ اَسماءِ الٰہیہ اور اُس کا ظاہر اور اُس کا باطن ہیں ''وَكِيْلًا'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے توحید میں فناء ہونے کے وقت اُن کی ذوات و صفات اور اُن کے افعال میں مقامِ خلق پیدا فرماتا ہے۔

فرمانِ علی المرتضیٰ

جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا !

"لا الٰہ الا اللہ بعد فناء الخلق"

''مخلوق کے فناء ہونے کے بعد اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں''

مسیح کو عبودیت سے نفرت نہیں

لَنۡ یَّسۡتَنۡکِفَ الۡمَسِیۡحُ اَنۡ یَّکُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰہِ مسیح کو اِس سے نفرت نہیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہو یعنی مقام تفصیل میں اِس لئے کہ جمع کے اعتبار سے نہ مسیح کا وجود ہے نہ کسی دوسرے کا کیونکہ یہ ہرگز ممکن نہیں۔

رہا تفصیل کے اعتبار سے تو ہر وہ چیز جو تعیّن کے ساتھ ظاہر ہے ممکن ہے اور ممکن کا کسی دوسری چیز سے زیادہ بنفسہٖ اپنا وجود ہی نہیں تو وہ عبدِ محتاج ہو گا ذِلّتِ عبُودیت سے نفرت نہ کرنے والا عاجز و محتاج اگرچہ تجرّدِ محض کے ساتھ تعلقِ اَجسام سے مستغنی اور طبائع کی نجاست سے پاک ہو جیسا کہ ملائکہ مقرّبین جو کہ اَرواحِ مجرّدہ اور اَنوارِ محضہ ہیں۔

اگر پردہ اُٹھ جائے

وَمَنۡ یَّسۡتَنۡکِفۡ عَنۡ عِبَادَتِہٖ وَیَسۡتَکۡبِرۡ فَسَیَحۡشُرُہُمۡ اِلَیۡہِ جَمِیۡعًا اور جو ظہورِ اَنانیت کے ساتھ اُس کی عبادت سے نفرت کرتا ہے اور اپنی صفات کے ظہور میں سرکشی اور تکبّر کرتا ہے تو عنقریب اُنہیں اُس کے چہرے کے نُور کے ظہور کے ساتھ اُس کی طرف جمع ہونا ہے اور وہ اپنی قاہریت کی صفت سے تجلّی بار ہو گا یہاں تک کہ عین الجمع میں کُلّیۃً فناء ہو جائیں گے جیسا کہ فرمایا !

لِمَنِ الۡمُلۡکُ الۡیَوۡمَ ؕ لِلّٰہِ الۡوَاحِدِ الۡقَہَّارِ ﴿۱۶﴾

آج کے دن بادشاہی اللہ واحد قہار کے لئے ہے۔

(سورۃ المومن آیت ۱۶)

اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

"ان اللہ تعالیٰ سبعین الف حجاب من نور و ظلمۃ، لو کشفھا لا

حرقت سبحان وجهه ما انتهیٰ اليه بصره من خلقة۔"

''بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے ستر ہزار حجاب ہیں اگر کھل جائیں تو جہاں تک مخلوق کی نظر دیکھ سکتی ہے اُس کے چہرے کے انوار سے جل جائے۔''

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ تو جولوگ صفات کومٹا دینے اور ذات کوفناء کر دینے کے ساتھ عین الجمع میں فناء پر ایمان لائے اور اعمال میں استقامت اور تفاصیلِ صفات اور اُن کی تجلّیات کی مراعات میں نیک اعمال کئے اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنی صفات کی جنتوں سے پُوری مزدوری عطا فرما کر فناء فی الذات کے بعد وجودِ موہوب کے ساتھ اپنے فضل سے زیادہ عطا فرمائے گا۔

مُتکبّرین کی سزا

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا اور جولوگ اپنی آنیت کے ظہور کے ساتھ نفرت کرتے ہیں۔اور تجلّیاتِ صفات اور اُن کے نُور سے مُنوّر ہونے کے وقت تکبّر کرتے ہوئے ان تجلّیات کو اپنی ذوات کی طرف سے منسوب کرتے ہیں جیسا کہ فرعون نے کہا!

انا ربکم الاعلیٰ، یعنی میں تیرا اعلیٰ پروردگار ہوں۔

فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ۔ تو ان کو عذابِ علیم سے معذب کیا جائے گا یعنی اُن کی ذوات وصفات کے بقایا کے ساتھ اُنہیں محجوب کر دے گا اور وہ مقامِ جمع سے محروم رہ جائیں گے۔

وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مددگار نہیں پائیں گے جو اُن کی طرف ذات کا حجاب اُٹھا کر اُن کی مدد کرے اور نہ اللہ کے سوا کوئی صفات بُرہانی کا حجاب اُٹھانے میں اُن کی امداد نصرت فرمائے گا، اور یہ توحیدِ ذاتی اور نُورِ مُبین ہے اور یہ عین الجمع میں تفصیل ہے یعنی جو قرآن ہے وہ علمِ جمع ہے اور جو فرقان ہے وہ علمِ تفصیل ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۷۶)

يَسْتَفْتُونَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

ترجمہ! اے محبوب تم سے فتوی پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتوی دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو (۲) بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو (۲) تہائی اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو (۲) عورتوں کے برابر اللہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

توحید ذاتی پر ایمان لانے والے

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا یعنی وہ لوگ جو توحید ذاتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور کثرتِ صفات اور اُن کے تفرقہ میں اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑا اور تفاصیل میں جمع کی رعایت رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُنہیں عنقریب اپنی رحمت یعنی جنتِ صفات میں داخل فرمائے گا جس کی کُنہ نا معلوم ہے اور اپنے فضل سے ذات کی جنتوں میں داخل فرمائے گا اور اُنہیں کثرتِ تفاصیل میں حدِ وحدت کی طرف اِستقامت کے ساتھ صراطِ مستقیم کی رہنمائی فرمائے گا یا رحمت سے مراد افعال کی جنتیں مراد ہیں اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے سے مراد تفاصیلِ صفات سے فناء فی الذات کی طرف رہنمائی فرمانا ہے۔

جبکہ اِس مقام کے ساتھ پہلی بات زیادہ بہتر ہے اور تیرے وجود کی تفاصیل پر اور تیرے نفس میں تیرے اَحوال پر تطبیق تیرے لئے اِس سُورت سے اُس قاعدہ پر ممکن ہے جو سُورۂ آل عمران میں گزرا، واللہ تعالیٰ اعلم ''

سورۃ مائدہ

(تفسیر آیت نمبر ۱ تا ۲)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ اُحِلَّتۡ لَـكُمۡ بَهِيۡمَةُ الۡاَنۡعَامِ اِلَّا مَا يُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ غَيۡرَ مُحِلِّى الصَّيۡدِ وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ مَا يُرِيۡدُ ۝۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهۡرَ الۡحَـرَامَ وَلَا الۡهَدۡىَ وَلَا الۡقَلَۤائِدَ وَلَاۤ آٰمِّيۡنَ الۡبَيۡتَ الۡحَـرَامَ يَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرِضۡوَانًا ‌ؕ وَاِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا ‌ؕ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ اَنۡ صَدُّوۡكُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اَنۡ تَعۡتَدُوۡا ‌ۘ وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى‌ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ‌ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۝۲

ترجمہ! اے ایمان والو اپنے قول پورے کرو تمہارے لئے حلال ہوئے بے زبان مویشی مگر وہ جو آگے سنایا جائے گا تم کو لیکن شکار حلال نہ سمجھو جب تم احرام میں ہو بے شک اللہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔ اے ایمان والو حلال نہ ٹھہرالو اللہ کے نشان اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں اور نہ جن کے گلے میں علامتیں آویزاں اور نہ ان کا مال آبرو جو عزت والے گھر کا قصد کر کے آئیں اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشی چاہتے اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی عداوت کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ ابھارے اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

ازل کا وعدہ پورا کرو

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اے ایمان والو اپنے عقد یعنی قول پورے کرو یعنی اے علمی ایمان والو اپنے وہ عزائم پورے کرو جن کا سلوک میں تمہیں حکم دیا گیا، یہاں عہد اور عقد کے درمیان فرق ہے عہد وہ ہے جو ازل میں اُن میں توحید پیدا کی گئی جیسا کہ گذرا ہے اور عقد اُن پر عزائمِ تکلیف کے احکام جاری کرنا ہے۔ تا کہ اُن کے ساتھ اِیفاء کی طرف ادائیگی کریں جس کے ساتھ اِس پر اُنہوں نے عہد کیا تھا، تو عہد سابق کو کہتے ہیں اور عقد لاحق کو کہا جاتا ہے تو ہر عزیمت اُس اَمر پر جو استعداد میں قوت کے ساتھ فعل کی طرف نکلنے کو واجب کرتی ہے اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان عقد ہے جس کا وفا کرنا واجب ہے اور فتور یا تقصیر کے ساتھ اُس کے توڑنے سے منع کیا گیا ہے''

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ یعنی تمہارے لئے اُن نفوسِ سلیمہ کے ساتھ تمتعات و حظوظ کی تمام اَنواع حلال ہیں جن پر درندگی اور اُس کا شر غالب نہ ہو جیسا کہ نفوس تین جانوروں کی طبیعتوں پر ہیں،،

اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْكُمْ سوائے اُن کے جو فضیلت و عدالت کے منافی تمتعات سے ہیں کیونکہ اِن کے شخصی اور نوعی کمال سے اپنے حجاب کی وجہ سے اُن کو روک دیا گیا ہے۔

حقیقی احرام کیا ہے

غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ احرام کی حالت میں شکار کو حلال نہ سمجھو مراد یہ کہ تم سلوک کے لئے اپنی تجرید میں طلبِ وصُول کے لئے سیرِ اِلیٰ اللہ اور ریاضت میں اپنے شروع کے وقت متمتع نہ ہوں کیونکہ وہ اُس وقت حقوق پر اقتصار کو واجب کرتا ہے اس لئے احرامِ ظاہری میں کعبۂ وصال کے راستہ میں سالکین اور حرمِ الٰہی اور صفات جلال و کمال کے سرا پردوں میں داخل

ہونے کا قصد کرنے والوں کے لئے حقیقی احرام صورت ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ بے شک اللہ جو چاہے حکم فرماتا ہے یعنی اُس پر جو اپنے اولیاء سے اُس کا ارادہ ہوتا ہے۔

شعائر اللہ کیا ہیں؟

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ اے ایمان والو شعائر اللہ کو حلال نہ ٹھہراؤ شعائر اللہ سے مراد وہ مقامات واحوال ہیں جنہیں سالک اپنے سلوک کے حال میں جانتا ہے جیسا کہ صبر، شکر، توکّل، رضا اور اِن کی مثل دیگر احوال ہیں۔"

لا ترتکبوا یعنی نہ اَحوال کے گناہوں کا اِرتکاب کرو اور نہ ہی مقامات کے حکم سے نکلو کیونکہ یہ شعائر اللہ کا خالص دین ہیں۔

اور جیسا کہ معلوم مقامات ہیں جن میں طواف، سعی اور قُربانی کی جاتی ہے یعنی مطاف وسعی اور منحر وغیرہ اور حج میں وہ افعالِ معلومہ شعائر ہیں جنہیں حاجی جانتا ہے تو یہ مقامات ومراتب اور اَحوال وہ شعائر ہیں جن کا شعور سالک کا حال کرتا ہے تو جس طرح ظاہر شریعت میں جائز نہیں کہ مقاماتِ حج کو تبدیل کر دیا جائے اور اُن کے حُکم سے نکلا جائے اِسی طرح مقامات واحوال کے شعائر محبّین کی شریعت میں ہیں جیسا کہ اُن محبّین میں سے ایک شخص صبر کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا کہ اُس کی پنڈلی پر بچھو نے ڈنک مار دیا اور وہ اُسی حال میں گفتگو کرتے رہے اور سسکی تک نہ لی، اُن سے پوچھا گیا تو فرمایا! مجھے حیاء آئی کہ میں مقامِ صبر کی بات کر رہا ہوں اور خود اُس کے منافی کام کروں یعنی بے صبری دکھاؤں۔

وَلَا الشَّھْرَ الْحَرَامَ اور حُرمت والے مہینوں کو حلال کرو یعنی حقیقی حج کے احرام کے وقت کو اور سلوک ووصول کا یہ وقت اُس کے حکم سے نکل جانا اور اس کے منافی اَمر میں مشغول ہونا اور اُس کی طرف منہ کر کے رُک جانا اور اپنی سیر میں اُس کا باز رہنا ہے"

باطنی حج کی باطنی قربانیاں

وَلَا الْهَدْيَ اور نہ قربانی کو یعنی حضورِ خداوندی کی طرف فناء کے وصول کے وقت قربان ہونے کے لئے مستعد نفس کو حلال کرو اس میں اسے راستہ سے پھیر دینے یا اس کی کمزوری کے شغل میں اس کے استعمال کی طرف اشارہ ہے یا ریاضت میں اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا مراد ہے کیونکہ اس طرح وہ اپنے مقام تک پہنچے بغیر منقطع ہو جائے گا۔

وَلَا الْقَلَآئِدَ اور نہ جن کی گردن میں نشانیاں ہیں یعنی وہ اہلِ سلوک اور سُنّت پر چلنے والے جن کی گردن میں نفس کا پٹہ ہے تو اُن کو اُن کے ظاہری اَعمال سے نہ روکو اور اُنہیں اُن کے مقامات سے تبدیل نہ کرو۔

جنکی سعی میں کمی آجائے

وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ اور نہ اُن کا مال حلال ٹھہرالو جو حُرمت والے گھر کا اِرادہ کر کے آئے ہیں یعنی وہ لوگ جو سلوک میں قصد کرنے والے بزرگ اور اپنی تبدیلی کے ساتھ مجتہد ہیں اور وہ ریاضت سے رُک گئے ہیں اور اُن کے عزائم مخالطت کے ساتھ کم ہو گئے ہیں اور اُن کی سعی اور اَبہام میں قلّت آگئی ہے تو اللہ تعالیٰ کو اُن کی اپنی طرف ضرورت نہیں اور نہ اُن کے اُس شغل کی جس کے ساتھ وہ رُکتے ہیں یا کسلمندی ظاہر کرتے ہیں۔

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ط یعنی تجلّیاتِ افعال کے ساتھ اپنے رب کا فضل اور تجلیاتِ صفات کے ساتھ اپنے رب کی خوشی چاہتے ہیں۔

احرام کے بعد باطنی شکار کیا ہے

وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ط اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو یعنی جب فناء کے

بعد بقاء اور استقامت کی طرف نکلو تو تم پر حظوظ میں کچھ حرج نہیں بلکہ کبھی کبھی نفس کو حظوظ کیساتھ متمتع کیا کرتا کہ اُس کے مشاہدات میں اور اُس کے شرف مکاشفات و پاکیزگی میں اور زیادہ صفائی حاصل کرنے میں اُس کی معاونت ہو جائے۔

زیادتی کرنے والوں پر زیادتی نہ کرو

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ اور تمہیں اُن لوگوں کی دُشمنی زیادتی پر برانگیختہ نہ کرے جنہوں نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا یعنی تم سلوک سے روکنے والی اُن بعض نفسانی قوتوں سے اِس قدر کام نہ لو کہ اُن کے اُن حقوق سے روکنے کی وجہ سے جن سے وہ قائم ہیں باطل ہی مغلوب ہو کر باطل ہو جائیں یا کمزوری کی وجہ سے اُسے اپنا وہ فائدہ نہ پہنچا سکیں جس کی اسے اُپنے افعال کی طرف محتاجی اور ضرورت ہے اِس سبب سے کہ تم نے اُنہیں روک دیا ہے کیونکہ یہ وبال تمہاری طرف لوٹ آئے گا''

یا یہ کہ قومِ کی دُشمنی سے مراد تمہارے اہل و اَقارب اور دوست جو اِس سبب سے تمہارے دُشمن بن گئے کہ اُنہوں نے تمہیں سلوک میں تجرید و ریاضت سے منع کیا تھا۔

اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ تم اُن پر اُن کے اَضرار و بُغض اور اُن کے ساتھ شر کے اِرادہ سے زیادتی نہ کرو کیونکہ یہ اَمر تمہارے لئے اُس سے زیادہ نقصان دہ ہے جو نقصان اُنہوں نے تمہیں روک کر پہنچایا تھا۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ یعنی اِن قوٰیٰ کی تدبیر و سیاست کے ساتھ اِن کے حقوق دینے اور اِن کے حظوظ کو روکنے سے اِن کی مدد کرو۔

یا یہ کہ اہل قوتوں کی مَراعات کے ساتھ اور اَقارب اور اَصدقاء سے اُن کی مواسات اور اُن کی طرف اِحسان اور اُن کے حق میں معروف کیساتھ اُن کی معاونت کرو باجود یکہ اُن کی مخالفت

تمہیں ایسا کرنے سے روکتی ہے اور اِس سے اجتناب کی طرف اُکساتی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا !

فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا

تو اُن کا کہنا نہ مان اور دُنیا میں اچھی طرح اُن کا ساتھ دے۔

(سورۃ لقمان آیت ۱۵)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اور اِن امور میں اور اُس کے خلاف میں اپنے لئے اللہ سے ڈرتے رہو۔

اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ بیشک اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید ہے یعنی اللہ تمہیں رکاوٹ اور محرومی کی سزا دے گا۔

(تفسیر آیت نمبر ۳)

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③

ترجمہ! تم پر حرام ہے مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کرلو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام ہے آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور

تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حرام جانوروں سے کیا مراد ہے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ تم پر مُردار اور خون اور سُور کا گوشت اور جس پر بوقتِ ذبح غیر اللہ کا نام پکارا گیا اور جو گلا گھوٹنے سے مرا اور جو بے دھار کی چیز سے مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا حرام ہے۔

یہ امور حلال تمتعات کی انواع سے مستثناۃ ہیں اور مُردار سے مُراد شہوت کا ٹھنڈی پڑ جانا یہ عفّت کے منافی تفریط کی رذالت ہے جیسا کہ مخنث ہونا اور تمتعات سے ضروری قدر پر اِقدام سے عاجز آنا اور قوتِ شہوانیہ کے اِعتدال پر نہ ہونے کی صورت میں تمتع کا حصول مخنث اور عورتوں کو بہلانے والے اور بالطبع تارک الدنیا اور استعداد کی کمی کی وجہ سے سلوک سے قاصر رہنے والے کی طرح ہے۔

اور دم یعنی خون سے مُراد اَعمال میں خواہشِ نفس کے ساتھ تمتّع ہے کیونکہ خواہشات اور وہم کا اِمتزاج تمام اَعمال کو فاسد کر دیتا ہے۔

وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ سے مُراد حرص اور اُس کے شر کے ساتھ حاصل ہونے والے وجوہِ تمتعات ہیں کیونکہ حرص کی قوت سب سے زیادہ خبیث قوت ہے اور کمال ونجات کے راستوں کی دیوار ہے۔

وما اھل کی باطنی تفسیر

وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ یعنی ریاضات اور ریاکاری کے اعمال اور ہر وہ کام جو غیر اللہ

کے لئے ہو کیونکہ نفس کا توڑنا اور اسے برباد کرنا اور اس کی مخالفت کرنا خوبصورت فعل اور فضیلت اور سلوک میں مددگار اُسی وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا مگر یہ سب کچھ جب غیر اللہ کے لئے ہوگا تو یہ شرک ہے اور شرک اکبر الکبائر ہے یعنی سب سے بڑا گناہ ہے۔

وَالْمُنْخَنِقَةُ یعنی رذائل سے نفس کو روکنا اور افعالِ حسنہ کے صدور اور فضائل کی صُورتوں کے حصول کے ساتھ اُس کا برائیوں سے رُکنا باوجود اس کے کہ اُس میں خواہش کی صورت ہے کیونکہ افعالِ نفسیہ اس کے خراب کرنے سے اچھے ہوتے ہیں اور ان کا غلبہ اللہ کے لئے ہوتا ہے اور خواہشات کا نکل جانا اُس کی قوت ہے اور اس سے اُس کی زندگی اور ارادۂ قلب کے ساتھ اُس کا قائم ہے جیسا کہ خون کا نکل جانا حیوان کی قوت کا ختم ہونا ہے اور اس سے اُس کی زندگی اُن کا اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح ہو جانا ہے۔

موقوذہ وغیرہ جانوروں کی باطنی تفسیر

وَالْمَوْقُوْذَةُ یعنی ظاہر میں نفس سے فضائل کا صادر ہونا باوجودیکہ اُسے پسند نہیں اور اس پر جبر ہے۔

وَالْمُتَرَدِّيَةُ یہ وہ اَمر ہے جس کا کمی اور تفریط کے ساتھ تعلق ہو اور جس کا مَیلان پستی کی جہت کی طرف ہو اور بلند ہمتوں اور طاقتور درجہ سے نفس کا انحطاط اور گرنا ہے۔

وَالنَّطِيْحَةُ اور نطیحہ سے مراد وہ ہے جس کی مثل سے خوف اور قہر صادر ہو جیسا کہ عفت محتسب کے زجر سے اور خوف برائی کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اور جسے درندہ کھا جائے مراد یہ کہ جس طرح عفت کے فضائل انفت و حمیت میں سے قوتِ غضبیہ کی شدّت اور غصّہ وغضب کے غالب آجانے کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں کیونکہ جب غصّہ غالب آجاتا ہے اُس کی شدّت اُس کے کام سے روک دیتی ہے یا قہار سے قہر

کی بناء پر حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ بادشاہ اور امیر۔

اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف مگر جسے تم ذبح کرلو مُراد یہ کہ دوسرے سے مغلوب ہونے کے بعد جو تمہارا مطیع و منقاد اور قیدی ہے اُس سے اُس کی خواہش کے امتزاج کے بغیر ارادۂ قلبیہ کے ساتھ افعال صادر ہونگے۔

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ اور جسے تھان پر ذبح کیا گیا تو اِس سے مراد یہ کہ جس کام کی بنیاد عادات پر ہو اُس کا رفع کرنا واجب ہے مگر عقلی یا شرعی غرض کے لئے،

توکّل بھی کوشش بھی

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط یعنی اگر رسوم وطوالع کے ساتھ اِس اَمر پر سعادت و کمالات طلب کریں کہ اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر پر توکّل کریں اور طلب میں جد و جہد اور کوشش کرنا چھوڑ دیں اور کمی کی وجہ سے اس عِلّت کو مقرر کر کے کہیں کیا ہمارا اِس میں حصّہ نہیں اور اگر ہمارا اِس میں حصّہ ہوتا تو ہمیں حاصل ہو جاتا کیونکہ بسا اوقات مجرّد تعلیل ہوتا ہے اور اُن کا کمال اُس کی کوشش کی تقدیر میں معلّق رہتا ہے۔ کیونکہ اُسے اِس پر اطلاع نہیں۔

کافروں کی آس ٹوٹنے سے مُراد

ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط یہ گناہ کا کام ہے آج کافروں کی آس تمہارے دین سے ٹوٹ گئی تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو مراد یہ کہ تم دین جو کہ حق کا راستہ ہے اُس سے نکل گئے یہ تمہارا گناہ ہے۔

اَلْيَوْمَ مراد یہ کہ نفس کی سرکشی سے فضائل کے ساتھ حصولِ کمال کا وقت اور اُس کا عزائم میں ثابت قدم رہنا۔

کافروں کی آس ٹوٹ گئی سے مُراد یہ کہ وہ تمہارے نفوس کی قوتوں سے محجوب ہو گئے

یا طبعیین وزندیقین سے تمہارے اپنے اَبناءِ جنس یا تمہارے اہلِ خاندان۔

مِنۡ دِيۡنِكُمۡ تمہارے دین سے مُراد یہ کہ وہ جسے تم نے حق کے دین سے روک دیا۔

فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِ ؕ تو اُن سے نہ ڈرو کیونکہ وہ اِس کے بعد تم پر غالب آئیں گے اور مجھ سے ڈرو کیونکہ تم میری صفات کی صفت کی تجلی اور میری ذات کی ہیبت کے وقت نہیں ٹھہر سکو گے یہاں تک کہ مقام فناء کی طرف پہنچ جاؤ۔

تکمیلِ دین کا دِن

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ آج شعائر کے بیان اور کیفیتِ سلوک کے ساتھ تمہارے لئے تمہارا دین مکمل ہو گیا۔

وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ اور اپنی طرف ہدایت کے ساتھ تم پر اپنی نعمت پوری فرما دی۔

وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ اور تمہارے لئے افعال وصفات کی تجلی کے وقت مٹ جانے اور اِستسلام وانقیاد کو پسند فرمایا یہ کہ تجلیِ ذات کے وقت فناء کے لئے اِسلام الوجہ۔''

فَمَنِ اضۡطُرَّ یعنی ہمارے شمار کردہ اُمورِ محرّمہ سے کسی اَمر کی طرف جو مضطر ہو۔

فِىۡ مَخۡمَصَةٍ یعنی نفس سے شدید ہیجان میں ہو اور صفاتِ نفس سے کسی صفت کے ظہور کا غلبہ ہو۔

غَيۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ ۙ اپنے دین سے منحرف نہ ہونے والا اور ممنوعہ رذائل کی طرف متوجہ ہونے والا تا کہ اُس کا قصد وعزم کرے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ یعنی اپنی صفات سے کسی صفت کے نُور کے ساتھ اِس سے پردہ پوشی فرمانے والا اِس کے مقابل رحیم ہے یعنی اظہارِ کمال اور اُس کے موانع کو اُٹھا دینے کی وجہ سے

مدادِ توفیق کے ساتھ رحم فرمانے والا۔

(تفسیر آیت نمبر ۴ تا ۵)

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴﴾ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۵﴾

ترجمہ! اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لئے کیا حلال ہوا تم فرما دو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور جو شکاری جانور تم نے سدھا لئے انہیں شکار پر دوڑاتے جو علم تمہیں خدا نے دیا اس میں سے اُنہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لئے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی۔ آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی جب تم انہیں اُن کے مہر دو قید میں لاتے ہوئے نہ مستی نکالتے اور نہ آشنا بناتے اور جو مسلمان سے کافر ہو اس کا کیا دھرا سب اکارت گیا اور وہ آخرت میں زیاں کار ہے۔

حقائق و معارف ہی پاکیزہ غذا ہیں

قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ یعنی آپ فرما دیں کہ تمہارے لئے اُن حقائق و معارف حقیہ اور فضائلِ علمیہ کو حلال فرمایا جو تمہیں اپنے عقول و قلوب اور اَرواح سے حاصل ہوتے ہیں۔

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ یعنی تمہارے حواسِ ظاہری باطنی اور تمہاری تمام قوتیں اور آلاتِ بدنیہ آداب وفضائل کے اِکتساب میں بیمار اور غمزدہ ہیں۔

تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں علمِ اخلاق اور اُن شرائع کا علم سکھایا جو وجہِ عدالت پر حظوظ سے احتظاء کے طریق پر ظاہر ہوا اُنہیں سکھاتے۔

فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ جس سے وہ تمہاری تعلیم کے ساتھ تمہارے لئے اُس اَمر پر حاصل کریں جس سے تمہارے لئے وہ اَمر حاصل ہو جو تمہاری تعلیم کے ساتھ نیت وارادۂ قلبیہ اور غرضِ صحیح کو پہنچ کر شخص یا نوع کے کمال کی طرف لوٹے نہ کہ لذت وشہوت کی طلب میں اُن کی حرص اور اُن کے مَیلان کے ساتھ اُس پر اُن کا دوغلا پن وغیرہ۔

وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ یعنی اور تم اپنے قلوب کے ساتھ حاضر وموجود رہو کیونکہ یہ صورتِ انسانیہ کے لئے قصد وتراد ہے نہ کہ دوسری غرض کے لئے اور تم اپنے لئے اپنے کام میں اللہ سے ڈرو یہاں تک کہ نیکی اور بھلائی کا کام ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اللہ تعالیٰ اِس کا اِسی لمحے تمہارا محاسبہ کرے گا نہ کہ زمانوں میں جیسا کہ تمہارے نفسوں میں اُن کی ہیئتیں اُن کے اِرتکاب کے وقت ہی حاصل ہو جاتی ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۶ تا ۱۱)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ

تَشْكُرُوْنَ ۞ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ
سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ
اِعْدِلُوْا ۙ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ وَعَدَ اللّٰهُ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۞ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞

ترجمہ! اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو اور اگر تم بیمار یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے کہ کہیں تم احسان مانو۔ اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جب کہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ اے ایمان والو اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ ایمان والے نیکوکاروں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ اُن کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ اور وہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہی دوزخ والے ہیں۔ اے ایمان والو اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اُس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

صلوٰۃِ حضور کے لئے دِلوں کو پاک کرلو

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ یعنی اے ایمانِ علمی والو جب تم غفلت کی نیند سے بیدار ہو کر صلوٰۃِ حضور اور مناجاتِ حقیقی اور توجہ الی الحق کا قصد کرو تو اپنے منہ دھولو یعنی تم شرائع واخلاق میں سے پاکیزہ ومطہر نافع علم اور اُن معاملات کے پانی سے دِلوں کے وجود کو پاک کرلو جو صفاتِ نفس کے لَوث سے موانع کے اِزالہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو یعنی موادِ رجس شہوات و تصرفات کے پہنچنے کی پلیدی سے اپنی قدر کو حقوق اور منافع تک پاک کرلو۔

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ یعنی تم اپنی ارواح کی جہات کے ساتھ قیامِ کدورتِ قلب سے اور عالمِ سفلی کی طرف توجہ کیساتھ غبارِ تغیّر سے اور نُورِ ہدایت کے ساتھ محبّتِ دنیا سے پاکیزہ ہو جاؤ کیونکہ رُوح تعلق کے ساتھ مکدّر نہیں ہوتی بلکہ قلب سے اُس کا نُور محجوب ہو جاتا ہے تو قلب سیاہ اور اندھیرا ہو جاتا ہے۔ اور اُس کے نُور کی کرنوں میں قلب سے اُوپر کا منہ جس کی طرف یہ روح ہے صِقل ہو جاتا ہے اور قلب کے دو منہ ہیں اِن میں سے ایک رُوح کی طرف ہے تو یہاں سر کے مسح سے اِس کی طرف اشارہ ہے اور دوسرا منہ نفس اور اُس کے قویٰ کی طرف ہے پاؤں کیساتھ دوسرا اشارہ اِس کی طرف ہوگا۔

وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ط اور پاؤں کو ایڑیوں تک دھوؤ تو اِس سے مراد تمہاری طبعیہ بدنیہ قوتوں کے منہ میں جو شہوات میں اِنہماک اور لذات میں اَفراط کے غبار سے اَٹے ہوئے ہیں اور ایڑیوں تک سے مراد اُس حد تک اِعتدال ہے جس کے ساتھ بدن قائم ہے تو شہوات میں اِس قدر منہمک ہونا اور لذات میں یہ اَفراطِ علمِ اخلاق اور علمِ ریاضیات کے پانی سے غسل کا محتاج ہے

یہاں تک کہ اُس صفائی کی طرف لوٹ جائے جس سے قلب حضوری اور مناجات کے لئے مستعد ہو جائے۔

اور اُس حوض کے قریب جس میں اِعتدال ہے اِس کا مسح کافی ہے اِس لئے مسح سے مِسح اور غُسل سے غُسل ہے۔

اگر تم جُنبی ہو

وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ط اور اگر تم جُنبی ہو تو تمہیں خوب پاکیزہ ہونا ہے یعنی اگر تم جہتِ سفلی کی طرف انجذاب اور جہتِ علوی سے اِعراض کرنے اور نفس کی طرف کُلی مَیلان کی وجہ سے حق سے دُور ہو چکے ہو تو خود کو خوب پاکیزہ کرو یعنی تم اس ہیئتِ مُظلمہ اور بُعد و حجاب کی مُوجب صفتِ خبیثہ سے اپنی کُلیّت کے ساتھ پاک ہو جاؤ وان کنتم مرضیٰ آخر تک مکرر ہے۔

خدا تمہاری تنگی نہیں پاکیزگی چاہتا ہے

مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے یعنی کثرتِ مجاہدات و مکابدات اور مشقّت کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمہاری تنگی نہیں چاہتا لیکن وہ ہیئاتِ مُظلمہ اور صفاتِ خبیثہ سے تمہارا پاک ہونا چاہتا ہے۔

وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ اور تم پر اپنی نعمت تکمیل کے ساتھ پوری کر دے تا کہ تم بقاء بعد الفناء کے وقت عدالتِ حق کے ساتھ قائم ہونے اور کمال بالاِستقامت کی نعمت کا اِحسان مانو۔

وَاذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَمِیْثَاقَهُ اللہ تعالیٰ کا اپنے اُوپر احسان اور عہد یاد کرو اِحسان سے مراد وصول کے راہ کی طرف ہدایت اور اُس کے عہد سے مُراد اُس کے مذکورہ عزائم کا بے نتیجہ ہونا ہے اِس لئے کہ تم نے اُسے صفاءِ فطرت کے ساتھ معدنِ نبوت سے قبول کیا ہے۔

عقل تقویٰ کے قریب ہے

هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؗ یعنی صفاتِ نفس کے ملابس سے تجرّد کے لئے اور صفاتِ الٰہیہ کی وقایت لینے کے لئے عقل قریب تر ہے کیونکہ اَشرف الفضائل وہ ہے جسے اِس کا پورا اِتباع حاصل ہو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اور تم اُسے خود سے صدُورِ عدل میں اپنے لئے وِقایت ٹھہراؤ کیونکہ منبعِ کمالات وفضائل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کرتے ہو یعنی اُسے معلوم ہے کہ تمہارے نفسوں کی صفات ہیں یا اُس کی صفات سے ہیں۔"

خدا کا مومنوں سے وعدہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اللہ کا مومنوں سے وعدہ ہے یعنی تم سے توحیدِ علمی کا وعدہ ہے اور صالح اَعمال وہ ہیں جو انہیں توحیدِ عینی کی طرف پہنچاتے ہیں اور اِس کے لئے اُن سے وعدہ ہے۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ اُن کے لئے اُن کی صفات سے مغفرت ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات کی تجلیّات سے اَجرِ عظیم اور بڑا ثواب ہے۔

اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ ۚ یعنی جب تمہارے محجوب نفسوں اور اُن کی صفات کی قوتوں سے کچھ نے تم پر غلبہ وتسلّط کے ساتھ اور اپنے مآرب ومعاذ کے حصول کے لئے تُم پر بلند ہونا چاہا تو تطہیر وتنزیہہ کے راستہ سے جس کے ساتھ تم دیکھتے تھے اُنہیں تم سے روک دیا۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ یعنی اُس کے غلبہ ومنع کرنے میں اللہ تعالیٰ کے وِقایت ٹھہراؤ تو مومنوں کو اُس سے تمام تر اَفعال کی رؤیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر

بھروسہ کرنا چاہیے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۲ تا ۱۳)

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً ۚ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ ! اور بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے اُن میں بارہ سردار قائم کئے اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرضِ حسن دو تو بے شک میں تمہارے گناہ اُتار دوں گا اور ضرور تمہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔ تو اُن کی کیسی بدعہدیوں پر ہم نے انہیں لعنت کی اور اُن کے دل سخت کر دیئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں اور بھلا بیٹھے بڑا حصہ اُن نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں اور تم ہمیشہ ان کی ایک نہ ایک دغا پر مطلع ہوتے رہو گے سوا تھوڑوں کے تو انہیں معاف کر دو اور اُن سے درگزرو بے شک احسان والے اللہ کو محبوب ہیں۔

بارہ نقیب کون ہیں

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ؕ

اور بیشک بنی اسرائیل سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عہد لیا اور یہ وہی عہد جس کا ذکر ہو چکا ہے اور اُن میں سے بارہ نقیبوں کو اُٹھانے سے مراد پانچ ظاہری حواس پانچ باطنی اور قوتِ عاقلہ نظریہ اور قوتِ

عاقلہ علمیہ ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ یعنی اللہ تعالیٰ عقلِ لاحق میں تمہارا موافق و مددگار ہے تاکہ تم زُہد کے ساتھ خارجی سعادتوں کو چھوڑنے اور عبادت کے ساتھ بدنی سعادتوں سے اِعراض سے تزکیہ و تخلیہ کے حقوق کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور ایثارِ ثالثہ یعنی عقل کے رُسولوں اِلہامات و اَفکارِ صائبہ، رُوح و قلب سے خواطرِ صادقہ اور فرشتوں کی اِمداد پر اِیمان لاؤ اور شیاطینِ وہم پر اُنہیں غالب رکھنے کے ساتھ اُن کی تعظیم کرو اور وسوسوں اور القاء وہمیات وخیالیات اور خواطرِ نفسانیہ پر انہیں تقویت دو۔

اگر خدا کو قرض دو گے تو ؟

وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یعنی تم قوت و طاقت علم و قُدرت اور بالجملہ اَفعال اور تمام تر صفات سے خود کو بری الذمہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سے منسوب کرو پھر اپنی ذات سے مٹ جانے اور فناء اور اِس کو تسلیم کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت قائم کرو۔

لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ یعنی یہ تین وجود جو تمہارے حجاب اور موانع ہیں کا گناہ تم سے اُتار دوں گا اور تمہیں اَفعالی صفاتی اور ذاتی جنتوں میں داخل فرما دوں گا اور اِن جنتوں کے نیچے نہریں بہنے سے مراد توکّل و رضا اور تسلیم و توحید کے علوم ہیں اور بالجملہ اَفعال و صفات اور ذات کی تجلیّات کے علوم ہیں۔

فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ یعنی اِس عہد اور تم سے نقباء کی بعثت کے بعد جو تم سے محجوب ہو گا وہ بالحقیقت راہِ مستقیم گُم کرے گا۔

کلماتِ الٰہیہ کو کیسے بدلتے ہیں

وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ تو جن کے قلوب

خود پر غلبۂ نفس کی وجہ سے سخت ہو چکے ہیں اور اُن کے دلوں کے سخت ہونے کی ایک وجہ اُمورِ ارضیہ جاسیہ صلبیہ کی طرف میلان ہے تو یہ ملکوت و جبروت کے انوار جو کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات ہیں سے محجوب ہیں اور اِن کلمات کو اپنی نفسانی قوتوں سے تبدیل کرتے ہیں اور اِن کے معارف وحقائق کو معقولی معنیٰ سے اپنے وہمیات وخیالیات سے بدل دیتے ہیں یا اِن کے ساتھ مخلوط کر دیتے ہیں تو یہ کلمات کا اُن کے مقامات سے بدل دینا ہے۔

وَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوۡا بِهٖ‌ۚ یعنی وہ اُن نصیحتوں کا بڑا حصہ بُھلا بیٹھے جس سے قوت کے ساتھ اُن کی استعداد میں اُنہیں عہدِ سابق میں کمالات کا منہ عطا کئے گئے اور عہدِ لاحق میں اِس کے ساتھ اُنہیں نصیحت فرمائی گئی۔

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنۡهُمۡ اور تم ہمیشہ اُن کی ایک نہ ایک خیانت سے مطلع ہوتے رہو گے یعنی اُن کے نقضِ عہد اور اَمانت نہ ادا کرنے سے اِس لئے کہ اُن پر شیطان اور صفاتِ نفس کا غلبہ ہے اور اُن کے دِلوں کی سختی اور قساوت ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ محسنین سے مراد وہ لوگ ہیں جو مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی آزمائش و ابتلاء ہے۔ اور وہ اِس کا مقابلہ عقاب وعذاب سے نہیں کرتے تو اُن کے ساتھ عفوو درگزر سے کام لیا جائے۔

(تفسیر آیت نمبر ۱۴ تا ۲۲)

وَمِنَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَهُمۡ فَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوۡا بِهٖ فَاَغۡرَيۡنَا بَيۡنَهُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ‌ ؕ وَسَوۡفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ ۝۱۴ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَـكُمۡ كَثِيۡرًا مِّمَّا كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡكِتٰبِ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ؕ قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ ۝۱۵ يَّهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ

مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٦﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ
فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ
جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ
بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٨﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا
يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ
جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٩﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ
اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ
يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٠﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا
تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا
لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾

ترجمہ ! اور وہ جنہوں نے دعوٰی کیا کہ ہم نصارٰی ہیں ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ بھلا بیٹھے بڑا حصہ اُن نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں تو ہم نے اُن کے آپس میں قیامت کے دن تک بیر اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ کرتے تھے۔ اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اُسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے اور انہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ بے شک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے تم فرمادو پھر اللہ کا کوئی کیا کر سکتا ہے اگر وہ

"چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح بن مریم اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی جو چاہے پیدا کرتا ہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں تم فرما دو پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات سے جسے چاہے بخشتا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان کی اور اُسی کی طرف پھرنا ہے۔ اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ تم کہو ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں اور اللہ کو سب قدرت ہے۔ اور جب موسیٰؑ نے کہا کہ اپنی قوم سے اے میری قوم اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ تم میں سے پیغمبر کئے اور تمہیں بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔ اے قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھی ہے اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے۔ بولے اے موسیٰؑ اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں۔

نُورِ توحید سے محجوب لوگ

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ تو ہم نے اُن کے درمیان قیامت کے دِن بغض و عداوت ڈال دیا یعنی ہم نے اُن کے لئے لازم کر دیا کہ اُن کی سبعیت و بہیمیت اور شیطانیت کی قوتیں آپس میں ٹکراتی رہیں اور اُن کا جہتِ سفلی کی طرف میلان تضاد و عناد کا مُوجب ہے اِس لئے کہ وہ نُورِ توحید سے محجوب ہیں اور اُس عالمِ قُدسی سے اُن کا بُعد ہے جس میں کُلّی مقاصد تجاذب و تعاند کا اِقتضاء نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ نُورِ رُوح کے ظہور کے ساتھ کھڑے ہو جائیں اور نُورِ توحید کے ظہور کے ساتھ قیامتِ کُبریٰ قائم ہو جائے۔

وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ اور اللہ عنقریب اُنہیں بتا دے گا جو وہ کیا کرتے تھے یعنی جو وہ موت کے وقت کرتے تھے وہ اُنہیں عنقریب بتا دیا جائے گا اور عنقریب

اُن میں راسخ ہو جانے والی تکلیف دِہ ہیأتِ قلبیہ کے ظہور کے ساتھ حرمان و خسران کا ظہور ہوگا۔

اگر چاہے تو سب کچھ توحید میں فناء کر دے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللهَ هُوَ الْمَسِيحُ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود کہنے والے یقیناً کافر ہو گئے اس لئے کہ اُنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اُلوہیت کو محصور کر دیا اور اُن کے تعیّن کے ساتھ معبود کو مقیّد کر دیا۔

إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ط یعنی اگر وہ چاہے تو مسیح ابن مریم (علیہ السلام) اور اُن کی والدہ اور جو زمین میں ہے سب کچھ توحید میں فناء کر دے اور غیرِ جمع میں ہلاک کر دے جیسا کہ فرمایا!

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ط

یعنی سوائے اُس کے وجہ کے ہر چیز ہلاک ہو جائے گی۔

(سورۃ القصص آیت ۸۸)

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ط یعنی عالمِ اَرواح اور عالمِ اَجساد اور جو کچھ عالمِ اَرواح و اَجساد کے درمیان تمام تر ظاہری اور باطنی صُورتیں اور اِعراض اور اُس کے اَسماء اور اُس کی صفات اور اُس کے اَفعال ہیں اللہ کے لئے ہیں۔

آسمانِ رُوح کی زمین کی طرف نسبت

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللهُ لَكُمْ یعنی اے لوگو! حضرت قلب میں داخل ہو جاؤ جو کہ تجلّیِ صفات کا مقام ہے کیونکہ اُس کی نسبت آسمانِ رُوح کی زمین کی طرف ہے جو تمہارے لئے قضائے سابق میں عین ہے اور تمہاری اِستعداد میں اُس کی طرف وصول اور اُس کے ساتھ مقام ودیعت کیا گیا ہے۔

بدن کے شہر کی طرف نہ جاؤ

وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ اور تم اپنے پیچھے نہ پلٹو خسارے پر پلٹو گے مراد یہ کہ بدن کے شہر کی طرف میلان نہ کرو اور اُس کے مآرب ولذّات، اُس کی موافقت کی طلب اور اُس کی ہیأت کی تزئین حاصل کرنے کے لئے اُس کی طرف نہ پلٹ جاؤ کیونکہ یہ مقام تمہارے مقام سے پیچھے ہے اور تمہارے مرتبے سے اَدنیٰ واَسفل ہے اور انوارِ قلب کے ساتھ بدن کے اندھیروں کو تبدیل کرنا گھاٹے کی طرف پلٹنا اور اور طیبّات سے خبائث کو بدل لینا ہے۔

صفاتِ نفس فرعونیت پر مبنی ہیں

اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ اِس میں تو بڑی زبردست قوم ہے یعنی وہم کے سلطان اور خواہش وغضب اور شہوت کے اُمراء ہیں اور تمام صفاتِ نفس فرعونیت پر مبنی ہیں انہیں عتوّ وقہر سے اَخذ کرتے ہیں اور اِن پر زبردست غالب والی ہوتے ہیں تمام اُن کی خواہشوں پر ہے ہمارے لئے اُن کے ساتھ نہ قُربت ہے اور نہ اُن کی مقاومت پر قُدرت ہے۔

قَالُوْا ! انہوں نے کہا ! یہ اُن کی سرکشی کے لئے بالذات طبیعت اور شہوانیتِ جسمانیت ہے اور اُن پر خواہش کا غلبہ ہے تو وہ خواہش کو کچلنے اور ریاضت پر اور مجاہدہ کے ساتھ نفس کو توڑنے پر قُدرت نہیں رکھتے۔

وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا اور ہم اِس میں داخل نہیں ہوتے یہاں تک کہ وہ وہاں سے نکل نہ جائیں یعنی اللہ تعالیٰ اُنہیں ہماری ریاضت اور مجاہدہ کے بغیر ہی پھیر دے یا باوجود اپنے حال کے اُنہیں بالطبع پھیر دے یا وہ غالب آنے سے کمزور ہو جائیں جیسا کہ اُس وقت اُن کے اُس میں اِمتناعِ دخول کے باوجود شیخوخت یعنی بڑھاپے میں ہے۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۳ تا ۲۶)

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۚ یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمہ! دو مرد کہ اللہ سے ڈرنے والوں میں تھے اللہ نے انہیں نوازا بولے کہ زبردستی دروازے میں ان پر داخل ہو اگر تم دروازے میں داخل ہو گئے تو تمہارا ہی غلبہ ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔ بولے اے موسیٰؑ ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جائیے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ موسیٰؑ نے عرض کی کہ اے رب میرے مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو تو ہم کو ان بے حکموں سے جدا رکھ۔ فرمایا تو وہ زمین ان پر حرام ہے چالیس (۴۰) برس تک بھٹکتے پھریں زمین میں تو تم اُن بے حکموں کا افسوس نہ کھاؤ۔

دل کی بستی کے دروازے میں داخل ہو جاؤ

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ یعنی بارہ نقباء وہم سے عقلِ نظری اور عقلِ علمی دونوں نے کہا اور یہ دونوں جسم کی ملازمت کی بُری عاقبت اور اُس کی ہیأتِ مُظلمہ کی عقوبت سے ڈرتے تھے۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا اللہ تعالیٰ نے اِن دونوں کو راہِ مُستقیم اور دینِ قویم کی طرف ہدایت کا انعام عطا فرمایا۔

ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ ۚ قلب کی بستی کے دروازے میں داخل ہو جاؤ اور یہ اَفعال کی تجلی کے ساتھ توکّل ہے جیسا کہ قریۂ رُوح کا دروازہ رضا ہے۔

فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَٰلِبُونَ ۚ تو جب تم مقامِ توکّل جو کہ بستی کا دروازہ ہے میں داخل ہو جاؤ گے تو تم اپنے اَفعال و اَحوال سے نکلنے سے اور فاعلینِ باللہ ہونے کی وجہ سے غالب آجاؤ گے اور جب حول وقوت اللہ کے ساتھ ہوگی تو تم سے شیطانِ وہم، تخیل اور خواہش وغضب بھاگ جائیں گے اور تم اُن پر غالب آجاؤ گے۔

اور توکّل کے دروازہ ہونے پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے !

وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ یعنی اگر تم بالحقیقت مومن ہو تو اللہ تعالیٰ پر توکّل کرو اس لئے کہ اِس کے ساتھ مومن سے اِیمان بالغیب تجلیٔ اَفعال کے حضور کم تر درجہ ہے۔

قلب کی بستی میں داخل نہ ہونے والے

قَالُوا يَٰمُوسَىٰ إِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا أَبَدًا مَّا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَٰتِلَا اُنہوں نے کہا اَے موسیٰ جائیں آپ اور آپ کا رب دونوں جنگ کریں یعنی اُنہوں نے اپنے انکار پر اور بستی میں داخل ہونے سے انکار کیا اور کہا ! اگر آپ نبی ہیں تو اپنے نفس کی قوت اور خواہش کو تباہ کر کے اُنہیں ہم سے دُور کریں اور ہم میں یہ قوتیں بغیر ہمارے ریاضت اور مجاہدہ کرنے کے ہیں اور اپنے رب سے سوال کریں کہ وہ انہیں ہم سے دُور کر دے جیسا کہ آپ کی نصیحت کے وقت انہیں شطار اور وغود کہتے تھے اور انہیں زجر و تہدید کرتے ہیں ہم سے اِس شقاوت کو اپنی ہمّت کے ساتھ دُور کریں یہ باتیں وہ یا تو اِستہزاء وعناد کے طور پر یا جداً اور اِعتقاداً کہتے تھے۔

إِنَّا هَٰهُنَا قَٰعِدُونَ ہم یہاں بیٹھے ہیں یعنی ہم مقامِ نفس میں اپنے مکان کے ملازم اور اپنے نفوس کی خواہشوں اور اپنے اَبدان کی لذّات پر ٹھہرے ہوئے ہیں جیسا کہ اُنہوں نے کہا ! حطا سمقانا"

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ط فرمایا ! تو وہ زمین اُن پر چالیس برس حرام ہے زمین میں بھٹکتے پھریں یہ مقامِ نفس میں اُن کی بقایا مدّت ہے یعنی قریۂ قلب کی طرف چالیس سال حیران وسرگردان طبیعت کی زمین میں بھٹکتے پھریں کیونکہ مع قلب پر صفاتِ نفس کے جابروں کے غلبہ کے مقام قلب کا داخلہ حرام وممنوع ہے اِس لئے فرمایا !

بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً لا

کیونکہ چالیس سال کی مدّت حقیقی بلوغت کا وقت ہے۔

(سورۃ الاحقاف آیت ۱۵)

جہاں سے چلتے وہیں آجاتے

اور اُن کے بھٹکنے کے قصہ میں بعض نے کہا کہ وہ دِن کی طوالت میں چھ فراسخ مسافت طے کرتے اور جب شام ہوتی تو اُسی مقام پر ہوتے جہاں سے چلے تھے یعنی مناجِ جسمانیہ اور مباغیٔ بدنیہ کے حصول میں اُن کی کوشش شش جہات میں ہوتی اور تجرّد کے ساتھ جہات سے نہ نکلتے تو طلبِ تجرّد کے لئے قلب کی طرف توجہ نہ دیتے اور ہیأتِ بدنیہ اور صفاتِ بدنیہ سے پاک نہ ہونے کی وجہ سے پہلے مقام پر ہوتے۔

اور رات کو آسمان سے آگ کے مینار اُترتے تو اُس کی روشنی میں چلتے اور اُس سے فائدہ اُٹھاتے یعنی آسمانِ رُوح سے اُن پر عقلِ معاش کا نُور اُترتا تو اُس کے ساتھ اپنی مصلحتوں کی طرف راہ پاتے۔

بعض نے کہا ! عقلِ معاش کی آگ اُترتی کیونکہ وہم کے ساتھ مخلوط عقل عقلِ صرف نہیں اور یہ اِس لئے کہ اِس کے ساتھ قلب کے راستے کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

رہے بادل اور من وسلویٰ تو اِن کا بیان اور اِن کی تاویل گزر چکی ہے بعض نے کہا ہے !

"کان کل مولود ولد فی التیه قمیص بقدر قامته یزید بزیادته.

یعنون به: لباس البدن. واللہ اعلم."

"یعنی اُس راستہ میں پیدا ہوتا تو اُس کی قمیص اُس کے قد کے مطابق ہوتی پھر جتنا وہ بڑھتا اُتنی ہی قمیص بڑھ جاتی اِس کے ساتھ اُن کے لباسِ بدن میں مدد کی۔"

موسیٰ قلب اور ہارون رُوح ہیں

اگر تُو چاہے تو اِس قصہ کی اپنے حال پر تطبیق دے سکتا ہے یعنی پہلے موسیٰ کو قلب کے ساتھ اور ہارون کو رُوح کے ساتھ کیونکہ ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی ہیں اِس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! "ہارون مجھ سے زبان میں زیادہ فصیح ہیں۔"

اور بنی اسرائیل کو قوتِ رُوحانیہ اور ارضِ مقدّس کو نفسِ مطمئنہ کے ساتھ تشبیہ دے سکتے ہو پھر قصے کو اُس کے حال کے ساتھ اُس کے آخر کی طرف سے چلتے ہیں۔

فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ فاسقوں کا افسوس نہ کرو یعنی نہ اُن کی ہدایت کا رنج کرو اور نہ اُن کی سزا کا غم کرو کیونکہ وہ فاسق ہیں اور اپنی شہوت و سرکشی کے ساتھ قلب کے راستے سے نکل گئے ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۷)

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ! اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو (۲) بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی بولا قسم ہے میں تجھے قتل کر دوں گا کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ اور آپ اِن پر آدم کے دونوں بیٹوں کی سچی خبر تلاوت کریں جب دونوں نے قربانی پیش کی تو ایک کی قبول ہوگئی اور دُوسرے کی نہ ہوئی۔

یعنی آدمِ قلب کے دو بیٹے ہابیل قلب اور قابیل وہم ہیں اِس لئے کہ دونوں آپس میں جُڑواں ہیں، رہا عقل کا جڑواں ہونا تو عاقلہ علمیہ اُمورِ معاش کی تدبیر کرتی ہے اور اَعمالِ صالحہ اور اَنواعِ صناعات وسیاسیات سے مُستنبطہ اَخلاقِ فاضلہ کی مقتضی صلاحیت کی آراء کے ساتھ معاد کی تدبیر بتاتی ہے۔

رہا وہم کا جڑواں ہونا ؟ تو یہ محسوسات میں مُتصرّف قوتِ متخیلہ اور آراءِ شیطانی کی تحصیل کے جزئیت کے معانی ہیں۔

تو آدمِ قلب کو وہم کے ساتھ تزویج کا اَمر ہُوا جو اُس عقل کے ساتھ جُڑواں پیدا ہوا تھا تا کہ اُس پر قیاساتِ عقلیہ بُرہانیہ کے ساتھ تسلّط قائم کرے اور ریاضیاتِ اذعانیہ اور سیاسیاتِ رُوحانیہ کے ساتھ اُس پر دلیری کرے اور وہ عقل کے لئے مسخرّ ہے تو قلب کے باپ کا نقش ہوا اور اُس کی طرف تحسین ہوتی اور رجاءِ صادقہ کی اَنواع کے ساتھ مبرّہ ہوا اور اَعمالِ صالحہ میں اُس کی اِعانت کی اور زینت و آراستگی شیطانیہ فاسدہ کے ساتھ اُس کی نافرمانی سے منع کیا اور اس پر ہیئاتِ فاسقہ اور اَفعالِ سیّۂ کے ساتھ نفس نے دھوکا کیا۔

اور وہم کے ساتھ جڑواں عقل کی تزویج کی تا کہ اُسے نیک بنائے اور تخیلاتِ فاسدہ کی شہوات سے روکے اور نفسِ کاذبہ کی باتوں کی ہجو کرے تو اِس سے اُس کے باپ کو اِستراحت ہوئی تو اُسے تمام کلّی جزئی معانی اور محسوسات و معقولات میں اِستعمال کیا اور اُس کے تحصیل علوم میں فکر و عمل کرنے سے اُس کے باپ نے نفع اُٹھایا تو قابیلِ وہم ہابیلِ عقل کا حسد کرنے لگا اِس لئے کہ اُس کے نزدیک اُس کی جڑواں زیادہ خوبصورت اور اپنی مناسبت کی وجہ سے زیادہ پسندیدہ تھی تو اُن

دونوں کے باپ قلب نے حکم دیا کہ دونوں میں سے ہر ایک قربانی پیش کرے یعنی نتیجہ کے افاضہ صورتِ قیاس کے فناء ہونے اور صُورتِ معقولہ کلیہ کی نفس الامر میں مطابقت میں قربانی کے ساتھ قربِ الٰہی کے لئے قربانی دو تو وہم کی وہ قربانی قبول نہ ہوئی جو صورتِ مغالطہ یا صورتِ موہومہ جزیہ تھی افاضہ نتیجہ سے اِس کے ساتھ عقل کا اِتصال ممتنع ہے اس لئے اس کا نتیجہ نہ تھا چونکہ صورت وہمیہ کا قبول ہونا منع ہے اِس لئے نفس الامر میں مطابقت نہیں تو اِس پر اُس کا حسد زیادہ ہوا۔

قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ یعنی قابیل نے کہا ! مَیں تجھے ضرور قتل کردوں گا مُراد یہ کہ عقل اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہے اور اُس کے مُدرکات وتصرّفات میں رُتبہٗ وہم سے اِس کا بُعد ہے اور وہم اِسے کام سے روکنے اور اُس کے عمل کے اَبطال پر زیادہ حریص ہے جیسا کہ تُو نے تشکیکاتِ وہمیہ کو دیکھا ہے اور مطالبِ نظریہ عمیقۃ الغور کے مطالب حاصل کرنے میں عقل کے اِس کے ساتھ معارضات ہیں اور اِس کا قتل اُسے فعل سے روکنے اور رُوح کی مدد قطع کرنے اور اُس نُورِ ہدایت کو قطع کرنے سے عبارت ہے جس کے ساتھ اُس سے عقل کی زندگی ہے۔

مِنَ الْمُتَّقِيْنَ یعنی وہ لوگ جو خود سے صادر ہونے والی نیکیوں میں اللہ تعالیٰ کی وِقایت پکڑتے ہیں یا ہیئاتِ مُظلمہ بدنیہ، اَکاذیبِ باطلہ، اضالیلِ مغویہ، گھٹیا اور ردّی خواہشات اور تسویلاتِ مُہلکہ کے گناہوں سے ڈرتے ہیں۔

(تفسیر آیت نمبر ۲۸ تا ۳۱)

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ یٰوَیْلَتٰۤی

أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي ۖ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ﴿٣١﴾

ترجمہ! بے شک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک سارے جہان کا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ تو اُس کے نفس نے اُسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا تو رہ گیا نقصان میں۔ تو اللہ نے ایک کوّا بھیجا زمین کریدتا کہ اسے دکھائے کیونکر اپنے بھائی کی لاش چُھپائے بولا ہائے خرابی میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چُھپاتا تو پچھتاتا رہ گیا۔

عقل و عرفان کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھاتے

لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ۖ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے گا میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ یعنی میں تیرے اعمال کو باطل نہیں کروں گا جو کہ محسوسات سے اپنے اپنے مقامات میں شدید ہیں، اور نہ ہی خواہشات اور نفس کی مدد سے تیری زندگی کو قطع کروں گا اس لئے کہ عقل مصالح جزئیہ اور احکامِ محسوسات کو جانتی ہے اور معانی جُزئیہ اس کے ساتھ معلق ہیں نیز یہ کہ تمام تر معاشی اَسباب کی ترتیب سوائے وہم کے حاصل اور میسّر نہیں اور اگر اُمید اور حصولِ اَمانی اور وہم سے صادر ہونے والے آمال کسی کو میسّر نہیں ہونگے وہ معاش حاصل نہیں کر سکے گا۔

إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ میں اللہ ربّ العالمین سے ڈرتا ہوں یعنی مجھے اُس کی معرفت حاصل ہے اور فرمایا!

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۗ

اللہ کے اہلِ علم بندے اللہ سے ڈرتے ہیں۔

(سورۃ فاطر آیت ۲۸)

اور جان لیں کہ تجھے اُس نے اپنی شانِ حق کے لئے پیدا فرمایا ہے اور تجھے حکمت کے لئے

بنایا ہے تو اِس میں اُسکے لئے تعرض نہ کر۔''

اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثۡمِكَ میں تو چاہتا ہوں میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے کھاتے میں جائیں یعنی اُن آراءِ باطلہ اور تصوّرِ فاسدہ سے جن کی وجہ سے تیری قُربانی قبول نہیں ہوئی میرا قتل اور تیرا قتل دونوں تیرے پلّے میں پڑیں۔

فَتَكُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيۡنَ یعنی تو حجاب و حرمان کی آگ میں جائے اور اُن لوگوں کی یہی سزا ہے جو چیزوں کو اُن کے مقام کے علاوہ مقام پر رکھتے ہیں جیسا کہ تُو نے معقولات میں احکامِ حسیّہ کو وضع کیا ہے۔

فَطَوَّعَتۡ لَهٗ نَفۡسُهٗ قَتۡلَ اَخِيۡهِ فَقَتَلَهٗ تو اُس کے نفس نے اُسے اُکسایا اور اُس کے لئے آسانی پیدا کر دی تو اُس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا یعنی اُسے اُس کے خاص کاموں سے روک دیا اور خود نُورِ ہدایت سے محجوب ہو گیا۔

فَاَصۡبَحَ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ تو نقصان میں رہ گیا یعنی عقل پر اپنے غلبہ سے اور اپنی ضلالت وخطاء کو عقل اور اُس کے صواب کی ہدایت کے ساتھ اپنی ضلالت کو بدل کر اپنا نقصان کر لیا کیونکہ وہم جب معاضدۂ عقل سے الگ ہوا اِس کے ساتھ نفس اور تمام بدن کے ضرر رساں اُمور کے اقدام پر نفس نے تسویلات و تزئینات کی اَنواع کے ساتھ اُٹھا لیا جیسا کہ لذّاتِ بہیمیہ اور سبعیہ کے باب سے طلبِ مال وجاہ اور اَفراط وزیادتی میں شدید حرص کی مثل اشرافاتِ مذمومہ ہیں تو یہ بھی وہم کا کمزور یا باطل ہونا ہے۔

حرص کا کوّا

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبۡحَثُ فِى الۡاَرۡضِ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرص کے کوّے کو بھیجا کہ نفس کی زمین کو کُریدے۔

لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ تاکہ اُسے اپنے بھائی کو چھپانے کا طریقہ بتائے یعنی وہم اِس لئے کہ نُورِ ہدایت سے عقل کے کٹ جانے کے ساتھ اور تحصیلِ کمال کے لئے عالمِ علوی میں سیر کرنے سے اپنے حجاب اور سعادتِ مآل کی طلب کے ساتھ وہم اپنے کام میں حیرت زدہ رہ گیا تو حرص نے اُٹھ کر گمراہی میں بھٹکنے کی طرف راہ دکھائی اور وہ اُسے دیکھنے لگا کہ اُس کے ستر کو کیسے دفن کرے اور چھپائے۔

یعنی اُس کے مقتول ہونے کی جہت سے وہم نے اُسے اپنی پُشت پر اُٹھایا یہاں تک کہ دفن کر دیا تو عقلِ معاش زمین کی مٹّی میں ہے اور وہ صورتِ عقل وہم کے ساتھ ملی ہوئی رُوح کی زندگی سے کٹ گئی اور نفس کی زمین کے اندھیروں میں اُس کے عالم سے محجوب خواہش اُس میں دفن ہوگئی اُسے طبعی قوتوں کے دیدان اپنی لذات و مطالب کی تحصیل میں اُس کے استعمال کے ساتھ اُسے کھا لیتے ہیں۔

قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ کہا ہائے افسوس ! میں کوّے کی مثل ہونے سے بھی عاجز ہوں جس نے اپنے فرخ یعنی اپنے داعیہ اور خواہش کو دفن کر دیا یا یہ کہ نفس کی زمین میں اپنے کمال کو دفن کر دیا اُس فناء کے ساتھ جو اُسے حاصل ہے اور جس میں اُس کا چھپانا ہے۔

فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ یعنی ظلمتِ نفس میں اُسے چھپاتا تو اِس سے نفع حاصل کرتا۔

فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ خسران اور حصولِ حرمان کے وقت نادم ہو کر رہ گیا۔

(تفسیر آیت نمبر ۳۲ تا ۴۹)

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ

جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝٣٢
اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ
يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ
خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝٣٣ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ
تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٣٤ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٣٥ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ
اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا
تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٣٦ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ
مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝٣٧ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا
كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝٣٨ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ
يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٣٩ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٤٠ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا
يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ
قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ
يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ
فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ
اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝٤١
سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ
وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ
يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى
وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا
اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا
تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾
وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ
بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ
يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً
وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ
فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾
وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ
بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ
ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمہ ! اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلا لیا اس

نے گویا سب لوگوں کو جلا لیا اور بے شک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے پھر بے شک اُن میں بہت اس کے بعد زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔ وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا اُن کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیئے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لئے بڑا عذاب۔ مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ بے شک وہ جو کافر ہوئے جو کچھ زمین میں سب اور اس کی برابر اور اگر ان کی مِلک ہو کہ اسے دے کر قیامت کے عذاب سے اپنی جان چھڑائیں تو ان سے نہ لیا جائے گا اور ان کے لئے دکھ کا عذاب ہے۔ دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے نہ نکلیں گے اور اُن کو دوامی سزا ہے۔ اور جو مرد یا عورت چور ہو تو انکا ہاتھ کاٹو ان کے کئے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو اللہ اپنی مہر سے اس پر رجوع فرمائے گا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی سزا دیتا ہے جسے چاہے اور بخشتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اے رسول تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں کچھ وہ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور اُن کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ بنا نہ سکے گا وہ ہیں کہ اللہ نے اُن کا دل پاک کرنا نہ چاہا انہیں دنیا میں رسوائی ہے اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب۔ بڑے جھوٹ سننے والے بڑے حرام خور تو اگر تمہارے حضور حاضر ہوں تو ان میں فیصلہ فرماؤ یا ان سے منہ پھیر لو اور اگر تم ان سے منہ پھیر لو گے تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو بے شک انصاف والے اللہ کو پسند ہیں۔ اور وہ تم سے کیونکر فیصلہ چاہیں گے حالانکہ ان کے پاس توریت ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے بایں ہمہ اُسی سے منہ پھیرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں۔ بے شک ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار

نبی اور عالم اور فقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو اور جو اللہ کے اُتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔ اور ہم نے توریت میں اُن پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے پھر جو دل کی خوشی سے بدلہ کرا دے تو وہ اس کا گناہ اتار دے گا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ اور ہم اُن نبیوں کے پیچھے اُن کے نشان قدم پر عیسیٰ بن مریم کو لائے تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی اور ہم نے اُسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تصدیق فرماتی ہے توریت کی کہ اس سے پہلے تھی اور ہدایت اور نصیحت پرہیزگاروں کو۔ اور چاہیے کہ انجیل والے حکم کریں اس پر جو اللہ نے اس میں اتارا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ و گواہ تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اُتارے سے اور اے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر ہم نے تم سب کے لئے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو تم سب کا پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے تو وہ تمہیں بتا دے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔ اور یہ کہ اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور ان سے بچتا رہ کہ کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں کسی حکم میں جو تیری طرف اُترا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ اُن کے بعض گناہوں کی سزا ان کو پہنچایا چاہتا ہے اور بے شک بہت آدمی بے حکم ہیں۔

فردِ واحد کا قتل ایک نوع کا قتل ہے

مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط جس نے کوئی جان بغیر کسی جان کے بدلے قتل کی تو گویا اُس نے سب لوگوں کو قتل کر دیا۔

کیونکہ ہر شخص اُس اَمر پر مشتمل ہے جس پر تمام افرادِ نوع مشتمل ہیں اور نوع ایک کے

ساتھ قائم ہوتی ہے۔

جیسا کہ خارج میں تمام کے ساتھ اُس کا قائم ہونا ہے اور تعداد کا اعتبار نہیں کیونکہ نہ تو نوع حقیقت کے اعتبار سے افراد کی تعداد کے ساتھ زیادہ ہوتی ہے اور نہ ہی ایک شخص میں منحصر کرنے سے کم ہوگی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ اے ایمان والو تزکیہ کے ساتھ اللہ سے ڈرو۔

وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ اور تحلّیہ کے ساتھ اُس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ اور محوِ صفات اور فناءِ ذات کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ہوسکتا ہے کہ صفات اور ذات کے بقایا کے ظہور سے تم کامیابی حاصل کرلو۔

مَّا فِی الْاَرْضِ یعنی جو جہتِ سفلیہ میں ہے کیونکہ وہ حجاب اور دُوری کی زیادتی کے اسباب ہیں اور سوائے معارف اور حقائقِ نُوریہ میں سے جہتِ سفلیہ کا کامیاب ہونا ہے۔

قرآن حضور کے کمال کی تفصیل ہے

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف علمِ فُرقان نازل فرمایا جو کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کمال کی تفاصیل کا ظہور ہے۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ اور اُس کا مصدّق جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے کتاب سے ہے یعنی علمِ قرآن اور یہ علمِ اجمالی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اِستعداد میں ثابت ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اِس کے اظہار کے ساتھ اِس پر حافظ اور نگراں ہیں یا یہ کہ انبیاءِ سابقین پر علومِ نازلہ کا زمانہ آپ کے سامنے ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فناء کے وقت بقاء کی رجوع کے وقت وجودِ موہوب کے ساتھ قوتِ نفس اور اُس کا تسلط

غالب ہے اِسی وجہ سے اپنے بھائی کے ساتھ سختی فرمائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے !

وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ

یعنی اپنے بھائی کی ارڑھی پکڑ کر اُسے اپنی طرف کھینچا۔

(سورۃ الاعراف آیت ۱۵۰)

اور تجلی طلب کرتے وقت کہا !

اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ

'' میں تیری طرف دیکھنا چاہتا ہوں۔''

(سورۃ الاعراف آیت ۱۴۳)

اور تورات کا اکثر علمِ احکام وہ ہے جو نفس اور اُس کی تہذیب کے احوال سے تعلق رکھتا ہے اور اُس کی دعوت ظاہر کی طرف ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قوتِ قلب اور اُس کا نُور غالب تھا اور یہ ملابسِ دُنیا سے تجرّد اور اَمرِ ترہیب کی وجہ سے ہے اور اُنہوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا !

اذا لطمت فی خدك فا در الخد الآ خر لن لطمك۔

اور اکثر انجیل تجلیّاتِ صفات اور اخلاق کے علم اور اُن مواعظ و نصائح پر مبنی ہے جس کا تعلق احوالِ قلب اور اُس کے تصفیہ و تنویر سے ہے اور اُن کی دعوت باطن کی طرف ہے۔

اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلطانِ رُوح اور اُس کے نُور کا غلبہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکارمِ اخلاق کے جامع اور انہیں پورا فرمانے والے ہیں احکام میں عادل اور متوسط ہیں اور قرآنِ مجید علوم و احکام اور معارف کے سِلسلہ میں تورات اور انجیل دونوں پر مشتمل ہے اور اُن کی تصدیق کرتا ہے اور باوجود توحید و محبت میں زیادہ ہونے کے انجیل کی تصدیق کرتا ہے اور اِس کی دعوت توحید کی طرف ہے۔

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اُن کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام کے

ساتھ فیصلہ کریں یعنی عدل سے کیونکہ عدل ظلِ محبت ہے اور یہی وہ ظلِ وحدت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منکشف ہوا ہے۔

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ یعنی جانبین سے کسی ایک کی تغلیب میں اِن کی خواہشات کی پیروی نہ کریں خواہ ظاہر میں ہو خواہ باطن میں۔

عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ جو آپ کے پاس حق میں سے توحید و محبت اور عدل آیا ہے کیونکہ توحید محبت کا اقتضاء کرتی ہے اور محبت عدل کا اور اِس کا ظل آسمانِ رُوح سے قلب پر محبّت کے ساتھ اور نفس پر عدالت کے ساتھ واقع ہوتا ہے۔

راستہ متعیّن ہے

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے شرع اور راستہ بنایا ہے یعنی وارد کیا ہے جیسا کے موردِ نفس اور موردِ قلب اور موردِ رُوح اور راستہ جیسا کہ اُن احکام و معاملات کا علم جو قلب سے تعلق رکھتے ہیں اور جنّتِ صفات کی طرف پہنچانے والا باطن کے راستے کا سلوک اور توحید و مشاہدہ کا وہ علم جس کا تعلق رُوح سے ہے اور فناء کے راستے کا وہ سلوک جو ذات کی جنّت تک پہنچاتا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ، یعنی اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک دین پر فطرتِ اوّل پر موحدین بنادیتا "

وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ تاکہ تم پر اُس اَمر کو ظاہر فرمائے جو تمہاری اِستعداد کے مطابق تم میں سے ہر ایک کو قبول کرنے کے اندازے سے عطا فرمایا تو کمالاتِ متنوع اور مختلف انواع کو شامل ہیں۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ یعنی تم اُمورِ خیر کی طرف سبقت کرو جو تمہاری قدر کے لئے تمہیں

تمہاری اُس استعدادِ مقرّبہ کے اعتبار سے کمال کی طرف پہنچاتے ہیں جس کے اخراج کے ساتھ تم اپنے فعل کی طرف نکلتے ہو۔"

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا یعنی عینِ جمع وجود میں نہ کہ عینِ جمع ذات میں تم سب کو حسبِ مراتب اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ یعنی تم پر اُس اختلاف کو ظاہر کیا جائے گا جس میں تم تینوں جنتوں کی طلب اور اُن کی طرف وصول کے بارے میں اِن ہی استعداد کے اعتبار سے اختلاف کرتے اور اُس کے اُن موانع کے ساتھ دُوری چاہتے تھے جس کے ساتھ تم کمال سے اپنی استعداد میں محجوب ہو گئے۔

اَفعال کا حجاب صفات کا پردہ

بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ یعنی یہودیوں کے گناہ افعال کا حجاب اور نصاریٰ کے گناہ صفات کا حجاب ہیں تو یہودیوں نے گناہ کیا اور اُنہوں نے نفس اُس کے افعال کے ساتھ دیکھا اور وہ تجلّیاتِ افعال کے ساتھ دیکھا اور وہ تجلّیات افعالِ الٰہیہ کے حکم سے نکل گئے اور نصاریٰ نے گناہ کیا تو وہ نفس اور اُس کی صفات کو دیکھنے کے ساتھ تجلیاتِ صفات کے حکم سے نکل گئے اور اِس کے ساتھ محجوب ہو گئے جیسا کے محمدیوں نے اپنی ذوات کی طرف اِلتفات کا گناہ کیا اور وحدتِ ذاتیہ کہ حکم سے نکل گئے۔

(تفسیر آیت نمبر ۵۰ تا ۵۴)

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ

مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ! تو کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر کس کا حکم یقین والوں کے لئے۔اے ایمان والو یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔اب تم انہیں دیکھو گے جن کے دلوں میں آزار ہے کہ یہود ونصاریٰ کی طرف دوڑتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش آجائے تو نزدیک ہے کہ اللہ فتح لائے یا اپنی طرف سے کوئی حکم پھر اس پر جو اپنے دلوں میں چھپایا تھا پچھتاتے رہ جائیں۔اور ایمان والے کہتے ہیں کیا یہی ہیں جنہوں نے اللہ کی قسم کھائی تھی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں ان کا کیا دھرا سب اکارت گیا تو رہ گئے نقصان میں۔اے ایمان والو تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے

محبّتِ صفات بدل جاتی ہے محبتِ ذات تبدیل نہیں ہوتی

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ تو کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں۔

یعنی جو مقامِ نفس بالجہل سے صادر ہونے والے حکم کے سوا اپنے جہل کے ساتھ طلب

کرتے ہیں نہ کہ علمِ الٰہی سے صادر ہونے سے جو شخص بعض پردوں کے ساتھ طریقِ حق سے احتجاب کی طرف نکل جاتا ہے وہ مردود ہے اہلِ محبت نہیں۔ اُس کے دین حق کے اِرتداد کے ساتھ کوئی کمی واقع نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ پہلی عنایت کے اعتبار سے ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو اُس کے ساتھ محبّت کرتے ہیں عِلّت کے لئے نہیں بلکہ اُن کی ذوات کے لئے اور اُس کی ذات سے محبت کرنے والے نہ کہ اُس کی صفات سے کسی صِفت سے محبّت کرنے والے جیسا کہ لطیف یا رحیم یا منعم ہے کیونکہ محبتِ صفات تجلّیاتِ صفات کے اختلاف کے ساتھ بدل جاتی ہے اور جب صفتِ قہر کی تجلّی ہوگی تو لطیف سے محبت کرنے والے کی محبّت باقی نہیں رہے گی جبکہ محبتِ ذات اپنی بقاء کے ساتھ باقی ہے اور جو منعم سے محبت کرتا ہے وہ صفتِ مُنتقم کی تجلّی کے وقت اپنی محبّت کو محو کر دیتا ہے جبکہ محبّتِ ذات اپنی بقاء کے ساتھ باقی ہے اور تجلّیات کے اِختلاف سے متغیّر نہیں ہوتی تو قہار سے قہر کے وقت محبّت کرتا ہے جس طرح لطیف کے ساتھ لُطف کے وقت محبت کرتا ہے اور مُنتقم سے حالتِ انتقام میں محبّت کرتا ہے جس طرح مُنعم سے حالتِ انعام میں محبّت کی جاتی ہے تو رضا اور عدمِ رضا میں فرق نہیں اور نہ ہی اُس کے احوال میں اُس کی محبّت بدلتی ہے اور وہ مصیبت کے وقت ایسے ہی شکر کرتا ہے جس طرح نعمتوں کے وقت کرتا ہے۔"

مگر جو منعم سے محبت کرتا ہے وہ مصیبت کے وقت شُکر نہیں کرتا بلکہ صبر کرتا ہے اور اِس محبّت کی مثل اُس پہلی محبت کو لازم کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو اُس کے ساتھ ہے تو وہ اُس کی محبت کے ساتھ محبت کرتے ہیں مگر وہ کہاں ہیں جن کی محبّت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے؟ جو تراب اور رب الارباب کے لئے ہے۔

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مسلمانوں پر نرم ہیں یعنی رابطۂ محبّت اَزلیہ مناسبتِ فطریہ اور جنسیہ ذاتیہ مکان کی وجہ سے وہ اُن کی تواضع میں عطوف اور کنارے ہیں۔

اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر سخت ہیں یعنی محجوبین پر اَضداد کے بھاری پردے

پڑے ہوئے ہیں جس کا بیان ہوا"

ترکِ دُنیا ترکِ عُقبیٰ ترکِ ترک

یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ یعنی اپنی صفات کو مٹانے اور اُن ذوات کو فناء کرنے کے لئے جو کہ اُن کے مشاہدات کا حجاب ہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ط یعنی اُن کی نسبت اباحۃ و زندقہ اور کفر کی طرف کی جائے تو وہ ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرتے نہیں اور اُنہوں نے دُنیا اور اُس کی لذتوں کو چھوڑ رکھا ہے بلکہ آخرت اور اُس کی نعمتوں کو بھی ترک کر دیا ہے۔

جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا !

اعبدوا الله لا لرغبة ولا لرهبة
فهم من الفتيان الذين قبل فيهم،
واذا الفتیٰ عرف الرشاد لنفسه
هانت عليه ملامة العزال

جو نہ رغبت کی وجہ سے اور نہ ڈر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں وہ اُن نوجوانوں سے ہیں جن کے بارے میں کہا گیا !

جب جوان اپنی ذات کے لئے ارشاد کو جان لیتا ہے اُس پر ملامت کرنے والے کی ملامت کم ہو جاتی ہے"

(تفسیر آیت نمبر ۵۵ تا ۶۴)

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَهُمْ رٰکِعُوْنَ۝۵۵ وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ

الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾
وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ
يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ
وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ
اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ
مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ
قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى
الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ
الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا
يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ
يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ
رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ
اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمہ ! تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ اے ایمان والو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنا لیا ہے وہ جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور کافر ان میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر ایمان رکھتے ہو۔ اور جب تم نماز کے لئے اذان دو تو اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ نرے بے عقل لوگ ہیں۔ تم فرماؤ اے کتابیو تمہیں ہمارا کیا برا لگا یہی نہ کہ ہم ایمان

لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اُترا اور اس پر جو پہلے اترا اور یہ کہ تم میں اکثر بے حکم ہیں۔ تم فرماؤ کیا میں بتادوں جو اللہ کے یہاں اس سے بدتر درجہ میں ہیں وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے کر دیئے بندر اور سور اور شیطان کے پوجاری ان کا ٹھکانا زیادہ برا ہے اور یہ سیدھی راہ سے زیادہ بہکے۔ اور جب تمہارے پاس آئیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپا رہے ہیں۔ اور اُن میں تم بہتوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام خوری پر دوڑتے ہیں بے شک بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔ انہیں کیوں نہیں منع کرتے اُن کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے بے شک بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔ اور یہودی بولے اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے سے لعنت ہے بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں عطا فرماتا ہے جیسے چاہے اور اے محبوب یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر میں ترقی ہوگی اور ان میں ہم نے قیامت تک آپس میں دشمنی اور بیر ڈال دیا جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اُسے بجھا دیتا ہے اور زمین میں فساد کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فسادیوں کو نہیں چاہتا۔

اللہ اور رسول کس کے مددگار ہیں

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا یقیناً تمہارے مددگار اللہ اور رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے یعنی وہ تمہارے اور اُن کے درمیان حقیقی تنافی کی وجہ سے نہیں یعنی اللہ اور رسول اور مؤمنین تمہارے مددگار ہیں مُراد یہ کہ اللہ اور اُس کے دوست رسول اور مومنین، محجوبین کے مددگار اور دوست نہیں اس لئے کہ اُن کے درمیان حقیقی تضاد ہے اور بیشک اللہ اور اُس کا رسُول اور اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کے لئے مطلقاً اپنی ولایت کے اثبات کے لئے پہلے جمع تھے پھر ظاہر کے اعتبار سے الگ ہوئے تو فرمایا !

وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا جیسے شہادت کے فرمان میں اللہ تعالیٰ نے کہا !

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد شہود اور حضورِ ذاتی قائم کرنے والے۔

وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ سے مُراد بقایا سے پاک ہونے والے ہیں۔

وَھُمْ رٰکِعُوْنَ بقاء باللہ میں خضوع کرنے والے اور اپنے کمالات اور صفات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے والے جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جن کے حق میں کہنے والے نے یہ اُتارا، لا اِلٰہ الا اللہ بعد فناء الخلق نہ کہ مقامِ سرکشی میں اپنے نفسوں کی طرف نسبت کے ساتھ منتصب ہونے والے۔

وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تو یہ اہل اللہ ہیں اور اگر اہل اللہ ہیں تو اللہ کے ساتھ غالب آئیں گے۔

وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یُسَارِعُوْنَ یعنی ان میں سے اکثر کو دیکھیں گے تمام رذائل پر تیزی سے سبقت کرتے ہیں اس کے ساتھ اپنے صناعی اور اپنی کاریگری کی وجہ سے نہیں، اور اپنے نفوس کے ملکات کی وجہ ہونے سے تو گناہ رذیل قوّتِ نُطقیہ ہے کیونکہ وہ جھوٹ ہے۔

وَالْعُدْوَانِ رذالت قوّت شہوانیت"

(تفسیر آیت نمبر ۶۵ تا ۷۱)

وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْکِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَکَفَّرْنَا عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاَدْخَلْنٰھُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ ؕ مِنْھُمْ اُمَّۃٌ مُّقْتَصِدَۃٌ ؕ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾ قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ ؕ وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمہ ! اور اگر کتاب والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور انہیں چین کے باغوں میں لے جاتے۔ اور اگر قائم رکھتے توریت اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے اترا تو انہیں رزق ملتا اوپر سے اور اُن کے پاؤں کے نیچے سے ان میں کوئی گروہ اعتدال پر ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔ اے رسول پہنچا دو جو کچھ اُترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے بے شک اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔ تم فرما دو اے کتابیو تم کچھ بھی نہیں ہو جب تک نہ قائم کرو توریت اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اور بے شک اے محبوب وہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر کی اور ترقی ہوگی تو تم کافروں کا کچھ غم نہ کھاؤ۔ بے شک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اسی طرح یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی ان میں جو کوئی سچے دل سے اللہ و قیامت پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔ بے شک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر آیا جو اُن کے نفس کی خواہش نہ تھی ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہیں۔ اور اس گمان میں ہیں کہ کوئی سزا نہ ہوگی تو اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی پھر ان میں بہتیرے اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے

توحیدی حقیقی ایمان

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا اور اگر یہ اہلِ کتاب توحیدی حقیقی ایمان سے ایمان لائے

وَاتَّقَوْا یعنی اپنے افعال وصفات اور ذوات کے شرک سے اِجتناب کرتے ''

لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ توضرور ہم اُن کے بقایا میں سے اُن کے جو گناہ تھے انہیں اتار دیتے اور اُنہیں جنتیوں میں داخل فرماتے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ اور اگر وہ علوم ظاہر کے تحقیق کے ساتھ تورات کو قائم رکھتے اور تجلّیاتِ افعال کے حقوق کے ساتھ قیام کرتے اور معاملات میں اُس کے احکام پر محافظت کرتے''

وَالْاِنْجِيْلَ یعنی عنوان باطن کے تحقق اور تجلیّاتِ صفات کے حقوق کے ساتھ اور احکام انجیل کی محافظت پر قائم ہوتے اور جو مبداء و معاد کے علم سے اور اُس عالم ربوبیت سے جو کہ عالم اسماء ہے نازل ہوا اُس کے ساتھ توحید ملک وملکوت کا حکم دیتے''

لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ اور اُنہیں اوپر سے رزق ملتا یعنی عالِم علوی رُوحانی علومِ الٰہیہ کے اُن حقائق عقلیہ یقینیہ اور معارفِ حقّانیہ سے ضرور رزق دیئے جاتے جس کے ساتھ معرفت الٰہی اور معرفت ملکوت وجبروت کی طرف ہدایت پاتے۔''

وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ط اور انہیں پاؤں کے نیچے رزق ملتا یعنی عالِم سِفلی جسمانی علوم طبیعیہ اور اُن مدرکاتِ حسیہ کی ساتھ عالم الملک کی طرف ہدایت پاتے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے اسم ظاہر وباطن کے ساتھ جان لیتے اور دونوں مذکورہ توحیدوں کے مقام کی طرف واصل ہو جاتے۔

مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ط ان میں سے ایک گروہ اعتدال پر ہے تو ان میں سے کچھ توحید اسماء وصفات کی طرف واصل اُمّت عارفہ ہیں۔

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ اور ان میں سے کثیر لوگ توحید صفات سے فضلاً توحید افعال کی طرف نہیں پہنچے وہ بُرے کام کررہے ہیں کیونکہ وہ اُن کے نفوس کی صفات سے ہیں اس لئے وہ ان کا کثیف تر حجاب ہے،

وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَھُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ ۙ اور ہم نے اُن کی طرف رسول بھیجے اُن کے حسبِ مراتب پر تو جب وہ تمام وجوہ سے محجوب ہو گئے تو ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تا کہ حجابِ افعال اُٹھا کر توحیدِ ملک کی طرف دعوت دیں مگر توحید اُن کے نفسوں کی خواہش کے مطابق نہ تھی اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت ان کے افعال کے ساتھ کی ضراوت کی وجہ سے اُن کی اُس خواہش کے خلاف تھی جس کے ساتھ انہوں نے اپنی لذات وخواہشات کو جمع کر رکھا تھا۔

اپنی خواہشات کو کمال مُطلق سمجھنے والے

پس اُنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور نفس کے بچھڑے کو پُوجنے لگے اور یومِ سبت میں حد سے بڑھ گئے اور کیا جو کیا یہاں تک کہ جب ایمان لانے سے اس کے ساتھ ایمان لائے اور حجابِ افعال سے ظاہر ہو گئے تو گمان کیا کہ یہ کمال مُطلق ہے۔"

پھر ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حجاب صفات کو اُٹھانے اور باطن اور توحید ملکوت کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجا تو ان کے نفسوں کی خواہش نہ تھی اس لئے کہ اُن کی دعوت کمال کے حساب سے اُن کی خواہش کے خلاف تھی تو اُنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی اور کیا جو کیا یہاں تک کہ جب اُن کے ساتھ جو ایمان لایا اور باقی اپنی صفات کے حجاب سے ظاہر ہو کر گمان کرنے لگے کہ انہیں کمال مُطلق حاصل ہے۔

تو ہم نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجابِ صفات اُٹھانے اور توحیدِ ذات کی دعوت دینے کے لئے بھیجا تو یہ بات بھی اُن کے نفسوں کی خواہش کے مطابق نہ تھی اور اُنہوں نے آپ کی تکذیب کی اور گمان کرتے کہ توحید افعال کے وقت مُشرک اور ظہور دعوت عیسویہ فتنہ نہیں ہوگا چنانچہ رُویت صفات کی تجلیات سے اندھے ہو گئے اور آپ کے علم کی سماعت سے بہرے ہو گئے۔

ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ یعنی پھر اُن کے قلوب وابصار کے اسماع

کو کھول دیا اور انہوں نے توبہ کی تو ان کی توبہ قبول کر لی پھر وہ اس وقت اندھے اور بہرے ہو گئے۔

جب وجہ باقی کے مشاہدہ سے اور توحید جمع مطلق کے علم کو سُننے کی محمد یہ دعوت ملی۔

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ اور اللہ اُن کے مقامات ثلاثہ اور ردّ دعوات اور انبیاء کا انکار کرنے میں انہیں جانتا ہے اور انہیں ان کے حسب حال بدلہ دے گا۔

(تفسیر آیت نمبر ۷۲ تا ۸۲)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ
النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا
مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾ مَا
الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا
يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ
اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾
قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ
قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾
كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ
يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي
الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ
اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا

الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٨٢﴾

ترجمہ ! بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب بے شک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنّت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین (۳) خداؤں میں کا تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ تو کیوں نہیں رجوع کرتے اللہ کی طرف اور اس سے بخشش مانگتے اور اللہ بخشنے والا مہربان۔ مسیح ابنِ مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو تو ہم کیسی صاف نشانیاں ان کے لئے بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں۔ تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک نہ نفع کا اور اللہ ہی سنتا جانتا ہے۔ تم فرماؤ اے کتاب والو اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو پہلے گمراہ ہو چکے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ بہک گئے۔ لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسٰی بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔ جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔ ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں کیا ہی بری چیز اپنے لئے خود آگے بھیجی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور ان نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے مگر اُن میں تو بہتیرے فاسق ہیں۔ ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے۔

خدا کو کسی ایک اسم یا صفت میں متعیّن کرنا ہی شرک ہے

اُعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا تم اپنی عبادت کو اُس ذات کے ساتھ مخصوص کرلو جو تمام صفات و اسماء کے ساتھ موصوف ہے اور وہ وجودِ مطلق ہے اُس کا

اسم اور صفت کے ساتھ تعیّن نہ کرو کیونکہ اُس کی ربوبیت کی نسبت سب کی طرف برابر ہے تو جو شخص اُس کی اُلوہیت کو صُورت میں اور مُعیّن اِسم، معیّن کلمہ اور معیّن صِفت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے وہ اُس کے اُس غیر کے وجود کی ضرورت کا اثبات کرتا ہے جو اُس کے اسماء وصُوَر اور صفات کے علاوہ ہے اور جو اُس کے غیر کا اثبات کرتا ہے وہ اُس کے ساتھ شرک کرتا ہے۔

فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ تو اللہ نے اُس پر اپنی ذات وصفات اور اپنے افعال کے شہود کی جنت کو حرام کر دیا یعنی جنّتِ مُطلقہ شاملہ سے اُسے مطلقاً محجوب کر دیا۔ وَمَاْوٰهُ النَّارُ۔ یعنی اُس کے شرک کے ظلم کی وجہ سے اُس کا ٹھکانہ حرمان ومحرومی کی آگ ہے۔

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اور ظالموں کے لئے مددگار نہیں جو انہیں عذاب سے چُھڑا لیں اور نجات دلا دیں۔

صِفت عین ذات ہے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ یعنی اہلِ حجاب نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین کے تیسرے ہیں یعنی جُملہ تین چیزوں سے ایک ہیں"

(۱) فعل جو کہ عالم ملک کا ظاہر ہے (۲) صفت جو کہ عالمِ ملکوت باطن ہے (۳) ذات جس کی صفت قائم ہے اور جس سے فعل صادر ہوتا ہے اُنہیں اِس کا وہم ہوا کہ یہ تینوں چیزیں ایک نہیں بلکہ فعل اور صفت فی الحقیقت عین ذات ہے اور اعتبار کا فرق ہے۔

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ اور سوائے واحدِ مطلق کے کوئی اِلٰہ نہیں ورنہ ضروری ہوتا کہ اُس کے اسماء سے ہر اسم کے اعتبار سے دوسرا اِلٰہ ہو تو اِس طرح مُتعدد اِلٰہ ہو جاتے جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ظالموں کے اس قول سے پاک اور بلند و برتر ہے"

وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ، یعنی اگر صفت اور فعل کو غیر ذات کہنے سے باز نہ آئے تو باوجود اُن کے مُستعدین ہونے کے عرفان

میں کمی کرنے کی وجہ سے اِن محجوبین کو المناک عذاب دیا جائے گا۔

کیوں رجوع نہیں کرتے؟

اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ میں عین الجمع مُطلق کے تعددّ کے اُثبات سے اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع کیوں نہیں کرتے اور اپنے اور اپنے علاوہ کے وجود کی رؤیت کے گناہ سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیوں نہیں کرتے۔

وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یعنی اللہ اپنی ذات کے ساتھ اُنہیں چھپالے گا اور عرفان وتوحید کے کمال کے ساتھ اُن پر رحم فرمائے گا۔

فاضل وجود ہے ہی نہیں

مَا لَا یَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ط میں تمہارے نَفع نقصان کا مالک نہیں اس لئے کہ نقصان یا نفع اُس کا فعل ہی نہیں بلکہ فعل سے فاضل وجود ہے ہی نہیں اور فرمایا، مَالَا یُمْلِکُ دون من یعنی میں اُس کے علاوہ مالک نہیں تو اور اگر مُراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے تو یہ خبر کے لئے ہے جس پر اُس چیز کا اعتبار اُس کے تعیّن کے اعتبار سے ہے اور حقیقۃً اُس کا وجود نہیں۔

قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ یعنی انوارِ صفات کے احتجاب کے ساتھ اس سے قبل گمراہ ہوئے اور وحدتِ ذاتیہ کے راستہ جو کہ استقامت اِلیٰ اللہ کا راستہ ہے علاوہ راستہ سے اِس وقت بہت سے گمراہ ہوئے۔

عیسائی مُسلمانوں کے دوست اور یہودی کیوں دُشمن ہیں

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ ضرور تم یہودیوں کو مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن پاؤ گے۔

وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ج وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا

نَصٰرٰی ط اور تم ضرور نصاریٰ کو مومنوں کی دوستی میں سب سے قریب پاؤ گے یعنی عیسائیوں کی موالات اور یہودیوں کی معادات دونوں مناسبت اور مخالفت کے اعتبار سے ہیں اور دونوں میں سے تو ہر وہ شخص جو دوست ہے دونوں کے درمیان رابطۂ جنسیہ کی دلالت ہوتی ہے اور ہر وہ شخص جو اُس کا دشمن ہے دونوں کے درمیان تبائن وتضاد پر دلالت کرتا ہے۔

اس لئے کہ یہودی ذات وصفات سے محجوب ہیں اور اُن کے لئے توحیدِ افعال کے سوا کچھ نہیں تو مشرکین محجوبین کے ساتھ اُن کی مطلقاً مناسبت مومن موحدین کے ساتھ مطلقاً مناسبت سے زیادہ طاقت ور ہے جبکہ نصاریٰ حجابِ صفات سے ظاہر ہیں اور اِن کی دوستی حجابِ ذات کے سوا نہیں اور مومنوں کے ساتھ اُن کی دوستی زیادہ طاقت ور ہے اور وہ اُن کی دوستی کے لئے دوسروں سے زیادہ قریب ہیں اور مشرکین یہودیوں کی دُشمنی اُن کے حجاب کی قوت کی وجہ سے بہت سخت ہے۔

کیا آپ نے دیکھا اُن کے علم وعبادت اور عدم استکبار کی وجہ سے دوستی میں اُن کے قُربت ہونے کی علّتیں کیسے ہیں کیونکہ عبادت جنّتِ افعال کی طَرف پہنچاتی ہے اس لئے کہ وہ اپنے نفوس کے افعال سے اِس میں اکیلے وہ کام کرتے ہیں۔

جس کا حکم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب کہ عِلم جنّت کی طرف پہُنچاتا ہے اس لئے کہ وہ علم کے ساتھ جنّتِ نفوس سے پاک ہوتے ہیں اور مقامِ قلب کی طرف وصول کرتے ہیں جو کہ محلِّ مکاشفہ ہے اور علمِ الٰہی قُبول کرتے ہیں اور عدمِ استکبار اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے نفُوس کو عبادت اور علم کی صفات کے ساتھ موصوف دیکھتے ہیں اور اپنے فعل اور علم کو اپنے نفوس کی طرف کی طرف منسوب نہیں کرتے، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہوئے نہ تکبّر کرتے ہیں اور نہ ہی فخر و غرور ظاہر کرتے ہیں۔

تفسیر ابن عربی کے چھٹے پارے کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا

صائم چشتی

عربی متن

تفسیر ابن عربی

جلد اول

عارف باللہ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ

چشتی کتب خانہ فیصل آباد

فاتحة الكتاب

(تفسير آية الفاتحة (1)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسم الشيء ما يعرف به. فأسماء الله تعالى هى الصور النوعية التى تدل بخصائصها وهوياتها على صفات الله وذاته. وبوجودها على وجهه، وبتعينها على وحدته. إذ هى ظواهره التى بها يعرف. و (الله) اسم للذات الإلهية من حيث هى هى على الإطلاق. لا باعتبار اتصافها بالصفات، ولا باعتبار لا اتصافها. و (الرحمن(هو المفيض للوجود والكمال على الكل بحسب ما تقتضى الحكمة وتحتمل القوابل على وجه البداية. و (الرحيم) هو المفيض للكمال المعنوى المخصوص بالنوع الإنسانى بحسب النهاية. ولهذا قيل يا رحمن الدنيا والآخرة. ورحيم الآخرة. فمعناه بالصورة الإنسانية الكاملة الجامعة الرحمة العامة والخاصة. التى هى مظهر الذات الإلهى والحق الأعظمى مع جميع الصفات ابدأ واقرأ. وهى الاسم الأعظم. وإلى هذا المعنى أشار النبى بقوله (أوتيت جوامع الكلم. وبعثت لأتمم مكارم الأخلاق). إذ الكلمات حقائق الموجودات وأعيانها. كما سمى عيسى كلمة من الله. ومكارم الأخلاق كمالاتها وخواصها التى هى مصادر أفعالها جميعها محصورة فى الكون الجامع الإنسانى. وههنا لطيفة وهى أن الأنبياء عليهم السلام وضعوا حروف التهجى بإزاء مراتب الموجودات. وقد وجدت فى كلام عيسى ٢ وأمير المؤمنين على وبعض الصحابة ما يشير إلى ذلك. ولهذا قيل ظهرت الموجودات من باء بسم الله إذ هى الحرف الذى يلى الألف الموضوعة بإزاء ذات الله. فهى إشارة إلى العقل الأول الذى هو أول ما خلق الله المخاطب بقوله تعالى (ما خلقت خلقاً أحب إلى ولا أكرم على منك. بك أعطى. وبك آخذ. وبك أثيب. وبك أعاقب...) الحديث. والحروف الملفوظة لهذه الكلمة ثمانية عشر، والمكتوبة تسعة عشر. وإذا انفصلت الكلمات انفصلت الحروف إلى اثنين وعشرين. فالثمانية عشر إشارة إلى العوالم المعبر عنها بثمانية عشر ألف عالم. إذ الألف

هو العدد التام المشتمل على باقي مراتب الأعداد فهو أم المراتب الذى لا عدد فوقه، فعبر بها عن أمهات العوالم التى هى عالم الجبروت، وعالم الملكوت، والعرش، والكرسى، والسموات السبع، والعناصر الأربعة، والمواليد الثلاثة التى ينفصل كل واحد منها إلى جزئياته. والتسعة عشر إشارة إليها مع العالم الإنسانى، فإنه وإن كان داخلاً فى عالم الحيوان إلا أنه باعتبار شرفه وجامعيته للكل وحصره للوجود عالم آخر له شأن وجنس برأسه له برهان، كجبريل من بين الملائكة فى قوله تعالى (وملائكته ورسله وجبريل) (البقرة، الآية 98). والألفات الثلاثة المحتجبة التى هى تتمة الاثنين والعشرين عند الانفصال إشارة إلى العالم الإلهي الحق، باعتبار الذات، والصفات، والأفعال. فهى ثلاثة عوالم عند التفصيل، وعالم واحد عند التحقيق، والثلاثة المكتوبة إشارة إلى ظهور تلك العوالم على المظهر الأعظمى الإنسانى، والاحتجاب العالم الإلهى. حين سئل رسول الله عن ألف الباء من أين ذهبت؟ قال (سرقها الشيطان). وأمر بتطويل باء بسم الله تعويضاً عن ألفها إشارة إلى احتجاب ألوهية الإلهية فى صورة الرحمة الانتشارية وظهورها فى الصورة الإنسانية بحيث لا يعرفها إلا أهلها، ولهذا نكرت فى الوضع. وقد ورد فى الحديث (إن الله تعالى خلق آدم على صورته)، فالذات محجوبة بالصفات، والصفات بالأفعال، والأفعال بالأكوان والآثار، فمن تجلت عليه الأفعال بارتفاع حجب الأكوان توكل، ومن تجلت عليه الصفات بارتفاع حجب الأفعال رضى وسلم. ومن تجلت عليه الذات بانكشاف حجب الصفات فنى فى الوحدة فصار موحداً مطلقاً فاعلاً ما فعل وقارئاً ما قرأ بسم الله الرحمن الرحيم، فتوحيد الأفعال مقدم على توحيد الصفات وهو على توحيد الذات وإلى الثلاثة أشار فى سجوده بقوله (أعوذ بعفوك من عقابك، وأعوذ برضاك من سخطك، وأعوذ بك منك). (آية 2-5) (الحمد لله رب العالمين) إلى آخر السورة. الحمد بالفعل ولسان الحال هو ظهور الكمالات وحصول الغايات من الأشياء إذ هى أثنية فائحة ومدائح رائعة لموليها بما يستحقه. فالموجودات كلها بخصوصياتها وخواصها، وتوجهها إلى غاياتها، وإخراج كمالاتها من حيز القوة إلى الفعل، مسبحة، حامدة. كما قال تعالى (وإن من شيء إلا يسبح بحمده) (الإسراء، الآية 44). فتسبيحها إياه تنزيهه عن الشريك وصفات النقص والعجز باستنادها إليه وحده، ودلالتها على وحدانيته وقدرته، وتحميدها إظهار كمالاتها المترتبة، ومظهريتها لتلك الصفات الجلالية والجمالية.

وخص بذاته بحسب مبدئيته للكل، وحافظيته ومدبريته له التى هى معنى الربوبية للعالمين، أى لكل ما هو علم لله يعلم به كالخاتم لما يختم به، والقالب لما يقلب فيه، وجمع جمع السلامة لاشتماله على معنى العلم أو للتغليب. وبإزاء إفاضة الخير العام والخاص، أى النعمة الظاهرة كالصحة والرزق. والباطنة كالمعرفة والعلم. وباعتبار منتهائيته التى هى معنى مالكية الأشياء فى يوم الدين إذ لا يجزى فى الحقيقة إلا المعبود الذى ينتهى إليه الملك وقت الجزاء بإثابة النعمة الباقية عن الفانية عند التجرد عنها بالزهد وتجليات الأفعال عند انسلاخ العبد عن أفعاله، وتعويض صفاته عند المحو عن صفاته وإبقائه بذاته، وهبته له الوجود الحقانى عند فنائه فله تعالى مطلق الحمد وماهيته أزلاً وأبداً على حسب استحقاقه إياه بذاته باعتبار البداية والنهاية وما بينهما فى مقام الجمع على ألسنة التفاصيل. فهو الحامد والمحمود تفصيلاً وجمعاً. والعابد والمعبود مبدأ ومنتهى. ولما تجلى فى كلامه لعباده بصفاته شاهدوه بعظمته وبهائه. وكمال قدرته وجلاله. فخاطبوه قولاً وفعلاً بتخصيص العبادة به، وطلب المعونة منه، إذ ما رأوا معبوداً غيره، ولا حول ولا قوة لأحد إلا به. فلو حضروا الكانت حركاتهم وسكناتهم كلها عبادة له وبه. فكانوا على صلاتهم دائمين داعين بلسان المحبة لمشاهدتهم جماله من كل وجه على كل وجه (آية 6-7) (اهدنا الصراط المستقيم) أى ثبتنا على الهداية ومكنا بالاستقامة فى طريق الوحدة التى هى طريق المنعم عليهم بالنعمة الخاصة الرحيمية التى هى المعرفة والمحبة والهداية الحقانية الذاتية من النبيين والشهداء والصديقين والأولياء. الذين شاهدوه أولاً وآخراً وظاهراً وباطناً. فغابوا فى شهودهم طلعة وجهه الباقى عن وجود الظل الفانى. (غير المغضوب عليهم) الذين وقفوا مع الظواهر، واحتجبوا بالنعمة الرحمانية. والنعيم الجسمانى، والذوق الحسى عن الحقائق الروحانية: والنعيم القلبى. والذوق العقلى كاليهود إذ كانت دعوتهم إلى الظواهر والجنان والحور والقصور. فغضب عليهم لأن الغضب يستلزم الطرد والبعد والوقوف مع الظواهر التى هى الحجب الظلمانية غاية البعد. (ولا الضالين) الذين وقفوا مع البواطن التى هى الحجب النورانية واحتجبوا بالنعمة الرحيمية عن الرحمانية. وغفلوا عن ظاهرية الحق، وضلوا عن سواء السبيل. فحرموا شهود جمال المحبوب فى الكل كالنصارى إذ كانت دعوتهم إلى البواطن وأنوار عالم القدوس ودعوة المحمديين الموحدين إلى الكل، والجمع بين محبة جمال الذات.

وحسن الصفات، كما ورد في القرآن الكريم (وسارعوا إلى مغفرة من ربكم وجنة) (آل عمران، الآية 133)، (اتقوا الله وءامنوا برسوله يؤتكم كفلين من رحمته ويجعل لكم نوراً تمشون به) (الحديد، الآية 28)، (واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً) (النساء الآية 36). فأجابوا الدعوات الثلاث. كما جاء في حقهم (ويرجون رحمته ويخافون عذابه) (الإسراء، الآية 57)، (يقولون ربنا أتمم لنا نورنا) (التحريم، الآية 8)، (إن الذين قالوا ربنا الله ثم استقموا) (فصلت، الآية 30). فأثيبوا بالجميع على ما أخبر الله تعالى (جزاؤهم عند ربهم جنات عدن) (البينة، الآية 8)، (لهم أجرهم ونورهم) (الحديد، الآية 19)، (فأينما تولوا فثم وجه الله) (البقرة، الآية 115)، (للذين أحسنوا الحسنى وزيادة) (يونس، الآية 26).

سورة البقرة

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(تفسير آية البقرة 1) (الم ذلك الكتاب) أشار بهذه الحروف الثلاثة إلى كل الوجود من حيث هو كل لأن (أ) إشارة إلى ذات الذى هو أول الوجود على ما مر. و (ل) إلى العقل الفعال المسمى جبريل، وهو أوسط الوجود الذى يستفيض من المبدأ ويفيض إلى المنتهى. و (م) إلى محمد الذى هو آخر الوجود تتم به دائرته وتتصل بأولها، ولهذا ختم وقال)إن الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق الله السموات والأرض(. وعن بعض السلف أن (ل) ركبت من ألفين، أى وضعت بإزاء الذات مع صفة العلم اللذين هما عالمان من العوالم الثلاثة الإلهية التى أشرنا إليها. فهو اسم من الأسماء الله تعالى، إذ كل اسم هو عبارة عن الذات مع صفة ما. وأما (م) فهى إشارة إلى الذات مع جميع الصفات والأفعال التى احتجبت بها فى الصورة المحمدية التى هى اسم الله الأعظم. بحيث لا يعرفها إلا من يعرفها. ألا تدرى أن (م) التى هى صورة الذات كيف احتجب فيها. فإن الميم فيها الياء، وفى الياء ألف. والسر فى وضع حروف التهجى هو أن لا حرف إلا وفيه ألف. ويقرب من هذا قول من قال معناه القسم بالله العليم الحكيم. إذ جبريل مظهر العلم. فهو اسمه العليم. ومحمد مظهر الحكمة. فهو اسمه الحكيم. ومن هذا ظهر معنى قول من قال تحت كل اسم من أسماءه تعالى أسماء بغير نهاية. والعلم لا يتم ولا يكمل إلا إذا قرن بالفعل فى عالم الحكمة الذى هو عالم الأسباب والمسببات. فيصير حكمة. ومن ثم لا يحصل الإسلام بمجرد قول لا إله إلا الله. إلا إذا قرن بمحمد رسول الله. فمعنى الآية (الم ذلك الكتاب) الموعود. أى صورة الكل الموحى إليها بكتاب الجفر والجامعة المشتملة على كل شيء. الموعود بأنه يكون مع المهدى فى آخر الزمان لا يقرأه كما هو بالحقيقة إلا هو. والجفر لوح القضاء الذى هو عقل الكل والجامعة لوح القدر الذى هو نفس الكل. فمعنى كتاب الجفر والجامعة المحتويان على كل ما كان ويكون. كقولك سورة (البقرة) وسورة (النمل). (آية 2) (لا ريب فيه) عند التحقيق بأنه الحق. وعلى تقدير القول معناه بالحق الذى هو الكل من حيث هو كل لأنه مبين لذلك الكتاب الموعود على ألسنة الأنبياء وفى كتبهم بأنه سيأتى كما قال عيسى (نحن نأتيكم بالتنزيل، وأما التأويل فسيأتى به

المهدى فى آخر الزمان). وحذف جواب القسم لدلالة ذلك الكتاب عليه. كما حذف فى غير موضع من القرآن مثل (والشمس) (والنازعات) وغير ذلك. أى إنا منزلون لذلك الكتاب الموعود فى التوراة والإنجيل بأن يكون مع محمد حذف لدلالة قوله (ذلك الكتاب) عليه أى ذلك الكتاب المعلوم فى العلم السابق، الموعود فى التوراة والإنجيل حق بحيث لا مجال للريب فيه. (هدى للمتقين) أى هدى فى نفسه للذين يتقون الرذائل والحجب المانعة لقبول الحق فيه. واعلم أن الناس بحسب العاقبة سبعة أصناف لأنهم إما سعداء، وإما أشقياء. قال الله تعالى (فمنهم شقى وسعيد) (هود. الآية 105). والأشقياء أصحاب الشمال، والسعداء إما أصحاب اليمين، وإما السابقون المقربون، قال الله تعالى (وكنتم أزواجا ثلاثة) (الواقعة، الآية 7) الآية. وأصحاب الشمال إما المطرودون الذين حق عليهم القول وهم أهل الظلمة والحجاب الكلى المختوم على قلوبهم أزلاً، كما قال تعالى (ولقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والإنس) (الأعراف، الآية، 179) إلى آخر الآية. وفى الحديث الربانى (هؤلاء خلقتهم للنار ولا أبالى) وأما المنافقون الذين كانوا مستعدين فى الأصل، قابلين للتنور بحسب الفطرة والنشأة، ولكن احتجبت قلوبهم بالرين المستفاد من اكتساب الرذائل وارتكاب المعاصى، ومباشرة الأعمال البهيمية، والسبعية، ومزاولة المكايد الشيطانية، حتى رسخت الهيئات الفاسقة والملكات المظلمة فى نفوسهم، وارتكمت على أفئدتهم فبقوا شاكين حيارى تائهين، قد حبطت أعمالهم، وانتكست رؤوسهم فهم أشد عذاباً وأسوأ حالاً من الفريق الأول لمنافاة مسكة استعدادهم لحالهم. والفريقان هم أهل الدنيا وأصحاب اليمين. أما أهل الفضل والثواب، الذين آمنوا وعملوا الصالحات للجنة راجين لها، راضين بها، فوجدوا ما عملوا حاضراً على تفاوت درجاتهم، ولكل درجات مما عملوا. ومنهم أهل الرحمة الباقون على سلامة نفوسهم، وصفاء قلوبهم، المتبوئون درجات الجنة على حسب استعداداتهم من فضل ربهم، لا على حسب كمالاتهم من ميراث عملهم. وأما أهل العفو الذين خلطوا عملاً صالحاً وآخر سيئاً، وهم قسمان المعفو عنهم رأسا لقوة اعتقادهم، وعدم رسوخ سيئاتهم لقلة مزاولتهم إياها، أو لمكان توبتهم عنها. فأولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات، والمعذبون حيناً بحسب ما رسخ فيهم من المعاصى حتى خلصوا عن دون ما كسبوا، فنجوا وهم أهل العدل والعقاب، والذين ظلموا من هؤلاء

سيصيبهم سيئات ما كسبوا. لكن الرحمة تتداركهم وثلاثتهم أهل الآخرة. والسابقون إما محبون وإما محبوبون، فالمحبون هم الذين جاهدوا فى الله حق جهاده. وأنابوا إليه حق إنابته، فهداهم سبله. والمحبوبون هم أهل العناية الأزلية - الذين اجتباهم وهداهم إلى صراط مستقيم. والصنفان هما أهل الله، فالقرآن ليس هدى للفريق الأول من الأشقياء لامتناع قبولهم للهداية لعدم استعدادهم. ولا للثانى لزوال استعدادهم ومسخهم وطمسهم بالكلية بفساد إعتقادهم. فهم أهل الخلود فى النار إلا ما شاء الله. فبقى هدى للخمسة الأخيرة الذين يشملهم المتقون، والمحبوب يحتاج إلى هداية الكتاب بعد الجذب والوصول لسلوكه فى الله لقوله تعالى لحبيبه (كذلك لنثبت به فؤادك)(الفرقان، الآية 32)، وقوله (وكلا نقص عليك من أنباء الرسل ما نثبت به فؤادك) (هود، الآية 120) والمحب يحتاج إليه قبل الوصول والجذب وبعده لسلوكه إلى الله وفى الله. فعلى هذا، المتقون فى هذا الموضع هم المستعدون الذين بقوا على فطرتهم الأصلية، واجتنبوا رين الشرك والشك لصفاء قلوبهم وزكاء نفوسهم، وبقاء نورهم الفطرى، فلم ينقضوا عهد الله. وهذه التقوى مقدمة على الإيمان، ولها مراتب أخرى متأخرة عنه كما سيأتى إن شاء الله. (الذين يؤمنون بالغيب ويقيمون الصلاة) أى بما غاب عنهم الإيمان التقليدى، أو التحقيقى العلمى. فإن الإيمان قسمان تقليدى وتحقيقى. والتحقيقى قسمان استدلالى وكشفى، وكلاهما إما واقف على حد العلم والغيب، وإما غير واقف. والأول هو الإيقان المسمى علم اليقين. والثانى إما عينى، وهو المشاهدة المسمى عين اليقين، وإما حقى، وهو الشهود الذاتى المسمى حق اليقين. والقسمان الأخيران لا يدخلان تحت الإيمان بالغيب، والإيمان بالغيب يستلزم الأعمال القلبية التى هى التزكية، وهى تطهير القلب عن الميل إلى السعادات البدنية الخارجية، الشاغلة عن إحراز السعادة الباقية. فإن السعادات ثلاث قلبية، وبدنية، وما حول البدن. فالقلبية هى المعارف، والحكم، والكمالات العلمية والعملية الخلقية. والبدنية هى الصحة والقوة واللذات الجسمانية والشهوات الطبيعية. وما حول البدن هى الأموال والأسباب، كما قال أمير المؤمنين (ألا وإن من النعم سعة المال، وأفضل من سعة المال صحة الجسد، وتقوى القلب). ويجب الاحتراز عن الأوليين لإحراز الأخيرة المطلوبة بالزهد والعبادة. فإقامة الصلاة ترك الراحات البدنية وإتعاب الآلات

الجسدية، وهى أم العبادات التى إذا وجدت لم يتأخر عنها البواقى (إن الصلاة تنهى عن الفحشاء والمنكر) (العنكبوت، الآية 45) إذ هى تحامل على البدن والنفس، ومشقة فادحة عليهما، والإتفاق المال هو الإعراض عن السعادة الخارجية المحبوبة إلى النفس المسمى بالزهد، فإن الإنفاق ربما كان أشد عليها من بذل الروح للزوم الشح إياها، ولم يكتف بالقدر الواجب فقال (ومما رزقناهم ينفقون) ليعتاد القلب ترك الفضول المالية بالجود والسخاء وبذل المال، فى وجوه المروات، والهبات، والصدقات الغير الواجبة، فيوقى شح نفسه، وخصص الإنفاق بالبعض بإيراد من التبعيضية لئلا يقع فى رذيلة التبذير ببذل القدر الضرورى فيحرم فضيلة الجود الذى هو من باب التخلق بأخلاق الله. (والذين يؤمنون بما أنزل إليك وما أنزل من قبلك) أى الإيمان التحقيقى الشامل للأقسام الثلاثة المستلزم للأعمال القلبية التى هى التحلية، وهى تفرس القلب بالحكم والمعارف المنزلة فى الكتب الإلهية والعلوم المتعلقة بأحوال المعاد، وأمور الآخرة، وحقائق علم القدس. ولهذا قال (وبالآخرة هم يوقنون) وأهل الآخرة الذين ما جاوزوا حد التزكية، ولم يصلوا إلى التحليلة التى هى ميراثها، لقوله عليه (من عمل بما علم ورثه الله علم ما لم يعلم). وأهل الله الموقنون الجامعون لها كلهم على هدى من ربهم إما إليه وإما إلى داره، دار السلامة والفضل والثواب واللطف، وهم أهل الفلاح لا غير إما من العقاب وإما من الحجاب ولهذا قال (أولئك) أى الموصوفون بهذه الصفات المذكورة من التزكية والتحلية. (على هدى من ربهم وأولئك هم المفلحون) لأجلها، فعلى هذا الذين يؤمنون مبتدأ، والذين يؤمنون الثانى معطوف عليه، وأولئك خبره، ولو جعل صفة للمتقين لكان المراد بهم الكاملين فى التقوى بعد الهداية. وكان مجازا من باب تسمية الشىء بما سيؤول إليه. (آية 6 - 9) (إن الذين كفروا) -إلى قوله- (عظيم) هم الفريق الأول من الأشقياء الذين هم أهل القهر الإلهى لا ينجح فيهم الإنذار ولا سبيل إلى خلاصهم من النار، أولئك حقت عليهم كلمة ربك أنهم لا يؤمنون، وكذلك حقت كلمة ربك على الذين كفروا أنهم أصحاب النار، سدت عليهم الطرق، وأغلقت عليهم الأبواب، إذ القلب هو المشعر الإلهى الذى هو محل الإلهام، فحجبوا عنه بختمه. والسمع والبصر هما المشعران الأنسيان، أى الظاهران اللذان هما بابا الفهم والاعتبار، فحرموا عن جدواهما لامتناع نفوذ المعنى فيهما إلى القلب، فلا سبيل

لهم فى الباطن إلى العلم الذوقى الكشفى ولا فى الظاهر إلى العلم التعلمى والكسبى، فحسبوا فى سجون الظلمات، فما أعظم عذابهم. (ومن الناس من يقول آمنا) هم الفريق الثانى من الأشقياء، سلب عنهم الإيمان مع ادعائهم له بقولهم (آمنا بالله) لأن محل الإيمان هو القلب لا اللسان. (قالت الأعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولكن قولوا أسلمنا ولما يدخل الإيمن فى قلوبكم) (الحجرات. الآية 14). ومعنى قولهم (آمنا بالله وباليوم الآخر) ادعاء علمى التوحيد والمعاد اللذين هما أصل الدين وأساسه أى لسنا من المشركين المحجوبين عن الحق ولا من أهل الكتاب المحجوزين عن الدين والمعاد. لأن اعتقاد أهل الكتاب فى باب المعاد ليس مطابقاً للحق. واعلم أن الكفر هو الاحتجاب، والحجاب إما عن الحق كما للمشركين وإما عن الدين كما لأهل الكتاب، والمحجوب عن الحق محجوب عن الدين الذى هو طريق الوصول إليه ضرورة، وأما المحجوب عن الدين فقد لا يحجب عن الحق، فهؤلاء ادعوا رفع الحجابين معاً فكذبوا بسلب الإيمان عن ذواتهم، أى ليسوا بمؤمنين ما داموا إياهم يخادعون. المخادعة استعمال الخدع من الجانبين، وهو إظهار الخير واستبطان الشر. ومخادعة الله مخادعة رسوله لقوله (من يطع الرسول فقد أطاع الله) (النساء، الآية 180)، وقوله تعالى (وما رميت إذ رميت ولكن الله رمى) (الأنفال الآية 17) ولأنه حبيبه. وقد ورد فى الحديث (لا يزال العبد يتقرب إلى بالنوافل حتى أحبه. فإذا أحببته كنت سمعه الذى به يسمع، وبصره الذى به يبصر، ولسانه الذى به يتكلم، ويده التى بها يبطش، ورجله التى بها يمشى) فخداعهم لله وللمؤمنين إظهار الإيمان والمحبة، واستبطان الكفر والعداوة، وخداع الله والمؤمنين إياهم مسالمتهم وإجراء أحكام الإسلام عليهم بحقن الدماء وحصن الأموال وغير ذلك، وادخار العذاب الأليم والمآل الوخيم، وسوء المغبة لهم وخزيهم فى الدنيا لافتضاحهم بإخباره تعالى وبالوحى عن حالهم لكن الفرق بين الخداعين أن خداعهم لا ينجح إلا فى أنفسهم بإهلاكها وتحسيرها وإيراثها الوبال والنكال بازدياد الظلمة والكفر والنفاق واجتماع أسباب الهلكة والبعد والشقاء عليها. وخداع الله يؤثر فيهم أبلغ تأثير ويوبقهم أشد إيباق، كقوله تعالى (ومكروا ومكر الله والله خير الماكرين) (آل عمران، الآية 54) وهم من غاية تعمقهم فى جهلهم لا يحسون بذلك الأمر الظاهر. (آية 10 - 11) (فى قلوبهم مرض) أى شك ونفاق تنكير المرض. وإيراد الجملة الظرفية إشارة إلى

عروض المرض واستقراره ورسوخه فيها كما أشرنا إليه فى التقسيم، وإلا لقال قلوبهم مرضى أو موتى. (فزادهم الله مرضا) أى آخر حقداً وحسداً وغلاً بإعلاء كلمة الدين، ونصرة الرسول والمؤمنين، والرذائل كلها أمراض القلوب لأنها أسباب ضعفها وآفتها فى أفعالها الخاصة، وهلاكها فى العاقبة. وفرق بين العذابين بالألم للمنافقين، والعظم للكافرين، لأن عذاب المطرودين فى الأزل أعظم فلا يجدون شدة ألمه لعدم صفاء إدراك قلوبهم، كحال العضو الميت، أو المفلوج والخدل بالنسبة إلى ما يجرى عليه من القطع والكى وغير ذلك من الآلام. وأما المنافقون فلثبوت استعدادهم فى الأصل وبقاء إدراكهم يجدون شدة الألم فلا جرم كان عذابهم مؤلماً مسبباً عن المرض العارض المزمن الذى هو الكذب ولواحقه. وإذا نهوا عن الإفساد فى الأرض، أى فى الجهة السفلية التى هى النفوس وما يتعلق بها من المصالح بتكدير النفوس، وتهييج الفتن والحروب، والعداوة والبغضاء بين الناس، أنكروا وبالغوا فى إثبات الإصلاح لأنفسهم، إذ يرون الصلاح فى تحصيل المعاش وتيسير أسبابه، وتنظيم أمور الدنيا لأنفسهم خاصة، لتوغلهم فى محبة الدنيا وانهماكم فى اللذات البدنية، واحتجابهم بالمنافع الجزئية، والملاذ الحسية عن المصالح العامة الكلية، واللذات العقلية، وبذلك يتيسر مرادهم، ويتسهل مطلوبهم وهم لا يحسون بإفسادهم المدرك بالحس. وإذا دعوا إلى الإيمان الحقيقى، كإيمان فقراء المسلمين والصعاليك المجردين، سفهوهم لمكان تركهم لحطام الدنيا وإعراضهم عن متاعها ولذاتها وطيباتها، لزهدهم الحقيقى. إذ قصارى همومهم، وقصوى مقاصد عقولهم الأسيرة فى قيد الهوى المشوبة بالوهم، المؤدية لهم إلى الردى هى تلك اللذات يعلمون ظاهراً من الحياة الدنيا وهم عن الآخرة هم غافلون، ولا يعلمون أن غاية السفه هو اختيار الفانى الأخس على الباقى الأشرف. وفرق بين الفاضلتين بالشعور والعلم، لأن تأثير خداعهم فى أنفسهم وإفسادهم فى الأرض أمر بين كالمحسوس. وأما ترجيح نعيم الآخرة على نعيم الدنيا المستلزم للفرق بين السفه والحكمة فأمر فأمر استدلالى عقلى صرف. (آية 12 - 14) (وإذا لقوا الذين آمنوا) حكاية لنفاقهم اللازم لحصول استعدادين فيهم الفطرى النورى، الضعيف المغلوب، القريب من الانطفاء، الذى ناسبوا به المؤمنين، والكسبى الظلمانى القوى الغالب الذى تألفوا به الكفار، إذ لو لم يكن فيهم أدنى نور لم يقدروا على مخالطة المؤمنين

ومصاحبتهم أصلاً كغيرهم من الكفار لتنافى الضرورى بين النور والظلمة من جميع الوجوه. والشيطان فيعال من الشطون، الذى هو البعد، وشياطينهم المتعمقون فى البعد وهم المطرودون، ورؤساهم البالغون فى النقاق واستهزاؤهم بالمؤمنين يدل على ضعف جهة النور وقوة جهة الظلمة فيهم، إذ المستخف بالشيء هو الذى يجد ذلك الشيء فى نفسه خفيفاً، قليل الوزن والقدر. فهم يستخفون النورانيين لخفة النور عندهم، إذ بالنور يعرف قدر النور، وبرجحان الظلمة فيهم أووا إلى الكفار وألفوهم. (آية 15 - 16) (الله يستهزئ بهم) أى يستخفهم، لأن الجهة التى هم بها ناسبوا الحضرة الإلهية فيهم خفيفة، ضعيفة. فبقدر ما فنيت فيهم الجهة الإلهية ثبتوا عند أنفسهم. كما أن المؤمنين بقدر ما فنيت فيهم أينيتهم النفسانية وجدوا عند الله شتان بين المرتبتين. (ويمدهم) فى ظلماتهم البهيمية والسبعية التى هى الصفات الشيطانية والنفسانية بتهيئة موادها وأسبابها التى هى مشتهياتهم ومستلذاهم وأموالهم ومعايشهم من الدنيا التى اختاروها بهواهم فى حالة كونهم متحيرين. (فى طغيانهم يعمهون) والعمه عمى القلب. وطغيانهم التعدى عن حدهم الذى كان ينبغى أن يكونوا عليه، وذلك الحد هو الصدر، أى وجه القلب الذى يلى النفس كما أن الفؤاد وجهه الذى يلى الروح، فإنه متوسط بينهما ذو وجهين إليهما. والوقوف على ذلك الحد هو التعبد بأوامر الله تعالى ونواهيه، مع التوجه إليه طلباً للتنور ليستنير ذلك الوجه فتتنور به النفس. كما أن الوقوف على الحد الآخر هو تلقى المعارف والعلوم والحقائق والحكم والشرائع الإلهية لينتقش بها الصدر، فتتزين به النفس. فالطغيان هو الانهماك فى الصفات النفسانية البهيمية والسبعية والشيطانية واستيلاؤها على القلب ليسود ويعمى، فتتكدر الروح. (أولئك الذين اشتروا الضلالة بالهدى) أى الظلمة، والاحتجاب عن طريق الحق الذى هو الدين، أو عن الحق. فإن الضلالة تنقسم بإزاء الهداية بالنور الاستعدادى الأصلى (فما ربحت تجارتهم) إذ كان رأس مالهم من عالم النور والبقاء ليكتسبوا به ما يجانسه من النور الفيضى الكمالى، بالعلوم والأعمال والحكم والمعارف والأخلاق والملكات الفاضلة، فيصيرون أغنياء فى الحقيقة، مستحقين للقرب والكرامة والتعظيم والوجاهة عند الله، فما ربحوا بكسبها وضاعت الهداية الأصلية التى كانت بضاعتهم ورأس مالهم بإزالة استعدادهم وتكدير قلوبهم بالرين الموجب للحجاب

والحرمان الأبدى، فخسروا بالخسران السرمدى، أعاذنا الله من ذلك. (آية 17 - 18) (مثلهم) أى صفتهم فى النفاق كصفة المستوقد للإضاءة الذى إذا أضاءت ما حوله من الأشياء القريبة منه خمدت ناره وبقى متحيراً. لأن نور استعدادهم بمنزلة النار الموقدة، وإضاءتها لما حولهم هى اهتداؤهم إلى مصالح معاشهم القريبة منهم دون مصالح المعاد البعيدة بالنسبة إليهم وصحبة المؤمنين وموافقتهم فى الظاهر وخمودها سريعاً انطفاء نورهم الاستعدادى وسرعة زوال ما تمتعوا به من دنياهم ووشك انقضائه. (ذهب الله بنورهم) الاستعدادى بإمدادهم فى الطغيان، وخلاهم محجوبين عن التوفيق فى ظلمات صفات النفس (لا يبصرون) ببصر القلب، ووجه المخرج ولا ما ينفعهم من المعارف كمن تنطفئ ناره وهو فى تيه بين أشغال وأسباب. (صم بكم عمى) بالحقيقة لاحتجاب قلوبهم عن نور العقل الذى به تسمع الحق وتنطق به، وتراه فى الظاهر لعدم فوائدها، لانسداد الطرق من تلك المشاعر إلى القلب لمكان الحجاب، فلم يصل إليها نور القلب ليحتفظوا بفوائدها ولم ترد مدركاتها على القلب ليفهموا ويعتبروا. (فهم لا يرجعون) إلى الله لوجود السدين المضروبين على قلوبهم المذكورين فى قوله (وجعلنا من بين أيديهم سدا ومن خلفهم سدا) (يس، الآية 9). وفائدة التشبيه تصوير المعقول بصورة المحسوس، ليتمثل فى نفوس العامة. ثم شبههم ثانياً بقوم أصابهم مطر فيه ظلمات ورعد وبرق، فالمطر هو نزول الوحى الإلهى ووصول إمداد الرحمة إليهم ببركة صحبة المؤمنين، وبقية استعدادهم مما يفيد قلوبهم أدنى لين، وحصول النعم الظاهرة لهم بموافقتهم فى الظاهر. (آية 19 - 20) والظلمات هى الصفات النفسانية، والشكوك الخيالية والوهمية، والوساوس الشيطانية مما تحيرهم وتوحشهم: والرعد هو التهديد الإلهى والوعيد القهرى الوارد فى القرآن والآيات والآثار المسموعة والمشاهدة مما يخوفهم فيفيد أدنى انكسار لقلوبهم الطاغية وانهزام لنفوسهم الآبية. والبرق هو اللوامع النورية والتنبهات الروحية عند سماع الوعد وتذكير الآلاء والنعماء مما يطمعهم ويرجيهم، فيفيدهم أدنى شوق وميل إلى الإجابة. ومعنى (يجعلون أصابعهم فى آذانهم من الصواعق حذر الموت) يتشاغلون عن الفهم بالملاهى والملاعب عن سماع آيات الوعيد، ولكى لا ينجع فيهم فيقطعهم عن اللذات الطبيعية بهم الآخرة، إذ الانقطاع عن اللذات الحسية هو موتهم، والله قادر عليهم، قاطع إياهم عن تلك اللذات

المألوفة بالموت الطبيعي، قدرة المحيط بالشيء الذي لا يفوته منه. فلا فائدة لحذرهم. (يكاد البرق) أي اللامع النوري (يخطف أبصارهم) أي عقولهم المحجوبة بالنعاس عن نور الهداية والكشف. إذ العقل بصر القلب (كلما أضاء لهم مشوا فيه) أي ترقوا وقربوا من قبول الحق والهدى، (وإذا أظلم عليهم قاموا) أي ثبتوا على حيرتهم في ظلمتهم (ولو شاء الله لذهب بسمعهم وأبصارهم) لطمس أفهامهم وعقولهم. ومحا نور استعدادهم. كما للفريق الأول فلم يتأثروا بسماع الوحي أصلاً (إن الله على كل شيء قدير) الشيء الموجود الخارجي الواجب والممكن، والموجود الذهني* الممكن والممتنع. إذ اللاشيء هو المعدوم الصرف الذي ليس في الذهن ولا في الخارج. لكن تعلق القدرة به خصصه بالممكن وأخرج عنه الواجب والممتنع بدليل العقل. هذا آخر الكلام في الأصناف السبعة على سبيل الإجمال، وفصل بين فريقي الأشقياء وأوجز ذكر الفريق الأول وأعرض عنهم. إذ الكلام فيهم لا يجدي. وبالغ في ذكر الفريق الثاني، وذمهم. وتعييرهم. وتقبيح صورة حالهم، وتهديدهم. وإبعادهم. وتهجين سيرهم. وعاداتهم لإمكان قبولهم للهداية وزوال مرضهم العارض، واشتعال نور قرائحهم بمدد التوفيق الإلهي عسى التقريع يكسر أعواد شكائمهم، والتوبيخ يقلع أصول رذائلهم. فتتزكى بواطنهم وتتنور قلوبهم بنور الإرادة. فيسلكوا طريق الحق. ولعل موادعة المؤمنين وملاطفتهم إياهم ومجالستهم معهم، تستميل طباعهم فتهيج فيهم محبة ما. وشوقاً تلين به قلوبهم إلى ذكر الله. وتنقاد به نفوسهم لأمر الله. فيتوبوا ويصلحوا كما قال الله تعالى (إن المنافقين في الدرك الأسفل من النار ولن تجد لهم نصيراً إلا الذين تابوا وأصلحوا واعتصموا بالله وأخلصوا دينهم لله فأولئك المؤمنين وسوف يؤت الله المؤمنين أجراً عظيماً) (النساء، الآيات 145 - 146). (آية 21 - 22) (يا أيها الناس) ثم لما فرغ من ذكر السعداء والأشقياء، دعاهم إلى التوحيد. وأول مراتب التوحيد توحيد الأفعال. فلهذا علق العبودية بالربوبية ليستأنسوا برؤية النعمة. فيحبوه. كما قال (خلقت الخلق وتحببت إليهم بالنعم). فيشكروه بإزائها. إذ العبادة شكر فلا تكون إلا في مقابلة النعمة، وخصص ربوبيته بهم ليخصوا عبادتهم به. وقصد رفع الحجاب الأول من الحجب الثلاثة التي هي حجب الأفعال والصفات والذات. ببيان تجلي الأفعال لأن الخلق في الثلاثة كلهم محجوبون عن الحق بالكون مطلقاً. فنسب إنشاءهم وإنشاء ما توقف عليه

وجودهم من المبادئ والأسباب والشرائط كمن قبلهم من الآباء والأمهات، وجعل الأرض فراشاً لهم لتكون مقرهم ومسكنهم، وجعل السماء بناء لتظلهم، وأنزل الماء من السماء وأخرج النبات به من الأرض ليكون رزقاً لهم إلى نفسه لعلهم يتقون نسبة الفعل إلى غيره، فيتنزهون عن الشرك فى الأفعال عند مشاهدة جميعها من الله، ولهذا ذكر نتيجة هذه المقدمات بالفاء فقال (فلا تجعلوا لله أنداداً وأنتم تعلمون)، ما ذكرنا من المقدمات كأنه قال هو الذى فعل هذه الأفعال، فلا تحق العبادة إلا له، ولا تنبغى أن تجعل لغيره، فلا تجعلوا له نداً بنسبة الفعل إليه، فيستحق أن يعبد عندكم فتعبدوه مع علمكم بهذا. فعبادتهم إنما هى للصانع، وربهم هو المتجلى فى صورة الصنع، إذ كل عابد لا يعبد إلا ما يعرفه، ولا يعرف الله إلا بقدر ما وجد من الألوهية فى نفسه، وهم ما وجدوا إلا الفاعل المختار فعبدوه. وغاية هذه العبادة الوصول إلى الجنة التى هى كمال عالم الأفعال، فالله مهد لهم أراضى نفوسهم، وبنى عليها سموات أرواحهم، وأنزل من تلك السموات ماء علم توحيد الأفعال، فأخرج به من تلك الأرض نبات الاستسلام والأعمال والطاعات والأخلاق الحسنة ليرزق قلوبهم منها ثمرات الإيقان والأحوال والمقامات، كالصبر والشكر والتوكل. ولما أثبت التوحيد، استدل على إثبات النبوة ليصح بهما الإسلام، فإنه لا يصح إلا بشهادتين لأن مجرد التوحيد هو الاحتجاب بالجمع عن التفصيل وهو محض الجبر المؤدى إلى الزندقة والإباحة، ومجرد إسناد الفعل والقول إلى الرسول، احتجاب بالتفضيل عن الجمع الذى هو صرف القدر المؤدى إلى المجوسية والثنوية، والإسلام طريق بينهما بالجمع بين قولنا لا إله إلا الله، وبين قولنا محمد رسول الله، واعتقاد مظهريته لأفعاله تعالى. فإن أفعال الخلق بالنسبة إلى أفعال الحق كالجسد بالنسبة إلى الروح، فكما أن مصدر الفعل هو الروح ولا يتم إلا بالجسد، فكذلك مبدئ الفعل هو الحق ولا يظهر إلا بالخلق. ولا بد من الرسالة لأن الخلق بسبب احتجابهم وبعدهم عن الحق لا يمكنهم تلقى المعارف من ربهم، فيجب وجود واسطة يجانس بروحه الشاهدة للحق الحضرة الإلهية، وبنفسه المخالطة للخلق الرتبة البشرية، ليتلقى قلبه من روحه الكلمات الربانية، ويلقى إلى نفسه القدسية، ويقبل منه الخلق برابطة الجنسية فقال (آية 23) (وإن كنتم فى ريب مما نزلنا) أى فى تنزيلنا على محمد فتشكوا فى حقية نبوته، فرفوزوا قواكم البشرية، وأحرزوا عقولكم المحتنكة بالقياس، المحجوبة عن نور

الهداية، وأفكاركم الدرية بتركيب الكلام ونظم المعانى، وأنتم ومن حضركم من أبناء جنسكم، هل تقدرون على الإتيان بسورة أى طائفة من الكلام مثله (إن كنتم صادقين) فى نسبته إلى محمد. (آية 24) (فإن لم تفعلوا) فأذعنوا وأسلموا وآمنوا، واتركوا العناد المفضى بكم إلى النار. فحذف الملزوم الذى هو الإيمان أو الإسلام، وأقام لازمه الذى هو اتقاء النار مقامه ليكون أدل على أن الإنكار موجب لدخول النار وحصول العذاب لهم. وقوله (ولن تفعلوا) اعتراض على طريق الإخبار بالغيب للعلم بامتناع عقول المحجوبين وعن مثله. والمراد بالنار احتراقهم بثورة نفوسهم، وشرر طباعهم المصروفة عن الروح القدسى الروحانى، والنسيم الذوقى الرحمانى، المحرومة عن لذة برد اليقين، وسلامة دار القرار المقطوعة بالمألوفات الحسية، واللذات البدنية الممنوعة بما خبريت به وألفته مع بقاء حنينها إليه وولهها، ورسوخ هيئات التعلق بالأمور السفلية، ومحبة الأجساد الأرضية فيها التى هى سبب استيقاد نيرانها، ولهذا قال (وقودها الناس والحجارة) أى الأمور الجاسية، السفلية، الصامتة، التى تعلقوا بها بالمحبة فرسخت صورها فى أنفسهم، وسجنت نفوسهم بميلهم إليها، كما قال رسول الله (المرء يحشر مع من أحب حتى لو أحب أحدكم حجراً حشر معه)، وكيف لا، وقد ركزت صورته فى نفسه بالمحبة بحيث صار صورة قلبه صورته. وأعلم أن حرارة النار تابعة لصورتها النوعية التى هى روحانيتها وملكوتها، وإلا ساوت سائر الأجسام فى خواصها، وتلك الروحانية شر من نار، قهر الله المعنوية بعد تنزلها فى مراتب كثيرة كتنزلها فى مرتبة النفس بثورة الغضب، إذ ربما تؤثر ثورة الغضب فى إحراق الأخلاق ما لا تؤثر النار فى الحطب. ومن هذا يعلم أن كل مسخن لا يجب أن يكون حاراً. وإذا كانت النار الجسمانية أثراً للنار الروحانية، فلا جرم أن إيلامها أشد وأدوم من إيلام هذه النار، كيف وكل قوة جسمانية متناهية دون القوى الروحانية ؟ ولهذا المعنى يقال إن نار جهنم غسلت بالماء سبعين مرة، ثم أنزلت إلى الدنيا ليمكن الانتفاع بها (أعدت للكافرين) المحجوبين عن الدين لانقطاعهم دون مرادهم. (آية 25 - 26) (وبشر الذين آمنوا) بالصانع وعملوا ما يصلحهم للجنة بمقتضى علمهم بتوحيد الأفعال أن لهم مراداتهم ومشتهياتهم فوق ما تصوروا وتمنوا، التنكير الجنات، والجنات الجارية من تحتها الأنهار أبهى وأطيب ما يكون من مقام، وألذ وأحلى ما يكون من مرام لأهل

الدنيا، فهي لنفوسهم من جنس جنات الدنيا، وأصفى منها بحسب المعاد الجسماني، فإنه حق كما ستعلم. (كلما رزقوا منها من ثمرة رزقا قالوا هذا الذى رزقنا من قبل) فى الدنيا، فإنها مألوفهم (وأتوا) بالرزق)متشابها) ولقلوبهم هى مقاماتهم. كالتوكل مثلاً، وروضات عالم القدوس التى تنشأ من كل مرتبة منها أنهار علوم تنفع السالكين، وتنفع علة المتعطشين المشتاقين. والثمرات هى الحكم والمعارف، وقولهم (هذا الذى رزقنا من قبل) إشارة إلى أن تلك العلوم والحكم كانت ثابتة للقلب حالة التجرد، فاحتجبت عنها بالتوغل فى الأمور الطبيعية عند التعليق فنسيتها، ثم تذكرت حين تجردت عن ملابسها لقوله (الحكمة ضالة المؤمن). والأزواج لنفوسهم الحور العين المطهرة عن الطمث والفواحش، ولقلوبهم النفوس القدسية المطهرة عن دنس الطبائع وكدر العناصر، ولا جنة لأرواحهم لاحتجابهم عن المشاهدة. (إن الله لا يستحى)لا يمتنعه المستحيى (أن يضرب مثلا ما بعوضة فما فوقها) إذ الكافر عنده أحقر من بعوضة، والدنيا من جناحها، كما نطلق به الحديث. (أنه الحق من ربهم (لمناسبة الممثل به الممثل له (وما يضل به إلا الفاسقين) الذين خرجوا من مقام القلب إلى مقام النفس، ومن طاعة الرحمن إلى طاعة الشيطان. وهم الفريق الثانى من الأشقياء لا الفريق الأول، فإنهم ضالون فى نفس الأمر على أى حال كان لا به ولا بسبب آخر. وإضلالهم به مسبب عن فسقهم فى الحقيقة، إذ ترتيب الحكم على الوصف يشعر بالعلية وهى زيادة عنادهم وإنكارهم وحقدهم وغلبة صفات نفوسهم على قلوبهم بورود القرآن فيزيدهم بعداً وظلمة على ظلمة. (آية 27) (الذين ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه) هو الذى أشار إليه فى قوله (وإذ أخذ ربك من بنى آدم من ظهورهم ذريتهم وأشهدهم على أنفسهم ألست بربكم قالوا بلى) (الأعراف، الآية 172). وقد ورد فى الحديث (أن الله تعالى مسح ظهر آدم بيده وأخرج ذريته منه كهيئة الذر)....الحديث. فيد الله هو العقل الأقدس، والروح الأول الذى هو روح العالم المسمى يمين الرحمن، وآدم هو النفس الناطقة الكلية التى هى قلب العالم. ومسحه ظهره تأثير العقل فيها وتنويره إياها بنوره بالاتصال الروحانى، وإخراج ذريته منه إيجاد النفوس الشخصية الجزئية التى كانت فيها بالقوة، وإخراجها إلى الفعل. وعهد الله إليهم بقوله (ألست بربكم) إيداع علم التوحيد فى ذواتهم وميثاق ذلك العهد ركز أدلة التوحيد فى عقولهم

وإلزام ذلك العلم إياهم وجعله من اللوازم الذاتية لهم، بحيث إذا تجردوا عن الصفات النفسانية والغواشي الجسمانية تبين لهم ذلك، وانكشف عليهم أظهر شيء وأبينه وهو إشهادهم على أنفسهم لكون ذلك العلم ضرورياً حينئذ، وإجابتهم لذلك بقولهم (بلى) قبولهم الذاتي له، ونقض ذلك العهد انهماكهم في اللذات البدنية والغواشي الطبيعية وتعبدهم لهواهم وشهواتهم، بحيث احتجبوا بها عن وحدة الله وتعبده، وقطعهم ما أمر الله بوصله إعراضهم عن اتصال روح القدس والمبادئ العالية والأرواح السماوية التي هي الملأ الأعلى، وسكان الحضرة الإلهية من أهل الجبروت والملكوت الذين يجانسونهم بذواتهم وصفاتهم، وهم أهل قرابتهم الحقيقية، ورحمهم الظاهر المأمور بوصله حقيقة بتوجههم إلى العالم السفلي ومحبتهم للجواهر الفاسقة المظلمة، وعشقهم وشغفهم بالأمور الخسيسة الفانية. ولهذا قال عليه (إن الله يحب معالي الأمور وأشرافها، ويبغض سفاسفها)، إذ كلما كان مطلوب النفس أخس كانت عن العالم الشريف أبعد. ضروب الناس عشاق ضروبا فأغدرهم أشقهم جيوباوقد مر تفسير الإفساد في الأرض، والخسران الذي هو تضييع الجوهر النوري الباقي لأجل الظلماني الفاني. (آية 28-29) (كيف تكفرون بالله) أي على أي حال تحجبون عنه (و) الحال أنكم (كنتم أمواتاً) نطفاً في أصلاب آبائكم (فأحياكم) أي لم لا تستدلون بالخلق على الخالق (ثم يميتكم) بالموت الطبيعي (ثم يحييكم) بالبعث، إذ الأول معلوم بالمشاهدة، والثاني بالاستدلال عليه بالإنشاء الأول (ثم إليه ترجعون) للمجازاة، أو ثم يميتكم عن أنفسكم بالموت الإرادي الذي هو الفناء في الوحدة ثم يحييكم بالحياة الحقيقية التي هي البقاء بعد الفناء بالوجود الموهوب الحقاني. ثم إليه ترجعون للمشاهدة إن كانت الوحدة وحدة الصفات، أو الشهود إن كانت وحدة الذات. (هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعا) أي الجهة السفلية التي هي العالم العنصري جميعاً لكونها مبادئ خلقكم ومواد وجودكم وبقائكم (ثم استوى) أي قصد قصداً مستوياً إلى الجهة العلوية، وثم للتفاوت بين الجهتين والإيجادين الإبداعي والتكويني لا للتراخي بين الزمانين ليلزم تقدم خلق الأرض على السماء. فعدلهن سبع سموات بحسب ما تراه العامة، إذ الثامن والتاسع هو الكرسي والعرش الظاهران. والحقيقة أن الجهة السفلية هي العالم الجسماني كالبدن وأعضائه لدنو رتبته بالنسبة إلى العالم الروحاني الذي هو الجهة العلوية المعبر عنها

بالسماء. وثم للتفاوت بين الخلق والأمر. وسواهن سبع سموات إشارة إلى مراتب عالم الروحانيات، فالأول هو عالم الملكوت الأرضية والقوى النفسانية والجن. والثانى عالم النفس. والثالث عالم القلب. والرابع عالم العقل. والخامس عالم السر. والسادس عالم الروح. والسابع عالم الخفاء الذى هو السر الروحى غير السر القلبى. وإلى هذا أشار أمير المؤمنين بقوله (سلونى عن طرق السماء، فإنى أعلم بها من طرق الأرض)، وطرقها الأحوال والمقامات كالزهد، والتوكل، والرضا، وأمثالها. واعلم أن العقل باصطلاح الحكمة هو الروح باصطلاح أهل التصوف، والذى سميناه ههنا بالعقل على اصطلاح المتصوفة هو القوة العاقلة التى للنفس الناطقة عند الحكماء. ولهذا قالت المتصوفة العقل هو موضع صقيل من القلب، متنور بنور الروح. والقلب هو النفس الناطقة، فاحفظه لئلا يتشوش الفهم باختلاف الاصطلاح. (آية 30) (وإذ قال ربك للملائكة) إذ إشارة إلى السرمد الذى هو من الأزل إلى الأبد، والقول هو إلقاء معنى تعلق مشيئة الله تعالى بإيجاد آدم فى الذوات القدسية الجبروتية التى هى الملائكة المقربون والأرواح المجردة والملكوتية التى هى النفوس السماوية إذ كل ما يحدث فى عالم الكون له صورة قبل التكوين فى عالم الروح الذى هو عالم القضاء السابق، ثم فى عالم القلب الذى هو قلب العالم المسمى باللوح المحفوظ. ثم فى عالم النفس أى نفس العالم الذى هو لوح المحو والإثبات المعبر عنه بالسماء الدنيا فى التنزيل كما قال تعالى (وإن من شىء إلا عندنا خزائنه وما ننزله إلا بقدر معلوم) (الحجر، الآية 21). فذلك قوله تعالى للملائكة (إنى جاعل فى الأرض خليفة) واعتبر بحالك فى نفسك، فإن كل ما يظهر على جوارحك التى هى عالم كونك وشهادتك من القول والفعل، له وجود فى روحك التى هى ما وراء غيب غيبك، ثم فى غيب، ثم فى نفسك التى هى غيبك الأدنى وسماؤك الدنيا، ثم يظهر على جوارحك. والجعل أعم من الإبداع والتكوين، فلم يقل (خالق) لأن الإنسان مركب من العالمين خليفة يتخلق بأخلاقى، ويتصف بأوصافى، وينفذ أمرى، ويسوس خلقى، ويدبر أمرهم، ويضبط نظامهم، ويدعوهم إلى طاعتى. وإنكار الملائكة بقولهم (قالوا أتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء) وتعريضهم بأولويتهم لذلك بقولهم (ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك) هو احتجابهم عن ظهور معنى الإلهية والأوصاف الربانية فيه التى هى من خواص الهيئة الاجتماعية والتركيب الجامع للعالمين الحاصر لما

فى الكونين. وعلمهم بصدور الأفعال البهيمية التى هى الإفساد فى الأرض، والسبعية المعبر عنها بسفك الدماء اللتين هما من خواص قوة الشهوة والغضب الضرورى وجودهما فى تعلق الروح البدن، وبنزاهة ذواتهم وتقدس نفوسهم عن ذلك، إذ كل طبقة من الملائكة المقدسة تطلع على ما تحتها وما فى أنفسها ولا تطلع على ما فوقها، فهى تعلم أنه لا بد فى تعلق الروح العلوى النورانى بالبدن السفلى الظلمانى من واسطة تناسب الروح من وجه، وتناسب الجسم من وجه، هى النفس، وهى مأوى كل شر، ومنبع كل فساد. ولا تعلم أن الجمعية الإنسانية جالبة للنور الإلهى الذى هو سر (إنى أعلم ما لا تعلمون) والفرق بين التسبيح والتقديس، أن التسبيح هو التنزية عن الشريك والعجز والنقص. والتقديس هو التنزية عن التعلق بالمحل وقبول الانفعال وشوائب الإمكان والتعدد فى ذاته وصفاته وكون شىء من كمالاته بالقوة. فالتقديس أخص، إذ كل مقدس مسبح وليس كل مسبح مقدساً. فالملائكة المقربون الذين هم الأرواح المجردة بتجردهم وعدم احتجابهم عن نور ربهم وقهرهم ما تحتهم بإفاضة النور عليهم، وتأثيرهم فى غيرهم، وكون جميع كمالاتهم بالفعل مقدسون وغيرهم من الملائكة السماوية والأرضية مسبحون ببساطة ذواتهم وخواص أفعالهم وكمالاتهم. (آية 31-33) (وعلم آدم الأسماء كلها) أى ألقى فى قلبه خواص الأشياء التى تعرف بها هى ومنافعها ومضارها (ثم عرضهم) أى عرض مسمياتها (على الملائكة) بشهودهم البنية الإنسانية ومرافقتهم لآدم فى التنزيل. ومعنى قوله (فقال أنبئونى بأسماء هؤلاء إن كنتم صادقين) إرادته لانتعاشهم ببعض معلومات الإنسان باقتضاء التركيب الإنسانى، وتأذى محسوساته ومعلوماته المتنوعة منها والحادثة فيه بخاصية التركيب والهيئة الاجتماعية إلى ذواتهم بعد ما لم تكن، إذ علومهم تابعة لعلمه وهو معنى إفحامهم وتعلق إرادته بذلك أمر آدم بالإنباء إذ جميع القوى الإنسانية والملائكة التى بحضرته تنتعش بما لا تنتعش هى فى غير ذلك المحل، وهو معنى إنباء آدم إياهم. ومعنى قوله (قالوا سبحانك لا علم لنا إلا ما علمتنا إنك أنت العليم الحكيم) شهادة وجوداتهم بالدلالة وألسنة الحال على قصورهم عن الكمالات الإنسانية وتخلفهم عن شأوها، وبتنزيه الله عن فعل ما فيه مفسدة بالإجمال، وعلمهم بامتناع ترقيهم إلى مراتبهم بكسب العلوم، إذ كمالاتهم مقارنة لوجوداتهم، وبأن علمه تعالى فوق علمهم

فهو العليم المطلق، والحكيم الذى لا يفعل إلا ما ينبغى. ولهذا قال (يا آدم أنبئهم) ولم يقل علمهم، لأن العلم المكتسب الموجب للترقى هو من خاصية الجمعية الإنسانية فلا يقبل كل منها إلا ما فى طباعه من جنس مدركاته لا غير، وكما أن البصر مثلاً من كثرة مبصراته لا يزيد علماً ورتبة ولا يقبل إلا ما هو من جنس المبصرات فقط، وإن تكثرت عنده فكذلك حال كل قوة باطنة. ومعنى (ألم أقل) تقريره فى طباع الملائكة أنه تعالى يعلم ما لا يعلمون من غيب السموات والأرض الذى هو سر المعرفة والمحبة المودع فى الإنسان الذى استأثر الله بعلمه (وأعلم ما تبدون) من علمكم بمفاسد الإنسان (وما كنتم تكتمون) من ترجيحكم ذواتكم عليه لنزاهتها وتقدسها. (آية 34) (وإذ قلنا للملائكة اسجدوا لآدم) سجودهم لآدم انقيادهم وتذللهم له. ومطاوعتهم وتسخرهم له (فسجدوا إلا إيلبس أبى واستكبر) وإبليس هو القوة الوهمية لأنها ليست من الملائكة الأرضية الصرفة المحجوبة عن إدراك المعانى بإدراك الصور، فينذعن بالقهر مطاوعة لأمر الله، ولا من السماوية العقلية فتدرك شرف آدم وتوافق عقله فينذعن بالمحبة طالباً لرضا الله. وكان جنياً أى من جملة الملكوت السفلية والقوى الأرضية. نشأ وتربى بين ظهور الملائكة السماوية لإدراكه المعانى الجزئية وترقيه إلى الأفق العقلى ولهذا كان فى الحيوانات العجم بمنزلة العقل فى الإنسان وإباؤه عدم انقياده للعقل، وامتناعه لقبول حكمه. واستكبارة تفوقه على الخلقة الطينية والملائكة السماوية والأرضية بعدم وقوفه على حده من إدراك المعانى الجزئية المتعلقة بالمحسوسات وتعديه عن طوره بخوضه فى المعانى العقلية والأحكام الكلية. (وكان من الكافرين) المحجوبين فى الأزل عن الأنوار العقلية والزوجية فضلاً عن نور الوحدة. (آية 35) (وقلنا يا آدم اسكن أنت وزوجك الجنة) زوجته هى النفس، وسميت حواء لملازمتها الجسم الظلمانى إذ الحياة هى اللون الذى يغلب عليه السواد كما أن القلبْ سمى آدم لتعلقه بالجسم دون الملازمة بالانطباع إذ الأدمة هى السمرة أى اللون الذى يضرب إلى السواد ولولا تعلقه لما سمى آدم. والجنة المأمور بملازمتها إياها هى سماء عالم الروح التى هى روضة القدس أى ألزما سماء الروح. (وكلا منها رغدا حيث شئتما) أى توسعا وتفسحا فى تلقى معانيها ومعارفها وحكمها التى هى الأقوات القلبية والفواكه الروحية توسعاً بالغاً على أى وجه ومن أى مرتبة وحال ومقام شئتما إذ هى دائمة غير منقطعة ولا

مجورة (فتكونا من الظالمين) الواضعين النور فى محل الظلمة الذى ليس موضعه والناقصين من نور استعداد كما وحظكما من عالم النور، فإن الظلم فى العرف هو وضع الشيء فى غير موضعه وفى اللغة نقص الحق والحظ الواجب. (آية 36 - 37) (فأزلهما الشيطان عنها) أى حملهما على الزلة من مقامهما إلى مهوى الطبيعة عن الجنة بتسويل الملاذ الجسمانية ودوامها عليهما (فأخرجهما مما كان فيه) من النعيم والروح الدائم. وقيل بينما هما يتفرجان فى الجنة إذ راغهما طاووس تجلى لهما على سور الجنة، فدنت حواء منه وتبعها آدم فوسوس لهما الشيطان من وراء الجدار. وقيل توسل بحية تتسور الجنة فأخذ بذنبها وصعد الجنة. والأول إشارة إلى توسله من قبل الشهوة خارج الجنة. والثانى إلى توسله بالغضب. وتسوره جدار الجنة إشارة إلى أن الغضب أقرب إلى الأفق الروحانى والحيز القلبى من الشهوة. (وقلنا اهبطوا) أى ألزمناهم الهبوط إلى الجهة السفلية التى هى العالم الجسمانى (بعضكم لبعض عدو) حال من الهبوط مقيد له إذ الهبوط إلى الدنيا التى هى الجهة السفلية يستلزم كون مطالبها جزئية فى ضيق المادة محصورة لا تحتمل الشركة. وكلما حظى بها أحد حرم منها غيره فمنعه، فيقع بينهما العداوة والبغضاء بخلاف المطالب الكلية وجمع الخطاب لأن خطابهما خطاب النوع إذ الأصل يتناول الفرع (ولكم فى الأرض) أى فى هذه الجهة (مستقر) استقرار (ومتاع) تمتع (إلى حين) أى حين تجردهما بالموت الإرادى وانقطاع حظوظهما بالموت الطبيعى وقيام أحد القيامتين الكبرى أو الصغرى. (فتلقى آدم من ربه كلمات) أى استقبل من جهة ربه أنواراً وأطواراً، أى مراتب من الملكوت والجبروت وأرواحاً مجردة، إذ كل مجرد كلمة لأنه من عالم الأمر كما سمى عيسى كلمة أو تلقن منه معارف وعلوماً وحقائق. (فتاب عليه) تقبل رجوعه إليه بالتجرد عن الملابس الطبيعية والانخراط فى سلك الأنوار الملكوتية. والاتصاف بالكمالات القدسية، والتجلى بالعلوم الحقيقية. وأصل تاب عليه ألقى الرجوع عليه وجعله راجعاً. ولعمرى إنها هى التوبة المقبولة لا الرجوع الناشئ من قبله. (إنه هو التواب) الكثير القبول لتوبة عبادة (الرحيم) الذى سبقت رحمته غضبه، فيرحم عبده فى حين غضبه، كما جعل غضبه على آدم سبب كماله ورجوعه إليه وبعده ليتقرب منه. (آية 38 - 40) (قلنا اهبطوا منها جميعا) كرر ذلك الأمر بالهبوط ليفيد أنه هو الذى أراد ذلك ولولا إرادته لما قدر إبليس على إغوائهم. لهذا أسند الإهباط إلى نفسه مجرداً

عن التعليق بالسبب بعد إسناد إخراجهما إلى الشيطان، فهو قريب مما قال لنبيه (وما رميت إذ رميت ولكن الله رمى) (الأنفال، الآية 17) فتفطن منه سر خضائه وقدرة وبين وجه حكمة الإهباط بتعقيبه بقوله (فإما يأتينكم منى هدى فمن تبع هداى فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون) وإيراده بالفاء إذ لولا الهبوط لما أمكنهم من متابعة الهدى، ولما تميز السعيد والشقى، ولا حصل استحقاق الثواب والعقاب، ولبطل دار الجزاء من الجنة والنار، بل ما وجدت. والهدى هو الشرع فمن تبعه أمن سوء العاقبة فلم يخف مما يأتى من العقاب والفناء، وتسلى عن الشهوات واللذات، فلم يحزن على ما فاته من حطام الدنيا ونعيمها لاكتحال بصيرته بنور المتابعة واهتدائه إلى ما لا يقاس بلذات الدنيا من الأذواق الروحانية، والفتوحات السرية، والمشاهدات القلبية، والعلوم العقلية، والمواجيد النفسية. (والذين كفروا) أى حجبوا عن الدين لكونه فى مقابلة اتباع الهدى، وإردافه بقوله (و كذبوا بآياتنا أولئك أصحاب النار) أى نار الحرمان (هم فيها خالدون) (يا بنى إسرائيل اذكروا نعمتى التى أنعمت عليكم وأوفوا بعهدى أوف بعهدكم وإياى فارهبون) بنو إسرائيل هم أهل اللطف الإلهى، وأرباب نعمة الهداية والنبوة. دعاهم باللطف وتذكير النعمة السابقة، والعهد السالف المأخوذ منهم فى التوراة بتوحيد الأفعال بعد العهد الأزلى كما هو عادة الأحباب عند الجفاء. ألم يك بيننا رحم ووصل وكان بنا المودة والإخاء وهذه الدعوة مخصوصة بتوحيد الصفات الذى هو رفع الحجاب الثانى. فهى أخص من الدعوة الأولى العامة لتذكير النعمة الدينية والعهد والتجلى بصفة المنعم والولى، والتهديد على عدم إجابتها بالرهبة التى هى أخص من الخوف. فإن الخوف إنما يكون من العقاب، والرهبة من السخط والقهر، والإعراض والاحتجاب والخشية أخص منها لكونها مخصوصة باحتجاب الذات. قال الله تعالى (ويخشون ربهم ويخافون سوء الحساب) (الرعد، الآية 21). وكذا الهيبة لأنها قرنت بعظمة الذات. (آية 41 - 43) (وآمنوا بما أنزلت) من القرآن على حبيبى من توحيد الصفات (مصدقا لما معكم) فى التوراة من توحيد الأفعال (ولا تكونوا أول كافر به) أى أول محجوب عنه لاحتجابكم باعتقادكم (ولا تشتروا) أى لا تستبدلوا (بآياتى) الدالة على تجليات ذاتى وصفاتى كسورة (الإخلاص) وآية (الكرسى) وأمثالهما، (ثمنا قليلا) أى جنتكم النفسية لتألفكم بالملاذ الحسية وثواب الأعمال بتوحيد الأفعال. وإن اتقيتم عن الشرك

فاتقوا سطوة قهري وجلالي وحجابي بابتغاء رضاي فلا تثبتوا صفة لغيري. (ولا تلبسوا الحق بالباطل) أي ولا تخلطوا صفاته تعالى الثابتة كعلمه وقدرته وإرادته بالباطل الذي هو صفات نفوسكم بظهورها بصفاتها وعدم تمييزكم بين دواعيها وخواطرها ودواعي الحق وخواطره. ولا تكتموها بحجاب صفات النفس وسترها إياها عند ظهورها (وأنتم تعلمون) من علم توحيد الأفعال أن مصدر الفعل هو الصفة. فكما لم تسندوا الفعل إلى غيره لا تثبتوا صفة لغيره. (وأقيموا الصلوة وآتوا الزكوة) طلباً لمرضاتي لا رجاء لثوابي، ومصداقه قوله (واركعوا مع الراكعين) إذ الركوع هو الخضوع والإذعان لما يفعل به فهو علامة الرضا الذي هو ميراث تجلي الصفات وغايته. أي ارضوا بقضائي عند مطالعة صفاتي والتوجه عند القيام بالفعل علامة طلب الثواب والأجر لاستقلال النفس بصورتها، والسجود الذي هو غاية الخضوع علامة الفناء في الوحدة عند تجلي الذات. (آية 44 - 48) (أتأمرون الناس بالبر) الذي هو الفعل الجميل الموجب لصفاء القلب، وزكاء النفس الزائد منها بالتنور (وتنسون أنفسكم) أفلا تفعلون ما ترتقون به من مقام تجلي الأفعال إلى تجلي الصفات (وأنتم تتلون) كتاب فطرتكم الذي يأمركم باتباع محمد في دينه السالك بكم سبيل التوحيد (أفلا تعقلون) تعيير بالغ، وتهييج لحميتهم. (واستعينوا) واطلبوا العون والمدد ممن له القدرة، إذ لا قدرة لكم على أفعالكم (بالصبر) على ما تكرهون مما يفعل بكم وتكلفكم ونيتكم به لكي تصلوا إلى مقام الرضا (والصلاة) التي هي حضور القلب لتلقي تجليات الصفات (وإنها) وإن المراقبة أي الحضور القلبي (لكبيرة) لشاقة ثقيلة (إلا على الخاشعين) المنكسرة، اللينة قلوبهم لقبول أنوار التجليات اللطيفة واستيلاء سطوات التجليات القهرية، الذين يتيقنون أنهم بحضرة ربهم، أي حضرة الصفات لدلالة الرب عليها في حال لقائه. (وأنهم إليه راجعون) بفناء صفاتهم ومحوها في صفاته. كرر الخطاب ليفيد أن الذي هداهم أولاً ولطف بهم وفضلهم على عالمي زمانهم المحجوبين بالهداية إلى رفع الحجاب الأول هو الذي يهديهم ثانياً. فكما لم يرد بهم شراً في الهداية الأولى فكذلك في الثانية لا يريد بهم إلا خيراً. (واتقوا يوما لا تجزي) أي حال تجلي صفة القهر حين لا تغني (نفس عن نفس شيئا) من الإغناء لعدم القدرة لأحد (ولا يقبل منها شفاعة) لعدم الشفاعة والمدد إذ كلهم مسلوب الصفات والأفعال. كقوله ولا ترى الضب بها ينجحر (ولا يؤخذ منها عدل) أي

فدية لعدم الملك لأحد (ولا هم ينصرون) لامتناع القوة والنصرة لغيره تعالى (آية 49-50) (وإذ نجيناكم من آل فرعون) ظاهره وتفسيره على ما يفهم من تذكير النعمة لتهييج المحبة وباطنه وتأويله (وإذ نجيناكم من آل فرعون) النفس الأمارة المحجوبة بأنانيتها المستعلية على ملك الوجود ومصر مدينة البدن التى استعبدت هى وقواها التى هى الوهم والخيال والتخلية والغضب والشهوة والقوى الروحانية التى هى أبناء صفوة الله يعقوب الروح والقوى الطبيعية البدنية من الحواس الظاهرة والقوى النباتية. (يسومونكم سوء العذاب) يكلفولكم المتاعب الصعبة والكد والأعمال الشاقة فى جمع المال وادخاره بالحرص والأمل وترتيب الأقوات والملابس وغيرها مما يكدح فيه الحراص من أبناء الدنيا ويستعبدونكم فى التفكر فيها والاهتمام بها وضبطها وتحصيل لذاتهم التى هى عذاب لمنعها إياكم عن لذاتكم. (يذبحون أبناءكم) التى هى تلك القوى الروحانية عن العاقلة النظرية، والعاقلة العملية اللتين هما عينا القلب النظرية اليمنى والعملية اليسرى، والفهم الذى هو سمع القلب، والسر الذى هو قلب القلب، والفكر والذكر (ويستحيون نساءكم) القوى الطبيعية المذكورة بمنع الطائفة الأولى عن أفعالها الخاصة بالقهر والاستيلاء وحجبها عن حياة نور الروح ومددها وإقدار الطائفة الثانية عن أفعالها وتمكينها. (وفى ذلكم) الإنجاء نعمة عظيمة (من ربكم) هى نعمة مطالعة صفات جلاله وجماله. أو فى ذلكم التعذيب نقمة عظيمة من ربكم هى نقمة الاحتجاب والحرمان والبعد، إذ البلاء الذى هو الامتحان يحصل بهما. قال الله تعالى (وبلوناهم بالحسنات والسيئات) (الأعراف، آية 168). (وإذ فرقنا) بوجودكم (البحر) أى البحر الأسود الزعاق الذى هو المادة الجسمانية لانفلاقها بوجودكم انفلاق الأرض من النبات (فأنجيناكم) بالتجرد منها (وأغرقنا آل فرعون) أى القوى النفسانية فيها بملازمتها إياها وهلاكها بفسادها، (وأنتم) تشاهدون ذلك. وعلى هذا يمكن أن يؤول بنو إسرائيل فى أول الخطاب بتلك القوى الروحانية والنعمة التى أنعم بها عليهم هى التهدى إلى قبول الأنوار الفائضة عليها من عالم الروح وتلقى المعارف والحكم، وإيفاؤهم بالعهد، وإبرازهم ما ركز فيها بحسب الاستعداد الأول من الأدلة التوحيدية والمعانى الكلية الكامنة فيها بالتصفية ومزاولة ما يختص بها من الأفعال، وإيفاؤه بعهدهم إفاضة النور الكمالى عليها عند قيامها بحق النور الاستعدادى بالتصفية

واستعمال ما عندهم من المعانى. وإن كنتم رهبتم شيئاً فارهبوا احتجاب أنوارى بزوال استعدادكم، وآمنوا أى واقبلوا ما أفيض عليكم من الإشراقات النورية والسواغ الغيبية مصدقاً لما فى استعدادكم من النور الفطرى. ولا تكونوا فى أول رتبة المحتجبين عن قبولها بالتوجه إلى الجهة السفلية ولا تستبدلوا بها لذات النفس ومقاصدها، ولا تخلطوا حق المعارف الروحية والأنوار القدسية بباطل المطالب الحسية والصفات النفسية، وتكتموا تلك الأنوار والمعارف بظهور هذه عليكم. وأقيموا وأديموا التوجه إلى حضرة الروح وامتثال أمره، وآتوا زكاة معلوماتكم التى هى أموالكم بتصفحها وتركيبها لتحرزوا بها ثواب النتائج واللوازم. وأنفقوها على فقرائكم الذين بحضرتكم من القوى البدنية الطبيعية ليعيشوا بها، ويكتسبوا بها الأخلاق الفاضلة والملكات الجميلة، وعلموها أبناء جنسكم ليكملوا بها، واركعوا واخضعوا لقبول الأوامر العقلية والأنوار الروحية والأعمال القلبية. أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم ؟ أتسوسون ما تحتكم من القوى بالعبادات الجميلة والآداب الحسنة والترقى إلى مقامكم والتأدب بآدابكم وتنسون أنفسكم فى التأدب بين يدى الله بآداب الروحانيين والتمرن فى المراقبة، والتنور بأنوار الروح فى مقام المشاهدة والترقى إلى مقامه عند الفناء فى الوحدة، وأنتم تتلون كتاب المعقولات النازلة من رب الروح بواسطة ملك العقل إلى نبى القلب. أفلا تعقلون بالعقل المجرد عن شوب الهوى والوهم ؟ واستعينوا بالصبر على ما يظهر عليكم ويرد من سلطنة أنوار سلطان الروح وأحكامه وقهر تجليات العظموت والحضور مع الحق، وأن هذه الاستعانة لشاقة إلا على الخاشعين، المرتاضين، المذعنين لانقياد أمر القلب والروح، المتيقنين بأنهم بحضرته وفى لقائه، وأنهم يرجعون إليه فى قبول أنواره. وتفضيلهم على العالمين هو شرفهم على جميع ما فى الإنسان من القوى. (آية 51 - 54) (وإذ واعدنا موسى) بعد فراغه من مقاومة آل فرعون وإهلاكهم (أربعين ليلة) يخلص لنا فيها لترفع بها الغشاوات الطبيعية التى حجبت قلبه عن معدن النور فى الأربعين التى خلق فيها بدنه عند تكونه جنيناً واوا احتجابه بالنشأة عن الفطرة كما ورد فى الحديث (خمر طينة آدم بيده أربعين صباحاً). وعن وجه قلبه. وتظهر حكمة التوراة من قلبه على لسانه^ (ثم اتخذتم) عجل النفس الحيوانية الناقصة إلها من بعد اعتزاله وغيبته عنكم (وأنتم ظالمون) واضعون العبادة فى غير موضعها.

(ثم عفونا عنكم من بعد ذلك) الفعل الشنيع، والظلم القبيح، بتوبتكم عند رجوع موسى إليكم لكى تشكروا نعمة عفوى بتصور تلك النعمة عن المنعم فتستعدوا لقبول تجلى صفة المنعم. وعلى التأويل الثانى (واعدنا موسى) القلب عند تعلقه بالبدن واحتجابه عن قومه القوى الروحانية الأربعين التى خلقت فيها بنية بدنه ثم تعبدتم عجل النفس الحيوانية الطفل من بعد غيبته واحتجابه فى حال الصبا (ثم عفونا عنكم من بعد ذلك) التعبد بالبلوغ الحقيقى، وظهور نور القلب بتجردكم لكى تشكروا نعمة توفيقى إياكم لذلك التجرد وتهيئتى لأسباب كمالكم بسلوك سبيل صفاتى. (وإذ آتينا موسى) القلب كتاب المعقولات والحكم والمعارف والتمييز الفارق بين الحق والباطل، لكى تهتدوا بنور هداه. وعلى الوجه الأول غنى عن التأويل. (ظلمتم أنفسكم) نقصتم حقوقها وحظوطها من الثواب والتجليات المذكورة (فتوبوا) إلى خالقكم برفع الحجاب الأول لدلالة ذكر البارئ عليه (فأقتلوا أنفسكم) بسيف الرياضة ومنعها عن حظوظها وأفعالها الخاصة بها على سبيل الاستقلال وقمع هواها التى هى روحها التى تحيا هى بها، وعلى الثانى ألهم القلب قواه أنكم نقصتم حقوقكم بتعبد النفس فارجعوا إلى بارئكم بنور هداه فامنعوا أنفسكم بالرياضة عما ضريتم فاقتلوها عن حياتها العارضة لها بغلبة الهوى لتحيوا بحياتكم الأصلية فتقبل توبتكم. (آية 55 - 57). (وإذ قلتم يا موسى لن نؤمن) لأجل هدايتك الإيمان الحقيقى حتى تصل إلى مقام المشاهدة والعيان (فأخذتكم) صاعقة الموت الذى هو الفناء فى التجلى الذاتى (وأنتم) تراقبون أو تشاهدون. (ثم بعثناكم) بالحياة الحقيقية والبقاء بعد الفناء لكى تشكروا نعمة التوحيد والوصول بالسلوك فى الله (وظللنا عليكم) غمام تجلى الصفات لكونها حجب شمس الذات المحرقة بالكلية، (وأنزلنا عليكم) من الأحوال والمقامات الذوقية الجامعة بين الحلاوة وإسهال رذائل أخلاق النفس كالتوكل والرضا، وسلوى الحكم، والمعارف والعلوم الحقيقية التى تحشرها عليكم رياح الرحمة، والنفحات الإلهية فى تيه الصفات عند سلوككم فيها. (كلوا) أى تناولوا وتلقوا هذه الطيبات (وما ظلمونا) ما نقصوا حقوقنا وصفاتنا باحتجابهم بصفات نفوسهم (ولكن كانوا) ناقصين حقوق أنفسهم بحرمانها وخسرانها. هذا على التأويلين، والخطاب وإن كان عاماً لكنه مخصوص بالسبعين المختارين. (آية 58) (وإذا قلنا أدخلوا هذه القرية) أى روضة الروح المقدسة

التى هى مقام المشاهدة (وادخلوا الباب) الذى هو الرضا كما ورد فى الحديث (الرضا بالقضاء باب الله الأعظم)، (سجدا) منحنين، خاضعين، لما يرد عليكم من التجليات الوصفية والفعلية والحملية. وقوله (وقولوا حطة) أى اطلبوا أن يحط الله عنكم ذنوب صفاتكم وأخلاقكم وأفعالكم (نغفر لكم خطاياكم) تلويناتكم وذنوب أحوالكم (وسنزيد المحسنين) أى المشاهدين لقوله عليه (الإحسان أن تعبد الله كأنك تراه). ثواب إحسانهم الذى هو كشف الذات أو إحسانهم بالسلوك فى الله. (آية 59) (فبدل الذين ظلموا قولا غير الذى قيل لهم) أى طلبوا الاتصاف بصفات النفس ابتغاء حظوظها سوى طلب الاتصاف بصفات الله ابتغاء الحظوظ الروحية. كما روي عنهم حنطاً سمقاثاً أى نطلب غذاء النفس. (فأنزلنا) على الظالمين خاصة (رجزا) عذاباً وضنكاً وضيقاً وظلمة فى حبس النفس وأسراً فى وثاق التمنى واحتجاباً فى قيد الهوى، وحرماناً وذلاً بمحبة المادة السفلية وتغيرها وزوالها من جهة قهر سماء الروح، ومنع اللطف والروح عنهم بسبب فسقهم أى خروجهم عن طاعة القلب إلى طاعة النفس، وتركنا التأويل الثانى لقربه منه جداً. (آية 60) (وإذ استسقى موسى) طلب نزول أمطار العلوم والحكم والمعانى من سماء الروح، فأمرناه بضرب عصا النفس التى يتوكأ عليها فى تعلقه بالبدن وثباته على أرضه بالفكر على حجر الدماغ الذى هو منشأ العقل (فانفجرت منه اثنتا عشرة عينا) من مياه العلوم على عدد المشاعر الإنسانية التى هى الحواس الخمس الظاهرة، والخمس الباطنة، والعاقلة النظرية والعملية. ولهذا قال)من فقد حسا فقد فقد علماً) (قد علم كل أناس مشربهم) أى أهل كل علم مشربهم من ذلك العلم. كأهل الصناعات، والعلماء العاملين من مشرب العقل العملى، والحكماء والعارفين من النظرى والصباغين من علم الألوان المبصرة، وأهل صناعة الموسيقى من علم الأصوات وغير ذلك. وعلى التأويل الثانى أمرنا موسى القلب، بضرب عصا النفس على حجر الدماغ، (فانفجرت منه اثنتا عشرة عينا) هى المشاعر المذكورة التى تختص كل واحدة منها بقوة من القوى الاثنتى عشرة المذكورة التى هى أسباط يعقوب الروح. قد علم كل منها مشربه (كلوا واشربوا من رزق الله) أى انتفعوا بما رزقكم الله من العلم والعمل والأحوال والمقامات. (ولا تعثوا فى الأرض مفسدين) ولا تبالغوا فى الفساد بالجهل. (آية 61) (لن نصبر على طعام واحد) أى الغذاء الروحانى من العلم والمعرفة

والحكمة (فادع لنا ربك) أى اسأل لنا ربك يوسع علينا، ويرخص لنا فيما تنبته أرض نفوسنا من الشهوات الخبيثة واللذات الخسيسة والتفكهات الباردة وكل ما فيه حظ النفس وعذابها. (اهبطوا مصرا) أى مدينة البدن (فإن لكم) فيها (ما سألتم وضربت عليهم الذلة) اللازمة لاتباع الشهوات والحرص فى المقتنيات (والمسكنة) أى دوام الاحتياج ودوام سكنى الجهة السفلية (وباؤوا) واستحقوا (بغضب) البعد والطرد (من الله ذلك) باحتجابهم عن آيات الله وتجلياته، والباقى ظاهر. وعلى الوجه الثانى وبقتلهم أنبياء القلوب بغير أمر ثابت لهم عليهم يتوجه به ذلك بل بصرف باطلهم ذلك بعصيانهم أوامر القلوب والعقول واعتدائهم عن ظهورهم. (آية 62) (إن الذين آمنوا) الإيمان التقليدى، والظاهريين والباطنيين والذين تعبدوا ملائكة العقول، لاحتجابهم بالمعقولات وكواكب القوى النفسانية لاحتجابهم بالوهميات والخياليات (من آمن) منهم الإيمان الحقيقى (بالله) والمعاد وأيقنوا علم التوحيد والقيامة، وعملوا ما يصلحهم للقاء الله ونيل السعادة فى المعاد. فلهم الثواب الباقى الروحانى عند ربهم من جنات الأفعال والصفات (ولا خوف عليهم) من عقوبة أفعالهم (ولا هم يحزنون) بفوات تجليات الصفات. والجملة اعتراض بين خطاب بنى إسرائيل. (آية 63 - 64) (وإذ أخذنا ميثاقكم) أى عهدكم السابق أو اللاحق المأخوذ منهم فى التوراة أو بدلائل العقل بتوحيد الأفعال والصفات (ورفعنا فوقكم) طور الدماغ للتمكن من فهم المعانى وقبولها. وقلنا (خذوا) أى اقبلوا (ما آتيناكم) من التوراة أو كتاب العقل الفرقانى بجد (واذكروا) وعوا ما فيه من الحكم والمعارف والعلوم والشرائع، لكى تتقوا الشرك والجهل والفسق (ثم) أعرضتم (من بعد ذلك) بإقبالكم إلى الجهة السفلية (فلولا فضل الله عليكم) بهدايته العقل (ورحمته) بنور البصيرة والشرع (لكنتم من الخاسرين) (آية 65 - 66) (ولقد علمتم الذين اعتدوا) اعلم أن الناس لو أهملوا وتركوا وخلى بينهم وبين طباعهم لتوغلوا وانهمكوا فى اللذات الجسمانية، والغواشى الظلمانية لضراوتهم بها واعتيادهم من الطفولية والصبا حتى زالت استعداداتهم وانحطوا عن رتبة الإنسانية، فمسخوا كما قال تعالى (من لعنه الله وغضب عليه وجعل منهم القردة والخنازير) (المائدة، الآية 60)، وإن حفظوا وروعوا بالسياسات الشرعية والعقلية والحكم والآداب والمواعظ الوعدية والوعيدية ترقوا

وتنوروا، كما قال الشاعر هى النفس إن تهمل تلازم خساسة وإن تبتعث نحو الفضائل تبهج فلهذا وضعت العبادات، وفرض عليهم تكرارها فى الأوقات المعينة لتزول عنهم بها درن الطباع المتراكم فى أوقات الغفلات وظلمة الشواغل العارضة فى أزمنة تخاذ اللذات، وارتكاب الشهوات. فتتنور بواطنهم بنور الحضور، وتنتعش قلوبهم بالتوجه إلى الحق عن السقوط فى هاوية النفس والعثور، وتستريح بروح الروح، وحب الوحدة عن وحشة الهوى، وتعلق الكثرة. كما قال (الصلاة بعد الصلاة كفارة ما بينهما من الصغائر إذا اجتنبت الكبائر). ألا ترى كيف أمرهم عند الحدث الأكبر ومباشرة الشهوة بتطهير الغسل، وعند الأصغر بالوضوء، وعند الاشتغال بالأشغال الدنيوية فى ساعات اليوم والليل بالصلوات الخمس المزيلة لكدورات الحواس الخمس الحاصلة فى النفس بسببها، كل بما يناسبه. فلذلك وضعوا بإزاء وحشة تفرقة الأسبوع وظلمة انفرادهم بدؤوب الأشغال والمكاسب، والملابس البدنية، والملاذ النفسانية، اجتماع يوم واحد على العبادة والتوجه لتزول وحشة التفرقة بأنس الاجتماع وتحصل بينهم المحبة والأنس وتزول ظلمة الاشتغال بالأمور الدنيوية والإعراض عن الحق بنور العبادة والتوجه، ويحصل لهم التنور فوضع لليهود أول أيام الأسابيع لكونهم أهل المبدأ والظاهر، وللنصارى بعده لأنهم أهل المعاد والروحانى والباطن المتأخرين عن المبدأ والظاهر بالنسبة إلينا. وللمسلمين آخرها الذى هو يوم الجمعة لكونهم فى آخر الزمان أهل النبوة الخاتمة وأهل الوحدة الجامعة للكل، وإن جعل السبت آخر الأيام - على ما نقل أنه السابع - فبالنسبة إلى الحق تعالى لأن عالم الحس الذى إليه دعوة اليهود هو آخر العوالم، وعالم العقل الذى إليه دعوة النصارى أولها، والجمعة هى يوم الجمع والختم، فمن لم يراع هذه الأوضاع والمراقبات أصلاً زال نور استعداده، فمسخ كما مسخت أصحاب السبت. نهوا عن الصيد، أى إحراز الحظوظ النفسانية واقتنائها فى يوم السبت، فاحتالوا فيه فاتخذوا حياضاً على ساحل البحر ليحبسوا فيها الحيتان ويصطادوها يوم الأحد. أى ادخروا فى سائر أيام الأسبوع من ماء بحر الهيولى الجرمية والجرمانيات المادية فى حياض بيوتهم فجمعوا بها أنواع المطاعم والمشارب والملاذ والملاهى، فاجتمع لهم كل الحظوظ النفسانية فى يوم السبت ما اكتفوا به سائر أيام الأسبوع ليفرغوا فيها إلى الاشتغال بالمكاسب والصناعات والمهن، كما هو عادة اليهود اليوم وشطار المسلمين

فى الجماعات فإن أكثر فسقهم فيها. فذلك اعتيادهم فى السبت وهو يدل على أن جميع أوقات حضورهم مصروفة فى هموم الدنيا وطلب حظوظ النفس والهوى. كما ترى اليوم واحدا من المسلمين قالبه فى المسجد فى الصلاة وقلبه فى السوق فى المعاملة. حتى قال أحدهم جريدة حسابى هى الصلاة أى إذا فرغت من أشغال الدنيا إلى الصلاة أخذ قلبى فى تصفح تجاراتى وما لى على الناس وما للناس على. وذلك موجب للانحطاط عن العالم العلوى الإنسانى إلى الأفق السفلى الحيوانى. وهو معنى قوله (فقلنا لهم كونوا قردة) أى مشابهين الناس فى الصورة وليسوا بهم (خاسئين) بعيدين. طريدين. والمسخ بالحقيقة حق غير منكر فى الدنيا والآخرة. وورد به الآيات والأحاديث كقوله تعالى (وجعل منهم القردة والخنازير) (المائدة، الآية 60)، وقول رسول الله (يحشر بعض الناس على صور يحسن عندها القردة والخنازير) وقد روى عنه عليه (المسوخ ثلاثة عشر)، ثم عدهم وبين أعمالهم ومعاصيهم وموجبات مسخهم. والحاصل أن من غلب عليه وصف من أوصاف الحيوانات ورسخ فيه بحيث أزال استعداده وتمكن فى طباعه وصار صورة ذاتية له كالماء الذى منبعه معدن الكبريت مثلاً صار طباعه طباع ذلك الحيوان ونفسه نفسه. فاتصلت روحه عند المفارقة ببدن يناسب صفته فصارت صفته صورته والله أعلم بذلك. (آية 67 - 71) (وإذ قال موسى لقومه إن الله يأمركم أن تذبحوا بقرة) هى النفس الحيوانية. وذبحها قمع هواها الذى هو حياتها ومنعها عن أفعالها الخاصة بها بشفرة سكين الرياضة (قالوا أتتخذنا) مهزوا بنا. وتستخفنا لنطيعك ونتسخر لك كما جاء فى حق فرعون (فاستخف قومه فأطاعوه). (قال أعوذ بالله أن أكون من الجاهلين) الاستخفاف والاستهزاء وطلب الترؤس هو فعل الجهال. (قالوا ادع لنا ربك يبين لنا ما هى) أى سل لنا ربك ما هى (إنها بقرة لا فارض) أى غير مسنة لزوال استعدادها ورسوخ اعتقادها وضراوتها بعاداتها كما قيل الصوفى بعد الأربعين بارد. (ولا بكر) أى فتية. لقصور استعدادها عما يراد منها وعسر احتمالها للرياضة لغلبة القوى الطبيعية وقوتها فيها (عوان) نصفة (بين) ما ذكر (صفراء) لأن لوح الجسم أسود لعدم النورية فيه أصلاً. ولون النفس النباتية أخضر لظهور النورية فيها. وغلبة السواد عليها لعدم إدراكها. ولون القلب أبيض لتجرده عن الجسم. وقوة إدراكه. وكمال نوريته. فلزم أن يكون لون النفس الحيوانية فى الحيوانات العجم أحمر لتركب نورية إدراكها

وسواد تعلقها بالجسم، إذ الحمرة لون بين البياض والسواد ومركب منهما، لكن السواد فيه أكثر. وفى الإنسان أصفر لغلبة نورية إدراكها بمجاورة القلب، إذ الصفرة حمرة عليها البياض (فاقع لونها) لصفاء استعدادها وشعشعان شعاع نور القلب عليها (تسر الناظرين) لقوة نور استعدادها وتشعشعها والناظرون هم الكاملون المطلعون على الاستعدادات لوجوب محبتهم للمستعدين المستبصرين وذوقهم بحضورهم. (إن البقر تشابه علينا) لكثرة البقر الموصوف بهذه الصفة، أى كثرة أصناف المستعدين وما كل مستعد طالباً. كما قيل ما كل طبع قابلاً ولا كل قابل طالباً. ولا كل طالب صابراً. ولا كل صابر واجداً. (وإنا إن شاء الله لمهتدون) إلى ذبح هذه البقرة. وقولهم إن شاء الله، دليل على استعدادهم لعلمهم بأن الأمور متعلقة بمشيئة الله، ميسرة بتوفيقه. ولهذا قال رسول الله (لو لم يستثنوا لما ظفروا بها أبد الدهر) (لا ذلول) غير مذللة. منقادة لأمر الشرع (تثير) أرض الاستعداد بالأعمال الصالحة والعبادات (ولا تسقى) حرث المعارف والحكم التى فيها بالقوة باستقاء ماء العلوم الكسبية والأفكار الثاقبة. لعدم احتياج مثل هذه البقرة إلى الذبح (مسلمة) سلمها أهلها لترعى، غير مسوسة برسوم وعادات وشرائع وآدابه (لا شية فيها) أى لم يرسخ فيها اعتقاد ومذهب لعدم صلاحيتها للذبح. (جئت بالحق) الثابت فى بيان المستعد المشتاق، الطالب للكمال (فذبحوها وما كادوا يفعلون) لكثرة سؤالاتهم ومبالغاتهم وتعمقهم فى البحث والتفتيش عن حالها، وفضول كلامهم فى بيانها التى تدل على عدم انقياد النفس بالسرعة، وإبائها للرياضة، وغلبة الفضول عليها، وتعذر مطلوبهم، وتأخرهم عنه بسبب ذلك. ولهذا قال رسول الله (لو اعترضوا أدنى بقرة فذبحوها لكفتهم، ولكن شددوا فشدد الله عليهم)، أى لو لم يكن منهم كثرة فضول البحث والسؤال لما عز عليهم مطلوبهم لقوة قبولهم وإرادتهم، فكان سلس القياد، سهل الانقياد، ونهى عن كثرة السؤال، وقال (إنما هلك من كان قبلكم بكثرة السؤال). قال الله تعالى (لا تسئلوا عن أشياء إن تبد لكم تسؤكم) (المائدة، الآية 101). وقيل فى قصتها إن شيخاً من بنى إسرائيل نتجت له عجلة على هذه الصفة، وكان له ابن طفل، فجاء بها إلى عجوز وقال إنها لهذا الطفل، سلميها فى مرعاها عساها تنفعه إذا بلغ. فلما وقعت هذه الواقعة وسعى بنو إسرائيل فى طلب البقرة أربعين سنة سمعت العجوز بها، فأخبرت ابنها بما فعل أبوه وقد ترعرع، فجاء إلى

المرعى فوجدها، فأتى بها فساوموه فى شرائها ومنعته العجوز عن بيعها حتى اشتروها بملء مسكها ذهباً. فالشيخ هو الروح، والعجوز الطبيعة الجسمانية، وابنه الطفل هو العقل الذى هو نتيجة الروح، والشاب المقتول هو القلب. سلم شيخ الروح عجل النفس إلى عجوز الطبع ليرعى فى مرعى اللذات الطبيعية حتى يكبر عسى طفل العقل أن ينتفع بها وقت البلوغ فى انتزاع المعقولات من محسوساتها واستعمال الفكر الذى هو من قواها فى اكتساب العلوم العقلية. وهو الذى جاء بها من المرعى وسعى بنى إسرائيل أربعين سنة إشارة إلى السير إلى الله بالأعمال والآداب والتخلق بالأخلاق، إلى أوان البلوغ الحقيقى، وتجرد القلب، كما قال الله تعالى (بلغ أشده وبلغ أربعين سنة) (الأحقاف الآية 15). ومساومتهم إياها فى شرائها إشارة إلى طلب القوى الروحانية المنورة بنور الهداية الشرعية والإرادة، وانتزاعها من العقل المشوب بالوهم، واستعباد العقل إياها بالمعقولات القياسية، وتسخيرها بالفكريات، وحجبها عن نور الهداية الشرعية بالقياسات العقلية، وعدم تحليتها بالشرعيات. وهذا هو الموجب لتشددهم فى السؤال وتأخرهم وتباطئهم فى الامتثال. ومنع العجوز إياه هو ممانعة الطبع فى الانقياد للشرع، وموافقة العقل إياه فى ذلك لرعاية العقل جانب الطبع فى مصالح المعاش وترفيهه إياه، وترخيصه والتوسيع عليه أكثر من الشرع. وبيعها بملء مسكها ذهباً إشارة إلى تحليتها بعد الذبح والسلخ بالعلوم النافعة الشرعية والعقلية الخلقية والأحكام الفرعية الدينية، واشتمال صورتها عليها التى توافق العقل والطبع وتنفعهما باستعمالهما إياها فى تحصيل مصالح المعاش والمباغى الطبيعية والمطالب العقلية العملية بإذن الشرع من الوجه الحلال والتصرف المباح وأنواع الرخص فى جميع التمتعات بعد حصول الكمال وتمام السلوك. (آية 72) (إذ قتلتم نفساً فادراءتم فيها) إشارة إلى بيان سبب الأمر بذبح البقرة، وهو أنه كان شيخ موسر من بنى إسرائيل وله ابن شاب فقتله ابنا عمه، أو بنو عمه، طمعاً فى ميراث أبيه وطرحوه بين أسباط بنى إسرائيل على الطريق، فتدافعوا فى قتله، فورد الأمر بذبح البقرة وضربه ببعضها ليحيا فيخبر بالقاتل. فالشاب هو القلب الذى هو ابن الروح الموسر بأموال المعارف والحكم، وقتله منعه عن حياته الحقيقية وإزالة العشق الحقيقى الذى هو حياته عنه باستيلاء قوتى الشهوة والغضب اللذين هما ابنا عمه النفس الحيوانية أو جميع قواها عليه. إذ الروح والنفس أخوان باعتبار

فيضانهما وولادتهما من أب هو العقل الفعال المسمى (روح القدس) على قياس ما ورد فى الحديث (أكرموا عمتكم النخلة، فإنها خلقت من بقية طين آدم). فإن النفس النباتية الكاملة التى إذا كانت عمة النفس الإنسانية، كانت النفس الحيوانية عمتها. قتلاه طمعاً فى استعمال المعانى العقلية والحكم التى هى ميراث أبيه فى تحصيل مطالبهما وكمالاتهما ولذاتهما بأنواع الحيل والمكر وصناعة الفكر. وطرحاه على طرق القوى الروحانية والطبيعية بين محالها وتدافعهم فى قتله هو إحالة كل قوة منها الفساد والإثم إلى الأخرى، والصلاح والبراءة إلى نفسها لتنازعها وتجاذبها فى أفعالها ولذاتها واحتجاب كل منها بما يلائمها عما يلائم الأخرى ورؤيتها الصلاح فيه والفساد فى ضده. (والله مخرج ما كنتم تكتمون) من نور القلب وحياته بالاستيلاء عليه. (آية 73) (فقلنا اضربوه ببعضها) بذنبها أو لسانها، على ما ورد فى القصة، ليحيا، فيخبركم بالقاتل. وضرب الذنب إشارة إلى إماتة النفس وتبقية أضعف قواها وآخرها، وجهتها التى تلى النفس النباتية ورابطتها بها كالحس اللمسى مثلاً وسائر الحواس الظاهرة فإنها ذنبها. وضرب اللسان إشارة إلى تعديل أخلاقها وقواها وتبقية فكرها الذى هو لسانها، وهما طريقان طريق الرياضة وإماتة الغضب والشهوة، كما هو طريق التصوف وهو بالنفوس القوية الجانية المستولية الطاغية أولى، وطريق التحصيل وتعديل الأخلاق كما هو سبيل العلماء والحكماء، وهو بالنفوس الضعيفة والصافية المنقادة اللينة أولى. فضربوه، فقام وأوداجه تشخب دماً، وأخبر بقاتليه، أى صار حياً قائماً بالحياة الحقيقية وعليه أثر القتل لتعلقه بالبدن وتلوثه بمطالبه بحسب الضرورة، وعرف حال القوى البدنية فى منعها إياه عن إدراكه وحجبها له عن نوره. (كذلك يحيى الله الموتى) أى مثل ذلك الإحياء العظيم، يحيى الله موتى الجهل بالحياة الحقيقة العملية (ويريكم) دلائله وآيات صفاته لكى تعقلون. (آية 74) (ثم قست قلوبكم) أى بعد تطاول الأمد، وتراخى مدة الفترة، وتتابع التلوينات، وتوالى النزغات، قست قلوبكم بكثرة مباشرة الأمور واللذات البدنية، وملابسة الصفات النفسانية (فهى كالحجارة) من عدم تأثرها بالنقش العلمى (أو شئ (أشد قسوة) منها، كالحديد مثلاً. ثم بين أن الحجارة ألين منها بأن حالها منحصر فى الوجوه الثلاثة المذكورة، فأفاد أن القلوب أربعة قلب تنور بالنور الإلهى منطمساً فيه، واستغرق فى البحر العلمى منغمساً فيه، فانفجرت منه أنهار العلم، فمن شرب منها يحيا

أبداً كقلوب أهل الله السابقين وهو المشار إليه بقوله تعالى (وإن من الحجارة لما ينفجر منه الأنهار) وقلب ارتوى من العلم، فحفظ ووعى، فانتفع به الناس، كقلوب العلماء الراسخين وهو المشار إليه بقوله (وإن منها لما يشقق فيخرج منه الماء) وقلب خشع وانقاد واستسلم وأطاع، كقلوب العباد والزهاد من المسلمين، وهو المشار إليه بقوله (وإن منها لما يهبط من خشية الله) وأدنى أحوال حاله هو الهبوط من خشية الله، أى الانقياد لما أمر الله من الميل إلى المركز بالسلاسة. وبقى قلب لم يتأثر قط بالعلم ولم يتلين بالخوف آبياً للهدى، متكبراً، ممتلئاً بالهوى، متمرداً، فلا يوجد من الجواهر ما يشبهه لقبول جميعها ما أمر الله به، فكيف بالحديد الذى يلين لما يراد منه؛ قال النبى (مثل ما بعثنى الله به من الهدى والعلم كمثل الغيث الكثير، أصاب أرضاً فكانت طائفة منها طيبة قبلت الماء وأنبتت الكلأ والعشب الكثير، وكانت منها طائفة أخاذات أمسكت الماء، فنفع الله بها الناس فشربوا وسقوا وزرعوا، وأصاب منها طائفة أخرى إنما هى قيعان لا تمسك ماء ولا تنبت كلأ. فذلك مثل من فقه فى الدين فعلم وعلم، ومثل من لم يرفع بذلك رأساً ولم يقبل هدى الله الذى أرسلت به). فبين القلوب الثلاثة الأخيرة، والأول من الأربعة هو القلب المحمدى. (وما الله بغافل عما تعملون) تهديد للقاسية قلوبهم، أى الله مطلع فيحجبهم عن نوره ويتركهم فى ظلماتهم، والآيات التى تتلوها ظاهرة. وتأويل الأولى (آية 75 ـ 78) (أفتطمعون) أن يوحدوا بتوحيد الصفات لأجل هدايتكم (وقد كان فريق منهم) يقبلون صفات الله ثم يحرفونها بنسبتها إلى أنفسهم (من بعد ما عقلوه) أى علموا توحيد الصفات وما وجدوه بالعيان (وهم يعلمون) أن تلك الصفات لله، لكن نفوسهم ينتحلونها بالإشراك حالة ذهول العقل عن استيلائها على القلب لعدم كون توحيدهم ملكة وحالاً، بل علماً. (آية 79) (فويل للذين يكتبون الكتاب بأيديهم)، أى ويل لمن بقيت منه بقايا صفات النفس وهو لا يشعر بها أو يشعر فيحتال أو لا يحتفل بها فيفعل ويقول بنفسه وصفاتها، ويدعى أنه من عند الله ليكتسب به حظاً من حظوظ النفس، بل عين ذلك القول والفعل ونسبته إلى الله حظ تام لها وذنب لا ذنب أقوى منه. ويمكن أن تؤول الآيات الثلاث الأول على الوجه الثانى المبنى على التطبيق فيقال أفتطمعون، أيتها القوى الروحانية، أن تؤمن هذه القوى النفسانية لأجل هدايتكم منقادة. وقد كان فريق منهم كالوهم والخيال

يسمعون كلام الله، أى يتلقفون المعانى الواردة من عند الله على القلب ثم يحرفونه بالمحاكاة وكثرة الانتقالات وجعلها جزئية. وإعطائها أحكام الجزئيات كما فى المنامات والواقعات. من بعد ما عقلوه. أى أدركوه على حاله وهم يعلمون تحريفها وانتقالاتها إلى اللوازم والأشباه والأضداد. وإذا لقوكم بالتوجه نحوكم، وتلقن مدركاتكم عند حضوركم، ومشايعتها إياكم، وعروجها، أذعنوا وصدقوا. (وإذا خلا بعضهم إلى بعض) فى أوقات الغفلات، منع بعضهم بعضاً عن إلقاء ما فتح الله عليهم من مدركاتهم المحسوسة والمخيلة والموهومة ليركبوا منها الحجج ويحاجوهم بها فى الحضرة الروحانية عند ربهم. (أولا يعلمون أن الله يعلم ما يسرون) عنكم من مدركاتهم. (وما يعلنون) فيطلعكم عليها وينصركم عليهم (ومنهم) أى القوى الطبيعية الغير المدركة والحواس الظاهرة (لا يعلمون) كتاب المعانى المعقولة (إلا أمانى) لذاتهم وشهواتهم وما يتيقنون خاتمة عاقبتها ومضرتها فى طريق الكمال، بل يظنون نفعها وخيريتها. (آية 80 - 82) (وقالوا لن تمسنا النار) إلى آخر الآية. اعتقدوا أن زمان العقاب يساوى زمان مباشرة الذنب، ولم يعلموا أن الذنب إذا كان معتقداً فاسداً، ثابتاً فى النفس، وهيئة راسخة فيها، وصار ملكة كصورة ذاتية لها، كان سبباً لتخليد العذاب. وهو معنى قوله تعالى (وأحاطت به خطيئته) أى استولت عليه واستوعبت كالسواد المستوعب للثوب. ولو لم يكن كذلك لما كانت الطاعة أيضاً سبب خلود الثواب. (آية 83) (وإذ أخذنا ميثاق بنى إسرائيل) عاهدناهم بالتوحيد. ومقتضى التوحيد ملاحظة الحضرة الربوبية ومشاهدة تجلياتها فى مظاهرها، والقيام بحقها على حسب ظهور أوصافها. وأول من يظهر عليه صفات الربوبية وآثارها فى الظاهر وعالم الشهادة هما الأبوان لمكان النسبة والتربية والعطوفية، التى هى آثار الموجد الرب الرحيم فيهما له. فالإحسان إليهما يجب أن يلى عبادة الله بحسب ظهوره فى مظهريهما. ثم ذوى القربى لظهور المواصلة والمرحمة الإلهية فيهم بالنسبة إليه، ثم اليتامى لاختصاص ولايته وحفظه تعالى بهم فوق من عداهم إذ هو ولى من لا ولى له، ثم المساكين لتوليته رعايتهم ورزقهم بنفسه بلا واسطة غيره. ثم سائر الناس للرحمة العامة بينهم. التى هى ظل الرحمانية. فالإحسان المأمور به فى الآية على درجاته وتفاضله فى مراتبه هو تخصيص العبادة بالله مع مشاهدة صفاته فى مظاهرها ورعاية حقوق تجلياتها وأحكامها. (آية 84) (وإذ أخذنا

ميثاقكم لا تسفكون دماء كم) بهواكم إلى مقار النفس وصفاتها وميلكم إلى هواها وطباعها، ومتاركتكم حياتكم الحقيقية، وخواص أفعالكم لأجل تحصيل مآربها ولذاتها (ولا تخرجون أنفسكم) أى ذواتكم. إذ يعبر بالنفس عن الذات (من دياركم (أى مقاركم الروحانية والروضات القدسية (ثم أقررتم) بقبولكم لذلك .(وأنتم تشهدون) عليه باستعداداتكم الأولية وعقولكم الفطرية. (آية 85 - 86) (ثم أنتم هؤلاء) الساقطون عن الفطرة، المحتجبون عن نور الاستعداد الأصلى (تقتلون أنفسكم) بغوايتكم ومتابعتكم للهوى (وتخرجون فريقا منكم من ديارهم) أوطانهم القديمة الأصلية، بإغوائهم وإضلالهم وتحريضهم على ارتكاب المعاصى واتباع الهوى (تظاهرون عليهم) تتعاونون عليهم (بالإثم) بارتكاب الفواحش والمعاصى ليروكم فيتبعوكم فيها (والعدوان) والاستطالة على الناس ليتعدى إليهم ظلمكم، وإلزامكم إياهم رذائل القوتين البهيمية والسبعية وتحريضكم لهم عليها وتزيينكم لهم إياها كما هو عادة ملاحدة المسلمين من أهل الإباحة المدعين للتوحيد. (وإن يأتوكم أسارى) فى قيد تبعات ارتكبوها وشين أفعالهم القبيحة، أخذتكم الندامة وعيرتهم عقولهم وعقول أبناء جنسهم بما لحقهم من العار والشنار (تفادوهم) بكلمات الحكمة والموعظة والنصيحة الدالة على أن اللذات المستعلية هى العقلية والروحية وعاقبة إتباع الهوى والنفس والشيطان وخيمة، ومشاركة البهائم والهوام فى أفعالها مذمومة رديئة، فيتيقظوا بها ويتخلصوا من قيد الهوى سويعة كما نشاهد من حال علوج مدعى التوحيد والمعرفة والحكمة وأتباعهم فى زماننا هذا. (أفتؤمنون ببعض الكتاب) أى كتاب العقل والشرع قولاً وإقراراً، فتقرون به وتصدقونه وهو أن اتباع الهوى والنفس مذموم، موجب للوبال والهلاك والخسران .(وتكفرون ببعض) فعلاً وعملاً فلا تنتهون عما نهاكم عنه، وهو إباحتهم واستحلالهم للمحرمات والمنهيات (فما جزاء من يفعل ذلك منكم إلا خزى) افتضاح وذلة (فى الحياة الدنيا ويوم القيامة) أى حال المفارقة التى هى القيامة الصغرى (يردون إلى أشد العذاب) الذى هو تعذيبهم بالهيئات المظلمة الراسخة فى نفوسهم واحتراقهم بنيرانها أو مسخهم عن صورهم بالكلية، وتضاعف البلية (وما الله بغافل) عن أعمالكم أحصاها وضبطها فى أنفسكم وكتبها عليكم، كما قال تعالى (يوم يبعثهم الله جميعاً فينبئهم بما عملوا أحصاه الله ونسوه) (المجادلة، الآية

6) (آية 87-91) (92-101) :)ولقد آتينا موسى الكتاب(إلى قوله : :)لا يعلمون(ظاهر ومعلوم مما مر. والظاهر أن جبرائيل هو العقل الفعال. وميكائيل هو روح الفلك السادس، وعقله المفيض للنفس النباتية الكلية الموكلة بأرزاق العباد. وإسرافيل هو روح الفلك الرابع، وعقله المفيض للنفس الحيوانية الكلية، والموكلة بالحيوانات. وعزرائيل هو روح الفلك السابع الموكل بالأرواح الإنسانية كلها، يقبضها بنفسه أو بالوسايط التي هي أعوانه ويسلمها إلى الله تعالى. (آية 102) :)واتبعوا(أي : اتبع اليهود والقوى الروحانية :)ما تتلوا(شياطين الإنس الذين هم المتمردة العصاة الأشرار، الأقوياء، وشياطين الجن وهم الأوهام والخيالات والمتخيلات المحجوبة عن نور الروح، العاصية لأمر العقل المتمردة عن طاعة القلب :)على(عهد :)ملك سليمان(النبي أو سليمان الروح من كتب السحر وعلومه، يزعمون أنه علم سليمان وبه استولى على الملك وسخر ما سخر من الجن والإنس والطير وعلم الحيل والشعبذة والموهومات والمتخيلات والسفسطة. :)وما كفر سليمان(بإسناد التأثير إلى غير الله، إذ السحر كفر واحتجاب عن مؤثرية الله، بإسناد التأثير إلى غيره :)ولكن الشياطين كفروا(احتجبوا ولم يعلموا أن لا مؤثر إلا الله :)يعلمون الناس السحر وما أنزل على الملكين(أي : العقل النظري والعملي المائلين إلى النفس المنكوسين من بئر الطبيعة لتوجههما إليها باستجذاب النفس إياهما إليها :)ببابل(الصدر المعذبين بضيق المكان بين أبخرة المواد وأدخنة نيران الشهوات من العلوم والأعمال من باب الحيل والنيرنجات والطلسمات على التأويلين :)وما يعلمان من أحد حتى يقولا إنما نحن فتنة(امتحان وبلاء من الله لقوة النورية وبقية الملكوتية فيهما، فينبهان على حالهما بالنور العقلي :)فلا تكفر(باستعمال هذا العلم في المفاسد والمناهي وإسناد التأثير إليه :)فيتعلمون منهما ما يفرقون به بين(القلب والنفس، وبين الروح والنفس، وتكدير القلب :)وما هم بضارين به من أحد إلا بإذن الله(أي : إلا إذا أراد الله أن يضره عند ذلك الفعل، فيفعل ما يريد ويكون زيادة ابتلاء للساحر وإمهالاً له في كفره واحتجابه لرؤيته ذلك من تأثير سحره. :)ويتعلمون ما يضرهم(بزيادة الاحتجاب وشدة الميل والهوى :)ولا ينفعهم(في رفع الحجاب برؤيتهم ذلك ابتلاء من الله واستعاذتهم بالله ليقيهم من شره. :)ولقد علموا لمن اشتراه ما له في الآخرة من خلاق(أي : نصيب، لإقباله على النفس والهوى بالكلية واستعمال ذلك في

اكتساب حطام الدنيا وتمتعاتها. (آية 103 - 105) :)ولو أنهم آمنوا (برؤية الأفعال من الله :)واتقوا (الشرك بنسبة التأثير إلى غيره :)لمثوبة (دائمة كائنة .)من عند الله (من الأنوار الروحية، والمواهب الفتوحية، والأحوال القلبية، والمعارف الإلهية :)خير لو كانوا يعلمون(آية 106 - 107) :)ما ننسخ من آية (بإبطال حكمها وإبقاء لفظها ومعناها، أو لفظها دون معناها، كآية الرجم :)نأت بخير منها (أى : بما هو أصلح فى بابه منها فى بابها أو يساويها فى الخير والصلاح. واعلم أن الأحكام المثبتة فى اللوح المحفوظ إما مخصوصة وإما عامة، والمخصوصة إما أن تختص بحسب الأشخاص وإما أن تختص بحسب الأزمنة، فإذا نزلت بقلب الرسول فالتى تختص بالأشخاص تبقى ببقاء الأشخاص، والتى تختص بالأزمنة تنسخ وتزال بانقراض تلك الأزمنة، قصيرة كانت كمنسوخات القرآن، أو طويلة كأحكام الشرائع المتقدمة. ولا ينافى ذلك ثبوتها فى اللوح إذ كانت فيه كذلك، والعامة تبقى ما بقى الدهر كتكلم الإنسان واستواء قامته مثلاً. :)ألم تعلم أن الله له ملك السماوات والأرض (أى : له ملك سموات عالم الأرواح وأرض الأجساد وهو المتصرف فيهما بيد قدرته بل كله ظاهره وباطنه فلم يبق شىء غيره ينصركم ويليكم. (آية 108 - 112) :)أم تريدون أن تسألوا رسولكم (من قبل اللذات الدينية الحسية والشهوات الخسيسة النفسية :) كما سئل موسى من قبل ومن يتبدل (الظلمة بالنور :)فقد ضل (الطريق المستقيم. :)وقالوا لن يدخل الجنة إلا من كان هودا أو نصارى (أى : قالت اليهود : لن يدخل الجنة المعهودة عندهم، أى : جنة الظاهر وعالم الملك التى هى جنة الأفعال وجنة النفس إلا من كان هوداً. وقالت النصارى : لن يدخل الجنة المعهودة عندهم، أى : جنة الباطن وعالم الملكوت التى هى جنة الصفات، وجنة القلب إلا من كان نصرانياً. ولهذا قال عيسى فى دعوتهم إلى جنتهم : :)لن يلج ملكوت السموات من لم يولد مرتين(، وكانت دعوته إلى السماء، أى : السماء الروحانية :)تلك أمانيهم (أى : غاية مطالبهم التى وقفوا على حدها واحتجبوا بها عما فوقها :)قل هاتوا برهانكم (أى : دليلكم الدال على نفى دخول غيركم جنتكم :)إن كنتم صادقين (فى دعواكم، بل الدليل دل على نقيض مدعاكم. فإن :)من أسلم وجهه (أى : ذاته الموجودة مع جميع لوازمها وعوارضها :)لله (بالتوحيد الذاتى عند المحو الكلى والفناء فى ذات الله :)وهو محسن (أى : مستقيم فى أحواله بالبقاء بعد الفناء، مشاهد ربه فى أعماله، راجع من

الشهود الذاتى إلى مقام الإحسان الصفاتى الذى هو المشاهدة بالوجود الحقانى لمكان الاستقامة والعبادة. لا بالوجود النفسانى :)فله أجره عند ربه(أى : ما ذكرتم من الجنة وأصفى وألذ لاختصاصها بمقام العندية أى المشاهدة التى احتجبتهم عنها :)ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون(أى : وزيادة على ما لكم من الجنة وهو عدم خوفهم من احتجاب الذات وبقاء النفس اللازم لوجود بقيتهم وعدم حزنهم على ما فاتهم بسبب الوقوف بحجاب جنة الأفعال والصفات والتلذذ بها والاستراحة فيها والاستدامة إليها من شهود جمال الذات. فإنهم وإن تركوها بالشوق إلى تجلى الذات فإنها حاصلة لهم وأدنى مقامهم تحت جنة الذات. (آية 113 - 114) :)وقالت اليهود ليست النصارى على شىء(لاحتجابهم بدينهم عن دينهم. وكذا قالت النصارى لاحتجابهم بالباطن عن الظاهر كما احتجب اليهود بالظاهر عن الباطن على ما هو حال أهل المذاهب اليوم فى الإسلام. :)وهم يتلون الكتاب(وفيه ما يرشدهم إلى رفع الحجاب، ورؤية حق كل دين ومذهب. وليس أهل ذلك الدين والمذهب حقهم بباطل لتقيدهم بمعتقدهم. فما الفرق بينهم وبين الذين لا علم لهم ولا كتاب. كالمشركين. فإنهم يقولون مثل قولهم بل هم أعذر، إذ ليس عليهم إلا حجة العقل وهم بحجة العقل والشرع :)فالله يحكم بينهم(بالحق فى اختلافاتهم :)يوم(:)قيام((القيامة(الكبرى وظهور الوحدة الذاتية عند خروج المهدى . وفى الحديث ما معناه : :)إن الله يتجلى لعباده فى صورة معتقداتهم فيعرفونه. ثم يتحول عن صورته إلى صورة أخرى فينكرونه(. وحينئذ يكونون كلهم ضالين محجوبين إلا ما شاء الله وهو الموحد الذى لم يتقيد بصورة معتقده. :)ومن أظلم(أى : أنقص حقاً وأبخس حظاً :)ممن منع مساجد الله(أى : مواضع سجود الله التى هى القلوب التى يعرف فيها فيسجد بالفناء الذاتى :)أن يذكر فيها اسمه(الخاص الذى هو الاسم الأعظم. إذ لا يتجلى بهذا الاسم إلا فى القلب. وهو التجلى بالذات مع جميع الصفات أو اسمه المخصوص بكل واحد منها. أى الكمال اللائق باستعداده المقتضى له. :)وسعى فى خرابها(بتكديرها بالتعصبات الباردة وغلبة واستيلاء التمنيات عليها. ومنع أهلها المستعدين عنها بالهرج والمرج وتهييج الفتن اللازمة لتجاذب قوى النفس ودواعى الشيطان والوهم :)أولئك ما كان لهم أن يدخلوها إلا خائفين(ويصلوا إليها. أى : منكسرين لظهور تجلى الحق فيها :)لهم فى الدنيا خزى(أى : افتضاح وذلة بظهور بطلان

دينهم ومعتقدهم. وفسخه بدين الحق وانقهارهم وتحسرهم ومغلوبيتهم. :)ولهم فى الآخرة عذاب عظيم(هو الاحتجاب عن الحق بدينهم. (آية 115) :)ولله المشرق(أى : عالم النور والظهور الذى هو جنة النصارى وقبلتهم بالحقيقة هو باطنه :)والمغرب(أى : عالم الظلمة والاختفاء الذى هو جنة اليهود وقبلتهم بالحقيقة هو ظاهره :)فأينما تولوا(أى : أي جهة تتوجهوا من الظاهر والباطن :)فثم وجه الله(أى : ذات الله المتجلية بجميع صفاته، أو ولله الإشراق على قلوبكم بالظهور فيها والتجلى لها بصفة جماله حالة شهودكم وفنائكم. والغروب فيها بتستره واحتجابه بصورها وذواتها. واختفائه بصفة جلاله حالة بقائكم بعد الفناء. فأى جهة تتوجهوا حينئذ فثم وجهه لم يكن شىء إلا إياه وحده :)إن الله واسع(جميع الوجود شامل لجميع الجهات والوجودات :)عليم(بكل العلوم والمعلومات. (آية 116 - 117) :)وقالوا اتخذ الله ولدا(أى : أوجد موجوداً مستقلاً بذاته مخصوصاً دونه :)سبحانه(ننزهه عن أن يكون غيره شىء فضلاً عما يجانسه :)بل له ما فى السماوات والأرض(أى : له عالم الأرواح والأجساد وهى باطنه وظاهره. كما تقول : له الذات والوجه والصفات وأمثال ذلك. :)كل له قانتون(موجودون بوجوده. فاعلون بفعله. معدومون بذواتهم. وهو غاية الطاعه والقيام بحقه إذ هو الوجود المطلق. فلا يوجد بدونه شىء. والوجودات المعينة صفاته وأسماؤه لامتيازها بتعيناتها التى هى أمور إمكانية عدمية ليست عينه بالاعتبار العقلى الذى يقسمها إلى الوجود والماهية التى هى بدون الوجود ليست شيئاً فى الخارج. لكن فى العقل. والعقليات باطنه. فهى فى الحقيقة ليست غيره فلا يكون غيره موجوداً حتى يكون ولداً. أى : معلولاً أو مخلوقاً أو ما شئت فسمه. :)بديع السماوات والأرض(أى : مبدع سمواته وأرضه غير مسبوقة بمادة ومدة. بل هى ظلال ذاته ومنشأ عالميته منورة باسمه النورانى. موجودة بوجوده الخارجى ولولم يكن جهات الإمكان واعتبارات العقل بحسب اليقينيات لما اعتبرت وجوداتها أصلاً إذ هى بلا هو غير شىء فلا تكون معه موجودة بالمقارنة بل بالتحقيق بوجوده. ولا تكون غيره بالمفارقة بل بالاعتبار العقلى. فهى باعتبار تعيناتها خلق. وباعتبار حقيقتها حق. :)وإذا قضى أمرا(أى حكم به :)فإنما يقول له كن فيكون(أى : فلا يكون إلا تعلق إرادته به فيوجد بلا تخلل زمان ولا توسط شىء. بل معاً. وذلك التعلق هو قوله وإلا لم يكن ثم قول ولا صوت. (آية 118 - 124) :)وقال الذين لا يعلمون(علم

التوحيد من المشركين :)لولا يكلمنا الله أو تأتينا آية(إلى قوله : :)تشابهت قلوبهم (فى الجهل بعلم التوحيد وبكلام الله وآياته، إذ العلم بهما فرع علم التوحيد :)قد بينا(دلائل التوحيد و كيفية المكالمة لأهل الإيقان :)ولا تسئل عن أصحاب الجحيم (أى : ولا تؤخذ باحتجابهم وما عليك أن تنقذهم من ظلمات حجبهم، إنما عليك أن تدعوهم بالبشارة والإنذار. :)قل إن هدى الله هو الهدى(أى : طريق الوحدة المخصوصة بالحق هو الطريق لا غير. كما قال على عليه السلام : :)اليمين والشمال مضلة، والطريق الوسطى هى الجادة(. :)ولئن اتبعت أهواءهم بعد الذى جاءك من العلم (أى : من علم التوحيد والمعرفة :)ما لك من الله من ولى ولا نصير (لامتناع وجود غيره. :)وإذ ابتلى إبراهيم ربه بكلمات(أى : بمراتب الروحانيات، كالقلب والسر والروح والخفاء والوحدة والأحوال والمقامات، التى يعبر بها على تلك المراتب كالتسليم والتوكل والرضا وعلومها :)فأتمهن(بالسلوك إلى الله وفى الله حتى الفناء :)قال إنى جاعلك للناس إماماً(بالبقاء بعد الفناء، والرجوع إلى الخلق من الحق تؤمهم وتهديهم سلوك سبيلى ويقتدون بك فيهتدون. :)قال ومن ذريتى (أى : واجعل بعض ذريتى أيضاً إماماً :)قال(قد يكون منهم ظالمون :)ولا ينال عهدى(إياهم، أى : لا يكونون خلفائى ولا أعهد إلى الظالمين بالإمامة. (آية 125) :)وإذ جعلنا البيت) :)القلب((مثابة(أى : مرجعاً ومبوأ :)للناس وأمنا(ومحل أمن أو سبب أمن وسلامة لهم يأمنون بالوصول إليه والسكون فيه شر غوائل صفات النفس وفتك فتاك القوى الطبيعية وإفسادها، وتخييل شياطين الوهم والخيال، وإغوائهم ومكائدهم :)واتخذوا من مقام إبراهيم (الذى هو ومقام الروح مقام الخلة :)مصلى(موطناً للصلاة الحقيقية التى هى المشاهدة والمواصلة الإلهية والخلة الذوقية :)وعهدنا إلى إبراهيم وإسمعيل(أمرناهما بتطهير بيت القلب من قاذورات أحاديث النفس، ونجاسات وساوس الشيطان، وأرجاس دواعى الهوى، وأدناس صفات القوى :)للطائفين(أى : للسالكين المشتاقين الذين يدورون حول القلب فى سيرهم :)والعاكفين(الواصلين إلى مقام القلب بالتوكل الذى هو توحيد الأفعال المقيمين فيه بلا تلوينات النفس وإزعاجها منه :)والركع(أى : الخاضعين الذين بلغوا إلى مقام تجلى الصفات، وكمال مرتبة الرضا والسجود الفانين فى الوحدة. (آية 126) :)وإذ قال إبراهيم رب اجعل هذا(الصدر الذى هو حرم القلب :)بلداً آمنا(

من استيلاء صفات النفس واغتيال العدو اللعين، وتخطف جن القوى البدنية أهله :)وارزق أهله(من ثمرات معارف الروح أو حكمه وأنواره :)من آمن منهم بالله واليوم الآخر(من وحد الله منهم وعلم المعاد (قال ومن كفر(أى : ومن احتجب أيضاً من الذين سكنوا الصدر ولا يجاوزون حده بالترقى إلى مقام العين لاحتجابهم بالعلم الذى وعاؤه الصدر :)فأمتعه(تمتيعاً :)قليلا(من المعانى العقلية، والمعلومات الكلية النازلة إليهم من عالم الروح على قدر ما تعيشوا به :)ثم أضطره إلى عذاب(نار الحرمان والحجاب :)وبئس المصير(مصيرهم، لتعذبهم بنقصانهم وتألمهم بحرمانهم. (آية 127 - 133) :)وإذ يرفع إبراهيم القواعد من البيت(قيل : إن الكعبة أنزلت من السماء فى زمان آدم ولها بابان إلى المشرق والمغرب، فحج آدم من أرض الهند واستقبله الملائكة أربعين فرسخاً فطاف بالبيت ودخله. ثم رفعت فى زمان طوفان نوح، ثم أنزلت مرة أخرى فى زمان إبراهيم صلوات الله عليه، فزارها ورفع قواعدها وجعل بابيها باباً واحداً. وقيل : ثم تمخض أبو قبيس فانشق عن الحجر الأسود وكان ياقوته بيضاء من يواقيت الجنة نزل بها جبرائيل فخبئت فيه فى زمان الطوفان إلى زمن إبراهيم، فوضعه إبراهيم مكانه، ثم اسود بملامسة النساء الحيض. فنزولها فى زمان آدم إشارة إلى ظهور القلب فى زمانه بوجوده عليه. وكونه ذا بابين شرقى وغربى إشارة إلى ظهور علم المبدأ والمعاد، ومعرفة عالم النور، وعالم الظلمة فى زمانه دون علم التوحيد. وقصده زيارتها من أرض الهند إشارة إلى توجهه بالتكوين والاعتدال من عالم الطبيعية الجسمانية المظلمة إلى مقام القلب. واستقبال الملائكة إشارة إلى تعلق القوى الحيوانية والنباتية بالبدن وظهور آثارها فيه قبل أثار القلب فى الأربعين التى تكونت فيها بنيته وتخمرت طينته أو توجهه بالسير والسلوك من عالم النفس الظلمانى إلى مقام القلب. واستقبال الملائكة تلقى القوى النفسانية والبدنية إياه بقبول الإذعان والأخلاق الجميلة والملكات الفاضلة والتمرن فيها والتنقل فى المقامات قبل وصوله إلى مقام القلب. وطوافه بالبيت إشارة إلى وصوله إلى مقام القلب وسلوكه فيه مع التلوين، ودخوله إشارة إلى تمكنه واستقامته فيه. ورفعه فى زمان الطوفان إلى السماء إشارة إلى احتجاب الناس بغلبة الهوى وطوفان الجهل فى زمان نوح عن مقام القلب. وبقاؤه فى السماء الرابعة، أى : البيت المعمور الذى هو قلب العالم ونزوله مرة أخرى فى زمان

إبراهيم إشارة إلى اهتداء الناس في زمانه إلى مقام القلب بهدايته. ورفع إبراهيم قواعده وجعله ذا باب واحد إشارة إلى تلقي القلب بسلوكه من مقامه إلى مقام الروح الذي هو السر وارتفاع مراتبه ووصوله إلى مقام التوحيد. إذ هو أول من ظهر عليه التوحيد الذاتي كما قال : :)إني وجهت وجهي للذي فطر السموات والأرض خينفاً وما أما من المشركين (آية 79) (الأنعام، الآية : 79). والحجر الأسود إشارة إلى الروح. وتمخض أبي قبيس وانشقافه عنه إشارة إلى ظهوره بالرياضة وتحرك آلات البدن باستعمالها بالتفكر والتبعد في طلب ظهوره، ولهذا قيل : خبئت فيه. يعني : احتجبت بالبدن. واسوداده بملامسة النساء الحيض إشارة إلى اختفائه وتكدره بغلبة القوى النفسانية على القلب واستيلائها عليه وتسويدها الوجه النوراني الذي يلي الروح منه. وكذا إسماعيل أيضاً كان من الموحدين لعطفه عليه في رفع قواعد البيت. :)ربنا واجعلنا مسلمين لك(أي : لا تكلنا إلى أنفسنا فنسلم بأنفسنا بل بك وبجعلك :)ربنا وابعث فيهم رسولا(هو محمد، ولهذا قال : :)أنا دعوة أبي إبراهيم، وبشرى عيسى. ورؤيا أمي(وقد رأت في المنام أن نوراً خرج منها فأضاءت لها قصور الشام. :)ومن يرغب عن ملة إبراهيم(أي : ملة التوحيد :)إلا من سفه نفسه(إلا من احتجب عن نور العقل بالكلية وبقي في مقام ظلمة نفسه. أي : سفه نفساً على التمييز أو في نفسه على انتزاع الخافض :)ولقد اصطفيناه(أي : من كان من المحبوبين المرادين بالسابقة الأزلية فاخترناه حالة الفناء في التوحيد :)وهو في الآخرة(أي : حالة البقاء بعد الفناء من أهل الاستقامة الصالحين لتدبير النظام وتكميل النوع :)إذ قال له ربه أسلم(أي : وحد وأسلم ذاتك إلى الله. يعني : جعله في الأزل من أهل الصف الأول مسلماً موحداً منعناً لرب العالمين، فانياً فيه :)ووصى بها(أي : بكلمة التوحيد :)إبراهيم بنيه ويعقوب(بنيه تأسياً :)يا بني إن الله اصطفى لكم الدين(أي : دينه الذي يدين به الموحد، لا دين له غيره، ولا ذات. فدينه دين الله وذاته ذات الله :)فلا تموتن(إلا على هذا الدين، أي : لا تموتن بالموت الطبيعي موت الجهل، بل كونوا ميتين بأنفسكم. أحياء بالله أبداً. فيدركم موت البدن على هذه الحالة. (آية 134) :)تلك أمة قد خلت(أي : لا تكونوا مقلدين ولا تكتفوا بالتقليد الصرف في الدين إذ لا اعتماد على النقل. فليس لأحد إلا ما كسب من العلم والعمل والاعتقاد والسيرة. لا يجازى أحد بمعتقد غيره ولا بعمله. فكونوا على

بصائركم واطلبوا اليقين واعملوا عليه. (آية 135 - 141) :)وقالوا كونوا هودا أو نصارى(كل محجوب بدينه يزعم أن الحق دينه لا غير :)قل بل ملة إبراهيم(فإن الهدى المطلق هو التوحيد الذى يشمل كل دين، ويرفع كل حجاب كما ذكر بعده فى قوله :)قولوا آمنا بالله(إلى آخره :)لا نفرق بين أحد منهم(ينفى دين البعض وإبطال ملته وإثبات الآخر وحقيته، بل نقول باجتماعهم على الحق واتفاقهم على التوحيد، ونقبل جميع أديانهم بالتوحيد الشامل لكلها :)فإن آمنوا بمثل ما آمنتم به(من التوحيد الجامع من كل دين ومذهب :)فقد اهتدوا(الاهتداء المطلق. أى : كل الاهتداء :)وإن تولوا فإنما هم(فى طرف من الدين وشق من الهداية يشاقونكم فيه. :)صبغة الله(أى : آمنا بالله وصبغنا الله صبغة، فإن كل ذى اعتقاد ومذهب باطنه مصبوغ بصبغ اعتقاده ودينه ومذهبه. فالمتعبدون بالملل المتفرقة مصبوغون بصبغ نيتهم. والمتمذهبون بصبغ إمامهم وقائدهم، والحكماء بصبغ عقولهم. وأهل الأهواء والبدع المتفرقة بصبغ أهوائهم ونفوسهم، والموحدون بصبغة الله خاصة التى لا صبغ أحسن منها ولا صبغ بعدها. كما قال رسول الله : :)إن الله تعالى خلق الخلق فى ظلمة ثم رش عليهم من نوره، فمن أصاب من ذلك النور اهتدى. ومن أخطأ ضل(. فذلك النور هو صبغته. (آية 142) :)سيقول السفهاء من الناس(سماهم سفهاء خفاف العقول، لعدم وفاء عقولهم بإدراك حقيقة دين الإسلام وقضائها على ما عرفت بحق مذهبها ووقوفها به. ولذلك كانت محاجتهم فى الله مع اتفاقهم فى التوحيد واختصاص المسلمين بالإخلاص. إذ لو أدركوا الحق لأدركوا إخلاصهم فلم تبق محاجتهم معهم. ولو كانت عقولهم رزينة لاستدلت بالآيات وأدركت فى كل دين ومذهب حقه، وفرقت بين ذلك الدين الحق الذى هو كالروح لذلك، وبين باطل أهله الذى اختلط به ولبسه خاصة دين الإسلام. فإن كله حق بل هو حق الحقوق ولذلك جعلوا أمة وسطاً أى : عدلاً بين الأمم. فضلاء شهداء عليهم. :)ما ولاهم عن قبلتهم التى كانوا عليها(لأنهم كانوا مقيدين بالجهة فلم يقبلوا إلا مقيداً ولم يعرفوا التوحيد الوافى بالجهات كلها :)قل لله المشرق والمغرب(على ما مر من التأويلين :)يهدى من يشاء إلى صراط مستقيم(أى : طريق الوحدة التى تتساوى الجهات بالنسبة إليها لكون الحق المتوجه إليه لا فى جهة. و كون الجهات كلها فيه وبه وله. كما قال تعالى : :)فأينما تولوا فثم وجه الله((البقرة، الآية : 115). (آية 143) : ومعنى

شهادتهم على الناس وشهادة الرسول عليهم، اطلاعهم بنور التوحيد على حقوق الأديان ومعرفتهم بحق أهل كل دين وحق، كل ذى دين من دينه" وباطلهم الذى ليس حقهم الذى هو مخترعات نفوسهم وتمنياتهم وأكاذيب أخبارهم وملفقاتهم، ووقوفهم على حد دينهم، وإبطالهم لما عداه من الأديان، واحتجابهم وتقيدهم بظاهره دون التعمق إلى باطنه وأصله وإلا عرفوا حقية دين الإسلام لأن طريق الحق واحد فلا يستخفون بحق سائر الأديان وخاصة دين الإسلام الذى هو الحق الأعظم الأظهر، والرسول مطلع على رتبة كل متدين بدينه فى دينه، وحقيقته التى هو عليها من دينه، وحجابه الذى هو به محجوب عن كمال دينه، فهو يعرف ذنوبهم وحدود إيمانهم وأعمالهم وحسناتهم وسيئاتهم وإخلاصهم ونفاقهم وغير ذلك بنور الحق، وأمته يعرفون ذلك من سائر الأمم بنوره. :)وما جعلنا القبلة التى كنت عليها إلا لنعلم (بالعلم التفصيلى التابع لوقوع المعلوم لا العلم السابق فى عين جميع أول الوجود فإنه معلوم له بذلك العلم قبل وجوده، لأن العلم كله له لا علم لأحد غيره. فعلومنا التى نعلم بها الأشياء تظهر على مظاهرنا من علمه وذلك علمه التفصيلى أى: علمه فى تفاصيل الموجودات. فهو يعلم بذلك العلم التفصيلى الظاهر فى مظاهرنا الأشياء بعد وجودها، كما يعلمها بالعلم الأول الذى هو فى عين الجمع قبل وجودها. :)من يتبع الرسول (فى توحيده:)ممن ينقلب على عقبيه (لاحتجابه بالتقييد بالدين :)وإن كانت لكبيرة (أى: أنه كانت التحويلة لكبيرة لشاقة ثقيلة :)إلا على الذين (هداهم الله إلى التوحيد ونجاهم عن الاحتجاب بالتقييد:)وما كان الله ليضيع إيمانكم (أى: صلاتكم إلى بيت المقدس لكونها لله، وإذا كانت له فحيثما توجهتم قبلها. ولعمرى إنها إنما شقت على طائفتين: المحجوبين بالحق عن الخلق، والمحجوبين بالخلق عن الحق. فإن الأولى عرفت أن التحويلة الأولى التى كانت من الكعبة إلى بيت المقدس هى صورة العروج من مقام القلب والسر، أى: المكاشفة والمكالمة إلى مقام الروح والخفاء، أى: المشاهدة والمعاينة فحسبوا التحويلة الثانية التى كانت صورة الرجوع إلى مقام القلب حالة الاستقامة والتمكين للدعوة والنبوة ومشاهدة الجمع فى عين التفصيل، والتفصيل فى عين الجمع، حيث لا احتجاب عن الخلق بالحق، ولا عن الحق بالخلق، هو النزول بعد العروج، والبعد بعد القرب. وظنوا ضياع السعى إلى المقام الأشرف وحصول الهجر بعد الوصول، والسقوط عن الرتبة، فشق عليهم ذلك.

وأما الطائفة الثانية فتقيدوا بصورة نسكهم وعملهم وما عرفوا حكمة التحويلة، فظنوا صحة العبادة الثانية دون الأولى، فشق عليهم ضياعها وبطلانها الذى توهموه فهدينا إلى خلاف ما توهموه بما فهم من الآية. :)إن الله بالناس لرؤوف(يرؤف بهم بشرح الصدر، ورفع الحجاب حال البقاء بعد الفناء للأولى، وبقبول ما عملت الثانية بصدقهم، وإن لم يعلموا ما يفعلون :)رحيم(يرحمهم بالوجود الحقانى للأولى وثواب الأعمال والهداية إلى الحقيقة للثانية، وتوفيقهم للترقى من حالهم ومقامهم إلى مقام اليقين. (آية 144) :)قد نرى نقلب وجهك(فى جهة سماء. الروح فى مقام الجمع عند الاستغراق فى الوحدة والاحتجاب بالحق عن الخلق يؤدك وزر النبوة ومقام الدعوة، لعدم التفاتك إلى الكثرة، ويعسر عليك الرجوع إلى الحق فى أول حال البقاء بعد الفناء قبل التمكن لقوة توجهك إلى الحق :)فلنولينك قبلة ترضاها(فلنجعلن وجهك يلى قبلة القلب بانشراح الصدر، كما قال تعالى : :)ألم نشرح لك صدرك ووضعنا عنك وزرك الذى أنقض ظهرك((الشرح، الآيات : 1 - 3) فإنها قبلة ترضاها لوجود الجمع هناك فى صورة التفصيل وعدم احتجاب الوحدة بالكثرة. فترضى تلك القبلة بدعوة الخلق إلى الحق مع بقاء شهود الوحدة :)فول وجهك شطر المسجد الحرام(جانب الصدر المشروح المحرم من وصول صفات النفس، ودواعى الهوى والشيطان :)وحيث ما كنتم(أيها المؤمنون والمحققون، سواء كنتم فى جهة مشرق الروح ومغرب النفس :)فولوا وجوهكم(جانبه ليتيسر عليكم الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر فى الأولى، أى : الجهة الشرقية. والترقى عن حالكم ومقامكم، والتوقى عن احتجابكم بدواعى الهوى والشيطان فى الثانية. :)وإن الذين أوتوا الكتاب(أى : التوراة والإنجيل وكتاب العقل الفرقانى، أى : العقل المستفاد :)ليعلمون أنه الحق من ربهم(لاهتدائهم بما فى الكتاب من توحيد الأفعال، والصفات، والدلالة على التوحيد المحمدى الذاتى إليه، أو بنور العقل المنور بالنور الشرعى لا المحجوب بالقياس الفكرى. (آية 145) :)ولئن أتيت الذين أوتوا الكتاب بكل آية(دالة على صحة نبوتك وحقية قبلتك ولو من كتابهم، أو ما كانت عقلية قطعية :)ما تبعوا قبلتك(لاحتجابهم بدينهم ومعقولهم وتقيدهم به :)وما أنت بتابع قبلتهم(لعلوك عن رتبة دينهم وترقيك عن مقامهم :)وما بعضهم بتابع قبلة بعض(لاحتجاب كل بدينه وتضاد وجههم الناشىء من التضاد المركوز فى

طباعهم :)ولئن اتبعت أهواءهم (المتفرقة :)من بعد ما جاءك من(علم التوحيد الجامع إياك :)إنك إذا لمن(الناقصين حقك وحق مقامك.(آية 146 - 148) :)الذين آتيناهم الكتاب(إيتاء فهم ودراية :)يعرفونه كما يعرفون أبناءهم (أى : كالمحسوس المشاهد، القريب الدائم الإحساس لقربهم منه بالحقيقة، وتوسمهم إياه بالدلائل الواضحة :)ولكل وجهة هو موليها (أى : ولكل أحد منكم غاية و كمال بحسب استعداده الأول، الله موجه وجهه إليها أو هو نفسه موجه نفسه إليها ويتوجه نحوها بمقتضى هويته واستعداده بإذن الله :)فاستبقوا الخيرات(الأمور المقربة إياكم من كمالكم وغايتكم التى خلقتم لأجلها وندبتم إليها :)أينما تكونوا (من مقام وحال دونها أو تخالفها لكونها فى مقابلها :)يأت بكم الله جميعا (إلى تلك الغاية قريباً أو بعيداً بحسب اقتضاء المقربات واستباقها :)إن الله على كل شىء قدير (آية 149 - 150) :)ومن حيث خرجت(من طرق حواسك وميلك إلى حظوظك والاهتمام بمصالحك ومصالح المؤمنين :)فول وجهك شطر المسجد الحرام (أى : فكن حاضراً للحق فى قلبك، مواجهاً صدرك، تشاهد مشاهد فيه، مراعياً جانبه لتكون فى الأشياء بالله لا بالنفس :)وحيث ما كنتم (أيها المؤمنون :)فولوا وجوهكم (جانب الصدر، تشاهدون مشاهدكم فيه، مراعين له غير معرضين عنه فى حال :)لئلا يكون للناس عليكم حجة (سلطنة بوقوعهم فى أعينكم واعتباركم إياهم عند غيبتكم عن الحق، وترفعهم عليكم، أو غلبة بالقول أو الفعل فى مقاصدكم ومطالبكم لكونكم بالحق فيها حينئذ، بل يخضعون(وينقادون لكم، فإن حزب الله هم الغالبون :)إلا الذين ظلموا منهم (أى : الكفار المردودين الذين احتجبوا عن الحق مطلقاً، فإنهم يرتفعون عليكم ولا يخضعون، ولا ينقادون لعدم انفعالهم عن الحق مطلقاً. وسمى شبهتهم التى يسوقونها مساق الحجة، واعتراضهم على المسلمين قولاً وفعلاً، وترفهم عليهم فى أنفسهم حجة مجازاً. وقرئ إلا للتنبيه واستؤنف الذين ظلموا :)فلا تخشوهم (لأنهم لا يغلبونكم ولا يضرونكم :)واخشونى(كونوا على هيبة من تجلى عظمتى لئلا يقعوا فى قلوبكم وأعينكم ولا يميلوا صدوركم فتميلوا إلى موافقتهم إجلالاً لهم وتعظيماً لكونكم فى الغيبة وبالنفس، كما قال أمير المؤمنين : :)عظم الخالق عندك يصغر المخلوق فى عينك(. ولإتمامى نعمة الكمال عليكم ولإرادتى اهتداؤكم أمرتكم بدوام الحضور والمراقبة. (آية 151 - 154) :) كما أرسلنا (أى : كما

ذكرتم بإرسال رسول :)فيكم(من جنسكم ليمكنكم التلقي والتعلم، وقبول الهداية منه لجنسية النفس ورابطة البشرية :)فاذكروني(بالإجابة والطاعة والإرادة :)أذكركم(بالمزيد والتوالي للسلوك وإفاضة نور اليقين :)واشكروا لي(على نعمة الإرسال والهداية بسلوك صراطي على قدم المحبة أزدكم عرفاني ومحبتي :)ولا تكفرون(بالفترة والاحتجاب بنعمة الدين عن المنعم، فإنه كفران بل كفر. :)يا أيها الذين آمنوا(الإيمان العياني :)استعينوا بالصبر(معي عند سطوات تجليات عظمتي وكبريائي :)والصلاة(أي : الشهود الحقيقي بي :)إن الله مع الصابرين(المطيقين لتجليات أنوارد. :)ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله(أي : يجعل فانياً مقتولة نفسه في سلوك سبيل التوحيد ميتاً عن هواه، كما قال رسول الله : :)موتوا قبل أن تموتوا(. هم :)أموات(أي : عجزة مساكين :)بل(هم :)أحياء(عند ربهم بالحياة الحقيقية. وحياة الله الدائمة السرمدية، شهداء الله بالحضور الذاتي، قادرون به :)ولكن لا تشعرون(لعمى بصيرتكم وحرمانكم عن النور الذي تبصر به القلوب أعيان عالم القدوس وحقائق الأرواح.

(آية 155) :)ولنبلونكم بشيء من الخوف(أي : خوفي الموجب لانكسار النفس وانهزامها :)والجوع(الموجب لنهك البدن، وضعف قواه، ورفع حجاب الهوى، وسد طريق الشيطان إلى القلب :)ونقص من الأموال(التي هي مواد الشهوات المقوية للنفس الزائدة في طغيانها :)والأنفس(المستولية على القلب بصفاتها، والمستغنية بذاتها، ليزيد بنقصها القلب ويقوى، أو أنفس الأقرباء والأصدقاء الذين تأوون إليهم وتستظهرون بهم لتنقطعوا إلى وتبتلوا :)والثمرات(أي : الملاذ والمتمتعات النفسانية لتلتذوا بالمكاشفات والمعارف القلبية، والمشاهدات الروحية عند صفاء بواطنكم بالانقطاع منها وخلوص بصائر قلوبكم بنار الرياضة والبلاء والعزلة من غش صفات نفوسكم. :)وبشر الصابرين(يعني : الصابرين عن مألوفاتهم بلذة محبتي وقوة إرادتي. (آية 156 - 158) :)الذين إذا أصابتهم مصيبة(من تصرفاتي فيهم دائماً شاهدوا آثار قدرتي، بل أنوار تجليات صفتي و :)قالوا إنا لله(أي : سلموا وأيقنوا أنهم ملكي. أتصرف فيه :)وإنا إليه راجعون(أي : تفانوا في، وشاهدوا تهلكهم في بي :)أولئك عليهم صلوات من ربهم(بالوجود الموهوب لهم بعد الفناء الموصوف بصفاتي المنور بأنواري :)ورحمة(ونور وهداية يهدون بها الخلق إلى :)وأولئك هم المهتدون(بهداي كما ورد في

الدعاء :)واجعلنا هادين مهديين غير ضالين ولا مضلين(:)إن الصفا والمروة(أى : إن صفاء وجود القلب ومروة وجود النفس :)من شعائر الله(من أعلام دينه ومناسكه القلبية كاليقين، والرضا، والإخلاص، والتوكل، والقالبية، كالصلاة والصيام وسائر العبادات البدنية :)فمن حج البيت(أى : بلغ مقام الوحدة الذاتية ودخل الحضرة الإلهية بالفناء الذاتى الكلى :)أو اعتمر(نار الحضرة بتوحيد الصفات والفناء فى أنوار تجليات الجمال والجلال :)فلا جناح عليه(حينئذ فى :)أن يطوف بهما(أى : يرجع إلى مقامهما، ويتردد بينهما، لا بوجودهما التكوينى، فإنه جناح وذنب، بل بالوجود الموهوب بعد الفناء عند التمكين ولهذا نفى الحرج، فإن فى هذا الوجود سعة بخلاف الأول :)ومن تطوع خيرا(أى : ومن تبرع خيراً من باب التعاليم وشفقة الخلق والنصيحة ومحبة أهل الخير والصلاح بوجود القلب، ومن باب الأخلاق، وطرق البر والتقوى، ومعاونة الضعفاء والمساكين، وتحصيل الرفق لهم ولعياله بوجود النفس بعد كمال السلوك والبقاء بعد الفناء :)فإن الله شاكر(يشكر عمله بثواب المزيد :)عليم(بأنه من باب التصرف فى الأشياء بالله لا من باب التكوين والابتلاء والفترة. (آية 159 - 160) :)إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البينات والهدى(أى : يكتمون ما أفضنا عليهم من بينات أنوار المعارف وعلوم تجليات الأفعال والصفات، وهدى الأحوال والمقامات أو الهداية إلى التوحيد الذاتى بطريق علم اليقين، فإن العيانى لا ينكتم بالتلوينات النفسية أو القلبية الحاجبة للمكاشفات القلبية والمسامرات السرية والمشاهدات الروحية :)من بعد ما بيناه للناس(فى كتاب عقولهم المنورة بنور المتابعة المدركة لآثار أنوار القلوب والأرواح ببركة الصحبة :)أولئك يلعنهم الله(يردهم ويطردهم :)ويلعنهم اللاعنون(من الملأ الأعلى بخذلانهم وترك إمدادهم من عالم الأبد والنور، ومن المستعدين المشتاقين الذين كانوا قد استأنوا بنور قلوبهم واستفاضوا منهم النور بقوة صدقهم، واستراحوا إلى صحبتهم وملازمتهم يتبركون بهم وبأنفاسهم عند استشراق لمعان أحوالهم بالهجران والانقطاع عن صحبتهم والصد والإعراض عنهم لفقدانهم ذلك واستشعارهم بتكدر صفائهم :)إلا الذين تابوا(أى : رجعوا عن ذنوب أحوالهم وعلموا أن ذلك كان ابتلاء من الله :)وأصلحوا(أحوالهم بالإنابة والرياضة :)وبينوا(أى : كشفوا وأظهروا بصدق المعاملة مع الله والإخلاص ما احتجب عنهم :

،)فأولئك(أتقبل توبتهم وألقى التوبة عليهم :)وأنا التواب الرحيم). (آية 161) :)إن الذين كفروا(حجبوا عن الدين أو الحق :)وماتوا وهم كفار (أي : بقوا على احتجابهم حتى زال استعدادهم وانطفأ نور فطرتهم بدين الحجاب، وانقطعوا عن الأسباب التى يمكن بها رفع حجاب الموت :)أولئك عليهم لعنة الله والملائكة والناس أجمعين(أي : استحقوا البعد والحرمان والطرد الكلى عن الحق وعن عالم الملكوت وعن الفطرة الإنسانية المعبر عنه بالطمس. (آية 162 - 164) :)خالدين فيها(لطموس استعدادهم وانطفاء نور فطرتهم :)لا يخفف عنهم العذاب(لرسوخ هيئاتهم المعذبة فى جواهر نفوسهم :)ولا هم ينظرون(للزوم تلك الهيئات المظلمة إياهم :)وإلهكم إله واحد(ومعبودكم الذى خصصتموه بالعبادة أيها الموحدون معبود واحد بالذات، واحد مطلق لا شىء فى الوجود غيره، ولا موجود سواه فيعبد، فكيف يمكنكم الشرك به وغيره لعدم البحث فلا شرك إلا للجهل به. :)الرحمن(الشامل الرحمة لكل موجود :)الرحيم(الذى يخص رحمة هدايته بالمؤمنين الموحدين وهى أول آية نزلت فى التوحيد بحسب الرتبة، أى : أقدم توحيد من جهة الحق لا من جهتنا. فإن أول التوحيد من طرفنا توحيد الأفعال وهذا هو، توحيد الذات ولما بعد هذا التوحيد عن مبالغ أفهام الناس تنزل إلى مقام توحيد الأفعال ليستدل به عليه فقال : :)إن فى خلق السماوات والأرض(إلى آخره، أى : أن فى إيجاد سموات الأرواح والقلوب والعقول وأرض النفوس :)واختلاف(النور والظلمة بينهما وفلك البدن التى تجرى فى بحر الجسم المطلق :)بما ينفع الناس(فى كسب كمالاتهم :)وما أنزل الله من السماء(أى : الروح من ماء العلم :)فأحيا به(أرض النفس بعد موتها بالجهل :)وبث فيها من كل دابة(القوى الحيوانية الحية بحياة القلب :)وتصريف(عصوف زيادة الأفعال الحقانية، وسحاب تجلى الصفات الربانية المسخر المهيأ بين سماء الروح وأرض النفس :)لآيات(لدلائل :)لقوم يعقلون(بالعقل المنور بنور الشرع، المجرد عن شوب الوهم. (آية 165) :)ومن الناس من يتخذ من دون الله أندادا يحبونهم كحب الله(أى : من يعبد من دون الله أشياء إما أناسى من جنسهم كالأزواج، والأولاد، والآباء، والأجداد، والإخوان، والأحباب، والرؤساء، والملوك، وغيرهم. وإما غير أناسى كالحيوانات، والجمادات، وسائر أموالهم. بالإقبال عليهم والتوجه نحوهم، ومراعاتهم، وحفظهم، والاهتمام بهم وبحالهم، والتفكر فى بابهم.

يحبونهم كحب الله، أي : كما يجب أن يحب الله، فتكون تلك الأشياء عندهم مساوية فى المحبة مع الله فتكون أنداداً أو شركاء لله بالنسبة إليهم، أو تكون هى محبوباتهم ومعبوداتهم لا غير، فهى آلهتهم كما أن الله إله الخلق فهم جعلوا لأنفسهم آلهه أنداداً لإله سائر الخلق، إله العالمين. :)والذين آمنوا أشد حبا لله(من غيره لأنهم لا يحبون إلا الله، لا يختلط حبهم له بحب غيره ولا يتغير، ويحبون الأشياء بمحبة الله ولله، وبقدر ما يجدون فيها من الجهة الإلهية كما قال بعضهم : :)الحق حبيبنا، والخلق حبيبنا وإذا اختلفا فالحق أحب إلينا(أى : إذا لم تبق جهة الإلهية فيهم بمخالفتهم إياه لم تبق محبئنا لهم، أو أشد حباً من محبتهم لآلهتهم لأنهم يحبون الأشياء بأنفسهم لأنفسهم، فلا جرم تتغير محبتهم بتغيير إعراض النفوس أنفسهم عند خوف الهلاك ومضرة النفس عليهم والمؤمنون يحبون الله بأرواحهم وقلوبهم، بل بالله لله، لا تتغير محبتهم لكونها لا لغرض، ويبذلون أرواحهم وأنفسهم لوجهه ورضاه، ويتركون جميع مراداتهم لمراده ويحبون أفعاله وإن كانت بخلاف هواهم، كما قال أحدهم. (أريد وصاله ويريد هجرى فأترك ما أريد لما يريد) :)ولو يرى الذين ظلموا(أى : أشركوا بمحبة الإنداد فى وقت رؤيتهم عذاب الاحتجاب بآلهتهم :)أن القوة الله(أى : القدرة كلها لله ليس لآلهتهم شىء منها، وشدة عذاب الله بقرنهم بآلهتهم فى نار الحرمان بالسلاسل النارية المستفاد من محبتهم إياها، لكان ما لا يدخل تحت الوصف ولهذا المعنى حذف جواب لو. (166 ـ 168) :)إذ تبرأ(بدل من : إذ يرون العذاب، أى : وقت رؤيتهم العذاب هو وقت تبرء المتبوعين من التابعين مع لزوم كل منهما الآخر بمقتضى المحبة التى كانت بينهم لتعذب كل منهم بالآخر وتقيده واحتجابه به عن كمالاته ولذاته وانقطاع الأسباب والوصل الموجبة للفوائد والتمتعات التى كانت بينهم فى الدنيا من القرابة، والرحم، والإلفة، والعهد، وسائر المواصلات الدنيوية الجالبة للنفع واللذة، فإنها تنقطع كلها بانقطاع لوازمها وموجباتها دون المواصلات الخيرية والمحبات الإلهية المبنية على المناسبة الروحية والتعارف الأزلى، فإنها تبقى ببقاء الروح أبداً وتزيد فى الآخرة بعد رفع الحجب البدنية لاقتضائها محبة الله المفيدة فى الآخرة، كما قال تعالى : :)وجبت محبتى للمتحابين فى(. والواو فى :)ورأوا العذاب(واو الحال، أى : تبرؤوا عنهم فى حال رؤيتهم العذاب وتقطع الوصل بينهم، يعنى : حال ظهور شر المقارنة وتبعتها، ونفاد

خيرها وفائدتها. كحال سفاح الكلاب مثلاً :)وقال الذين اتبعوا لو أن لنا كرة(أى : ليت لنا كرة :) كذلك يريهم الله أعمالهم حسرات عليهم (أى : تنقلب محباتهم وما يبنى عليها من الأعمال حسرات عليهم. و كذا يكون حال القوى الروحانية المصادقة للقوى النفسانية التابعة لها، المسخرة إياها فى تحصيل لذاتها. :)يا أيها الناس كلوا مما فى الأرض(أى : تناولوا من اللذات والتمتعات التى فى الجهة السفلية من عالم النفس والبدن على وجه يحل ويطيب، أى : على قانون العدالة بإذن الشرع واستصواب العقل بقدر الاحتياج والضرورة. ولا تخطو حد الاعتدال الذى به تطيب وتنفع إلى حدود الإسراف، فإنها خطوات الشيطان. ولهذا قال تعالى : :)إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين((الإسراء، الآية : 27) فإنه عدو لكم. بين العداوة يريد أن يهلككم ويبغضكم إلى ربكم بارتكاب الإسرافات المذمومة فإنه لا يحب المسرفين. واعلم أن العداوة فى عالم النفس هى ظل الإلفة فى عالم القلب، والاعتدال ظلها فى عالم البدن، والإلفة ظل المحبة فى عالم الروح وهى ظل الوحدة الحقيقية. فالاعتدال هو الظل الرابع للوحدة والشيطان يفر من ظل الحق ولا يطيقه فيخطوا أبداً فى مجال تلك الظلال إلى جوانب الإسرافات وحيث يعجز فإلى جوانب التفريطات كما فى المحبة والإلفة، ولهذا قال أمير المؤمنين على : :)لا ترى الجاهل إلا مفرطاً أو مفرطاً(. فإن الجاهل سخرة الشيطان. (آية 169 - 172) :)إنما يأمركم بالسوء(الإضرار والأذى الذى هو إفراط القوى الغضبية :)والفحشاء(أى : القبائح التى هى إفراط القوة الشهوانية :)وأن تقولوا على الله ما لا تعلمون(الذى هو إفراط القوة النطقية لشوب العقل بالوهم الذى هو الشيطان المسخر له :)إذا قيل لهم اتبعوا ما أنزل الله(من مراعاة حد الاعتدال والعدالة فى كل شىء على الوجه المأمور به فى الشرع :)قالوا بل نتبع ما وجدنا عليه آباءنا(من الإسرافات المذمومة فى الجاهلية تقليداً لهم أتتبعونهم :)ولو أن آباؤهم لا يعقلون شيئاً(من الدين والعلم :)ولا يهتدون(إلى الصواب فى العلم لجهلهم. :)ومثل الذين كفروا(أى: مثل داعى الكفار المردودين :) كمثل(الناعق بالبهائم فإنها لا تسمع إلا صوتاً ولا تفهم ما معناه فكذا حالهم :)يا أيها الذين آمنوا(إن كنتم موحدين تخصون العبادة بالله فلا تتناولوا إلا من طيبات ما رزقناكم، أى : ما ينبغى فى العدالة أن يستعمل من المرزوقات :)واشكروا لله(باستعمالها فيما يجب أن تستعمل على الوجه الذى ينبغى أن

تستعمل بالقدر الذى ينبغى، فإن التوحيد يقتضى مراعاة الاعتدال والعدالة فى كل شىء اقتضاء الذات ظلها ولازمها عن النبى عن الله تعالى : :)إنى والجن والإنس فى نبأ عظيم، أخلق ويعبد غيرى، وأرزق ويشكر غيرى(آية 173 - 177) :)إنما حرم عليكم الميتة(لجمود الدم فيها، وبعدها عن الاعتدال بانحراف المزاج :)والدم (لاختلاطه بالفضلات النجسة البعيدة عن قبول الحياة والعدالة والنورية وعدم صلاحيته لذلك بعد لقصور النضج :)ولحم الخنزير (لغلبة السبعية والشره ومباشرة القاذورات والدياثة على طبعه فيولد فى أكله مثل ذلك :)وما أهل به لغير الله(أى : رفع الصوت بذبحه لغير الله يعنى ما قصد بذبحه وأكله الشرك لمنافاته التوحيد سفيراً عن الشرك. ويفهم منه ما يقوى آكله به على الكلام ورفع الصوت لغير الله أى : كل ما يؤكل لا على التوحيد فهو محرم على آكله :)فمن اضطر (أى : من الجماعة :)غير باغ (على مضطر آخر باستئثاره :)ولا عاد(سد الرمق :)فلا إثم عليه(. :)ما يأكلون فى بطونهم (أى : ملء بطونهم إلا ما هو وقود نار الحرمان وسبب اشتعال نيران الطبيعة الحاجبة عن نور الحق المعذبة بهيئات السوء المظلمة الموقعة صاحبها فى جحيم الهيولى الجسمانية :)ولا يكلمهم الله ولا ينظر إليهم (عبارة عن شدة غضبه عليهم وبعدهم عنه. :)ليس البر أن تولوا وجوهكم (مشرق عالم الأرواح ومغرب عالم الأجساد. فإنه تقيد واحتجاب :)ولكن البر (بر الموحدين الذين آمنوا بالله والمعاد فى مقام الجمع، إذ التوحيد فى مقام الجمع يلزمه البقاء الأبدى الذى هو المعاد الحقيقى، وشاهدوا الجمع فى تفاصيل الكثرة ولم يحتجبوا بالجمع عن التفصيل الذى هو باطن عالم الملائكة وظاهر عالم النبيين. :)والكتاب (الذى جمع بين الظاهر بالأحكام والمعارف، وأفاد علم الاستقامة ثم استقاموا بعد تمام التوحيد جمعاً وتفصيلاً بالأعمال المذكورة. فإن الاستقامة عبارة عن وقوف جميع القوى على حدودها بالأمر الإلهى لتنورها بنور الروح عند تحقق صاحبها بالله فى مقام البقاء بعد الفناء وذلك مقام العدالة. فتكون هى فى ظل الحق منخرطة فى سلك الوحدة بكليتها. :)على حبه(أى : فى حال الاحتياج إليه والشح به. كما قال ابن مسعود : أن تؤتيه وأنت صحيح شحيح، تأمل العيش، وتخشى الفقر، ولا تمهل حتى إذا بلغت الحلقوم. قلت لفلان : كذا. ولفلان : كذا. قال الله تعالى :)ويؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة((الحشر. الآية : 59) أو على حب الله لئلا يشغل قلبه عنه ولأنه تعالى يرضى بإيتائه أو على حب الإيتاء.

يعنى : بطيب النفس، فإن الكريم هو الفرح وطيب النفس بالإعطاء. ومن قوله : :)وآتى المال(إلى قوله : :)وآتى الزكاة(من باب العفة التى هى كمال القوة الشهوانية ووقوفها على حدها فيما يتعلق بها. وقوله : :)والموفون بعهدهم إذا عاهدوا(من باب العدالة المستلزمة للحكمة التى هى كمال القوة النطقية فإنها ما لم تعلم تبعه الغدر والخيانة وفائدة الفضيلة المقابلة لهما، لم تف بالعهد. وقوله : :)والصابرين فى البأساء(أى : الشدة والفقر :)والضراء(أى : المرض والزمانة :)وحين البأس(أى : الحرب من باب الشجاعة التى هى كمال القوة الغضبية :)أولئك(الموصوفون بهذه الفضائل كلها، الثابتون فى مقام الاستقامة :)الذين صدقوا(الله فى مواطن التجريد بأفعالهم التى هى البر كله :)وأولئك هو المتقون(عن محبة غير الله حتى النفس، المجردون عن غواشى النشأة والطبيعة. ويمكن أن يؤول المال بالعلم الذى هو مال القلب، لأنه يقوى به ويستغنى، أى : أعطى العلم مع كونه محبوباً ذوى قربى القوى الروحانية لقربها منه، ويتامى القوى النفسانية لانقطاعها عن نور الروح الذى هو الأب الحقيقى ومساكين القوى الطبيعية لكونها دائمة السكون لثواب البدن وعلمها علم الأخلاق والسياسات الفاضلة. ثم إذا ارتوى من العلم، علم المعارف والأخلاق والآداب والمعايش جملة وتفصيلاً وفرغ من نفسه، أفاض على أبناء السبيل، أى : السالكين والسائلين، أى : طلبة العلم وفى فك رقاب عبدة الدنيا والشهوات من أسرهم بالوعظ والخطابة وأقام صلاة الحضور، أى : أدامها بالمشاهدة، وآتى ما يزكى نفسه عن النظر إلى الغير، والتفاتات الخواطر بالنفى، ومحو الصفات، والموفون بعهد الأزل بملازمة التوحيد وإفناء الذات والآتية، والصابرين فى بأساء الافتقار إلى الله دائماً، وضراء كسر النفس وقمع الهوى، وحين بأس محاربة الشيطان، أولئك الذين صدقوا الله فى الوفاء بعهده وعزيمة السلوك وعقده، وأولئك هم المتقون عن الشرك، المنزهون عن البقية. (آية 178 - 184)

القصاص قانون من قوانين العدالة، فرض لإزالة عدوان القوة السبعية، وهو ظل من ظلال عدله تعالى فإنه إذا تصرف فى عبده بإفنائه فيه عوضه عن حر روحه روحاً موهوماً خيراً منه، وعن عبد قلبه قلباً موهوباً. وعن أنثى نفسه نفساً موهوبة كاملة. :)ولكم(فى مقاصة الله إياكم بما ذكر :)حياة(عظمية، أى : حياة لا يوصف كنهها :)يا أولى الألباب(أى : العقول الخالصة عن قشر الأوهام وغواشى العينيات والأجرام. فكذا فى هذا

القصاص - لكى تتقوا تركه وتحافظوا عليه - الوصية والمحافظة عليها قانون آخر فرض لإزالة نقصان القوة الملكية، أى : القوى النطقية وقصورها عما يقتضى الحكمة من التصرف فى الأموال، والسلطنة على القوتين الأخريين بنور الحق وحكم الشرع، ومنعها عن عدوانها أيضاً بتبديل الوصية الذى هو نوع من الجريمة والخيانة، وتحريضها على التحقيق والتدقيق فى باب الحكمة التى هى كمالها بالإصلاح بين الموصى لهم على مقتضى الحكمة، إذا توقع وعلم من الموصى إضراراً بالسهو والعمد - الصيام قانون آخر مما فرض لإزالة عدوان القوة البهيمية وتسلطها - وأعلم أن قصاص أهل الحقيقة ما ذكر، ووصيتهم هى بالمحافظة على عهد الأزل بترك ما سوى الحق، كما قال تعالى : :)ووصى بها إبراهيم بنيه ويعقوب((البقرة، الآية : 132). وصيامهم هو الإمساك عن كل قول وفعل وحركة وسكون ليس بالحق للحق. (آية 185 - 187) :)شهر رمضان(أى: احتراق النفس بنور الحق :)الذى أنزل فيه(فى ذلك الوقت :)القرآن(أى : العلم الجامع الإجمالى، المسمى بالعقل القرآنى الموصل إلى مقام الجمع - هداية للناس إلى الوحدة باعتبار الجمع :)وبينات من الهدى(ودلائل متصلة من الجمع والفرق، أى : العلم التفصيلى المسمى بالعقل الفرقانى - فمن حضر منكم فى ذلك الوقت، أى : بلغ مقام شهود الذات :)فليصمه(أى : فليمسك عن قول وفعل وحركة ليس بالحق فيه :)ومن كان مريضا(أى : مبتلى بأمراض قلبه من الحجب النفسانية المانعة من ذلك الشهود :)أو على سفر(أى : فى سلوك بعد ولم يصل إلى الشهود الذاتى، فعليه مراتب أخر يقطعها حتى يصل إلى ذلك المقام :)يريد الله بكم اليسر(بالوصول إلى مقام التوحيد والامتداد بقدرة الله :)ولا يريد بكم العسر(أى : تكلف الأفعال بالنفس الضعيفة العاجزة :)ولتكملوا العدة(ولتتمموا تلك المراتب والأحوال والمقامات الموصلة. ولتعظموا الله وتعرفوا عظمته و كبرياءه على هدايته إياكم إلى مقام الجمع :)ولعلكم تشكرون(بالاستقامة أمركم بذلك. :)وإذا سألك عبادى(السالكون الطالبون المتوجهون إلى، عن معرفتى :)فإنى قريب(ظاهر :)أجيب دعوة(من يدعونى بلسان الحال والاستعداد بإعطائه ما اقتضى حاله واستعداده :)فليستجيبوا لى(بتصفية الاستعداد بالزهد والعبادة، فإنى أدعوهم إلى نفسى وأعلمهم كيفية السلوك إلى، وليشاهدونى عند التصفية، فإنى أتجلى عليهم فى مرائى قلوبهم لكى يرشدوا بالاستقامة، أى : لكى يستقيموا

ويصلحوا. :)أحل لكم (أي : أبيح لكم :)ليلة الصيام (أي : فى وقت الغفلة الذى يتخلل ذلك الإمساك المذكور فى زمان حضوركم :)الرفث إلى نسائكم (التنزل إلى مقارفة نفوسكم بحظوظها إذ لا مصابرة لكم عنها لكونها تلابسكم و كونكم تلابسونها بالتعلق الضرورى :)علم الله أنكم كنتم تختانون أنفسكم (باستراق الحظوظ فى أزمنة تلك السلوك والرياضة والحضور :)فتاب عليكم وعفا عنكم (:)فالآن (أى : فى وقت الاستقامة والتمكين حال البقاء بعد الفناء :)باشروهن (فى أوقات الغفلات :)وأبتقوا ما كتب الله لكم (من التقوى والتكمن بتلك الحظوظ على توفير حقوق الاستقامة والقيام بما أمر الله به من العبودية والدعوة إليه :)وكلوا واشربوا (أى: كونوا مع رفقها :)حتى يتبين لكم الحبط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر (حتى تظهر عليكم بوادى الحضور ولوامعه وتغلب آثاره وأنواره على سواد الغفلة وظلمتها، ثم كونوا على الإمساك المذكور بالحضور مع الحق حتى يأتى زمان الغفلة. لولا ذلك لما أمكنه القيام بمصالح معاشه ومهماته. ولا تقاربوهن فى حال كونكم معتكفين مقيمين حاضرين فى مساجد قلوبكم وإلا لتشوش وقتكم بظهورها. (آية 188 - 189) :)ولا تأكلوا أموالكم (معارفكم ومعلوماتكم :)بينكم (بباطل شهوات النفس ولذاتها بتحصيل مآربها واكتساب مقاصدها الحسية والخيالية باستعمالها :)وتدلوا بها (وترسلوا إلى حكام النفوس الأمارة بالسوء :)لتأكلوا فريقا من أموال (القوى الروحانية :)بالإثم (أى : بالظلم لصرفكم إياها فى ملاذ القوى النفسانية :)وأنتم تعلمون (أن ذلك إثم ووضع للشيء فى غير موضعه. :)يسئلونك عن الأهلة (أى : عن الطوالع القلبية عند إشراق نور الروح عليها :)قل هى مواقيت للناس (أى : أوقات وجوب المعاملة فى سبيل الله وعزيمة السلوك، وطواف بيت القلب، والوقوف فى مقام المعرفة :)وليس البر بأن تأتوا (بيوت قلوبكم :)من ظهورها (من طرق حواسكم ومعلوماتكم المأخوذة من المشاعر البدنية فإن ظهر القلب هو الجهة التى تلى البدن :)ولكن البر (بر :)من اتقى (شواغل الحواس وهواجس الخيال ووساوس النفس :)وأتوا البيوت من أبوابها (الباطنة التى تلى الروح والحق، فإن باب القلب هو الطريق الذى انفتح منه إلى الحق :)واتقوا الله (فى الاشتغال بما يشغلكم عنه :)لعلكم تفلحون. (آية 190 - 194) :)وقاتلوا فى سبيل الله الذين يقاتلونكم (من الشيطان وقوى النفس الأمارة :)ولا تعتدوا (فى قتالها بأن

تميتوها عن قيامها بحقوقها والوقوف على حدودها حتى تقع فى التفريط والقصور والفتور :)إن الله لا يحب المعتدين(لكونهم خارجين عن ظل المحبة والوحدة الذى هو العدالة. :)واقتلوهم حيث(وجدتموهم أزيلوا حياتهم وامنعوهم عن أفعالها بقمع هواها الذى هو روحها حيث كانوا :)وأخرجوهم(من مكة الصدر عند استيلائها عليها كما أخرجوكم عنها باستنزالكم إلى بقعة النفس وإخراجكم عن مقر القلب. وفتنتهم التى هى عبادة هواها وأصنام لذاتها أشد من قمع هواها وإماتتها الكلية. أو محنتكم وابتلاؤكم بها عند استيلائها أشد عليكم من القتل الذى هو طمس غرائزكم ومحو استعدادكم بالكلية لزيادة الألم هناك :)ولا تقاتلوهم عند المسجد الحرام(الذى هو مقام القلب، أى : عند الحضور القلبى إذا وافقوكم فى توجهكم فإنها أعوانكم على السلوك حينئذ :)حتى يقاتلوكم فيه(وينازعوكم فى مطالبهم ويجروكم عن جناب القلب ودين الحق إلى مقام النفس ودينهم الذى هو عبادة العجل :)وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة(من تنازعهم ودواعيهم وتعبدهم :)ويكون الدين لله(بتوجه جميعها إلى جناب القدس ومشايعتها للسر فى التوجه إلى الحق، ليس للشيطان والهوى فيه نصيب :)فإن انتهوا فلا عدوان(عليهم إلا العادين المجاوزين عن حدودهم. :)الشهر الحرام بالشهر الحرام(أى : وقت منعها إياكم عن مقصدكم ودينكم وهو بعينها وقت منعكم إياها عن عقوقها حتى ترضى بالوقوف على حدودها، وشهرها الحرام هو وقت قيامها بحقوقها، وشهركم الحرام هو وقت الحضور والمراقبة. (آية 195 - 196) (آية 196) :)وأنفقوا فى سبيل الله(ما معكم من العلوم بالعمل بها ولا تدخروها لوقت آخر عسى لا تدركونه فلا شىء أضر من التسويف :)ولا تلقوا بأيديكم إلى(تهلكة التفريط وتأخير العمل بالعلم وإنفاقه فى مصالح النفس فإنه موجب للحرمان :)وأحسنوا(أى : وكونوا فى عملكم مشاهدين :)إن الله يحب المحسنين(المشاهدين فى أعمالهم ربهم، مخلصين له فيها. :)وأتموا(حج توحيد الذات وعمرة توحيد الصفات بإتمام جميع المقامات والأحوال، بالسلوك إلى الله وفى الله. :)فإن أحصرتم(بمنع كفار النفس الأمارة إياكم عنهما :)فما استيسر من الهدى(فجاهدوا فى الله بسوق هدى النفس وذبحها بفناء كعبة القلب أو عرضة ما تمنى منها القلب من المقام. وما استيسر إشارة إلى أن النفوس مختلفة فى استعداداتها وصفاتها، فبعضها موصوف بصفات حيوان ضعيف. وبعضها

بصفات حيوان قوى. ولكل ما تيسر أو بعضها بصفات حيوان ذلول سهل الانقياد. وبعضها بصفات حيوان صعب عسر الانقياد، وربما كان لبعضها صفة لم يتيسر قمعها وإن تيسر قمع سائر صفاتها. ومثل هذا الحاج محصر أبداً. :)ولا تحلقوا رؤوسكم(ولا تزيلوا آثار الطبيعة وتختاروا طيب القلب وفراغ الخاطر من الهموم والتعلقات كلها، والعادات والعبادات وتقتصروا على صفاء الوقت كما هو مذهب القلندرية :)حتى يبلغ(هدى النفس :)محله(أى : مكانه، وهو مذبحه أو منحره الذى يقتضى أن تكون أفعالها التى كانت محرمة عند حياتها بهواها تصير حلا عند قتلها لكونها بالقلب فتأمنوا من بقاياها، وإلا لتشوش وقتكم وتكدر صفاؤكم بظهورها ونشاطها بالدعوى عند بسط القلب، كما هو حال أكثر القلندرية اليوم. :)فمن كان منكم مريضا(أى : ضعيف الاستعداد مملوء القلب بعوارض لازمة فى جبلتها أو مكتسبة من العادات :)أو به أذى من رأسه(أو ممنوعاً مبتلى بهموم وتعلقات ورذائل وهيئات، ولم يتيسر له السلوك والمجاهدة على ما ينبغى وأراد أن يقتصر على طيب القلب وصفاء الوقت ليبقى على الفطرة ولا ينتكس وينحط عن درجته وإن لم يترق. فعليه فدية من إمساك عن بعض لذاته وشواغله النفسانية. أو فعل بر أو رياضة ومجاهدة تقمع بعض القوى المزاحمة، فليحفظ وقته وليراع صفاءه بزهد ما أو عبادة أو مخالفة نفس :)فإذا أمنتم(من العدو المحصر :)فمن تمتع(بذوق تجلى الصفات متوسلاً به إلى حج تجلى الذات :)فما استيسر من الهدى(بحسب حاله :)فمن لم يجد(لضعف نفسه وخمودها وانقهارها :)فصيام ثلاثة أيام(فعليه الإمساك عن أفعال القوى التى هى الأصول القوية فى وقت التجلى والاستغراق فى الجمع والفناء فى الوحدة فإنها لا بد من أن تحجب وتجر إلى حضيض النفس والصدر، وهى العقل والوهم والمتخيلة :)وسبعة إذا رجعتم(إلى مقام التفصيل والكثرة وهى الحواس الخمس الظاهرة والغضب والشهوة ليكون عند الاستقامة فى الأشياء بالله :)تلك عشرة كاملة(فذلكة، أى : تلك الإمساكات المذكورة عن أفعال هذه القوى والمشاعر جميع التفاصيل الكاملة الموجبة لأفاعيل قوى وجوده الموهوب بالحق عند حصول الكمال، كما قال : :) كنت سمعه الذى يسمع به، وبصره الذى يبصر به(إلى آخر الحديث. :)ذلك(الحكم :)لمن لم يكن أهله حاضرى المسجد الحرام(من المحجوبين الكاملين الحاضرى مقام القلب فى الوحدة، فإنه لا هدى له ولا مجاهدة ولا

رياضة فى وصوله وسلوكه إلى الله، بل هو للمحبين. (آية 197 - 199) :)الحج أشهر معلومات(أى : وقت الحج أزمنة معلومة، وهو من وقت بلوغ الحلم إلى الأربعين، كما قال تعالى فى وصف البقرة : :)لا فارض ولا بكر عوان بين ذلك (البقرة، الآية : 68). :)فمن فرض فيهن الحج(على نفسه بالعزيمة والتزم :)فلا رفث(أى : فاحشة ظهور القوة الشهوانية :)ولا فسوق(أى لأسباب يعنى خروج القوة الغضبية عن طاعة القلب :)ولا جدال(أى : تعدى القوى النطقية بالشيطنة :)فى الحج(أى : فى قصد بيت القلب :)وما تفعلوا من خير(من فضيلة من أفعال هذه القوى الثلاث بأمر الشرع والعقل دون رذائلها :)يعلمه الله(ويثبكم عليه :)وتزودوا(من فضائلها التى يلزمها الاجتناب عن رذائلها :)فإن خير الزاد التقوى(منها :)واتقون(فى أعمالكم ونياتكم :)يا أولى الألباب(فإن قضية اللب أى : العقل الخالص من شوب الوهم وقشر المادة اتقائى. :)ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم(أى : لا حرج عليكم عند الرجوع إلى الكثرة فى أن تطلبوا رفقاً لأنفسكم وتمتعوها بحظوظها على مقتضى الشرع بإذن الحق، فإن حظها حينئذ يقويها على موافقة القلب فى مقاصده ولأنها غير طاغية لتنورها بنور الحق :)فإذا أفضتم(أى : دفعتم أنفسكم من مقام المعرفة التامة الذى هو نهاية مناسك الحج وأمها كما قال النبى : :)الحج عرفة(. :)فاذكروا الله عند المشعر الحرام(أى : شاهدوا جمال الله عند السر الروحى المسمى بالخفى، فإن الذكر فى هذا المقام هو المشاهدة، والمشعر هو محل الشعور بالجمال المحرم من أن يصل إليه الغير :)واذكروه كما هداكم(إلى ذكره فى المراتب فإنه تعالى هدى أولاً إلى الذكر باللسان وهو ذكر النفس ثم إلى الذكر بالقلب وهو ذكر الأفعال الذى تصدر نعماء الله آلاؤه منه. ثم ذكر السر وهو معاينة الأفعال ومكاشفة علوم تجليات الصفات. ثم ذكر الروح وهو مشاهدة أنوار تجليات الصفات مع ملاحظة نور الذات. ثم ذكر الخفى وهو مشاهدة جمال الذات مع بقاء الإثنينية. ثم ذكر الذات وهو الشهود الذاتى بارتفاع البقية :)وإن كنتم من قبله(أى : من قبل الوصول إلى عرفات المعرفة والوقوف بها :)لمن الضالين(عن هذه الأذكار. :)ثم أفيضوا من حيث أفاض الناس(ثم أفيضوا إلى ظواهر العبادات والطاعات وسائر وظائف الشرعيات والمعاملات من حيث، أى : من مقام إفاضة سائر الناس فيها، وكونوا كأحدهم. قيل لجنيد رحمة الله عليه : ما النهاية ؟ قال : الرجوع

إلى البداية. :)واستغفروا الله(من ظهور النفس وتبرمها بالحال وطغيانها. قال النبى : :)إنه ليغان على قلبى، وإنى لأستغفر الله فى اليوم سبعين مرة(. وقال : :)اللهم ثبتنى على دينك(. فقيل له فى ذلك فقال : :)أو ما يؤمننى، إن مثل القلب كمثل ريشة فى فلاة، تقلبها الرياح كيف شاءت(. ولما تورمت قدماه فقالت له عائشة رضى الله عنها : أما غفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر ؟ قال : :)أفلا أكون عبداً شكوراً(. وقال أمير المؤمنين : :)أعوذ بالله من الضلال بعد الهدى. (آية 200 - 205) :)فإذا قضيتم مناسككم(وفرغتم من الحج :)فاذكروا الله كذكركم آباءكم أو أشد ذكرا(أى : فلا تكونوا كأهل العادة مشغولين بذكر الأنساب والمفاخرات وسائر أحوال الدنيا. فإن ذلك يكدر وقتكم ويقسى قلوبكم بل كونوا مشتغلين بأنواع الذكر والمذاكرة مع الإخوان مثل ما كنتم تذكرون أحوال الأنساب وسائر أحوال الدنيا قبل السلوك أو كما يذكر الناس هذه الأحوال بالعادة وأبلغ أو أقوى وأكثر ذكراً منها ليبقى صفاؤكم ويهتدى بكم الناس :)فمن الناس من يقول ربنا(أى : لا يطلب إلا متاع الدنيا ولا يشتغل إلا بذكرها ولا يعبد الله إلا لأجلها :)وما له فى الآخرة من خلاق(فإن توجهه إلى الأخس يمنعه عن قبول الأشرف لعدم نهوض همته إليه واكتساب الظلمة المنافية للنور. :)ومنهم من يقول ربنا آتنا(أى : يطلب خير كل من الدارين ويحترز عن الاحتجاب بالظلمة والتعذب بنيران الطبيعة والحرمان عن أنوار الرحمة :)أولئك لهم نصيب مما كسبوا(من حظوظ الآخرة وأنوار دار القرار واللذات الباقية بالأعمال الصالحة بعد المحاسبة وحط بعض الحسنات بالسيئات والتعذيب بحسبها أو العفو. :)واذكروا الله فى أيام معدودات(أى : مراتب معدودة بعد الفراغ من الحج، وهو مرتبة الروح والقلب والنفس، لأن الواصل إذا رجع، رجع إلى هذه المراتب وعليه فى المراتب الثلاث أن يكون بالله فذلك ذكره :)فمن تعجل فى يومين فلا إثم عليه(أى : فمن تجعل إلى حظوظه فى مرتبة الروح والقلب فلا إثم عليه إذ الروح والقلب وحظوظهما لا يحجبان ولا يضران. ومعنى التعجل هو أن الحركة إذا كانت بالله كانت أسرع ولا يكون معها لبث ولا وقوف ريثما يظهر القلب أو الروح ويصير حجاباً نورياً كما يكون لأصحاب التلوين :)ومن تأخر(إلى الثالث الذى هو مرتبة النفس :)فلا إثم عليه لمن اتقى(أى : ذلك الحكم لمن اتقى أن يكون مع حظوظ النفس بالنفس، فإن النفس ألزم لحظها من

صاحبيها وحظها أغلظ وأبعد من النور من حظوظهما وسريعاً ما تظهر للزوم الطيش والحركة إياها بخلاف صاحبيها وحظها أيضاً كثيراً ما يحجب، وإذا حجب كان حجابه غليظاً ظلمانياً فالاحتراز هناك والاحتياط واجب وأولى من الباقيين لأنهما إن ظهرا رق حجابهما وسهل زواله، أو ذلك التخيير لمن اتقى فى المراتب الثلاث. :)واتقوا الله(فى المواطن الثلاثة من ظهور الأنانية والآنية حتى تكونوا فى الحظوظ به لا بالنفس ولا بالقلب ولا بالروح :)واعلموا أنكم إليه تحشرون(أى : أنكم محشورون معه تحشرون من اسم إلى اسم حاضرون بحضرته فأنتم على خطر عظيم بخلاف سائر الناس كما ورد فى الحديث : :)المخلصون على خطر عظيم(. وعن النبى عن الله تعالى : :)بشر المذنبين بأنى غفور وأنذر الصديقين بأنى غفور(. :)ومن الناس من يعجبك(أى : يدعى المحبة وهو ألد الخصام لكونه فى مقام النفس زنديقا، ولهذا قال، :)قوله فى الحيوة الدنيا(إذ ليس له قول فى الآخرة بالقلب :)وإذا تولى سعى فى الأرض(لإباحته وتزندقه كما ترى عليه أكثر مدعى المحبة والتوحيد :)والله لا يحب الفساد(أى : هو مفسد ويدعى محبة الله. و كيف تتأتى له والمحب لا يفعل إلا ما يحب محبوبه، والله لا يحب ما يفعله فلا يكون صادقاً فى دعواه، كما قال الشاعر : (تعصى الإله وأنت تظهر حبه هذا قبيح بالفعال بديع) (لو كان حبك صادقاً لأطعته إن المحب لمن يحب مطيع) (آية 206 - 212) :)وإذا قيل له اتق الله أخذته العزة بالإثم(أى : حملته الحمية النفسانية حمية الجاهلية على الإثم لجاجاً وأشراً لظهور نفسه حينئذ وزعمه أنه أعلم بما يفعل من ناصحه :)فحسبه جهنم(أى : غايته عمق حضيض رتبته التى هو فيها وظلمتها، فإن جهنم معناه : مهوى بعيد العمق مظلمة :)يشرى نفسه ابتغاء مرضاة الله(يبذل نفسه فى سلوك سبيل الله طلباً لرضاه :)ادخلوا فى السلم(أى : فى الاستسلام وتسليم الوجوه لله، إذ معاداة القوى بعضها بعضاً، وعدم موافقتها فى التسليم لأمر الله دليل تتبع الشيطان، وهو يريد أن تستحقوا قهر الله بارتكاب الإسرافات المذمومة لعداوته الغريزية لكم لاختلاف جبلته وجبلتكم، وقصوره عن نور فطرتكم، لكونه نارى الخلقة لا يطلب منكم إلا أن تكونوا ناريين مثله لا نورانيين، فهو عدو فى الحقيقة فى صورة المحب. :)فإن زللتم(عن مقام التسليم لأمر الله :)من بعد ما جاءتكم(دلائل تجليات الأفعال والصفات :)فاعلموا أن الله عزيز(غالب يقهركم :)حكيم(لا يقهر إلا على مقتضى الحكمة، والحكمة تقتضى قهر المخالف

المنازع ليعتبر المطيع الموافق ويزيد فى الطاعة. :)هل ينظرون(أى : هل ينتظرون :)إلا أن يأتيهم(يتجلى :)الله فى ظلل(صفات الهوية من جملة تجليات الصفات وصور ملائكة القوى السماوية. وقضى فى اللوح أمر إهلاكهم :)وإلى الله ترجع الأمور(فيقابل كل امرىء بجزائه أو تزهق إليه بالفناء.(آية 213 - 215) :)كان الناس أمة واحدة(أى : على الفطرة ودين الحق، كما قال : :)كل مولود يولد على الفطرة(، وهو فى عهد الفطرة الأولى على الحقيقة، أو فى زمن الطفولة، أو فى عهد آدم :)كان الناس أمة واحدة(ثم اختلفوا فى النشأة بحسب اختلاف طبائعهم وغلبة صفات نفوسهم، وتفرق أهوائهم. فإن تضاد أصول بنيتهم ومراكز أبدانهم باختلاف البقاع والأهوية، اقتضى ذلك وكذا ما فى طباعهم من جذب النفع الخاص ودفع الضر الخاص لاحتجاب كل بمادة بدنه واقتضاء الحكمة الإلهية ذلك لمصلحة النشوء والنماء يقتضى التعادى والتخالف :)فبعث الله النبيين(ليدعوهم من الخلاف إلى الوفاق، ومن الكثرة إلى الوحدة، ومن العداوة إلى المحبة، فتفرقوا وتحزبوا عليهم وتميزوا، فأما السفليون الذين رسخت فى طباعهم محبة الباطل وغلب على قلوبهم الرين وطبع عليها وعميت وزال استعدادهم بغلبة هواهم، فازدادوا خلافاً وعناداً، فكأنهم ما اختلفوا إلا عند بعثهم وإتيانهم بالكتاب الذى هو سبب ظهور الحق والوفاق حسداً بينهم، ناشئاً من عند أنفسهم، وغلبة هواهم واحتجابهم، وأما العلويون الذين بقوا على الصفاء الأصلى والاستعداد الأول فهداهم الله إلى الحق الذى اختلفوا فيه وزال خلافهم وسلكوا الصراط المستقيم. :)أم حسبتم أن تدخلوا(جنة تجلى الجمال :)ولما يأتكم(حال :)الذين(مضوا :)من قبلكم مستهم(بأساء الترك والتجريد والفقر والافتقار، وضراء المجاهدة والرياضة وكسر النفس بالعبادة. :)وزلزلوا(بدواعى الشوق والمحبة عن مقار نفوسهم ليظهروا ما فى استعدادهم بالقوة :)حتى يقول الرسول والذين آمنوا معه متى نصر الله(أى : حتى تضجروا من طول مدة الحجاب، وكثرة الجهاد من الفراق، وعيل صبرهم عن مشاهدة الجمال، وذوق الوصال، وطلبوا نصر الله بالتجلى على قمع صفات النفوس مع قوة مصابرتهم، وحسن تحملهم، لما يفعل المحبوب ويريد بهم من ابتلائهم بالهجران، وإذاقتهم الفرقة لاشتداد قوة المحبة، فكيف بغيرهم ؟ فأجيبوا إذا بلغ جهدهم ونفدت طاقتهم وقيل لهم :)ألا إن نصر الله قريب(أى : رفع الحجاب وظهرت آثار

الجمال. :) كتب عليكم القتال وهو كره لكم وعسى أن تكرهوا شيئاً وهو خير لكم وعسى أن تحبوا شيئاً وهو شر لكم والله يعلم وأنتم لا تعلمون. (كتب عليكم) قتال النفس والشيطان وهو مكروه لكم أمر من طعم العلقم، وأشد من ضغم الضيغم :)وعسى أن تكرهوا شيئاً وهو خير لكم (لاحتجابكم بهوى النفس وحب اللذة العاجلة عما فى ضمنه من الخير الكثير، واللذة العظيمة الروحانية التى تستحقر تلك الشدة السريعة، الانقضاء بالقياس إلى ذلك الخير الباقى، واللذة السرمدية و كذا عكسه :)والله يعلم (ما فى الأمور من الخير والشر :)وأنتم لا تعلمون (ذلك لاحتجابكم بالعاجل عن الآجل، وبالظاهر عن الباطن. يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه (يسألونك عن جهاد النفس وأعوانها. والشيطان وجنوده فى وقت التوجه والسلوك إلى الحق وجمعية الباطن الحرام فيه حركة السر :)قل (الجهاد فى ذلك الوقت أمر عظيم شاق، وصرف وجوهكم عن سبيل الله، ومقام السر، ومحل الحضور احتجاب عن الحق، وإخراج أهل القلب الذين هم القوى الروحانية عن مقارهم أعظم وأكبر عند الله، وفتنة الشرك والكفر وبلاؤهما عليكم أشد من قتلكم إياهم بسيف الرياضة. ولا تزال تلك القوى النفسانية والأهواء الشيطانية يقاتلونكم بذبكم عن دينكم ومقصدكم، ودعوتكم إلى دين الهوى والشيطان :)حتى يردوكم عن دينكم إن استطاعوا ومن يرتدد منكم عن دينه (باتباعهم :)فأولئك حبطت أعمالهم (التى عملوها فى الاستسلام والانقياد :)وأولئك أصحاب (نار الحجاب والتعذيب :)هم فيها خالدون (. :)إن الذين آمنوا (يقيناً :)وهاجروا (أوطان النفس ومألوفات الهوى :)وجاهدوا فى سبيل الله (وجنود الشيطان والنفس الأمارة :)أولئك يرجون رحمة الله (تجليات الصفات وأنوار المشاهدة. :)يسئلونك عن (خمر الهوى وحب الدنيا وميسر احتيال النفس فى جذب الحظ :)قل فيهما إثم (الحجاب والبعد :)ومنافع للناس (فى باب المعاش وتحصيل اللذة النفسانية، والفرح بالذهول عن الهيئات الرديئة المشوشة والهموم المكدرة. :)ألم تر إلى الذين خرجوا من ديارهم (أى : أوطانهم المألوفة ومقار نفوسهم المعهودة ومقاماتهم ومراتبهم من الدنيا وما ركنوا إليها بدواعى الهوى، وهم قوم كثير :)حذر الموت (الجهل والانقطاع عن الحياة الحقيقية والوقوع فى المهاوى الطبيعية :)فقال لهم الله موتوا (أى : أمرهم بالموت الإرادى، أو أماتهم عن ذواتهم بالتجلى الذاتى، حتى فنوا فى

الوحدة :)ثم أحياهم (بالحياة الحقيقية العلمية، أو به بالوجود الموهوب الحقاني، والبقاء بعد الفناء. ولا يبعد أن يريد به ما أراد من قصة عزير، أي : خرجوا هاربين من الموت الطبيعي فأماتهم الله :)ثم أحياهم (بتعلق أرواحهم بأبدان من جنس أبدانهم ليحصلوا بها كمالهم. :)وقاتلوا فى سبيل الله(النفس والشيطان على الأول والثاني، وعلى الثالث لا تخافوا من الموت فى مقاتلة الأعداء، فإن الهرب منه لا ينفع كما لم ينفع أولئك. والله يحييكم كما أحياهم :)قرضا حسنا (هو بذل النفس بالجهاد، أو بذل المال بالإيثار :)والله يقبض ويبسط (أي : هو مع معاملتكم فى القبض والبسط، فإنكم بأوصافكم تستنزلون أوصافه. إن تبخلوا بما فى أيديكم يضيق عليكم ويقتر، وإن تجودوا يوسع عليكم بحسب جودكم كما ورد فى الحديث : ' تنزل المعونة على قدر المؤونة '. للتفسير سورة البقرة من آية 246 إلى آية) 248) :)طالوت (كان رجلاً فقيراً، لا نسب له، ولا مال، فما قبلوه للملك. لأن استحقاق الملك والرياسة عند العامة إنما هو بالسعادة الخارجية التي هى المال والنسب، فنبه نبيهم على أن الاستحقاق إنما يكون بالسعادتين الأخريين : الروحانية التي هى العلم. والبدنية : التي هى زيادة القوى وشدة البنية والبسطة، بقوله : :)وزاده بسطة فى العلم والجسم (والله أعلم بمن يستحق الملك فيؤتيه :)من يشاء والله واسع(كثير العطاء، يؤتى المال كما يؤتى الملك :)عليم (بمن له الاستحقاق وما يحتاج إليه من المال الذى يعتضد به، فيعطيه. ثم بين أن استحقاق الملك له علامة أخرى وهى :إذعان الخلق له، ووقوع هيبته ووقاره فى القلوب، وسكون قلوبهم إليه، ومحبتهم له، وقبولهم لأمره على الطاعة والانقياد. وهو الذى كان يسميه الأعاجم من قدماء الفرس ' خوره '. وما يختص بالملوك كيان خوره، ثم من بعدهم سموه ' فر ' فقالوا : كان فر للملك فى أفريدون، وذهب عن كيكاؤوس فر الملك، فطلبوا من له الفر، فوجدوا للملك المبارك كيخسرو وسماه ' التابوت ' أي : ما يرجع إليه من الأمور. لأن التابوت فعلوت من التوب، أي : يأتيكم من جهته ما يرجع فى ثبوت ملكه من الإذعان والطاعة والانقياد والمحبة له بإلقاء الله له ذلك فى قلوبكم. كما قال النبى : ' نصرت بالرعب مسيرة شهر '. أو ما يرجع إليه من الحالة النفسانية، والهيئة الشاهدة له على صحة ملكه :)فيه سكينة من ربكم (أي : ما تسكن قلوبكم إليه :)وبقية مما ترك آل موسى وآل هارون(فى أولادهم من المعنى المسمى ' فر ' وهو نور ملكوتي تستضيء به

النفس باتصالها بالملكوت السماوية، واستفاضتها ذلك من عالم القدرة مستلزم لحصول علم السياسة وتدبير الملك والحكمة المزينة لها :)تحمله الملائكة(أى : ينزل إليكم بتوسط الملائكة السماوية. ويمكن أنه كان صندوقاً فيه طلسم من باب نصرة الجيش وغيره من الطلسمات التى تذكر أنها للملك على ما يرى من أنه كان فيه صورة لها رأس كرأس الآدمى والهر، وذنب كذنبه كالذى كان فى عهد أفريدون المسمى ' درفش كاويان '. إن الله مبتليكم بنهر(هو منهل الطبيعة الجسمانية :)فمن شرب منه فليس منى(أى : من كرع فيه مفرطاً فى الرى منه. لأن أهل الطبيعة وعبدة الشهوات أذل وأعجز خلق الله، لا قوة لهم بقتال جالوت النفس الأمارة، ولا بجالوت عدو الدين، إذ لا حمية لهم ولا تشدد :)إلا من اغترف غرفة بيده(أى : إلا من اقتنع منه بقدر الضرورة والاحتياج من غير حرص وانهماك فيه :)فشربوا منه(أى : كرعوا فيه وانهمكوا :)إلا قليلا منهم (إذ المتنزهون عن الأقذار الطبيعية، المتقدسون عن ملابسها، المتجردون عن غواشيها قليلون بالنسبة إلى من عداهم. قال الله تعالى : :)وقليل ما هم ((ص، الآية : 24)، :)وقليل من عبادى الشكور ((سبأ، الآية : 13) وهم الذين آمنوا معه من أهل اليقين الذين كانوا يعلمون بنور يقينهم أن الغلبة ليست بالكثرة، بل بالنصرة الإلهية، فصبروا على ما عاينوا بقوة يقينهم، فظفروا. (وقل من جد فى أمر يطالبه واستصحب الصبر إلا فاز بالظفر) (تفسير سورة البقرة آية 255) :)الله لا إله إلا هو (فى الوجود، فكل ما عبد دونه لم تقع العبادة إلا له، علم أو لم يعلم، إذ لا معبود ولا موجود سواه :)الحى(الذى حياته عين ذاته، وكل ما هو حى لم يحيى إلا بحياته :)القيوم (الذى يقوم بنفسه ويقوم كل ما يقوم به. فلولا قيامه ما قام شىء فى الوجود :)لا تأخذه(غفوة ونعاس، كما يعترى الأحياء من غير قصدهم. فإن ذلك لا يكون إلا لمن حياته عارضة، فتغلبه الطبيعة بالحالة الذاتية طلباً للهدوء والراحة والإبدال عن تحليل اليقظة. فأما من حياته عين ذاته، فلا يمكن له ذلك. وبين كون حياته غير عارضة بقوله :)ولا نوم (فإن النوم ينافى كون الحياة ذاتية، لأنه أشبه شىء بالموت. ولهذا قيل : النوم أخو الموت، ومن لا نوم له لذاته، لمنافاته كون الحياة غير ذاته، فلا سنة له، إذ السنة من مقدماته وآثاره كما تقول : ليس له ضحك ولا تعجب، وقوله : :)لا تأخذه سنة ولا نوم (بيان لقيوميته :)له ما فى السماوات وما فى الأرض(نواصيهم بيده، يفعل بهم ما يشاء. :)من

ذا الذى يشفع عنده إلا بإذنه(إذ كلهم له وبه يتكلم من يتكلم به وبكلامه، فكيف يتكلم بغير إذنه وإرادته :)يعلم(ما قبلهم وما بعدهم، فكيف بهم وبحالهم. أى : علمه شامل للأزمنة والأشخاص والأحوال كلها، فيعلم المستحق للشفاعة، وغير المستحق لها :)ولا يحيطون بشىء من علمه إلا بما شاء(أى : بما اقتضت مشيئته أن يعلمهم، فعلم كل ذى علم شىء من علمه ظهر على ذلك المظهر، كما قالت الملائكة : :)لا علم لنا إلا ما علمتنا((البقرة، الآية : 32).:)وسع كرسيه السماوات والأرض(أى : علمه، إذ الكرسي مكان العلم الذى هو القلب. كما قال أبو يزيد البسطامى رحمة الله عليه : لو وقع العالم وما فيه ألف ألف مرة فى زاوية من زوايا قلب العارف ما أحس به، لغاية سعته. ولهذا قال الحسن : كرسيه : عرشه، مأخوذ من قوله : ' قلب المؤمن من عرش الله '. والكرسى فى اللغة : عرش صغير لا يفضل عن مقعد القاعد، شبه القلب به تصويراً وتخييلاً لعظمته وسعته. وأما العرش المجيد الأكبر فهو الروح الأول وصورتهما ومثالهما فى الشاهد الفلك الأعظم، والثامن المحيط بالسماوات السبع وما فيهن :)ولا يؤده(أى : ولا يثقله :)حفظهما(لأنهما غير موجودين بدونه ليثقله حملهما، بل العالم المعنوى كله باطنه والصورى ظاهره، فلا وجود لهما إلا به وليسا غيره. :)وهو العلى(الشأن الذى لا يعلوه شىء وهو يعلو كل شىء، ويقهره بالفناء :)العظيم(الذى لا يتصور كنه عظمته، وكل عظمة تتصور لشىء فهى رشحة من عظمته، وكل عظيم فبنصيب من عظمته وحصة منها عظيمة. فالعظمة مطلقاً له دون غيره، بل كلها له، ليس لغيره فيها نصيب. وهى أعظم آية فى القرآن لعظم مدلولها. تفسير سورة البقرة من آية 256 إلى آية 258 :)لا إكراه فى الدين(لأن الدين فى الحقيقة هو الهدى المستفاد من النور القلبى، اللازم للفطرة الإنسانية، المستلزم للإيمان اليقينى. كما قال تعالى : :)فأقم وجهك للدين حنيفاً فطرت الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم((الروم، الآية : 30)، والإسلام الذى هو ظاهر الدين مبتن عليه وهو أمر لا مدخل للإكراه فيه. والدليل على أن باطن الدين وحقيقته الإيمان كما أن ظاهره وصورته الإسلام ما بعده :)قد تبين(أى تميز :)الرشد من الغى(بالدلائل الواضحة لمن له بصيرة وعقل، كما قيل : قد أضاء الصبح لذى عينين. :)فمن يكفر بالطاغوت(أى : ما سوى الله وينفى وجوده وتأثيره :)ويؤمن بالله(إيماناً شهودياً حقيقياً :)فقد استمسك بالعروة

الوثقى (أى : تمسك بالوحدة الذاتية التى وثوقها بنفسها. فلا شيء أوثق منها. إذ كل وثيق بها موثوق. بل كل وجود بها موجود وبنفسه معدوم. فإذا اعتبر وجوده فله انفصام فى نفسه لأن الممكن وثاقته ووجوده بالواجب. فإذا قطع النظر عنه فقد انقطع وجود ذلك الممكن ولم يكن فى نفسه شيئاً. ولا يمكن انفصامه عن وجود عين ذاته. إذ ليس فيه تجزو وإثنينية. وفى الانفصام لطيفة وهو أنه انكسار بلا انفصال. ولما لم ينفصل شيء من الممكنات من ذاته تعالى، ولم يخرج منه. لأنه إما فعله وإما صفته. فلا انفصال قطعاً. بل إذا اعتبره العقل بانفراده كان منفصماً. أى : منقطع الوجود متعلقاً وجوده بوجوده تعالى :)والله سميع (يسمع قول كل ذوى دين :)عليم (بنياتهم وإيمانهم. :)الله ولى الذين آمنوا (متولى أمورهم ومحبتهم :)يخرجهم (من ظلمات صفات النفس وشبه الخيال والوهم. إلى نور اليقين والهدى وقصناء عالم الروح :)والذين كفروا أولياؤهم (ما يعبدون من دون الله :)يخرجونهم (من نور الاستعداد والهداية الفطرية إلى ظلمات صفات النفس والشكوك والشبهات. (تفسير سورة البقرة آية 259) :)أو كالذى مر على قرية (أى : أرأيت مثل الذى مر على قرية باد أهلها، وسقطت سقوفها، وحزت جدرانها عليها، فتعجب من إحيائها لكونه طالباً سالكاً لم يصل إلى مقام اليقين بعد، ولم يستعد لقبول نور تجلى اسم المحيى والمشهور أنه كان عزير :)فأماته الله (أى : فأبقاه على موت الجهل. كما قال : :)أمتنا اثنتين (غافر، الآية : 11) على قول، وقال تعالى : :)وكنتم أمواتاً فأحيكم (البقرة، الآية : 28). :)مائة عام (يمكن أن يكون العام فى عهدهم كان مبنياً على دور القمر، فيكون ثمانية أعوام وأربعة أشهر، وأن يكون مبنياً على فصول السنة فيكون خمسة وعشرين سنة، وأن تكون أعمارهم فى ذلك الزمان كانت طويلة :)ثم بعثه (بالحياة الحقيقية وطلب منه الوقوف على مدة اللبث فما ظنها إلا يوماً أو بعض يوم، استصغاراً لمدة اللبث فى موت الجهل المنقضية بالنسبة إلى الحياة الأبدية ولعدم شعوره بمرور المدة كالنائم الغافل عن الزمان ومروره. ثم لما تفكر نبهه الله تعالى على طول مدة الجهل وموت الغفلة، بأنه مائة عام. أو أماته بالموت الإرادى فى إحدى المدد المذكورة، فتكون المدة زمان رياضته وسلوكه ومجاهدته فى سبيل الله. أو أماته حتف أنفه بالموت الطبيعى فتعلق روحه ببدن آخر من جنسه لاكتساب الكمال إما بعد زمان وإما فى الحال حتى مر عليه إحدى المدد الثلاث المذكورة، وهو لا يطلع على

حاله فيها ولم يشعر بمبدئه ومعاده وكأن ميتاً ثم بالحياة الحقيقية فاطلع بنور العلم على حاله وعرف مبدأه ومعاده. وقوله : :)لبثت يوما أو بعض يوم (كقوله تعالى : :)ويوم يحشرهم كأن لم يلبثوا إلا ساعة من النهار ((يونس. الآية : 45)، وقوله تعالى : :)كأنهم يوم يرونها لم يلبثوا إلا عشية أو ضحاها 46 ((النازعات. الآية : 46)، وقوله : :)ويوم تقوم الساعة يقسم المجرمون ما لبثوا غير ساعة ((الروم. الآية : 55) كل ذلك لغفلتهم عن مرور الزمان و كذا مفارق أخاً أو مصاحباً أو شيئاً آخر إذا أدرك الوصال بعد طول مدة الفراق كأن تلك المدة حينئذ لم تكن. إذ لا يحس بها بعد مضيها وإن قاساها قبل الوصال :)وانظر إلى طعامك وشرابك لم يتسنه (قيل : طعامه التين والعنب، وشرابه الخمر واللبن، فالتين إشارة إلى المدركات الكلية لكونه لباً كله. و كون الجزئيات فيها بالقوة. كالحبات التى فى التين، والعنب إشارة إلى الجزئيات لبقاء اللواحق المادية معها فى الإدراك كالثجير والعجم. واللبن إشارة إلى العلم النافع كالشرائع. والخمر إشارة إلى العشق والإرادة وعلوم المعارف والحقائق. لم يتسنه أى : لم يتغير عما كان فى الأزل بحسب الفطرة مودعاً فيك. فإن العلوم مخزونة فى كل نفس بحسب استعدادها. كما قال : ' الناس معادن كمعادن الذهب والفضة '. فإن حجبت بالمواد وخفيت مدة بالتقلب فى البرازخ وظلماتها، لم تبطل ولم تتغير عن حالها. حتى إذا رفع الحجاب بصفاء القلب ظهرت كما كانت، ولهذا قال : ' الحكمة ضالة المؤمن '. :)وانظر إلى حمارك (أى : بدنك بحاله على الوجه الأول والثانى، و كيف نخرت عظامه وبليت على الوجه الثالث :)ولنجعلك آية للناس (أى : ولنجعلك دليلاً للناس على البعث، بعثناك :)وانظر إلى العظام كيف ننشزها (أى : نرفعها :)ثم نكسوها لحما (على كلا الوجهين ظاهر، فإنه إذا بعث وعلم حاله وتجرده عن البدن علم تركيب بدنه برفع العظام وجمعها و كسوتها لحماً :)فلما تبين له (ذلك البعث والنشور :)قال أعلم أن الله على كل شىء قدير (. (تفسير سورة البقرة آية 260) :)وإذ قال إبراهيم رب أرنى كيف تحيى الموتى (أى : بلغنى إلى مقام العيان من مقام العلم الإيقانى. ولهذا قرر إيمانه بهمزة الاستفهام التقريرية. ف :)قال أو لم تؤمن (أى : أو لم تعلم ذلك يقيناً ؟. وأجاب إبراهيم بقوله : :)بلى ولكن ليطمئن قلبى (أي : ليسكن و تحصل طمأنينته بالمعاينة. فإن عين اليقين إنما يوجب الطمأنينة لا علمه :)قال فخذ أربعة من الطير (أى : القوى

الأربعة التى تمنعه عن مقام العيان وشهود الحياة الحقيقية. وقيل : كانت طاووساً وديكاً وغراباً وحمامة. وفى رواية بطة. فالطاووس هو العجب، والديك الشهوة، والغراب الحرص، والحمامة حب الدنيا لتألفها وكرها وبرجها. والظاهر أنها بطة فتكون إشارة إلى الغالب عليها :)فصرهن إليك(أى : أملهن واضممهن إليك بضبطها ومنعها عن الخروج إلى طلب لذاتها والنزوع إلى مألوفاتها. وقيل : أمر بأن يذبحها وينتف ريشها ويخلط لحومها ودماءها بالدق ويحفظ رؤوسها عنده، أى : يمنعها عن أفعالها ويزيل هيئاتها عن النفس، ويقمع دواعيها وطبائعها وعاداتها بالرياضة، ويبقى أصولها فيه. :)ثم اجعل على كل جبل منهن جزءا(أى : من الجبال التى بحضرتك، وهى العناصر الأربعة التى هى أركان بدنه، أى : اقمعها وأمتها حتى لا يبقى إلا أصولها المركوزة فى وجودك وموادها المعدة فى طبائع العناصر التى فيك. كانت الجبال سبعة، فعلى هذا يشير بها إلى الأعضاء السبعة التى هى أجزاء البدن :)ثم ادعهن(أى : أنها إذا أنت حييت بحياتها كانت غير طيعة مستولية عليك، وحشية ممتنعة عن قبول أمرك، فإذا قتلتها كنت حياً بالحياة الحقيقية الموهوبة بعد الفناء والمحو. فتصير هى حية بحياتك لا بحياتها، حياة النفس مطيعة لك منقادة لأمرك فإذا دعوتها :)يأتينك سعيا(:)واعلم أن الله عزيز(غالب على قهر النفوس :)حكيم(لا يقهرها إلا بحكمة. ويمكن حمله على حشر الوحوش والطيور، وعلى هذا فيكون جعل أجزائها على الجبال تغذية الجسم بها ودعاؤه وإتيانه إليه ساعية توجهها إلى الإنسان بعد النشور. (تفسير سورة البقرة من آية 261 إلى آية 262) :)مثل الذين ينفقون أموالهم فى سبيل الله(ذكر سبحانه ثلاث إنفاقات وفاضل بينها فى الجزاء. أولها : الإنفاق فى سبيل الله وهو إنفاق فى عالم الملك عن تجلى الأفعال يعطيه صاحبه ليثيبه الله تعالى، فأثابه سبعمائة أضعاف ما أعطى ثم زاد فى الأضعاف إلى ما لا يتناهى بحسب المشيئة لأن يده تعالى أبسط وأطول من يده بما لا يتناهى. :)والله واسع(كثير العطاء. لا يتقدر بأعطيتنا عطاؤه :)عليم(بنيات المعطين واعتقاداتهم أنه من فضل الله تعالى، فيثيبهم على حسب ذلك. وثانيها : الإنفاق عن مقام مشاهدة الصفات على ما سيأتى، وهو الإنفاق لطلب رضاء الله كما أن الأولى هو الإنفاق لطلب عطاء الله. وثالثها : الإنفاق بالله، وهو عن مقام شهود الذات :)ثم لا يتبعون ما أنفقوا منا ولا أذى(نبه على أن الإنفاق يبطله المن والأذى، لأن الإنفاق إنما يكون محموداً لثلاثة أوجه : كونه موافقاً

للأمر بالنسبة إلى الله تعالى، و كونه مزيلاً لرذيلة البخل بالنسبة إلى نفس المنفق، و كونه نافعاً مريحاً بالنسبة إلى المستحق. فإذا من صاحبه فقد خالف أمر الله لأنه منهى وظهرت نفسه بالاستطالة والاعتداد بالنعمة والعجب والاحتجاب بفعلها ورؤية النعمة منها لا من الله، وكلها رذائل أردأ من البخل، لازمة له، ولو لم يكن له إلا رؤية نفسه بالفضيلة لكفاه مبطلاً. وأما الوجه الثالث الذى هو بالنسبة إلى المستحق، فيبطله الأذى المنافى للراحة والنفع والمن أيضاً مبطل له لاقتضائه الترفع وإظهار الاصطناع وإثبات حق عليه. ثم قال : :)قول معروف ومغفرة خير من صدقة يتبعها أذى(إذ القول الجميل، وإن كان بالرد، يفرح قلبه، ويروح روحه، والصدقة إنما تنفع جسده ولا تفرح القلب إلا بالتبعية وتصور النفع، فإذا قارن ما ينفع الجسد ما يؤذى الروح تكدر النفع وتنغص، ولم يقع فى مقابلة الفرح الحاصل من القول الجميل، ولو لم يكن مع التنغيص أيضاً لأن الروحانيات أشرف وأحسن وأوقع فى النفوس :)والله غنى(عن الصدقة المقرونة بالأذى، فيعطى المستحق من خزائن غيبه :)حليم(لا يعاجل بالعقوبة. :)مثل الذين ينفقون أموالهم ابتغاء مرضاة الله(هذا هو القسم الثانى من الإنفاق. فضله على الأول بتشبيهه بالجنة، فإن الجنة مع إيتاء أكلها تبقى بحالها بخلاف الحبة، فأشار بها أنه ملك لهم كأنه صفة ذاتية ولهذا قال : :)وتثبيتا من أنفسهم(أى : توطيناً لها على الجود الذى هو صفة ربانية، وقوله : :)بربوة(إشارة إلى ارتفاع رتبة هذا الإنفاق وارتقائه عن درجة الأول :)أصابها وابل(أى : حظ كثير من صفة الرحمة الرحمانية ومدد وافر من فيض جوده لأنها ملكة الاتصال بالله تعالى بمناسبة الوصف واستعداد قبوله والاتصاف به :)فإن لم يصبها وابل(أى : حظ كثير، فحظ قليل :)والله بما تعملون بصير(بأعمالكم يرى أنها من أى القبيل. (تفسير سورة البقرة من آية 266 إلى آية 268 :)أيود أحدكم(تمثيل لحال من عمل صالحاً إنفاقاً كان أو غيره متقرباً به إلى الله مبتغياً رضاه، كما فى هذا القسم من الإنفاق، ثم ظهرت نفسه فيه، وتحركت، فكانت حركاتها المتخالفة بحركة الروح ودواعيها المتفاوتة المضادة لداعية القلب إعصاراً، فافترض الشيطان حركتها واتخذها مجالاً له بالوسوسة، فنفث فيها رؤية عملها أو رياء فكان ذلك النفث ناراً أحرقت عملها أحوج ما يكون إليه، كما قال أمير المؤمنين على : ' اللهم اغفر لى ما تقربت به إليك ثم خالفه قلبى '. :)انفقوا من طيبات ما كسبتم(أمر بالقسم الثالث من

الإنفاق من طيبات ما كسبتم. إذ المختار بالله يختار الأشرف من كل شيء للمناسبة كما قال أمير المؤمنين علي : ' إن الله جميل يحب الجمال ' ومن كان في إنفاقه بالنفس لا يقدر على إنفاق الأشرف لضن النفس ومحبتها إياه. واستئثارها به عن تخصيصه بالله. فما كان بالنفس ليس ببر أصلاً لقوله تعالى : :)لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون((آل عمران، الآية : 92). :)ولا تيمموا الخبيث منه تنفقون(تخصونه بالإنفاق كعادة المنفقين بالنفس والطبيعة :)ولستم بآخذيه إلا أن تغمضوا فيه(لمحبتكم الأطيب من المال لأنفسكم لاختصاص محبتكم بالذات إياها. ولهذا لا تؤثرون الله بالمال عليها فتنفقوا أطيبه له :)واعلموا أن الله غني(فاتصفوا بغناه فتستفيضوا به عن المال ومحبته :)حميد(لا يفعل إلا الفعل المحمود. فاقتدوا به. :)الشيطان يعدكم الفقر ويأمركم بالفحشاء(أي : الخصلة القبيحة التي هي البخل. فتعوذوا منه بالله. فإنه :)يعدكم مغفرة منه(أي : ستراً لصفات نفوسكم بنوره :)وفضلا(وموهبة من مواهب صفاته لكم وتجلياتها كالغنى المطلق فلا يبقى فيكم خوف الفقر :)والله واسع(يسع ذواتكم وصفاتكم وعطاؤكم لا يضيق وعاء جوده بالعطاء ولا ينفد عطاياه :)عليم(بمواقع تجلياته واستعدادها واستحقاقها. (تفسير سورة البقرة من آية 269 إلى آية 272).)يؤتي الحكمة من يشاء(لإخلاصه في الإنفاق وكونه فيه بالله. فيعطيه حكمة الإنفاق لينفق من الحكمة الإلهية لكونه متصفاً بصفاته :)ومن يؤت الحكمة فقد أوتي خيرا كثيرا(لأنها أخص صفات الله :)وما يذكر(أن الحكمة أشرف الأشياء وأخص الصفات :)إلا أولو الألباب(الذين نور الله عقولهم بنور الهداية فصفاها عن شوائب الوهم وقشور الرسوم والعادات وهو النفس. فجزاء الإنفاق الأول هو الإضعاف. وجزاء الثاني هو الجنة الصفاتية المثمرة للإضعاف. وجزاء الثالث هو الحكمة اللازمة للوجود والموهوب. فانظر كم بينها من التفاوت. :)وما أنفقتم من نفقة أو نذرتم من نذر فإن الله يعلمه(من أي القبول هو. فيجازيكم بحسبه :)وما للظالمين(أي : المنفقين رئاء الناس. الواضعين الإنفاق في غير موضعه. أو الناقصين حقوقهم برؤية إنفاقهم أو ضم المن والأذى إليه أو بالإنفاق من الخبيث :)من أنصار(يحفظوا لهم من بأس الله :)فهو خير لكم(لبعدها عن الرياء وكونها أقرب إلى الإخلاص :)ليس عليك هداهم(إلى الإنفاقات الثلاثة المذكورة المبرأة عن المن والأذى والرياء ورؤية الإنفاق وكونه من

الخبيث أى : لا يجب عليك أن تجعلهم مهديين إنما عليك تبليغ الهداية :)ولكن الله يهدى من يشاء وما تنفقوا من خير فلأنفسكم (فلم تمنون به على الناس وتؤذونهم :)وما تنفقون إلا ابتغاء وجه الله(فما لكم تستطيلون به على الناس ؟ و كيف تراؤون فيه ؟ :)وما تنفقوا من خير يوف إليكم (ليس لغيركم فيه نصيب، فلا تنفقوا إلا على أنفسكم فى الحقيقة، لا على غيركم فلا ينقص به شىء منكم، فما لكم تقصدون الخبيث بالإنفاق منه فثلاثتها مصروفة إلى الأقسام الثلاثة المذكورة من الإنفاق للتحذير عن آفاتها بتصوير غاياتها. (تفسير سورة البقرة من آية 273 إلى آية 275) :)للفقراء(أى : اقصدوا بصدقاتكم الفقراء :)الذين(أحصرهم المجاهدة :)فى سبيل الله(:)لا يستطيعون ضربا فى الأرض(للتجارة والكسب لاشتغالهم بالله واستغراقهم فى الأحوال وصرف أوقاتهم فى العبادات. :)يحسبهم الجاهل أغنياء من التعفف(عن السؤال والاستغناء عن الناس :)تعرفهم بسيماهم (من صفرة وجوههم. ونور جباههم، وهيئة سحناتهم. أنهم عرفاء فقراء، أهل الله، لا يعرفهم إلا الله ومن هو منهم :)لا يسألون الناس إلحافا(أى : إلحاحاً. والمراد نفى مسئلة الناس بالكلية كقوله : (على لاحب لا يهتدى بمناره) والمراد نفى المنار والاهتداء جميعاً، أو نفى الإلحاف وإثبات التعطف فى المسألة. :)وما تنفقوا من خير (على أى من أنفقتم، غنياً كان أو فقيراً :)فإن الله به عليم (أى : بأن ذلك الإنفاق له أو لغيره، فيجازى بحسبه. :)الذين ينفقون(عمم الإنفاق أولاً وثانياً بحسب الأوقات والأحوال ليعلم أنه لا يتفاوت بها، بل بالقصد والنية :)الذين يأكلون الربا لا يقومون(إلى آخره، آكل الربا أسوأ حالاً من جميع مرتكبى الكبائر، فإن كل مكتسب له توكل ما فى كسبه قليلاً كان أو كثيراً، كالتاجر والزارع والمحترف، إذ لم يعينوا أرزاقهم بعقولهم ولم تتعين لهم قبل الاكتساب فهم على غير معلوم فى الحقيقة. كما قال رسول الله : "أبى الله أن يرزق المؤمن إلا من حيث لا يعلم". وأما آكل الربا فقد عين على آخذه مكسبه ورزقه سواء ربح الآخذ أو خسر، فهو محجوب عن ربه بنفسه وعن رزقه بتعيينه، لا توكل له أصلاً، فوكله الله تعالى إلى نفسه وعقله، وأخرجه من حفظه وكلاءته، فاختطفه الجن وخبلته، فيقوم يوم القيامة ولا رابطة بينه وبين الله كسائر الناس المرتبطين به بالتوكل، فيكون كالمصروع الذى مسه الشيطان فتخبطه لا يهتدى إلى مقصد :)ذلك بأنهم قالوا(أى : ذلك بسبب احتجابهم بقياسهم وأول من قاس إبليس

فيكونون من أصحابه مطرودين مثله. تفسير سورة البقرة من آية 276 إلى آية 283) :
)يمحق الله الربا(وإن كان زيادة فى الظاهر :)ويربى الصدقات(وإن كان نقصاناً فى الشاهد،
لأن الزيادة والنقصان إنما يكونان باعتبار العاقبة والنفع فى الدارين. والمال الحاصل
من الربا لا بركة له، لأنه حصل من مخالفة الحق فتكون عاقبته وخيمة وصاحبه يرتكب
سائر المعاصى إذ كل طعام يولد فى أكله دواعى وأفعالاً من جنسه، فإن كان حراماً يدعوه
إلى أفعال محرمة، وإن كان مكروهاً فإلى أفعال مكروهة، وإن كان مباحاً فإلى مباحة، وإن
كان من طعام الفضل فإلى مندوبات، وكان فى أفعاله متبرعاً متفضلاً. وإن كان بقدر
الواجب من الحقوق فأفعاله تكون واجبة ضرورية. وإن كان من الفضول والحظوظ
فأفعاله تكون كذلك. فعليه إثم الربا وآثار أفعاله المحرمة المتولدة من أكله على ما ورد
فى الحديث : ' الذنب بعد الذنب عقوبة للذنب الأول '. فتزداد عقوباته وآثامه أبداً.
ويتلف الله ماله فى الدنيا فلا ينتفع به أعقابه وأولاده فيكون ممن خسر الدنيا والآخرة،
وذلك هو المحق الكلى. وأما المتصدق، فلكون ماله مزكى، يبارك الله فى تثميره مع حفظ
الأصل وآكله لا يكون إلا مطيعاً فى أفعاله، ويبقى ماله فى أعقابه وأولاده منتفعاً به. وذلك
هو الزيادة فى الحقيقة، ولو لم تكن زيادته إلا ما صرف فى طاعة الله لكفى به زيادة، وأى زيادة
أفضل مما تبقى عند الله، ولو لم يكن نقصان الربا إلا حصوله من مخالفة الله وارتكاب نهيه
لكفى به نقصاً، وأى نقصان أفحش مما يكون سبب حجاب صاحبه وعذابه ونقصان حظه
عند الله. :)والله لا يحب كل كفار أثيم(أى : آكل الربا كفار أثيم بفعله والله لا يحب من
كان كذلك. (تفسير سورة البقرة آية 284) :)لله ما فى السماوات(أى : فى العالم الروحانى
كله، بواطنه وصفاته وأستار غيوبه ودفائن وجوده :)وما فى الأرض(أى : فى العالم
الجسمانى كله ظواهره وأسماؤه وأفعاله، تشهد العالمين، وهو على كل شىء شهيد :)وإن
تبدوا ما فى أنفسكم(يشهده بأسمائه وظواهره، فيعلمه ويحاسبكم به، وإن تخفوه يشهده
بصفاته وبواطنه فيعلمه ويحاسبكم به. :)فيغفر لمن يشاء(لتوحيده وقوة يقينه،
وعروض سيئاته، وعدم رسوخها فى ذاته، فإن مشيئته مبنية على حكمته :)ويعذب من
يشاء(لفساد اعتقاده، ووجود شكه، أو رسوخ سيئاته فى نفسه :)والله على كل شىء قدير(
فيقدر على المغفرة والتعذيب جميعاً. :)آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه(صدقه
بقبوله والتخلق به. كما قالت عائشة : ' كان خلقه القرآن والترقى بمعانيه والتحقق '. :

)والمؤمنون كل آمن بالله(وحده جميعاً :)وملائكته و كتبه ورسله(أى : وحده تفصيلاً عند الاستقامة مشاهداً لوحدته فى صورة تلك الكثرة معطياً لكل تجل من تجلياته فى مظهر من مظاهره وحكمه :)لا نفرق(أى : يقولون : لا نفرق بينهم برد بعض وقبول بعض، ولا نشك فى كونهم على الحق وبالحق لشهود التوحيد ومشاهدة الحق فيهم بالحق :)وقالوا سمعنا(أى : أجبنا ربنا فى كتبه ورسله ونزول ملائكته واستقمنا فى سيرنا :)غفرانك ربنا(أى : اغفر لنا وجوداتنا وصفاتنا وامحها بوجودك ووجود صفاتك :)وإليك المصير(بالفناء فيك. :)لا يكلف الله نفسا إلا وسعها(لا يحملها إلا ما يسعها. ولا يضيق به طوقها واستعدادها من التجليات. فإن حظ كل أحد من الكشوف والتجليات ما يطيق به وعاء استعداده الموهوب له فى الأزل من الفيض الأقدس، ولا يضيق عليه :)لها ما كسبت(من الخيرات والعلوم والكمالات والكشوف على أى وجد، سواء كانت بقصدها أو لا بقصدها. فإنها من عالم النور فالخيرات كلها ذاتية لها، ترجع فائدتها إليها دون الشرور من الجهالات والرذائل والمعاصى والنقائص، فإنها أمور ظلمانية غريبة عن جوهرها فلا تضرها ولا تلحق تبعتها بها إلا إذا كانت منجذبة إليها متوجهة بالقصد والاعتمال لتكسبها ولهذا ورد فى الحديث : ' إن صاحب اليمين يكتب كل حسنة تصدر عن صاحبها فى الحال، وصاحب الشمال لا يكتب حتى تمضى عليه ست ساعات. فإن استغفر فيها وتاب أو ندم. فلم يكتب، وإن أصر كتب '. والمراد بالنفس ها هنا الذات وإلا لكان الأمر بالعكس، فيكون حينئذ معناه لا يكلفها إلا ما يسعها ويتيسر لها من الأعمال دون مدى الجهد والطاقة وذكر الكسب فى موضع الخير لكونها غير معتنية به معتملة له. والاكتساب فى موضع الشر لكونها منجذبة إليه. معتملة له بالقصد. لكونها مأوى الشر. :)ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا(عهدك :)أو أخطأنا(فى العمل لما سواك. والقران على فراقك محتجبين عنك. فإنا غرباء، بعداء، طال العهد بنا مسافرين عنك. ممتحنين فى الظلمات بأنواع البلاء، ولا قدر ولا مقدار لنا فى حضرتك، حتى تؤاخذنا بذنوبنا :)ربنا ولا تحمل علينا إصرا(فى ذاتنا وصفاتنا وأفعالنا. فتأصرنا وتحبسنا فى مكاننا مهجورين عنك. فإنه لا ثقل أثقل منها :) كما حملته على الذين من قبلنا(من المحتجبين بظواهر الأفعال أو بواطن الصفات :)ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به(من ثقل الهجران والحرمان عن وصالك، ومشاهدة جمالك. بحجب جلالك :)واعف عنا(

سيئات أفعالنا وصفاتنا فإنها كلها سيئات حجبتنا عنك. وحرمتنا برد عفوك ولذة رضوانك:)واغفر لنا(ذنوب وجوداتنا فإنها أكبر الكبائر كما قيل. (إذا قلت ما أذنبت قالت مجيبة وجودك ذنب لا يقاس به ذنب) :)وارحمنا(بالوجود الموهوب بعد الفناء:)أنت مولانا(ناصرنا ومتولى أمورنا :)فانصرنا(فإن من حق الولى أن ينصر من يتولاه. أو سيدنا، ومن حق السيد أن ينصر عبيده:)على القوم الكافرين(من قوى نفوسنا الأمارة وصفاتها. وجنود شياطين أوهامنا وخيالاتنا، المحجوبين عنك. الحاجبين إيانا بكفرها وظلمتها.

سورة آلِ عمران

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(تفسير سورة آل عمران من آية 1 إلى آية 6) :)الم الله لا إله إلا هو الحى القيوم (مر تأويله :)نزل عليك الكتاب بالحق(أى : رقاك رتبة فرتبة، ودرجة فدرجة، بتنزيل الكتاب عليك منجماً إلى العلم التوحيدى الذى هو الحق باعتبار الجمع المسمى بالعقل القرآنى :)مصدقا لما بين يديه(من التوحيد الأزلى السابق المعلوم فى العهد الأول المخزون فى غيب الاستعداد :)وأنزل التوراة والإنجيل من قبل(هكذا ثم :)أنزل الفرقان(أى : التوحيد التفصيلى الذى هو الحق باعتبار الفرق المسمى بالعقل الفرقانى، وهو منشأ الاستقامة ومبدأ الدعوة :)إن الذين كفروا(أى : احتجبوا عن هذين التوحيدين بالمظاهر والأكوان التى هى آيات التوحيد فى الحقيقة :)لهم عذاب شديد(فى البعد والحرمان :)والله عزيز (أى : قاهر :)ذو انتقام (لا يقدر وصفه ولا يبلغ كنهه ولا يقدر على مثله منتقم :)لا يخفى عليه شىء(فى العالمين، فيعلم مواقع الانتقام :)منه آيات محكمات. (تفسير سورة آل عمران من آية 7 إلى آية 12) سمت من أن يتطرق إليها الاحتمال والاشتباه لا يحتمل إلا معنى واحداً :)هن أم (أى : أصل :)الكتاب وأخر متشابهات(تحتمل معنيين فصاعداً ويشتبه فيها الحق والباطل، وذلك أن الحق تعالى له وجه هو الوجه المطلق الباقى بعد فناء الخلق لا يحتمل التكثر والتعدد، وله وجوه متكثرة إضافية متعددة بحسب مرائى المظاهر، وهى ما يظهر بحسب استعداد كل مظهر فيه من ذلك الوجه الواحد، يلتبس فيها الحق بالباطل، فورد التنزيل كذلك لتنصرف المتشابهات إلى وجوه الاستعدادات فيتعلق كل بما يناسبه، ويظهر الابتلاء والامتحان، فأما العارفون المحققون الذين يعرفون الوجه الباقى فى أية صورة وأى شكل كان، فيعرفون الوجه الحق من الوجوه التى تحتملها المتشابهات فيردونها إلى المحكمات متمثلين بمثل قول الشاعر : (وما الوجه إلا واحد غير أنه إذا أنت أعددت المرايا تعددا) وأما المحجوبون :)الذين فى قلوبهم زيغ(عن الحق :)فيتبعون ما تشابه(لاحتجابهم بالكثرة عن الوحدة، كما أن المحققين يتبعون المحكم، ويتبعونه المتشابه، فيختارون من الوجوه المحتملة ما يناسب دينهم ومذهبهم :)ابتغاء الفتنة(أى : طلب الضلال

والإضلال الذى هم بسبيله :)وابتغاء تأويله(بما يناسب حالهم وطريقتهم. (إذا اعوج سكين فعوج قرابه) فهم كما لا يعرفون الوجه الباقى فى الوجوه، لزم أن لا يعرفوا المعنى الحق من المعانى، فيزداد حجابهم ويغلظ ليستحقوا به العذاب :)وما يعلم تأويله إلا الله والراسخون فى العلم(العالمون، يعلمون بعلمه، أى: إنما يعلمه الله جميعاً وتفصيلاً :)يقولون آمنا به(يصدقون علم الله به، فهم يعلمون بالنور الإيمانى :)كل من عند ربنا(لأن الكل عندهم معنى واحد غير مختلف :)وما يذكر(بذلك العلم الواحد المفصل فى التفاصيل المتشابهة المتكثرة إلا الذين صفت عقولهم بنور الهداية وجردت عن قشر الهوى والعادة. :)ربنا لا تزغ قلوبنا(عن التوجه إلى جنابك، والسعى فى طلب لقائك، والوقوف ببابك، بالافتتان بحب الدنيا وغلبة الهوى، والميل إلى النفس وصفاتها، والوقوف مع حظوظها ولذاتها :)بعد إذ هديتنا(بنورك إلى صراطك المستقيم، والدين القويم، وبسبحات وجهك إلى جمالك الكريم :)وهب لنا من لدنك رحمة(رحيمية تمحو صفاتنا بصفاتك وظلماتنا بأنوارك :)إنك أنت الوهاب(:)ربنا إنك جامع الناس ليوم لا ريب فيه(أى : يجمعهم ليوم الجمع الذى هو الوصول إلى مقام الوحدة الجامعة للخلائق أجمعين الأولين والآخرين، فلا يبقى لهم شك فى مشهدهم ذلك :)لن تغنى عنهم أموالهم ولا أولادهم من الله شيئاً(بل هى سبب حجابهم وبعدهم من الله وتعذيبهم بعذابه لشدة تعلقهم بهم ومحبتهم إياهم. (تفسير سورة آل عمران من آية 13 إلى آية 14 :)قد كان لكم آية(يا معشر السالكين دالة على كمالكم وبلوغكم إلى التوحيد :)فى فئتين التقتا فئة(القوى الروحانية الذين هم أهل الله وجنوده :)تقاتل فى سبيل الله وأخرى(هى جنود النفس وأعوان الشياطين محجوبة عن الحق. ترى الفئة الأولى، مع قلة عددهم، مثليهم عند التقائهما فى معركة البدن لتأييد الفئة الأولى بنور الله وتوفيقه وخذلان الفئة الثانية وذلهم وعجزهم وضعفهم وانقطاعهم عن عالم الأيد والقدرة. فغلبت الأولى الثانية وقهروهم بتأييد الله ونصره، وصرفوا أموالهم التى هى مدركاتهم ومعلوماتهم فى سبيل معرفة الله وتوحيده :)والله يؤيد بنصره من يشاء(من أهل عنايته المستعدين للقائه :)إن فى ذلك لعبرة(أى : اعتباراً أو أمراً يعتبر به فى الوصول إلى الحقيقة للمستبصرين الذين انفتحت أعين بصائرهم واكتحلت بنور الإيقان العلمى من أهل الطريقة يعتبرون به أحوالهم فى النهاية. :)زين للناس حب الشهوات(لأن

،الإنسان مركب من العالم العلوى والسفلى، ومن نشأته وولادته تحجبت فطرته وخمدت نار غريزته وانطفأ نور بصيرته بالغشاوات الطبيعية والغواشى البدنية. والماء الأجاج من اللذات الحسية، والرياح العواصف من الشهوات الحيوانية. فبقى مهجوراً من الحق فى أوطان الغربة وديار الظلمة يسار به، مبلواً بأنواع النصب والتعب. فإذا هو بشعشعة نور من التميز ولمعان برق من عالم العقل، وداع يناديه من الهوى والشيطان. فتبعه فصادف منزلاً نزهاً، وروضة أنيقة. فيها ما تشتهى الأنفس وتلذ الأعين. فاستوطنه وشكر سعيه ورضيه مسكناً وقال: (عند الصباح يحمد القوم السرى والداعى قد هيئ له القرى) فذلك حب الشهوات، أى: المشتهيات المذكورة وتزيينها له وهو تمتيع له بحسب ما فيه من العالم السفلى، وكمال لحياته حجب به من تمتيع الحياة الأخرى وكمالها، بحسب ما فيه من العالم العلوى، ولم يتنبه على أنها أبهى وألذ وأصفى مع ذلك وأبقى، وهو معنى قوله: :)والله عنده حسن المآب(. فإن أدركه التوفيق الإلهى والتنبيه السرى، وقارنه الإنباء النبوى كما قال: :)قل أؤنبئكم بخير من ذلكم(انبعث من باطنه شوق وعشق لحركة العلوى إلى مركزه، واشتعلت ناره التى قد خمدت، وتتابع عليه لوامع الأنوار الإلهية وطوالع الإشراقات القدسية. فاستنار نور بصيرته الذى قد انطفأ، ورقت الحجب التى منعت فطرته عن طلب المقر والمأوى، وتنغص عيشه الذى هو فيه فتكدر ما هو عليه، واستظلم ما كان قد استصفاه من الحياة الدنيا وسكنت فى نفسه سورة الهوى بغلبة الجزء الروحانى على الجسمانى، وذاق طعم ماء فرات الحياة الحقيقية فلم يصبر على الملح الأجاج وباشر قلبه خطرات اليقين بجريعات شربها من الماء المعين، فعلم أنه كان أكمن فى سرب من الأرض. فاستلمع ضوء الكواكب ليلاً وظنه نهاراً. فخرج فإذا هو ببرية فيها ماء زعاق وأنواع من الحشائش كالخمخم والجرجير ونحوها، فظنها رياحين وثماراً، فجلس بما وجد عن ضياء الشمس وألوان الطيب والفواكه. فعزم على رحيل الأوبة وغشيته وحشة الغربة. فانتقى ما استطاب واستحلى. ثم سار وخلى حتى إذا أضاء نور صبح عين اليقين، وحان وقت طلوع شمس الوحدة، رأى جنة تحير فيها بصره ودهش فى وصفها عقله، وكان ما كان مما لا عين رأت، ولا أذن سمعت، ولا خطر على قلب بشر. فإذا أفاق وقد طلعت الشمس، وجد فيها ألافاً وأحباباً وعرف أنه كان له مثوى ومآباً، ورجع إليه الأنس، ونزل محلة القدس، بدار القرار فى جوار الملك الغفار.

وأشرقت عليه سبحات وجهه الكريم. وحل بقلبه روح الرضا العميم. وذلك معنى قوله : :)للذين اتقوا عند ربهم جنات تجرى من تحتها الأنهار(إلى قوله : :)والله بصير بالعباد(. فالجنات جنات الأفعال. والأزواج أصناف روحانيات عالم القدس. والرضوان جنات الصفات. :)الذين يقولون ربنا إننا آمنا(بأنوار أفعالك وصفاتك :)فاغفر لنا ذنوبنا(أى : ذنوب وجوداتنا بذاتك :)وقنا عذاب النار(أى : نار الهجران ووجود البقية :)الصابرين(على غصص المجاهدة والرياضة : :)والصادقين(فى المحبة والإرادة :)والقانتين(فى السلوك إليه وفيه :)والمنفقين(ما عداه من أموالهم وأفعالهم وصفاتهم ونفوسهم وذواتهم :)والمستغفرين(عن ذنوب تلويناتهم وبقياتهم فى أسحار أيام التجليات النورية عند طلوع طوالع الأنوار. وظهور تباشير صبح يوم القيامة الكبرى بالأفق الأعلى. فأجابهم وقت طلوع شمس الذات من مغرب وجودهم. فلم يبق مغرباً بقوله :)شهد الله أنه لا إله إلا هو(طلع الوجه الباقى. فشهد بذاته فى مقام الجمع على وحدانيته. إذ لم يبق شاهد ولا مشهود غيره. ثم رجع إلى مقام التفصيل فشهد بنفسه مع غيره على وحدانيته فى ذلك المشهد فقال : :)والملائكة وأولو العلم قائما بالقسط(أى : مقيماً للعدل فى تفاصيل مظاهره. وصور كثرتها الذى هو ظل الوحدة فى غير الجمع بإعطاء كل ذى حق بحسب استعداده واستحقاقه حقه من جوده وكماله وتجليه فيه على قدر سعة وعائه :)لا إله إلا هو(فى المشهدين :)العزيز(القاهر الذى يقهر كل شىء باعتبار الجمع فلا يصل إليه أحد :)الحكيم(الذى يدبر بحكمته كل شىء. فيعطيه ما يليق به باعتبار التفصيل. :)إن الدين عند الله(هو هذا التوحيد الذى قرره بنفسه. فإن دينه دين إسلام الوجوه كما قال إبراهيم : ' أسلمت وجهى لله ' أى : نفسى وجملتى. وانخلعت عن أنانيتى. ففنيت فيه. وأمر الله تعالى حبيبه عليه فيما بعد بقوله : :)فإن حاجوك فقل أسلمت وجهى لله ومن اتبعن(. :)إن الذين يكفرون بآيات الله(أى : المحجوبين عن الدين :)ويقتلون النبيين بغير حق(لكونهم محجوبين بدينهم لا يقبلون إلا ما هم عليه من التقيد والتقليد. والأنبياء دعوهم إلى التوحيد ومنعوهم عن التقيد فقتلوهم :)ويقتلون الذين يأمرون بالقسط من الناس(من أتباعهم. إذ العدل ظل التوحيد. فمن لم يكمل له لا يمكنه العدل. وهم قد حجبوا بتقييدهم بدينهم. فقد حجبوا بظلمهم عن العدل فخالفوهم وقتلوهم. :)أولئك الذين حبطت

أعمالهم (التى عملوها على دين نبيهم. لأنهم كانوا بتقليد نبيهم ناجين بالمتابعة. وأنبياؤهم كانوا شفعاءهم بتوسطهم بينهم وبين الله فى وصول الفيض إليهم. فإذا أنكروا النبيين وأتباعهم العادلين فقد خالفوا نبيهم لأن الأنبياء كلهم على ملة واحدة فى الحقيقة هى ملة التوحيد، لا نفرق بين أحد منهم فى كونهم على الحق فمن خالف واحداً فقد خالف الكل، و كذا من خالف أهل العدل من أتباع النبيين فقد ظلم. ومن ظلم فقد خرج بظلمة عن المتابعة وأيضاً فمنكر الاتباع منكر المتبوعين، ومنكر الظل منكر الذات خارج عن نورها. وإذا خالفوا نبيهم لم يبق بينهم وبينه من الوصلة والمناسبة ما تمكن به الاستفاضة من نوره، فحجبوا عن نوره وكانت أعمالهم منورة بنوره لأجل المتابعة، لا نور ذاتى لها. إذ لم تكن صادرة عن يقين. فإذا زال نورها العارضى باحتجابهم عن نبيهم فقد أظلمت وصارت كسائر السيئات من صفات النفس الأمارة. وفيه ما سمعت غير مرة من قتل كفار قوى النفس الأمارة أنبياء القلوب والآمرين بالقسط من القوى الروحانية. (تفسير سورة آل عمران آية 26) :)قل اللهم مالك الملك(تملك ملك عالم الأجسام مطلقاً، تتصرف فيه لا مالك ولا متصرف ولا مؤثر فيه غيرك :)تؤتى الملك من تشاء(تجعله متصرفاً فى بعضه :)وتنزع الملك ممن تشاء(بجعل التصرف فى يد غيره ولا غير ثمة بل تقلبه من يد إلى يد، فأنت المتصرف فيه على كل حال بحسب اختلاف المظاهر :)وتعز من تشاء(بإلقاء نور من أنوار عزتك عليه فإن العزة لله جميعاً :)وتذل من تشاء(بسلب لباس عزتك عنه فيبقى ذليلاً :)بيدك الخير(كله. وأنت القادر مطلقاً. تعطى على حسب مشيئتك. تتجلى تارة على بعض المظاهر بصفة العز والكبرياء، فتكسوه لباس العز والبهاء، وتارة بصفة القهر والإذلال فتكسوه لباس الهوان والصغار، وتارة بصفة المعز فتكون مذلاً، وتارة بصفة المذل فتكون معزاً، وتارة بصفة الغنى فتعطى المال، وتارة بصفة المغنى فتفقره أى : تجعله مستغنياً عن المال فقيراً لا يحتاج إلى شىء.)تولج الليل فى النهار وتولج النهار فى الليل(تدخل ظلمة النفس فى نور القلب فيظلم، وتدخل نور القلب فى ظلمة النفس فتستنير بخلطهما معاً مع بعد المناسبة بينهما :)وتخرج الحى(أى : حى القلب) من الميت(أى : من ميت النفس. وميت النفس من حى القلب بل تخرج حى العلم والمعرفة من ميت الجهل. وتخرج ميت الجهل من حى العلم تحجبه عن النور. كحال بلعم بن باعورا :)وترزق من

تشاء(من النعمة الظاهرة والباطنة جميعاً أو من إحداهما :)بغير حساب(:)لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين(إذ لا مناسبة بينهم فى الحقيقة، والولاية لا تكون إلا بالجنسية والمناسبة، فحينئذ لا يمكن أن تكون المحبة بينهم ذاتية، بل مجعولة مصنوعة بالتصنع والرياء والنفاق وهى خصال مبعدة عن الحق إذ كلها حجب ظلمانية ولو لم يكن فيهم ظلمة تناسب حال الكفرة ما قدروا على مخالطتهم ومصاحبتهم :)ومن يفعل ذلك فليس من الله فى شىء(أى : من ولاية الله فى شىء، معتد به، إذ ليس فيهم نورية صافية يناسبون بها الحضرة الإلهية :)إلا أن تتقوا منهم تقاة(أى : إلا أن تخافوا من جهتهم أمراً يجب أن يتقى، فتوالوهم ظاهراً ليس فى قلوبكم شىء من محبتهم، وذلك أيضاً لا يكون إلا لضعف اليقين. إذ لو باشر قلوبهم اليقين لما خافوا إلا الله تعالى وشاهدوا معنى قوله تعالى : :)وإن يمسسك الله بضر فلا كاشف له إلا هو وإن يردك بخير فلا راد لفضله((يونس، الآية : 107) فما خافوا غيره ولم يرجوا غيره، ولذلك عقبه بقوله : :)ويحذركم الله نفسه(أى : يدعوكم إلى التوحيد العيانى كى لا يكون حذركم من غيره بل من نفسه :)وإلى الله المصير(فلا تحذروا إلا إياه فإنه المطلع على أسراركم وعلانياتكم، القادر على مجازاتكم إن توالوا أعداءه أو تخافوهم سراً أو جهراً. تفسير سورة آل عمران آية 30) :)يوم تجد كل نفس(الآية. كل ما يعمله الإنسان أو يقوله يحصل منه أثر فى نفسه وتنتقش نفسه به وإذا تكرر صار النقش ملكة راسخة، وكذا ينتقش فى صحائف النفوس السماوية، لكنه مشغول عن هيئات نفسه ونقوشها بالشواغل الحسية والإدراكات الوهمية والخيالية، لا يفرغ إليها. فإذا فارقت نفسه جسدها ولم يبق ما يشغلها عن هيئاتها ونقوشها وجدت ما عملت من خير أو شر محضراً. فإذا كان شراً تتمنى بعد ما بينها وبين ذلك اليوم أو ذلك العمل لتعذيبها به، فتصير تلك الهيئات والنقوش صورتها إن كانت راسخة وإلا وجدت جزاءها بحسبها وتكرر :)ويحذركم الله نفسه(تأكيداً لئلا يعملوا ما يستحقون به عقابه :)والله رؤوف بالعباد(فلذا يحذرهم عن السيئات تحذير الوالد المشفق لولده عما يوبقه. (تفسير سورة آل عمران آية) 31) :)قل إن كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله(لما كان عليه حبيبه فكل من يدعى المحبة لزمه اتباعه لأن محبوب المحبوب محبوب. فتجب محبة النبى ومحبته إنما تكون بمتابعته وسلوك سبيله قولاً وعملاً وخلقاً وحالاً وسيرة وعقيدة، ولا

تمشي دعوى المحبة إلا بهذا فإنه قطب المحبة ومظهره وطريقته طلسم المحبة. فمن لم يكن له من طريقته نصيب لم يكن له من المحبة نصيب، وإذا تابعه حق المتابعة ناسب باطنه وسره وقلبه ونفسه باطن النبي وسره وقلبه ونفسه وهو مظهر المحبة. فلزم بهذه المناسبة أن يكون لهذا المتابع قسط من محبة الله تعالى بقدر نصيبه من المتابعة. فيلقي الله تعالى محبته عليه ويسري من باطن روح النبي نور تلك المحبة إليه، فيكون محبوباً لله، محباً له، ولو لم يتابعه لخالف باطنه باطن النبي. فبعد عن وصف المحبوبية وزالت المحبية عن قلبه أسرع ما يكون، إذ لو لم يحبه الله تعالى لم يكن محباً له:)ويغفر لكم ذنوبكم(كما غفر لحبيبه. قال تعالى: :)ليغفر لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر((الفتح، الآية: 2) وذنبه المتقدم ذاته، والمتأخر صفاته. فكذا ذنوب المتابعين كما قال تعالى: ' لا يزال العبد يتقرب إلى.... ' إلى آخر الحديث.':)والله غفور(يمحو ذنوب صفاتكم وذواتكم:)رحيم(يهب لكم وجوداً وصفات حقانية خيراً منها. ثم نزل عن هذا المقام لأنه أعز من الكبريت الأحمر. ودعاهم إلى ما هو أعم من مقام المحبة. وهو مقام الإرادة. (تفسير سورة آل عمران من آية 32 إلى آيه 34) فقال: :)قل أطيعوا الله والرسول(أي: إن لم تكونوا محبين ولم تستطيعوا متابعة حبيبي فلا أقل من أن تكونوا مريدين، مطيعين لما أمرتم به. فإن المريد يلزمه متابعة الأمر وامتثال المأمور به.:)فإن تولوا فإن الله لا يحب الكافرين(أي: إن أعرضوا عن ذلك أيضاً فهم كفار منكرون محجوبون، والله لا يحب من كان كافراً. فبترك الطاعة يلزم الكفر. وبترك المتابعة لا يلزم؛ لأن تارك المتابعة يمكن أن يكون مطيعاً بمتابعة الأمر. ومعنى: :)أطيعوا الله والرسول(: أطيعوا رسول الله لقوله تعالى: :)من يطع الرسول فقد أطاع الله((النساء، الآية: 80). :)إن الله اصطفى آدم ونوحا(الاصطفاء أعم من المحبة والخلة. فيشمل الأنبياء كلهم لأنهم خيرة الله وصفوته، وتتفاضل فيه مراتبهم، كما قال تعالى: :)تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض((البقرة، الآية: 253)، فأخص المراتب هو المحبة، وأشار إليه بقوله تعالى: :)ورفع بعضهم درجات((البقرة، الآية: 253) فلذلك كان أفضلهم حبيب الله محمداً ثم الخلة التي هي صفة إبراهيم. وأعمها الاصطفاء، أي: صفة آدم:)ذرية بعضها من بعض(في الدين والحقيقة، إذ الولاية قسمان: صورية ومعنوية، وكل نبي يتبع نبياً آخر في التوحيد والمعرفة، وما يتعلق بالباطن من أصول الدين فهو ولده كأولاد المشايخ

فی زماننا هذا. و كما قيل: الآباء ثلاثة: أب ولدك، وأب رباك، وأب علمك. فكما أن وجود البدن فی الولادة الصورية يتولد فی رحم أمه من نطفة أبيه، فكذلك وجود القلب فی الولادة الحقيقية يظهر فی رحم استعداد النفس من نفحة الشيخ والمعلم. وإلى هذه الولادة أشار عيسى بقوله: ' لن يلج ملكوت السموات من لم يولد مرتين '. واعلم أن الولادة المعنوية أكثرها يتبع الصورية فی التناسل، ولذلك كان الأنبياء فی الظاهر أيضاً نسلاً، ثم ثمر شجرة واحدة، فإن عمران بن يصهر أبا موسى وهارون كان من أسباط لاوی بن يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم، وعمران بن ماثان أبا مريم أم عيسى كان من أسباط يهوذ بن يعقوب، وكون محمد عليه من أسباط إسماعيل بن إبراهيم مشهور وكذا كون إبراهيم من نوح. وسببه أن الروح فی الصفاء والكدورة يناسب المزاج فی الاعتدال وعدمه وقت التكون، فلكل مزاج يناسبه ويخصه، إذ الفيض يصل بحسب المناسبة وتفاوت الأرواح فی الأزل بحسب صنوفها ومراتبها فی القرب والبعد، فتتفاوت الأمزجة بحسبها فی الأبد لتتصل بها. والأبدان المتناسلة بعضها من بعض متشابهة فی الأمزجة على الأكثر، اللهم إلا لأمور عارضة اتفاقية، فكذلك الأرواح المتصلة بها متقاربة فی الرتبة، متناسبة فی الصفة. وهذا مما يقوى أن المهدی من نسل محمد)والله سميع(حين قالت امرأة عمران : :)رب إنی نذرت(إلى قولها : :)عليم(بنيتها كما شهدت بقولها :)إنك أنت السميع العليم(. واعلم أن النيات وهيئات النفس مؤثرة فی نفس الولد، كما أن الأغذية مؤثرة فی بدنه. فمن كان غذاؤه حلالاً طيباً وهيئات نفسه نورية ونياته صادقة حقانية، جاء ولده مؤمناً صديقاً أو ولياً أو نبياً. ومن كان غذاؤه حراماً وهيئات نفسه ظلمانية خبيثة ونياته فاسدة رديئة جاء ولده فاسقاً أو كافراً خبيثاً. إذ النطفة التی يتكون الولد منها متولدة من ذلك الغذاء، مرباة بتلك النفس، فتناسبها. ولهذا قال رسول الله: ' الولد سر أبيه '. فكان صدق مريم وبنوة عيسى عليهما السلام بركة صدق أبيها :)وجد عندها رزقا(يجوز أن يراد به الرزق الروحانی من المعارف والحقائق والعلوم والحكم الفائضة عليها من عند الله، إذ الاختصاص بالعندية يدل على كونها من الأرزاق اللدنية. (تفسير سورة آل عمران من آية 38 إلى آية 42):)هنالك دعا زكريا ربه(كان زكريا شيخاً هرماً، وكان مقدماً للناس، إماماً، طلب من ربه ولداً حقيقياً يقوم مقامه فی تربية الناس وهدايتهم كما أشار إليه فی سورة (كهيعص)

فوهب له يحيى من صلبه بالقدرة. بعدما أمر باعتكاف ثلاثة أيام ولك التأويل بالتطبيق على أحوالك وتفاصيل وجودك كما علمت، وهو أن الطبيعة الجسمانية، أى : القوة البدنية. امرأة عمران الروح نذرت ما فى قوتها من النفس المطمئنة لله تعالى بانقيادها لأمر الحق ومطاوعتها له، فوضعت أنثى النفس فكفلها الله، زكريا الفكر، بعدما تقبلها لكونها زكية، قدسية، فكلما دخل عليها زكريا الفكر محراب الدماغ وجد عندها رزقاً من المعانى الحدسية التى انكشفت عليها بصفائها من غير امتياز الفكر إياها. فهنالك دعا زكريا الفكر، تركيب تلك المعانى واستوهب من الله ولداً طيباً مقدساً عن لوث الطبيعية، فسمع الله دعاءه، أى: أجاب، فنادته ملائكة القوى الروحانية وهو قائم بأمره فى تركيب المعلومات، يناجى ربه باستنزال الأنوار، ويتقرب إليه بالتوجه إلى عالم القدس فى محراب الدماغ. :)أن الله يبشرك بيحيى(العقل بالفعل :)مصدقا(بعيسى القلب، مؤمناً به، وهو كلمة من الله لتقدسه عن عالم الأجرام والتولد عن المواد :)وسيدا(لجميع أصناف القوى :)وحصورا(مانعاً نفسه عن مباشرة الطبيعة الجسمانية وملابسة طبائع القوى البدنية :)ونبيا(بالإخبار عن المعارف والحقائق الكلية، وتعليم الأخلاق الجميلة، والتدابير السديدة بأمر الحق :)من الصالحين(. ومن جملة المفارقات والمجردات التى تصلح بأفعالها أن تكون من مقربى حضرة الله تعالى بعد أن بلغ الفكر كبر منتهى طوره ولم يكن منتهياً إلى إدراك الحقائق القدسية، والمعارف الكلية. وكانت امرأته التى هى طبيعة الروح النفسانية لأنها محل تصرف الفكر عاقراً بالنور المجرد. وعلامة ذلك، أى: علامة حصول النور المجرد وظهوره من النفس الزكية، إمساكه عن مكالمة القوى البدنية فى تحصيل مطالبهم ومآربهم ومخالطتهم فى فضول لذاتهم وشهواتهم ثلاثة أيام. كل يوم عقد تام من أطوار عمره عشر سنين، إلا أن يرمز إليهم بإشارة خفية، ويأمرهم بتسبيحهم المخصوص بكل واحد منهم من غير أن يدنو منهم فى مقاصدهم، وأن يشتغل فى الأيام الثلاثة التى مداها ثلاثون سنة من ابتداء سن التمييز، الذى هو العشر الأول، بذكر ربه فى محراب الدماغ والتسبيح المخصوص به دائماً. (تفسير سورة آل عمران من آية 42 إلى آية 46) وكذا قالت ملائكة القوى الروحانية لمريم النفس الزكية الطاهرة. :)إن الله اصطفاك(لتنزهك عن الشهوات :)وطهرك(عن رذائل الأخلاق والصفات المذمومة :)واصطفاك على نساء(نفوس

الشهوانية الملونة بالأفعال الذميمة والملكات الرديئة :)يا مريم(أطيعى لربك بوظائف الطاعات والعبادات :)واسجدى(فى مقام الانكسار والذل والافتقار والعجز والاستغفار :)واركعى(فى مقام الخضوع والخشوع مع الخاضعين.)ذلك من أنباء الغيب(أى : أحوال غيب وجودك :)نوحيه إليك(يا نبى الروح :)وما كنت لديهم(لدى القوى الروحانية والنفسانية، أى : فى رتبتهم ومقامهم :)إذ يلقون أقلامهم أيهم يكفل مريم(أى : يتسابقون فى سهامهم ويتبادرون فى حظوظهم أيهم يدبر مريم النفس ويكفلها بحسب رأيه ومقتضى طبعه يترأس عليها ويأمرها بما يراه من مصلحة أمره :)وما كنت لديهم(فى مقام الصدور الذى هو محل نزاع القوى الروحانية والنفسانية ومحل نزاعهم الذى هو الصدر :)إذ يختصمون(يتنازعون ويتجاذبون فى طلب الرياسة عند ظهوره قبل الرياضة وفى حالها، إذ غلبت ملائكة القوى الروحانية بتوفيق الحق بعد الرياضة. وقالت لمريم النفس : :)إن الله يبشرك بكلمة(القلب موهوباً :)منه اسمه المسيح(لأنه يمسحك بالنور :)وجيها فى الدنيا(لإدراكه الجزئيات وتدبير مصالح المعاش أجود وأصفى وأصوب ما يكون، فيطيعه ويذعن له، ويحتشمه ويعظمه، أنس القوى الظاهرة وجن القوى الباطنة :)و(فى :)الآخرة(لإدراكه المعانى الكلية والمعارف القدسية وقيامه بتدبير المعاد والهداية إلى الحق. فنعطيه ملكوت سماء الروح ونكرمه. ومن جملة مقربى حضرة الحق قابلاً لتجلياته ومكاشفاته :)ويكلم الناس(فى مهد البدن :)وكهلا(بالغاً إلى قرب طور شيخ الروح. غالباً عليه بياض نوره :)ومن الصالحين(لمقام المعرفة. (تفسير سورة آل عمران من آية 47 إلى آية 51 ى :)قالت رب أنى يكون لى ولد(تعجب النفس من حملها وولادتها من غير أن يمسها بشر، أى من غير تربية شيخ وتعليم معلم بشرى، وهو معنى بكارتها :)قال كذلك الله يخلق ما يشاء(أى : يصطفى من شاء بالجذب والكشف ويهب له مقام القلب من غير تربية وتعليم كما هو حال المحبوبين وبعض المحبين. :)ويعلمه(بالتعليم الربانى. كتاب العلوم المعقولة. وحكم الشرائع، ومعارف الكتب الإلهية من التوراة والإنجيل، أى معارف الظاهر والباطن :)ورسولا(إلى المستعدين الروحانيين من أسباط يعقوب الروح :)أنى قد جئتكم بآية من ربكم(تدل على أنى آتيكم من عنده :)أنى أخلق لكم(بالتربية والتزكية والحكمة العملية من طين نفوس المستعدين الناقصين :)كهيئة الطير(الطائر إلى

جناب القدس من شدة الشوق :)فأنفخ فيه(من نفث العلم الإلهى ونفس الحياة الحقيقية بتأثير الصحبة والتربية :)فيكون طيرا (أى : نفساً حية طائرة بجناح الشوق والهمة إلى جناب الحق :)وأبرئ الأكمه(المحجوب عن نور الحق الذى لم تنفتح عين بصيرته قط ولم تبصر شمس وجه الحق ولا نوره ولم يعرف أهله بكحل نور الهداية :)والأبرص(المعيوب نفسه بمرض الرذائل والعقائد الفاسدة ومحبة الدنيا ولوث الشهوات بطب النفوس :)وأحيي(موتى الجهل بحياة العلم :)بإذن الله وأنبئكم بما تأكلون(تتناولون من مباشرة الشهوات واللذات :)وما تدخرون فى بيوتكم (أى : فى بيوت غيوبكم من الدواعى والنيات :)إن فى ذلك لآية لكم إن كنتم مؤمنين ومصدقا لما بين يدى من التوراة(أى : من توراة علم الظاهر :)ولأحل لكم بعض الذى حرم عليكم(من أنوار الباطن :)وجئتكم بآية(بدليل :)من ربكم (هو التوحيد الذى لم يخالفنى فيه نبى قط :)فاتقوا الله(فى مخالفتى فإنى على الحق :)وأطيعون(فى دعوتكم إلى التوحيد. (تفسير سورة آل عمران من آية 52 إلى آية 55) :)فلما أحس عيسى(القلب من القوى النفسانية :)الكفر(الاحتجاب والإنكار والمخالفة :)قال من أنصاري إلى الله(أى : اقتضى من القوة الروحانية نصرته عليهم فى التوجه إلى الله :)قال الحواريون(أى : صفوته وخالصته من الروحانيات المذكورة :)نحن أنصار الله آمنا بالله(بالاستدلال وبالتنور بنور الروح :)واشهد بأنا مسلمون(مذعنون منقادون :)ربنا آمنا بما أنزلت(من علم التوحيد وفيض النور :)واتبعنا الرسول فاكتبنا مع الشاهدين(الحاضرين لك المراقبين لأمرك أو من الشاهدين على وحدانيتك :)ومكروا(أى : الأوهام والخيالات فى اغتيال القلب وإهلاكه بأنواع التسويلات :)ومكر الله(بتغليب الحجج العقلية والبراهين القاطعة عن تخيلاتها وتشكيكاتها ورفع عيسى القلب إلى سماء الروح وألقى شبهه على النفس ليقع اغتيالهم :)والله خير الماكرين(إذا غلب مكره. وقال لعيسى :)إنى متوفيك(أى : قابضك إلى من بينهم :)ورافعك إلى(أى : إلى سماء الروح فى جوارى :)ومطهرك من(رجز جوار :)الذين كفروا(من القوى الخبيثة ومكرهم وخبث صحبتهم :)وجاعل الذين اتبعوك(من الروحانيين :)فوق الذين كفروا(من النفسانيات إلى يوم القيامة الكبرى والوصول إلى مقام الوحدة :)ثم(:)يومئذ(إلى مرجعكم فأحكم بينكم(:)بالحق( )فيما كنتم فيه تختلفون(قبل الوحدة من التجاذب

والتنازع الواقع من القوى. فأقر كلا فى مقره هناك وأعطيه ما يليق به من عندى فيرتفع التخالف والتنازع. (تفسير سورة آل عمران من آية 56 إلى آية 58) :)فأما الذين كفروا فأعذبهم عذاباً شديداً(بالحرمان عن مقام القلب، والاحتجاب بهيئات أعمالهم :)وأما الذين آمنوا(من الروحانيات :)وعملوا الصالحات(من أنواع التزكية والتحلية والتصفية فى إعانة القلب على النفس ومتابعته فى التوجه إلى الحق :)فيوفيهم أجورهم(من الأنوار القدسية والإشراقات الروحية عليهم :)والله لا يحب(الذين ينقصون الأجور من الحقوق. وأما التأويل بغير التطبيق، فهو أنهم مكروا ببعث من يغتال عيسى ، فشبه لهم صورة جسدانية هى مظهر عيسى روح الله بصورة حقيقة عيسى، فظنوها عيسى فقتلوها وصلبوها، والله رفع عيسى إلى السماء الرابعة لكون روحه فائضاً من روحانية الشمس، ولم يعلموا لجهالتهم أن روح الله لا يمكن قتله. ولما تيقن حاله قبل الرفع قال لأصحابه : ' إنى ذاهب إلى أبى وأبيكم السماوى '، أى : أتطهر من عالم الرجس، وأتصل بروح القدس الواهب الصور، المفيض للأرواح والكمالات، المربى للناس بالنفث فى الروح، فأمدكم من فيضه. وكان إذ ذاك لا تقبل دعوته ولا يتبع مثله، فأمر الحواريين بالتفرق بعده فى البلاد والدعوة إلى الحق، فقالوا : كيف ذاك إذا لم تكن معنا ؛ والآن أنت بين أظهرنا ولا تجاب دعوتنا ؛ قال : ' علامة إمدادى إياكم قبول الخلق دعوتكم بعدى '. فلما رفع لم يدع أصحابه أحداً إلا أجابهم، وظهر لهم القبول فى الخلق، وعلت كلمتهم، وانتشر دينهم فى أقطار الأرض. ولما لم يصل إلى السماء السابعة التى عرج بمحمد إليها، المعبر عنها ب ' سدرة المنتهى ' أعنى : مقام النهاية فى الكمال. ولم ينل درجة المحبة، لم يكن له بد من النزول مرة أخرى فى صورة جسمانية، يتبع الملة المحمدية لنيل درجتها، والله أعلم بحقائق الأمور. (تفسير سورة آل عمران من آية 59 إلى آية 60) :)إن مثل عيسى(أى : إن صفته عند الله فى إنشائه بالقدرة من غير أب :)كمثل آدم(فى إنشائه من غير أبوين. واعلم أن عجائب القدرة لا تنقضى ولا قياس ثمة على أن لتكون الإنسان من غير الأبوين نظيراً من عالم الحكمة، فإن كثيراً من الحيوانات الناقصة الغريبة الخلقة تتولد خلقاً فى ساعة، ثم تتناسل وتتوالد، فكذا الإنسان يمكن حدوثه بالتولد فى دور من الأدوار، ثم بالتولد، وكذا التكون من غير أب، فإن منى الرجل أحر كثيراً من منى المرأة، وفيه القوة العاقدة أقوى كما فى الأنفحة بالنسبة إلى الجبن،

والمنعقدة فی منی المرأة أقوی، کما فی اللبن فإذا اجتمعا تم العقد وانعقد. ویتکون الجنین. فیمکن وجود مزاج إناثی قوی یناسب المزاج الذکوری کما یشاهد فی کثیر من النسوان، فیکون المتولد فی کلیتها الیمنی بمثابة منی الذکر لفرط حرارته بمجاورة الکبد لمن مزاج کبدها صحیح قوی الحرارة، والمتولد فی کلیتها الیسری بمثابة منی الأنثی فإذا احتملت المرأة لاستیلاء صورة ذکوریة علی خیالها فی النوم والیقظة بسبب اتصال روحها بروح القدس وبملك آخر، ومحاکاة الخیال، ذلك کما قال تعالی: :)فتمثل لها بشرا سویا((مریم، الآیة: 17) سبق المنیان من الجانبین إلی الرحم فتکون فی المنصب من الجانب الأیمن قوة العقد أقوی، وفی المنصب من الجانب الأیسر قوة الانعقاد. فیتکون الجنین ویتعلق به الروح. وقوله: :) کن فیکون(إشارة إلی نفخ الروح وکونه من عالم الأمر لیس مسبوقاً بمادة ومدة، کخلق الجسد. فیتناسب آدم وعیسی بما ذکر فی اشتراکهما فی خرق العادة وبکون جسدیهما مخلوقین من تراب العناصر، مسبوقین بمادة ومدة وکون روحهما مبدعاً من عالم الأمر لیس مسبوقاً بمادة ومدة.

(تفسیر سورة آل عمران من آیة 61 إلی آیة 63):)فمن حاجك فیه(أی: فی عیسی، الآیة. إن لمباهلة الأنبیاء تأثیراً عظیماً سببه اتصال نفوسهم بروح القدس وتأیید الله إیاهم به، وهو المؤثر بإذن الله فی العالم العنصری فیکون انفعال العالم العنصری منه کانفعال بدننا من روحنا بالهیئات الواردة علیه کالغضب والحزن والفکر فی أحوال المعشوق وغیر ذلك من تحرك الأعضاء عند حدوث الإرادات والعزائم وانفعال النفوس البشریة منه کانفعال حواسنا وسائر قوانا من هیئات أرواحنا. فإذا اتصل نفس قدسی به أو ببعض أرواح أجرام السماویة والنفوس الملکوتیة کان تأثیرها فی العالم عند التوجه الاتصالی تأثیر ما یتصل به فتنفعل أجرام العناصر والنفوس الناقصة الإنسانیة منه بما أراد. ألم تر کیف انفعلت نفوس النصاری من نفسه بالخوف وأحجمت عن المباهلة وطلبت الموادعة بقبول الجزیة. :)وما من إله إلا الله(أی: لیس عیسی من الإلهیة فی شیء، فلا یستحق العبادة بمجرد تجرد ذاته. فإن عالم الملکوت والجبروت کله کذلك. اتصال نفوسهم بروح القدس وتأیید الله إیاهم به. وهو المؤثر بإذن الله فی العالم العنصری فیکون انفعال العالم العنصری منه کانفعال بدننا من روحنا بالهیئات الواردة علیه کالغضب والحزن والفکر فی أحوال المعشوق وغیر ذلك من تحرك الأعضاء

عند حدوث الإرادات والعزائم وانفعال النفوس البشرية منه كانفعال حواسنا وسائر قوانا من هيئات أرواحنا. فإذا اتصل نفس قدسي به أو ببعض أرواح أجرام السماوية والنفوس الملكوتية كان تأثيرها في العالم عند التوجه الاتصالي تأثير ما يتصل به فتنفعل أجرام العناصر والنفوس الناقصة الإنسانية منه بما أراد. ألم تر كيف انفعلت نفوس النصارى من نفسه بالخوف وأحجمت عن المباهلة وطلبت الموادعة بقبول الجزية. :)وما من إله إلا الله(أي : ليس عيسى من الإلهية في شيء. فلا يستحق العبادة بمجرد تجرد ذاته، فإن عالم الملكوت والجبروت كله كذلك.)سواء بيننا وبينكم(أي : لم يختلف في كلمة التوحيد نبي ولا كتاب قط :)وما كان لبشر أن يؤتيه الله(الآية : الاستنباء لا يكون إلا بعد مرتبة الولاية والفناء في التوحيد. ما ينبغي لبشر محا الله بشريته بإفنائه عن نفسه وأثابه وجوداً نورانياً حقانياً قابلاً للكتاب والحكمة الإلهية، ثم يدعو الخلق إلى نفسه، إذ الداعي إلى نفسه يكون محجوباً بالنفس كفرعون وأضرابه من الذين علموا التوحيد وما وجدوه حالاً وذوقاً. ولم يصلوا إلى العيان ونفوسهم باقية ما ذاقت طعم الفناء، فاحتجبوا بها. فدعوا الخلق إلى نفوسهم وهم ممن قال فيهم رسول الله : ' شر الناس من قامت القيامة عليه وهو حي '. :)ولكن(يقول :)كونوا ربانيين(منسوبين إلى الرب لاستيلاء الربوبية عليهم وطمس البشرية بسبب كونهم عالمين عاملين معلمين تالين لكتب الله، أي : كونوا عابدين مرتاضين بالعلم والعمل والمواظبة على الطاعات حتى تصيروا ربانيين بغلبة النور على الظلمة :)ولا يأمركم(بتعبد معين والتقيد بصورة، فإنه حجاب وكفر ولا يأمر النبي بالاحتجاب بعد إسلامكم الوجود لله. تفسير سورة آل عمران آية 81) :)وإذ أخذ الله ميثاق النبيين(إلى آخره، إن بين النبيين تعارفاً أزلياً بسبب كونهم أهل الصف الأول، عرفاء بالله. وكل عارف يعرف مقام سائر العرفاء ومتعهدهم من الله بعهد التوحيد عام لبني آدم. كما ذكر، وعهد النبيين خاص بهم وبمن يعرفهم بحق المتابعة. فقد أخذ الله من النبيين عهدين أحدهما ما ذكر في قوله : :)وإذ أخذ ربك من بني آدم((الأعراف، الآية : 172) إلى آخره. وثانيهما ما ذكر في قوله تعالى : :)وإذ أخذنا من النبيين ميثاقهم ومنك ومن نوح وإبراهيم وموسى وعيسى ابن مريم وأخذنا منهم ميثاقاً غليظاً 7((الأحزاب، الآية : 7) وهو عهد التعارف بينهم، وإقامة الدين. وعدم التفرق به بتصديق بعضهم بعضاً

ودعوة الحق إلى التوحيد، وتخصيص العبادة بالله تعالى، وطاعة النبى، وتعريف بعضهم بعضاً إلى أممهم وخصوصه بسبب أن معرفة الله تعالى فى صورة التفاصيل. وحجب الصفات، وتكثر المظاهر أدق وأخفى من معرفته فى عين الجمع وهم من رزق حق المتابعة عارفون بذلك وبأحكام تجليات الصفات التى هى الشرائع خاصة دون من عداهم.

(تفسير سورة آل عمران من آية 82 إلى آية 84) :)فمن تولى بعد ذلك(أى : بعدما علم عهد الله مع النبيين وتبليغ الأنبياء إليه ما عهد الله إليهم :)فأولئك هم الفاسقون(الخارجون عن دين الله ولا دين غيره معتد به فى الحقيقة إلا توهماً :)أفغير دين الله يبغون(وكل من فى السموات والأرض يدين بدينه :)طوعاً(كما عدا الإنسان والشيطان :)وكرها(كالإنسان والشيطان إذ الكفر لا يسع موجوداً سواهما. فكلهم ممتثلون لما أمرهم الله، طائعون. والإنسان لاحتجابه بإرادته ونسيانه عهد الله وقبوله لدعوة الشيطان لمناسبته إياه بالظلمة النفسانية لا يؤمن ولا ينقاد إلا كرهاً، اللهم إلا من عصمه الله واجتباه، والشيطان لاحتجابه بعجبه وأنيته فى قوله :)أنا خير منه((الأعراف، الآية : 12) وإبائه، واستكباره كفر، وهو مع ذلك يعلم عصيانه ويؤمن كرهاً، ويتحقق أن كفره بإرادته تعالى وذلك عين الإيمان، كما قال تعالى : :)كمثل الشيطان إذ قال للإنسان اكفر فلما كفر قال إنى برىء منك إنى أخاف الله رب العالمين 16((الحشر، الآية : 16)، وقال تعالى : :)وإذ زين لهم الشيطان أعمالهم وقال لا غالب لكم اليوم من الناس وإنى جار لكم فلما تراءت الفئتان نكص على عقبيه وقال إنى برىء منكم إنى أرى ما لا ترون إنى أخاف الله والله شديد العقاب 48((الأنفال، الآية : 48)، وفى موضع آخر : :)وقال الشيطان لما قضى الأمر إن الله وعدكم وعد الحق ووعدتكم فأخلفتكم وما كان لى عليكم من سلطان إلا أن دعوتكم فاستجبتم لى فلا تلومونى ولوموا أنفسكم ما أنا بمصرخكم وما أنتم بمصرخى إنى كفرت بما أشركتمون من قبل((إبراهيم، الآية : 22)، فهذه الآيات دالة على إيمانه ولكن حين لا ينفعه :)وإليه ترجعون(فى العاقبة. فلا يبقى دين غير دين الله بل الكل عند الرجوع يدين بدينه. (كل يدين بدين الحق لو فطنوا وليس دين لغير الحق مشروع. ومن يبتغ غير الإسلام دينا(المراد من الإسلام ههنا : التوحيد الذى هو دين الله فى قوله : :)أسلمت وجهى لله(وهو المذكور فى الآية التى قبلها، وما وصف شموله لجميع الأديان ويلزمه الانقياد التام الطوعى المذكور فى فاصلة الآية

بقوله : :)ونحن له مسلمون((البقرة، الآية : 133)، :)فلن يقبل منه(لعدم وصول دينه إلى الحق تعالى لمكان الحجاب :)وهو فى الآخرة من الخاسرين(الذين خسروا باشترائهم أنفسهم وما حجبوا به بالحق. :) كيف يهدى الله قوما(إلى آخره، أنكر هدايته تعالى لقوم قد هداهم أولاً بالنور الاستعدادى إلى الإيمان، ثم بالنور الإيمانى إلى أن عاينوا حقية الرسول وأيقنوا بحيث لم يبق لهم شك، وانضم إليه الاستدلال العقلى بالبينات ثم ظهرت نفوسهم بعد هذه الشواهد كلها بالعناد واللجاج وحجبت أنوار قلوبهم وعقولهم وأرواحهم الشاهدة ثلاثتها بالحق للحق لشؤم ظلمهم وقوة استيلاء نفوسهم الأمارة عليهم الذى هو غاية الظلم. فقال : :)والله لا يهدى القوم الظالمين(لغلظ حجابهم وتعمقهم فى البعد عن الحق، وقبول النور وهم قسمان : قسم رسخت هيئة استيلاء النفوس الأمارة على قلوبهم فيهم وتمكنت وتناهوا فى الغى والاستشراء، وتمادوا فى البعد والعناد حتى صار ذلك ملكة لا تزول، وقسم لم يرسخ ذلك فيهم بعد ولم يصر على قلوبهم ريناً، ويبقى من وراء حجاب النفس مسكة من نور استعدادهم عسى أن تتداركهم رحمة من الله وتوفيق، فيندموا ويستحيوا بحكم غريزة العقول. فأشار إلى القسم الأول بقوله : :)إن الذين كفروا بعد إيمانهم(إلى آخره. وإلى الثانى بقوله : :)إلا الذين تابوا من بعد ذلك وأصلحوا(بالمواظبة على الأعمال والرياضات ما أفسدوا.)فلن يقبل من أحدهم ملء الأرض ذهبا(إذ لا تقبل هناك إلا الأمور النورانية الباقية لأن الآخرة هى عالم النور والبقاء، فلا وقع ولا خطر للأمور الظلمانية فيها الفانية. وهل كان سبب كفرهم واحتجابهم إلا محبة هذه الفواسق الفانية ؟، فكيف تكون سبب نجاتهم وقربهم وقبولهم وندبتهم وهى بعينها سبب هلاكهم وبعدهم وخسرانهم وحرمانهم. :)لن تنالوا البر(كل فعل يقرب صاحبه من الله فهو بر، ولا يمكن التقرب إليه إلا بالتبرى عما سواه، فمن أحب شيئاً فقد حجب عن الله تعالى به وأشرك شركاً خفياً لتعلق محبته بغير الله، كما قال تعالى : :)ومن الناس من يتخذ من دون الله أندادا يحبونهم كحب الله((البقرة، الآية : 156) وآثر نفسه به على الله، فقد بعد من الله بثلاثة أوجه وهى : محبة غير الحق، والشرك، وإيثار النفس على الحق. فإن آثر الله به على نفسه وتصدق به وأخرجه من يده، فقد زال البعد وحصل القرب، وإلا بقى محجوباً وإن أنفق من غيره أضعافه فما نال براً لعلمه تعالى بما ينفق وباحتجابه بغيره. :)كل الطعام كان حلا

لبنى إسرائيل(أى : العقلاء بحكم الأصل، إذ العقل يحكم بأن الأشياء خلقت لمنافع العباد مطلقاً فما يكون من جملة المطعومات خلقت لتناولها :)إلا ما حرم إسرائيل(الروح :)على نفسه(بالنظر العقلى عند التجربة والقياس ومعرفة مضارها ومنافعها على التفصيل بعد الحكم الإجمالى بحلها، فإن العقل يحكم بحرمة ما يضر أو يهلك. :)من قبل أن تنزل التوراة(أى : من قبل نزول الحكم الشرعى بالتوراة وسائر الكتب الإلهية وذلك أن الناس اختلفوا بعدما كانوا أمة واحدة على دين الحق، كما ذكر، فبعث الله النبيين لهدايتهم وإصلاح أحوال معاشهم ومعادهم، وردهم إلى الحق والاتفاق، فما اقتضت الحكمة الإلهية بحسب أحوالهم المختلة وطباع قلوبهم المخرفة ونفوسهم المريضة، حرمته من المألوفات والأشياء الصارفة عن الحق الحاجبة بينهم وبين الله، والمهيجة للهوى والشهوات وسائر المفاسد والفتن المانعة إياهم عن كمالهم واهتدائهم حرم عليهم.)إن أول بيت وضع للناس(قيل : هو أول بيت ظهر على وجه الماء عند خلق السماء والأرض، خلقه قبل الأرض بألفى عام، وكان زبدة بيضاء على وجه الماء، فدحيت الأرض تحته. فالبيت إشارة إلى القلب الحقيقى، وظهوره على وجه الماء تعلقه بالنطفة عند سماء الروح الحيوانى، وأرض البدن وخلقه قبل الأرض إشارة إلى قدمه، وحدوث البدن وتعيينه بألفى عام إشارة إلى تقدمه على البدن بطورين : طور النفس، وطور القلب. تقدماً بالرتبة، إذ الألف رتبة تامة كما سبقت الإشارة إليه، وكونه زبدة بيضاء إشارة إلى صفاء جوهره، ودحو الأرض تحته إشارة إلى تكون البدن من تأثير، وكون أشكاله وتخطيطاته وصور أعضائه تابعة لهيئاته فهذا تأويل الحكاية. واعلم أن محل تعلق الروح بالبدن، واتصال القلب الحقيقى به أولاً هو القلب الصورى، وهو أول ما يتكون من الأعضاء، وأول عضو يتحرك وآخر عضو يسكن فيكون أول بيت وضع للناس :)للذى ببكة(الصدر صورة أو أول متعبد ومسجد وضع للناس للقلب الحقيقى الذى ببكة الصدر المعنوى، وذلك الصدر أشرف مقام من النفس .وموضع ازدحامات القوى المتوجهة إليه :)مباركا(ذا بركة إلهية من الفيض المتصل منه بجميع الوجود والقوة والحياة، فإن جميع القوى التى فى الأعضاء تسرى منه أولاً إليها :)وهدى للعالمين(سبب هداية ونور يهتدى به إلى الله :)فيه آيات بينات(من العلوم والمعارف والحكم والحقائق :)مقام إبراهيم(أى : العقل الذى هو موضع قدم إبراهيم الروح، يعنى محل اتصال

نوره من القلب :)ومن دخله(من السالكين والمتحيرين فى بيداء الجهالات :)كان آمنا(من إغواء سعالى المتحيلة، وعفاريت أحاديث النفس، واختطاف شياطين الوهم، وجن الخيالات، واغتيال سباع القوى النفسانية وصفاتها. :)ولله على الناس حج(هذا :)البيت(والطواف به :)من استطاع إليه سبيلا (من السالكين، المستعدين الصادقين فى الإرادة، القادرين على زاد التقوى، وراحلة قوة العزم دون من عداهم من الضعاف فى الاستعداد، القاعدين من الضعف والمرض وسائر الموانع الخلقية أو العارضة النفسانية أو البدنية :)ومن كفر (أى : حجب استعداده مع القدرة وأعرض عنه بهوى النفس :)فإن الله غنى(عنه و :)عن العالمين(كلهم، أى : لا يلتفت إليه لبعده و كونه غير قابل لرحمته فى ذل الحجاب، وهو أن الحرمان مخذولاً مردوداً.)ومن يعتصم بالله(بالانقطاع عما سواه، والتمسك بالتوحيد الحقيقى :)فقد هدى إلى صراط مستقيم(إذ الصراط المستقيم هو طريق الحق تعالى، كما قال : :)إن ربى على صراط مستقيم((هود. الآية : 56)، فمن انقطع إليه بالفناء فى الوحدة كان صراطه صراط الله :)اتقوا الله حق تقاته(فى بقايا وجودكم، فإن حق اتقائه هو أن يتقى كما يجب، ويحق وهو الفناء فيه، أى : اجعلوه وقاية لكم فى الحذر عن بقايا ذواتكم وصفاتكم، فإن فى الله خلفاً عن كل ما فات :)ولا تموتن(إلا على حال إسلام الوجوه له، أى : ليكن موتكم هو الفناء فى التوحيد. (تفسير سورة آل عمران من آية 103 إلى آية 105) :)واعتصموا بحبل الله جميعا(أى : بعهده فى قوله : :)ألست بربكم ((الأعراف، الآية : 172) مجتمعين على التوحيد :)ولا تفرقوا(باختلاف الأهواء، فإن التفرق عن الحق إنما يكون باختلاف الطبائع واتباع الهوى وتجاذب القوى، والموحد عنها بمعزل، إذ تنور قلبه بنور الحق واستنارت نفسه من فيض القلب فتسالمت القوى وتصادقت. :)واذكروا نعمة الله عليكم(بالهداية إلى التوحيد المفيد للمحبة فى القلوب :)إذ كنتم أعداء(لاحتجابكم بالحجب النفسانية والغواشى الطبيعية، بعداء عن النور والمقاصد الكلية التى تقبل الشركة وتزال بالاتفاق فى مهوى الظلمة :)فألف بين قلوبكم(بالتحاب فى الله لتتنور بنوره :)فأصبحتم بنعمته إخوانا(فى الدين، أصدقاء فى الله :)و كنتم على شفا حفرة من النار(هى مهوى الطبيعة الفاسقة ومحل الحرمان والتعذيب :)فأنقذكم منها(بالتواصل الحقيقى بينكم إلى سدرة مقام الروح، وروح جنة الذات :)كذلك يبين الله لكم آياته(

بتجليات الصفات اللطيفة والإشراقات النورية)لعلكم تهتدون(إلى جماله وتجلى ذاته.
:)ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير(أى : ليكن من جملتكم جماعة عالمون، عاملون، عارفون، أولو استقامة فى الدين كشيوخ الطريقة :)يدعون إلى الخير(فإن من لم يعرف الله لم يعرف الخير، إذ الخير المطلق هو الكمال المطلق الذى يمكن للإنسان بحسب النوع من معرفة الحق تعالى، والوصول إليه، والإضافى ما يتوصل به إلى المطلق أو الكمال المخصوص بكل أحد على حسب اقتضاء استعداده الخاص. فالخير المدعو إليه، إما الحق تعالى، وإما طريق الوصول. والمعروف كل أمر واجب أو مندوب فى الدين، يتقرب به إلى الله تعالى، والمنكر كل محرم أو مكروه يبعد عن الله تعالى ويجعل فاعله عاصياً أو مقصراً مذموماً. فمن لم يكن له التوحيد والاستقامة، لم يكن له مقام الدعوة ولا مقام الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، لأن غير الموحد ربما يدعو إلى طاعة غير الله وغير المستقيم فى الدين وإن كان موحداً ربما أمر بما هو معروف عنده، منكر فى نفس الأمر وربما نهى عما هو منكر عنده، معروف فى نفس الأمر، كمن بلغ مقام الجمع واحتجب بالحق عن الخلق، فكثيراً ما يستحل محرماً كبعض المسكرات والتصرف فى أموال الناس، ويحرم حلالاً بل مندوباً كتواضع الخلق ومكافأة الإحسان وأمثال ذلك :)وأولئك هم(الأخصاء بالفلاح، الذين لم يبق لهم حجاب وهم خلفاء الله فى أرضه. :)ولا تكونوا(ناشئين بمقتضى طباعكم غير متابعين لإمام ولا متفقين على كلمة واحدة باتباع مقدم يجمعكم على طريقة واحدة :)كالذين تفرقوا(واتبعوا الأهواء والبدع :)واختلفوا من بعد ما جاءهم(الحجج العقلية والشرعية الموجبة لاتحاد الوجهة، واتفاق الكلمة. فإن للناس طبائع وغرائز مختلفة وأهواء متفرقة، وعادات وسيراً متفاوتة، مستفادة من أمزجتهم وأهويتهم، ويترتب على ذلك فهوم متباينة، وأخلاق متعادية، فإن لم يكن لهم مقتدى وإمام تتحد عقائدهم وسيرهم وآراؤهم بمتابعته، وتتفق كلماتهم وعاداتهم وأهواؤهم بمحبته وطاعته كانوا مهملين متفرقين فرائس للشيطان كشريدة الغنم تكون للذئب، ولهذا قال أمير المؤمنين على عليه السلام : ' لا بد للناس من إمام بر أو فاجر '. ولم يرسل نبى الله رجلين فصاعداً لشأن إلا وأمر أحدهما على الآخر وأمر الآخر بطاعته ومتابعته ليتحد الأمر وينتظم، وإلا وقع الهرج والمرج، واضطرب أمر الدين والدنيا، واختل نظام المعاش والمعاد. قال رسول الله : ' من فارق الجماعة

قيد شبر لم ير بحبوحة الجنة '. وقال : ' الله مع الجماعة '. ألا ترى أن الجمعية الإنسانية إذا لم تنضبط برياسة القلب وطاعة العقل كيف اختل نظامها وآلت إلى الفساد والتفرق الموجب لخسارة الدنيا والآخرة. ولما نزل قوله تعالى : :)وأن هذا صراطى مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله((الأنعام، الآية : 153). خط رسول الله خطاً فقال : ' هذا سبيل الرشد '. ثم خط عن يمينه وشماله خطوطاً فقال : ' هذه سبل كل سبيل شيطان يدعوه إليه '. (تفسير سورة آل عمران من آية 106 إلى آية 109 :)يوم تبيض وجوه وتسود وجوه(ابيضاض الوجه عبارة عن تنور وجه القلب بنور الحق للتوجه إليه والإعراض عن الجهة السفلية النفسانية المظلمة. وذاك لا يكون إلا بالتوحيد والاستقامة فيه بتنور النفس أيضاً بنور القلب. فتكون الجملة متنورة بنور الله واسوداده ظلمة وجه القلب بالإقبال على النفس الطالبة حظوظها والإعراض عن الجهة النورية الحقية لمصادقة النفس ومتابعة الهوى فى تحصيل لذاتها. وذلك إنما يكون باتباع السبل المتفرقة الشيطانية. :)فأما الذين اسودت وجوههم(فيقال لهم : :)أكفرتم بعد إيمانكم(أى : احتجبتم عن نور الحق بصفات النفس الظلمانية، وسكنتم فى ظلماتها بعد هدايتكم وتنوركم بنور الاستعداد، وصفاء الفطرة وهداية العقل :)فذوقوا(عذاب الحرمان باحتجابكم عن الحق :)وأما الذين ابيضت وجوههم ففى رحمة الله(التى هى روح الوصال ونور القدس وشهود الجمال :)هم فيها خالدون(. (تفسير سورة آل عمران من آية 110 إلى آية 111) :) كنتم خير أمة(لكونكم موحدين، قائمين بالعدل الذى هو ظله :)تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر(إذ لا يقدر على ذلك إلا الموحد العادل لعلمه بالمعروف والمنكر، كما مر فى تأويل قوله : :)وكذلك جعلناكم أمة وسطا((البقرة، الآية : 143). قال أمير المؤمنين : ' نحن النمرقة الوسطى، بنا يلحق التأويل، وإلينا يرجع الغالى '. فيأمرون المقصر بالمعروف الذى يوصله إلى مقام التوحيد، وينهون الغالى المحجوب بالجمع عن التفصيل وبالوحدة عن الكثرة. :)وتؤمنون بالله(أى : تثبتون فى مقام التوحيد الذى هو الوسط، وكذا فى كل تفريط وإفراط واعتدال فى باب الأخلاق :)ولو آمن أهل الكتاب(لكانوا مثلكم. :)لن يضروكم إلا أذى(لكونهم منقطعين عن أصل القوى والقدر، كائنين فى الأشياء بالنفس التى هى محل العجز والشر، وأنتم معتصمون بالله، معتضدون به، كائنون فى الأشياء بالحق الذى هو

منبع القهر. فقدرتهم لا تبلغ إلا حد الطعن باللسان والخبث والإيذاء الذى هو حد قدرة النفس ونهايتها، وقدرتكم تفوق كل قدرة بالقهر والاستئصال لاتصافكم بصفات الله تعالى، فلا جرم ينهزمون منكم عند المقاتلة ولا ينصرون. (تفسير سورة آل عمران آية 112) :)ضربت عليهم الذلة(لأن العزة لله جميعاً، فلا نصيب فيها لأحد إلا لمن تخلق بصفاته بمحو صفات البشرية، كالرسول والمؤمنين الذين هم مظاهر عزته. كما قال الله تعالى : :)ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين((المنافقون، الآية : 8)، فمن خالفهم فهو مضاد لصفة العزة، مباين للأعزاء، فتلزمه الذلة وتشمله على أى حال يكون، إلا برابطة ما بينه وبين أهل العزة كقوله : :)إلا بحبل من الله وحبل من الناس(أى : ذمة وعهد. وذلك يكون أمراً عارضياً لا أصل له مرتبطاً برابطة مجعولة فلا تقابل صفتهم الذاتية اللازمة لهم التى هى الذلة الناشئة من أصل نفوسهم. واستحقوا غضباً شديداً من عند الله لبعدهم وإعراضهم عن الحق، ولزمتهم المسكنة لانقطاعهم عن الله إلى نفوسهم فوكلهم إلى أنفسهم. (تفسير سورة آل عمران من آية 113 إلى 117) :)ليسوا سواء من أهل الكتاب أمة قائمة(أى : بالله، ثم وصفهم بأحوال أهل الاستقامة، أى منهم أهل التوحيد والاستقامة :)وما يفعلوا من خير فلن يكفروه(أى : كل ما يصدر منكم مما يقربكم عند الله يتصل به جزاؤه ومنه لن تحرموا شيئاً منه. قال الله تعالى : 'من تقرب إلى شبراً تقربت إليه ذراعاً، ومن تقرب إلى ذراعاً تقربت إليه باعاً، ومن أتانى مشياً أتيته هرولة '.... الحديث. وقال تعالى : 'أنا جليس من ذكرنى، وأنيس من شكرنى، ومطيع من أطاعنى' أى : كما أطعتموه بتصفية الاستعداد والتوجه نحوه. أطاعكم بإفاضة الفيض على حسبه والإقبال إليكم :)والله عليم(بالذين اتقوا ما يحجبهم عنه فيتجلى لهم بقدر زوال الحجاب. :)مثل ما ينفقون فى هذه الحياة الدنيا(الفانية ولذاتها السريعة الزوال، طلباً للشهوات أو رياء وسمعة فى المفاخر، وطلب محمدة الناس، لا يطلبون به وجه الله، وما تهلكه وتفنيه بالكلية من ريح هوى النفس التى فيها برد دنيا تكم الفاسدة وأغراضكم الباطلة كالرياء ونحوه :) كمثل ريح فيها صر أصابت حرث قوم ظلموا أنفسهم(بالشرك والكفر :)فأهلكته(عقوبة من الله لظلمهم :)وما ظلمهم الله(بإهلاك حرثهم :)ولكن(كانوا أنفسهم يظلمون لأنه مسبب عن ظلمهم. كما قيل : مهلاً فيداك، وكتا وفوك نفخ. (تفسير سورة آل عمران آية 118) :)لا تتخذوا بطانة من دونكم(بطانة الرجل

صفيه وخليصه الذى يبطنه ويطلع عليه أسراره. ولا يمكن وجود مثل هذا الصديق إلا إذا اتحدا فى المقصد واتفقا فى الدين والصفة. متحابين فى الله لا لغرض كما قيل فى الأصدقاء : نفس واحدة فى أبدان متفرقة. فإذا كان من غير أهل الإيمان فبأن يكون كاشحاً أحرى. ثم بين نفاقه واستبطانه العداوة بقوله : :)لا يألونكم خبالا (إلى آخره. إذ المحبة الحقيقية الخالصة لا تكون إلا بين الموحدين. لكونها ظل الوحدة فلا تكون بين المحجوبين لكونهم فى عالم التضاد والظلمة. فأين الصفاء والوفاق فى عالمهم ؟ بل ربما تتألفهم الجنسية الإنسانية العامة لاشتراكهم فى النوع والمنافع والملاذ واحتياجهم إلى التعاون فيها. فإذا لم تتحصل أغراضهم من النفع واللذة تهارشوا وتباغضوا وبطلت الإلفة التى كانت بينهم. لكونها مسببة عن أمر قد تغير إذ النفس منشأ التغير والمنافع الدنيوية لا تبقى بحالها. واللذات النفسانية سريعة الانقضاء فلا تدوم المحبة عليها بخلاف المحبة الأولى. فإنها مستندة إلى أمر لا تغير فيه أصلاً. هذا إذا كانت فيما بينهم. فكيف إذا كانت بينهم وبين من يخالفهم فى الأصل والوصف ؟ وأنى يتجانس النور والظلمة ؟ ومن أين يتوافق العلو والسفل ؟ فبينهما عداوة حقيقية وتخالف ذاتى لا تخفى آثاره كما بين الله تعالى بقوله : :)قد بدت البغضاء من أفواههم (لامتناع اختفاء الوصف الذاتى. قال النبى : 'ما أضمر أحد شيئاً إلا وأظهره الله فى فلتات لسانه وصفحات وجهه'. :)وما تخفى صدورهم أكبر (لأنه نار وهذا شرار. ذاك أصل، وهذا فرعه :)قد بينا لكم الآيات (دلائل المحبة والعداوة وأسبابهما :)إن كنتم تعقلون (أى : تفهمون من فحوى الكلام. (تفسير سورة آل عمران آية 119) :)ها أنتم أولاء تحبونهم (بمقتضى التوحيد. إذ الموحد يحب الناس كلهم بالحق للحق. ويراهم متصلين بنفسه اتصال الأحماء والأقرباء بل اتصال الأجزاء. فينظر إليهم بنظر الرحمة الإلهية والرأفة الربانية. ويعطف عليهم مترحماً إذ يراهم أهل الرحمة شغلوا بالباطل. وابتلوا بالقدر ولا يحبونكم بمقتضى الحجاب والبقاء فى ظلمة النفس وتضاد الطبع. :)وتؤمنون بالكتاب (أى بجنس الكتاب :)كله (لشمول علمكم التوحيدى. ولا يؤمنون للتقيد بدينهم والاحتجاب بما هم عليه :)وإذا لقوكم قالوا آمنا (لنفاقهم المستجلب لأغراضهم العاجلة :)وإذا خلوا عضوا عليكم الأنامل من الغيظ (لحقدهم الذاتى وبغضهم الكامن والباقى ظاهر. (تفسير سورة آل عمران من آية 120 إلى آية 125) :)وإن تصبروا (على ما

يبتليكم الله به من الشدائد والمحن والمصائب، وتثبتوا على مقتضى التوحيد والطاعة :)وتتقوا(الاستعانة بهم فى أموركم والالتجاء إلى ولايتهم :)ولا يضركم كيدهم شيئاً(لأن المتوكل على الله، الصابر على بلائه، المستعين به لا بغيره. ظافر فى طلبته غالب على خصمه، محفوظ بحسن كلاءة ربه، والمستعين بغيره مخذول موكول إلى نفسه محروم عن نصرة ربه. كما قال الشاعر : (من استعان بغير الله فى طلب فإن ناصره عجز وخذلان) :)إن الله بما يعملون(من المكايد :)محيط(فيبطلها ويهلكها. وقد قيل : إذا أردت أن تكبت من يحسدك فازدد فضلاً فى نفسك. فالصبر والتقوى من أجمل الفضائل إن لزمتموهما تظفروا على عدوكم. :)بلى إن تصبروا وتتقوا ويأتوكم(الآية.... الصبر على مضض الجهاد وبذل النفس فى طاعة الله. وتحمل المكروه طلباً لرضا الله لا يكون إلا عند التقوى بتأييد الحق وتنوره بنور اليقين. وثباته بنزول السكينة والطمأنينة عليه. والتقوى فى مخالفة أمر الحق والميل إلى النفع والغنيمة، وخوف تلف النفس لا تكون إلا عند انكسار النفس تحت قهر سلطان القلب والروح. إذ الثبات والوقار صفة الروح والطيش. والاضطراب صفة النفس. فإذا استولى سلطان الروح على القلب وأخذ مملكته عصمه من استيلاء صفات النفس وجنودها عليه. فيعشقه القلب ويسكن إليه لنورانيته المحبوبة لذاتها ويتقوى به على النفس وقواها فيهزمها ويكسرها :يدفع غلبتها وظلمتها عن نفسه، ويجعلها ذلولاً مطيعة مطمئنة إليه فيزول عنها الاضطراب وتتنور بنوره وعند ذلك تنزل الرحمة. ويناسب القلب ملكوت السماء فى نورانيتها وقهرها لما تحتها، ومحبتها وشوقها لما فوقها. وبذلك التناسب يصل بها ويستنزل قواها وأوصافها فى أفعاله خصوصاً عند اهتياجه وانقلاعه عن الجهة السفلية. وانقطاعه بقوة اليقين والتوكل إلى الجهة العلوية. ويستمد من قوى قهرها على من يغضب عليه فذلك نزول الملائكة. وإذا جزع وهلع وتغير وخاف أو مال إلى الدنيا غلبته النفس وقهرته واستولت عليه وحجبته بظلمة صفاتها عن النور. فلم تبق تلك المناسبة. فانقطع المدد ولم تنزل الملائكة. تفسير سورة آل عمران من آية 126 إلى آية 132) :)وما جعله الله إلا بشرى لكم(أى : ما جعل الإمداد بالملائكة إلى لتستبشروا به فتزداد قوة قلوبكم وشجاعتكم ونجدتكم ونشاطكم فى التوجه إلى الحق والتجريد للسلوك :)ولتطمئن به قلوبكم(فتتحقق الفيض بقدر التصفية والخلف بقدر الترك. :)وما النصر إلا من عند

الله(لا من الملائكة ولا من غيرهم. فلا تحتجبوا بالكثرة عن الوحدة، ولا بالخلق عن الحق، فإنها مظاهر لا حقيقة لها ولا تأثير. :)العزيز (القوى الغالب بقهره :)الحكيم (الذى ستر قهره ونصرته بصور الملائكة بحكمته. :)ليقطع طرفا من الذين كفروا (يقتل بغضهم تقوية للمؤمنين :)أو يكبتهم (يخزيهم ويذلهم بالهزيمة إعزازاً للمؤمنين :)أو يتوب عليهم (بالإسلام تكثيراً لسواد المؤمنين :)أو يعذبهم (بسبب ظلمهم وإصرارهم على الكفر تفريحاً للمؤمنين. وأوقع بين المعطوف والمعطوف عليه فى أثناء الكلام قوله : :)ليس لك من الأمر شىء (اعتراضاً لئلا يغفل رسول الله فيرى لنفسه تأثيراً فى بعض هذه الأمور، فيحتجب عن التوحيد ولا يزول، وتتغير شهوده فى الأقسام كلها. أى : ليس لك من أمرهم شىء كيفما كان، ما أنت إلا بشر مأمور بالإنذار، إن عليك إلا البلاغ، إنما أمرهم إلى الله. :)يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربا (أى : توكلوا على الله فى طلب الرزق فلا تكسبوه بالربا، فإنه واجب عليكم كما يجب عليكم التوكل عليه فى طلب الفتح وجهاد العدو لئلا تجبنوا بكلاءة الله وحفظه. واعلموا أن جزاء المرابى هو جزاء الكافر. فاحذروه لكونه محجوباً عن أفعاله تعالى كما أن الكافر محجوب عن صفاته وذاته، والمحجوب غير قابل للرحمة وإن اتسعت، فارفعوا الحجاب بالطاعة وترك المخالفة كى تدركم رحمة الله. (تفسير سورة آل عمران من آية 133 إلى آية 134) :)وسارعوا إلى (ستر أفعالكم التى هى حجابكم عن مشاهدة أفعال الحق بأفعاله تعالى، فإنما حرمتم عن التوكل وجنة عالم الملك التى هى تجلى الأفعال برؤية أفعالكم، أى : إلى ما يوجب ستر أفعالكم بأفعاله، وجنة الأفعال من الطاعات بعد كما ورد : 'أعوذ بعفوك من عقابك'. ولأن المراد بالجنة هنا جنة الأفعال، وصف عرضها بمساواة عرض السماوات والأرض، إذ توحيد الأفعال هو توحيد عالم الملك وإنما قدر طولها لأن الأفعال باعتبار السلسلة العرضية. وهى توقف كل فعل على فعل آخر تنحصر فى عالم الملك الذى يتقدره الناس. وأما باعتبار الطول فلا تنحصر فيه ولا يقدرها. إذ الفعل مظهر الوصف، والوصف مظهر الذات، فلا نهاية له ولا حد. فالمحجوبون عن الذات والصفات لا يرون إلا عرض هذه الجنة، وأما البارزون لله الواحد القهار فعرض جنتهم عين طولها ولا حد لطولها فلا يقدر قدرها طولاً ولا عرضاً. :)أعدت للمتقين (الذين يتقون حجب أفعالهم وشرك نسبة الأفعال إلى غير الحق. :)الذين ينفقون فى السراء والضراء (لا تمنعهم الأحوال المضادة عن الإنفاق

لصحة توكلهم على الله برؤية جميع الأفعال منه :)والكاظمين الغيظ (لذلك أيضاً، إذ يرون الجناية عليهم فعل الله فلا يعترضون، ولو لم يغيظوا كانوا فى مقام الرضا وجنة الصفات :)والعافين عن الناس(لما ذكرنا، ولتعوذهم بعفوه تعالى عن عقابه :)والله يحب المحسنين(الذين يشاهدون تجليات أفعاله تعالى. (تفسير سورة آل عمران من آية 135 إلى آية 136) :)والذين إذا فعلوا فاحشة(كبيرة من الكبائر، برؤية أفعالهم صادرة عن قدرتهم :)أو ظلموا أنفسهم(نقصوا حقوقها بارتكاب الصغائر وظهور أنفسهم فيها :)ذكروا الله(فى صدور أفعالهم برؤيتها واقعة بقدرة الله وتبرأ عنها إليه لرؤيتهم ابتلاءه إياهم بها :)فاستغفروا(طلبوا ستر أفعالهم التى هى ذنوبهم بأفعاله بالتبرى عن الحول والقوة إليه :)ومن يغفر الذنوب(أى وجودات الأفعال :)إلا الله(أى علموا أن لا غافر إلا هو :)ولم يصروا على ما فعلوا(فى غفلتهم وحالة ظهور أنفسهم، بل تابوا ورجعوا إليه فى أفعالهم :)وهم يعلمون(أن لا فعل إلا الله :)ونعم أجر العاملين(بمقتضى توحيد الأفعال. (تفسير سورة آل عمران من آية 137 إلى آية 142) :)قد خلت من قبلكم(بطشات ووقائع مما سنه الله فى أفعاله بالذين كذبوا بالأنبياء فى توحيد الأفعال :)فسيروا فى الأرض فانظروا(فى آثارها فتعلموا كيف كان عاقبتهم :)هذا(الذى ذكر :)بيان للناس(من علم توحيد الأفعال وتفصيل المتقين الذين هم أهل التمكين فى ذلك. والتائبين الذين هم أهل التلوين، والمصرين المحجوبين عنه المكذبين به. وزيادة هدى وكشف عيان وتثبت واتعاظ للذين اتقوا روية أفعالهم أو هدى لهم إلى توحيد الصفات والذات. :)ولا تهنوا(فى الجهاد عند استيلاء الكفار :)ولا تحزنوا(على ما فاتكم من الفتح وما جرح واستشهد من إخوانكم :)وأنتم الأعلون(فى الرتبة لقربكم من الله وعلو درجتكم بكونكم أهل الله :)إن كنتم(موحدين، لأن الموحد يرى ما يجرى عليه من البلاء من الله فأقل درجاته الصبر إن لم يكن رضا يتقوى به فلا يحزن ولا يهن :)الأيام(الوقائع وكل ما يحدث من الأمور العظيمة يسمى يوماً وأياماً، كما قال تعالى : :)وذكرهم بأيام الله((إبراهيم، الآية : 14)، وقد مر تفسير :)وليعلم الله(من ظهور العلم التفصيلى التابع لوقوع المعلوم. :)ويتخذ منكم شهداء(الذين يشهدون للحق فيذهلون عن أنفسهم، أى : نداول الوقائع بين الناس لأمور شتى وحكم كثيرة، غير مذكورة، من خروج ما فى استعدادهم إلى الفعل من الصبر والجلد وقوة اليقين، وقلة

المبالاة بالنفس، واستيلاء القلب عليها، وقمعها وغير ذلك. ولهذين العلتين المذكورتين ولتخليص المؤمنين من الذنوب والغواشي التي تبعدهم من الله بالعقوبة والبلية إذا كانت عليهم، ومحق الكافرين وقهرهم وتدميرهم إذا كانت لهم. وقد اعترض بين العلل قوله : :)والله لا يحب الظالمين (ليعلم أن من ليس على صفة الإيمان والشهادة وتمحيص الذنوب وقوة الثبات لكمال اليقين، بل حضر القتال لطلب الغنيمة أو لغرض آخر فهو ظالم والله لا يحبه. (تفسير سورة آل عمران من آية 143 إلى آية 144) :)ولقد كنتم تمنون الموت من قبل أن تلقوه (الآية، كل موقن إذا لم يكن يقينه ملكة بل كان خطرات، فهو في بعض أحواله يتمنى أموراً ويدعي أحوالاً بحسب نفسه دائماً، وكذلك حال غير اليقين وعند إقبال القلب هو صادق ما دام موصوفاً بحاله. أما في غير تلك الحالة، وعند الإدبار، فلا يبقى من ذلك أثر وكذا كل من لم يشاهد حالاً ولم يمارسه، ربما يتمناه لتصوره في نفسه وعدم تضرره به حال التصور. أما في حال وقوعه وابتلائه فلا يطيق تحمل شدائده كما حكى عن سمنون المحب رحمه الله لما قال في أبياته : (فكيفما شئت فاختبرني) فابتلى بالأسر، فلم يطق، فكان يتردد في الطرق ويرضخ إلى الصبيان ما يلعبون به كالجوز، ويقول : ادعوا على عمكم الكذاب. وفي هذا المعنى قال الشاعر : (وإذا ما خلا الجبان بأرض طلب الطعن وحده والنزالا) فلا يلتفت بحال إلا إذا صار مقاماً، ولا يعتبر مقاماً إلا إذا امتحن في مواطنه. فإذا خلص من الامتحان فقد صح وهذا أحد فوائد مداولة الأيام بينهم ليتمرنوا بالموت ويتقوى يقينهم ويتوفر صبرهم ويتحقق مقامهم بالمشاهدة كما قال : :)فقد رأيتموه (من قتل إخوانكم بين أيديكم :)وأنتم (تشاهدون ذلك. وفيه توبيخ لهم على أن يقينهم كان حالاً لا مقاماً. ففشلوا في الموطن. :)وما محمد إلا رسول (أي : إنه رسول بشر. سيموت أو يقتل كحال الأنبياء قبله، فمن كان على يقين من دينه فبصيرة من ربه لا يرتد بموت الرسول وقتله، ولا يفتر عما كان عليه، لأنه يجاهد لربه لا للرسول كأصحاب الأنبياء السالفين. وكما قال أنس عم أنس بن مالك يوم أحد حين أرجف بقتل رسول الله وشاع الخبر، وانهزم المسلمون، وبلغ إليه تقاول بعضهم : ليت فلاناً يأخذ لنا أماناً من أبي سفيان. وقول المنافقين : لو كان نبياً ما قتل !. يا قوم، إن كان محمد قد قتل فإن رب محمد حي لا يموت !. وما تصنعون بالحياة بعد رسول الله ؟ فقاتلوا على ما قاتل عليه، وموتوا على ما مات عليه. ثم قال :

اللهم إني أعتذر إليك مما يقول هؤلاء، وأبرأ إليك مما جاء به هؤلاء. ثم شد بسيفه وقاتل حتى قتل. :)ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا(إنما ضر نفسه بنفاقه وضعف يقينه :)وسيجزى الله الشاكرين(لنعمة الإسلام، كأنس بن النضر وأضرابه من الموقنين.)وما كان لنفس أن تموت إلا بإذن الله كتابا مؤجلا(فمن كان موقناً شاهد هذا المعنى، فكان من أشجع الناس كما حكى حاتم بن الأصم عن نفسه أنه شهد مع الشقيق البلخي رحمهما الله، بعض غزوات خراسان. قال : فلقيني شقيق وقد حمي الحرب. فقال : كيف تجد قلبك يا حاتم ؛ قلت : كما كان ليلة الزفاف، بين الحالين. فوضع سلاحه وقال : أما أنا فهكذا. ووضع رأسه على ترسه ونام بين المعركة حتى سمعت غطيطه. وهذا غاية فى سكون القلب إلى الله ووثوقه به لقوة اليقين :)سنلقى فى قلوب الذين كفروا الرعب(الآية، جعل إلقاء الرعب فى قلوب الكفار مسبباً عن شركهم، لأن الشجاعة وسائر الفضائل اعتدالات فى قوى النفس من وقوع ظل الوحدة عليها عند تنورها بنور القلب المنور بنور الوحدة، فلا تكون تامة حقيقة إلا للموحد الموقن فى توحيده. وأما المشرك فلأنه محجوب عن منبع القوة والقدرة بما أشرك بالله من الموجود المشوب بالعدم لإمكانه الخفى الوجود، الضعيف، الذى لم يكن له بحسب نفسه قوة ولا وجود ولا ذات فى الحقيقة، ولم ينزل الله بوجوده حجة لوجوده أصلاً لتحقق عدمه بحسب ذاته. فليس له إلا العجز والجبن وجميع الرذائل، إذ لا يكون أقوى من معبوده وإن اتفقت له دولة أو صولة أو شوكة فشىء لا أصل له ولا ثبات ولا بقاء كنار العرفج مثلما كانت دولة المشركين. (تفسير سورة آل عمران من آية 152 إلى آية 153) :)ولقد صدقكم الله وعده(أى : وعدكم النصر إن تصبروا وتتقوا، فما دمتم على حالكم من قوة الصبر على الجهاد وتيقن النصر والثبات على اليقين واتفاق الكلمة بالتوجه إلى الحق والاتقاء عن مخالفة الرسول وميل النفوس إلى زخرف الدنيا والإعراض عن الحق، مجاهدين لله لا للدنيا، كان الله معكم بالنصر، وإنجاز الوعد، وكنتم تقطعونهم بإذنه وتهزمونهم :)حتى إذا فشلتم(أى : جبنتم بدخول الضعف فى يقينكم وفساد إعتقادكم فى حق نفسه بتجويز غلوله فى الغنيمة :)وتنازعتم(فى أمر الحرب بعد الاتفاق وما صبرتم عن حظ الدنيا، وعصيتم الرسول بترك ما أمركم به من ملازمة المركز، وملتم إلى زخرف الدنيا :)من بعد ما أراكم ما تحبون(من الفتح والغنيمة وحان زمان شكركم لله، وشدة إقبالكم عليه،

فذهلتم عنه. فكان أشرفكم يريد الآخرة والباقون يريدون الدنيا، ولم يبق فيكم من يريد الله منعكم نصره :)ثم صرفكم عنهم ليبتليكم(بما فعلتم فكان الابتلاء لطفاً بكم وفضلاً :)والله ذو فضل على المؤمنين(في الأحوال كلها، إما بالنصرة وإما بالابتلاء، فإن الابتلاء فضل ولطف خفي ليعلموا أن أحوال العباد جالبة لظهور أوصاف الحق عليهم فما أغدوا له نفوسهم موهوب لهم من عند الله كما مر في قوله : ' مطيع من أطاعني '. كما يكونون مع الله يكون الله معهم، ولئلا يناموا إلى الأحوال دون المسلكات، وليتمرنوا بالصبر على الشدائد، والثبات في المواطن، ويتمكنوا في اليقين، ويجعلوه ملكاً لهم، ومقاماً، ويتحققوا أن الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بأنفسهم، ولا يميلوا إلى الدنيا وزخرفها، ولا يذهلوا عن الحق، ولا يبيعوه بالدنيا والآخرة، وليكون عقوبة عاجلة للبعض فيتمحصوا عن ذنوبهم وينالوا درجة الشهادة برفع الحجب، خصوصاً حجاب محبة النفس، فيلقوا الله طاهرين. ولهذا قال تعالى : :)ولقد عفا عنكم ((آل عمران، الآية : 152)، إذ الابتلاء كان سبب العفو. :)فأثابكم غما بغم (أي : صرفكم عنهم فجازاكم غماً بسبب غم لحق رسول الله من جهتكم، بعصيانكم إياه، وفشلكم وتنازعكم، أو غماً بعد بغم أي : غماً مضاعفاً لتتمرنوا بالصبر على الشدائد والثبات فيها، وتتعودوا رؤية الغلبة والظفر والغنيمة وجميع الأشياء من الله لا من أنفسكم فلا :)تحزنوا على ما فاتكم(من الحظوظ والمنافع :)ولا ما أصابكم(من الغموم والمضار. (تفسير سورة آل عمران آية 154) :)ثم(خلى عنكم الغم بالأمن وإلقاء النعاس على الطائفة الصادقين دون المنافقين الذين :)أهمتهم أنفسهم(لا نفس الرسول ولا الذين وافقوا علامة للعفو :)لبرز الذين كتب عليهم القتل إلى مضاجعهم(لقوله تعالى : :)ما أصاب من مصيبة في الأرض ولا في أنفسكم إلا في كتاب من قبل أن نبرأها((الحديد، الآية : 22).)وليبتلي الله ما في صدوركم(أي : وليمتحن ما في استعدادكم من الصدق والإخلاص واليقين والصبر والتوكل والتجرد وجميع الأخلاق والمقامات، ويخرجها من القوة إلى الفعل :)وليمحص ما في قلوبكم(أي : وليخلص ما برز منها من مكمن الصدر إلى مخزون القلب من عثرات وساوس الشيطان ودناءة الأحوال وخواطر النفس، فعل ذلك فإن البلاء سوط من سياط الله يسوق به عباده إليه بتصفيتهم عن صفات نفوسهم وإظهار ما فيهم من الكمالات، وانقطاعهم عنده من الخلق ومن النفس إلى الحق. ولهذا كان

متوكلاً بالأنبياء ثم الأولياء ثم الأمثل. وقال رسول الله بياناً لفضله : ' ما أوذى نبى مثل ما أوذيت '، كأنه قال : ما صفى نبى مثل ما صفيت. ولقد أحسن من قال : (لله در النائبات فإنها صدأ اللئام وصيقل الأحرار) إذ لا يظهر على كل منهم إلا ما فى مكمن استعداده كما قيل : عند الامتحان يكرم الرجل أو يهان. (تفسير سورة آل عمران آية 155) :)استزلهم (أى : طلب منهم الزلة ودعاهم إليها، وهى زلة التولى :)ببعض ما كسبوا (من الذنوب. فإن الشيطان إنما يقدر على وسوسة الناس وإنفاذ أمره إذا كان له مجال بسبب أدنى ظلمة فى القلب، حادثة من ذنب. وحركة من النفس كما قيل : الذنب بعد الذنب عقوبة للذنب الأول. :)ولقد عفا الله عنهم (بالاعتذار - والندم. (تفسير سورة آل عمران من آية 156 إلى 16) :)ليجعل الله ذلك حسرة فى قلوبهم (أى : يجعل ذلك القول والاعتقاد ضيقاً وضنكاً وغماً فى قلوبهم لرؤيتهم القتل والموت مسبباً عن فعل. ولو كانوا موقنين موحدين لرأوا أنه من الله، فكانوا منشرحى الصدور :)والله يحيى (من يشاء فى السفر والجهاد وغيره :)ويميت (من يشاء فى الحضر وغيره :)لمغفرة من الله ورحمة (أى : لنعيمكم الأخروى من جنة الأفعال وجنة الصفات خير لكم من الدنيوى لكونكم عاملين للآخرة و :)لإلى الله تحشرون (لمكان توحيدكم، فحالكم فيما بعد الموت أحسن من حالكم قبله. :)فبما رحمة من الله (أى : فباتصافك برحمة رحيمية، أى : رحمة تامة، كاملة، وافرة، هى صفة من جملة صفات الله، تابعة لوجودك الموهوب الإلهى لا الوجود البشرى :)لنت لهم ولو كنت فظا (موصوفاً بصفات النفس التى منها الفظاظة والغلظة :)لانفضوا من حولك (لأن الرحمة الإلهية الموجبة لمحبتهم إياك تجمعهم :)فاعف عنهم (فيما يتعلق بك من جناياتهم لرؤيتك إياه من الله بنظر التوحيد وعلو مقامك من التأذى بفعل البشر، والتغيظ من أفعالهم، وتشفى الغيظ بالانتقام منهم :)واستغفر لهم (فيما يتعلق بحق الله لمكان غفلتهم وندامتهم واعتذارهم :)وشاورهم (فى أمر الحرب وغيره مراعاة لهم واحتراماً، ولكن إذا عزمت ففوض الأمر إلى الله بالتوكل عليه ورؤية جميع الأفعال والفتح والنصر والعلم بالأصلح والأرشد منه، لا منك، ولا ممن تشاوره. ثم حقق معنى التوكل والتوحيد فى الأفعال بقوله : :)إن ينصركم الله (إلى آخره. (تفسير سورة آل عمران من آية 161 إلى آية 169) :)وما كان لنبى أن يغل (لبعد مقام النبوة وعصمة الأنبياء عن جميع الرذائل، وامتناع صدور ذلك منهم مع كونهم

منسلخين عن صفات البشرية، معصومين عن تأثير دواعى النفس والشيطان فيهم، قائمين بالله متصفين بصفاته :)يأت بما غل(أى : يظهر على صورة غلوله بما غل بعينه. :)أفمن اتبع رضوان الله(أى : النبى فى مقام الرضوان التى هى جنة الصفات، لاتصافه بصفات الله، والغال فى مقام السخط لاحتجابه بصفات نفسه :)ومأواه(أسفل حضيض النفس المظلمة، فهل يتشابهان ؟ :)هم درجات(أى : كل من أهل الرضا وأهل السخط ذوو درجات متفاوتات أو هم مختلفون اختلاف الدرجات :)قل هو من عند أنفسكم(لا ينافى قوله تعالى : :)قل كل من عند الله((النساء، الآية : 78) لأن السبب الفاعلى فى الجميع هو الحق تعالى، والسبب القابلى أنفسهم. ولا يفيض من الفاعل إلا ما يليق بالاستعداد ويقتضيه، وباعتبار الفاعل يكون من عند الله، وباعتبار القابل يكون من عند أنفسهم. واستعداد الأنفس إما أصلى وإما عارضى، والأصلى من فيضه الأقدس على مقتضى مشيئته، والعارضى من اقتضاء قدره. فهذا الجانب أيضاً ينتهى إليه. ومن وجه آخر ما يكون من أنفسهم أيضاً يكون من الله نظراً إلى التوحيد، إذ لا غير ثمة :)وليعلم المؤمنين وليعلم الذين نافقوا(أى : وليتميز المؤمنون والمنافقون فى العلم التفصيلى. :)ولا تحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله(سواء كان قتلهم بالجهاد الأصغر، وبذل النفس طلباً لرضا الله، أو بالجهاد الأكبر، وكسر النفس، وقمع الهوى بالرياضة :)أمواتا بل أحياء عند ربهم(بالحياة الحقيقية مجردين عن دنس الطبائع، مقربين فى حضرة القدس :)يرزقون(من الأرزاق المعنوية، أى المعارف والحقائق واستشراق الأنوار، ويرزقون فى الجنة الصورية كما يرزق سائر الأحياء. فإن للجنان مراتب بعضها معنوية وبعضها صورية، ولكل من المعنوية والصورية درجات على حسب الأعمال. فالمعنوية جنة الذات وجنة الصفات وتفاضل درجاتها على حسب تفاضل درجات أهل الجبروت والملكوت، والصورية جنة الأفعال وتفاوت درجاتها على حسب تفاوت درجات عالم الملك من السموات العلى، وجنات الدنيا وعن النبى : 'لما أصيب إخوانكم بأحد، جعل الله أرواحهم فى أجواف طير خضر، تدور فى أنهار الجنة، وتأكل من ثمارها. وتأوى إلى قناديل من ذهب، معلقة فى ظل العرش'. فالطير الخضر : إشارة إلى الأجرام السماوية، والقناديل هى الكواكب، أى تعلقت بالنيرات من الأجرام السماوية لنزاهتها. وأنهار الجنة منابع العلوم ومشارعها، وثمارها الأحوال والمعارف والأنهار. والثمار الصورية

على حسب جنتهم المعنوية أو الصورية. فإن كل ما وجد فى الدنيا من المطاعم والمشارب والمناكح والملابس وسائر الملاذ والمشتهيات، موجود فى الآخرة وفى طبقات السماء ألذ وأصفى مما فى الدنيا.)فرحين بما آتاهم الله من فضله(من الكرامة والنعمة والقرب عند الله :)ويستبشرون(بحال إخوانهم :)الذين لم يلحقوا بهم من خلفهم(ولم ينالوا درجاتهم بعد من خلفهم لاستعدادهم عن قريب بمثل حالهم ولحوقهم بهم :)ألا خوف عليهم ولا هم يحزنون(بدل اشتمال من الذين، أى : يستبشرون بأنهم آمنوا، لا خوف عليهم ولا هم يحزنون :)يستبشرون بنعمة(أى : أمنهم بنعمة عظيمة لا يعلم كنهها، هى جنة الصفات بحصول مقام الرضوان المذكورة بعده لهم :)وفضل(وزيادة عليها هى جنة الذات والأمن الكلى من بقية الوجود وذلك كمال كونهم شهداء الله، ومع ذلك فإن الله لا يضيع أجر إيمانهم الذى هو جنة الأفعال وثواب الأعمال. :)الذين استجابوا لله(بالفناء فى الوحدة الذاتية :)والرسول(بالمقام بحق الاستقامة :)من بعد ما أصابهم القرح(أى : كسر النفس :)للذين أحسنوا منهم(أى : ثبتوا فى مقام المشاهدة :)واتقوا(بقاياهم :)أجر عظيم(وراء الإيمان هو روح المشاهدة.

تفسير سورة آل عمران من آية 173 إلى آية 178) :)الذين قال لهم الناس(قبل الوصول إلى المشاهدة :)إن الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم(أى : اعتبروا لوجودكم واعتدوا بكم فاعتدوا بهم :)فزادهم(ذلك القول :)إيمانا(أى : يقيناً وتوحيداً بنفى الغير وعدم المبالاة به، وتوصلوا بنفى ما سوى الله إلى إثباته بقولهم :)حسبنا الله(فشاهدوه ثم رجعوا إلى تفاصيل الصفات بالاستقامة فقالوا : :)ونعم الوكيل(وهى الكلمة التى قالها إبراهيم حين ألقى فى النار فصارت برداً وسلاماً عليه :)فانقلبوا بنعمة من الله وفضل(أى : رجعوا بالوجود الحقانى فى جنة الصفات والذات كما مر آنفاً :)لم يمسسهم سوء(البقية ورؤية الغير. :)و(هم :)اتبعوا رضوان الله(الذى هو جنة الصفات فى حال سلوكهم حين لم يعلموا ما أخفى لهم من قرة أعين وهى جنة الذات المشار إليها بقوله: :)والله ذو فضل عظيم(فإن الفضل هو المزيد على الرضوان :)يخوف أولياءه(المحجوبين بأنفسهم مثله من الناس أو يخوفكم أولياءه :)فلا تخافوهم(ولا تعتدوا بوجودهم :)وخافون إن كنتم(موحدين، أى لا تخافوا غيرى لعدم عينه وأثره :)ولا يحزنك الذين يسارعون فى الكفر(لحجابهم الأصلى وظلمتهم الذاتية خوف أن يضروك :)إنهم لن

يضروا الله شيئا(إملاء الكفار وطول حياتهم سبب لشدة عذابهم وغاية هوانهم وصغارهم لازديادهم بطول عمرهم حجاباً على حجاب، وبعداً على بعد. وكلما ازدادوا بعداً عن الحق الذى هو منيع العزة ازدادوا هواناً. (تفسير سورة آل عمران من آية 179 إلى آية 180) :)ما كان الله ليذر المؤمنين على ما أنتم عليه(من ظاهر الإسلام وتصديق اللسان :)حتى يميز الخبيث(من صفات النفس وشكوك الوهم وحظوظ الشيطان، ودواعى الهوى من طيبات صفات القلب كالإخلاص واليقين والمكاشفة ومشاهدات الروح ومناغيات السر ومسامراته، وتخلص المعرفة والمحبة لله بالابتلاء ووقوع الفتن والمصائب بينكم. :)وما كان الله ليطلعكم على(غيب وجودكم من الحقائق والأحوال الكامنة فيكم بلا واسطة الرسول لبعد ما بينكم وبينه وعدم المناسبة وانتفاء استعداد التلقى منه :)ولكن الله يجتبى من رسله من يشاء(فيطلعه على أسراره وحقائقه بالكشف ليهديكم إلى ما غاب عنكم من كنوز وجودكم وأسراره للجنسية النفسانية التى بينه وبينكم، الموجبة لإمكان اهتدائكم به :)فآمنوا بالله ورسله(بالتصديق القلبى والإرادة والتمسك بالشريعة ليمكنكم التلقى والقبول منهم :)وإن تؤمنوا(بعد ذلك الإيمان بالتحقيق والسلوك إلى اليقين والمتابعة فى الطريقة :)وتتقوا(الحجب النفسانية وموانع السلوك :)فلكم أجر عظيم(من كشف الحقيقة :)بما آتاهم الله من فضله(من المال والعلم والقدرة والنفس ولا ينفقونه فى سبيل الله على المستحقين والمستعدين والأنبياء والصديقين فى الذب عنهم أو الفناء فى الله :)سيطوقون ما بخلوا به يوم القيامة(أى : يجعل غل أعناقهم وسبب تقيدهم وحرمانهم عن روح الله ورحمته وموجب هوانهم وحجابهم عن نور جماله لمحبتهم له وتعلقهم به :)ولله ميراث السماوات والأرض(من النفوس وصفاتها كالقوى والقدر والعلوم والأموال وكل ما ينطبق عليه اسم الوجود فما لهم يبخلون بماله عنه. (لتفسير سورة آل عمران من آية 181 إلى آية) :)لقد سمع الله(إلى قوله :)إن كنتم صادقين(روى أن أنبياء بنى إسرائيل كانت معجزتهم أن يأتوا بقربان فيدعوا الله فتأتى نار من السماء تأكله. وتأويله : أن يأتوا بنفوسهم يتقربون بها إلى الله ويدعون الله بالزهد والعبادة، فتأتى نار العشق من سماء الروح تأكله وتفنيه فى الوحدة، فبعد ذلك صحت نبوتهم وظهرت فسمع به عوام بنى إسرائيل فاعتقدوا ظاهره، وإن كان ممكناً من عالم القدرة فاقترحوا على كل نبى تلك

الآية كما توهموا من إقراض الله الذى هو بذل المال فى سبيل الله بالإنفاق لاستيفاء الثواب وبذل الأفعال والصفات بالمحو فى السلوك لاستبدال صفات الحق وأفعاله وتحصيل مقام الإبدال، فقر الحق وغناهم، أو كابروا الأنبياء فى الموضعين بعدما فهموا. (تفسير سورة آل عمران من آية 188 إلى آية 191))لا تحسبن الذين يفرحون بما أتوا (أى: يعجبوا بما فعلوا من طاعة وإيثار، وكل حسنة من الحسنات، ويحجبون برؤيته:)ويحبون أن يحمدوا (أى: يحمدهم الناس، فهم محجوبون بعرض الحمد والثناء من الناس، أو أن يكونوا محمودين فى نفس الأمر، عند الله:)بما لم يفعلوا (بل فعله الله على أيديهم إذ لا فعل إلا لله.:)والله خلقكم وما تعملون((الصافات، الآية: 96) فائزين من عذاب الحرمان:)ولهم عذاب أليم (لمكان استعدادهم واحتجابهم عما فيه، وكان من حقهم أن ينسبوا الفضيلة والفعل الجميل إلى الله ويتبرأوا عن حولهم وقوتهم إليه ولا يحتجبوا برؤية الفعل من أنفسهم، ولا يتوقعوا به المدح والثناء.:)ولله ملك السماوات والأرض(ليس لأحد فيها شىء حتى يعطى غيره فيعجب بعطائه:)والله على كل شىء قدير(لا يقدر غيره على فعل ما، حتى يعجب برؤيته، فيفرح به فرح إعجاب.:)الذين يذكرون الله(فى جميع الأحوال وعلى جميع الهيئات:)قياما (فى مقام الروح بالمشاهدة:)وقعودا(فى محل القلب بالمكاشفة:)وعلى جنوبهم (أى: تقلباتهم فى مكان النفس بالمجاهدة:)ويتفكرون (بألبابهم أى: عقولهم الخالصة عن شوب الوهم:)فى خلق(عالم الأرواح والأجساد. يقولون عند الشهود:)ربنا ما خلقت هذا (الخلق:)باطلا (أى: شيئاً غيرك، فإن غير الحق هو الباطل، بل جعلته أسماءك ومظاهر صفاتك:)سبحانك(ننزهك أن يوجد غيرك، أى: يقارن شىء فردانيتك أو يثنى وحدانيتك:)فقنا عذاب(نار الاحتجاب بالأكوان عن أفعالك، وبالأفعال عن صفاتك، وبالصفات عن ذاتك وقاية مطلقة تامة كافية.(تفسير سورة آل عمران من آية 192 إلى آية 195:)ربنا إنك من تدخل النار(بالحرمان:)فقد أخزيته(بوجود البقية التى كلها ذل وعار وشنار:)وما للظالمين(الذين أشركوا برؤية الغير مطلقاً أو البقية:)من أنصار(:)ربنا إننا سمعنا(بأسماع قلوبنا:)مناديا(من أسرارنا التى هى شاطئ وادى الروح الأيمن:)ينادى(إلى الإيمان العيانى:)أن آمنوا بربكم(أى: شاهدوا ربكم، فشاهدنا:)ربنا فاغفر لنا(ذنوب صفاتنا بصفاتك:)وكفر عنا(سيئات أفعالنا برؤية أفعالك:)وتوفنا(عن ذواتنا فى صحبة

الأبرار من الأبدال الذين تتوفاهم بذاتك عن ذواتهم، لا الأبرار الباقين على حالهم فى مقام محو الصفات غير المتوفين بالكلية :)ربنا وآتنا ما وعدتنا على(اتباع :)رسلك(أو محمولاً على رسلك من البقاء بعد الفناء، والاستقامة بالوجود الموهوب بعد التوحيد :)ولا تخزنا يوم القيامة(الكبرى ووقت بروز الخلق لله الواحد القهار بالاحتجاب بالوحدة عن الكثرة، وبالجمع عن التفصيل :)إنك لا تخلف الميعاد(فتبقى مقاماً وراءنا لم نصل إليه. :)فاستجاب لهم ربهم أنى لا أضيع عمل عامل منكم من ذكر(القلب من الأعمال القلبية كالإخلاص واليقين والكشف :)أو أنثى(النفس من الأعمال القالبية، كالطاعات والمجاهدات والرياضات :)بعضكم من بعض(يجمعكم أصل واحد وحقيقة واحدة هى الروح الإنسانية، أى : بعضكم منشأ من بعض، فلا أثيب بعضكم وأحرم بعضاً :)فالذين هاجروا(عن أوطان مألوفات النفس :)وأخرجوا من(ديار صفاتها أو هاجروا من أحوالهم التى التذوا بها، وأخرجوا من مقاماتهم التى يسكنون إليها :)وأوذوا فى سبيلى(أى : ابتلوا فى سبيل سلوك أفعالى بالبلايا والمحن والشدائد والفتن ليتمرنوا بالصبر، ويفوزوا بالتوكل فى سبيل سلوك صفاتى بسطوات تجليات الجلال والعظمة والكبرياء ليصلوا إلى الرضا :)وقاتلوا(البقية بالجهاد فى :)وقتلوا(وأفنوا فى بالكلية :)لأكفرن عنهم سيئاتهم(كلها من الصغائر والكبائر، أى : سيئات بقاياهم :)ولأدخلنهم(الجنات الثلاثة المذكورة :)ثوابا(أى : عوضاً لما أخذت منهم من الوجودات الثلاثة :)والله عنده حسن الثواب(أى : لا يكون عند غيره الثواب المطلق الذى لا يبقى منه شىء، ولهذا قال : والله، لأنه الاسم الجامع لجميع الصفات، فلم يحسن أن يقول : والرحمن، فى هذا الموضع أو اسم آخر غير اسم الذات.)لا يغرنك تقلب الذين كفروا(أى : حجبوا عن التوحيد الذى هو دين الحق فى المقامات والأحوال. :)متاع قليل(أى : هو يعنى الاحتجاب بالمقامات والتقلب فيها تمتع قليل :)ثم مأواهم جهنم(الحرمان :)وبئس المهاد(:)لكن الذين اتقوا ربهم(من المؤمنين، أى : تجردوا عن الوجودات الثلاثة، لهم الجنات الثلاث. :)نزلا(معداً :)من عند الله(:)وإن من أهل الكتاب(أى : المحجوبين عن التوحيد، والمذكورين بصفة التقلب فى الأحوال والمقامات :)لمن يؤمن بالله(أى : يتحقق بالتوحيد الذاتى :)وما أنزل إليكم(من علم التوحيد والاستقامة :)وما أنزل إليهم(من علم المبدأ والمعاد :)خاشعين لله(قابلين

لتجلى الذات. :)لا يشترون بآيات الله(التى هى تجليات صفاته ثمن البقية الموصوف بالقلة :)أولئك لهم أجرهم عند ربهم(من الجنان المذكورة :)إن الله سريع الحساب(يحاسبهم ويجازيهم فيعاقب على بقايا من بقى منه شىء، أو يثيب بنفى البقايا على حسب درجاتهم فى المواطن الثلاثة. :)يا أيها الذين آمنوا اصبروا(لله :)وصابروا(مع الله :)ورابطوا(بالله، أى : اصبروا فى مقام النفس بالمجاهدة، وصابروا فى مقام القلب مع سطوات تجليات صفات الجلال بالمكاشفة، ورابطوا فى مقام الروح ذواتكم بالمشاهدة حتى لا يغلبكم فترة أو غفلة أو غيبة بالتلوينات :)واتقوا الله(فى مقام الصبر عن المخالفة والرياء، وفى المصابرة عن الاعتراض والامتلاء وفى المرابطة عن البقية والجفاء لكى تفلحوا الفلاح الحقيقى السرمدى الذى لا فلاح وراءه، إن شاء الله.

سورة النساء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسير سورة النساء آية 1) :)يا أيها الناس اتقوا ربكم(احذروه فى انتحال صفته عند صدور الخيرات منكم، واتخذوا الصفة وقاية لكم فى صدور ما صدر منكم من الخير، وقولوا صدر عن القادر المطلق :)الذى خلقكم من نفس واحدة(هى النفس الناطقة الكلية، التى هى قلب العالم، وهو آدم الحقيقى :)وجعل منها زوجها(أى : النفس الحيوانية الناشئة منها. وقيل : إنها خلقت من ضلعه الأيسر من الجهة التى تلى عالم الكون، فإنها أضعف من الجهة التى تلى الحق، ولولا زوجها لما أهبط إلى الدنيا. كما اشتهر أن إبليس سول لها أولاً فتوسل بإغوائها إلى إغواء آدم ولا شك فى أن التعلق البدنى لا يتهيأ إلا بواسطتها :)وبث منهما رجالا كثيرا(أى : أصحاب قلوب ينزعون إلى أبيهم :)ونساء(أصحاب نفوس وطبائع ينزعون إلى أمهم :)واتقوا الله(فى ذاته عن إثبات وجودكم، واجعلوه وقاية لكم عند ظهور البقية منكم فى الفناء فى التوحيد حتى لا تحتجبوا برؤية الفناء :)الذى تساءلون به(لا بكم :)والأرحام(أى : احذروا الأرحام الحقيقية، أى أقربة المبادىء العالية من المفارقات وأرواح الأنبياء والأولياء فى قطعها بعدم المحبة، واجعلوها وقاية لكم فى حصول سعاداتكم و كمالاتكم، فإن قطع الرحم يفقد المحبة توجه عن الاتصال والوحدة إلى الانفصال والكثرة، وهو المقت الحقيقى والبعد الكلى عن جناب الحق تعالى، ولهذا قال عليه : ' صلة الرحم تزيد فى العمر '، أى : توجب دوام البقاء. واعلم أن الرحم من الظاهر صورة الاتصال الحقيقى فى الباطن، وحكم الظاهر فى التوحيد كحكم الباطن، فمن لا يقدر على مراعاة الظاهر فهو أحرى بأن لا يقدر على مراعاة الباطن :)إن الله كان عليكم رقيبا(يراقبكم لئلا تحتجبوا عنه بظهور صفة من صفاتكم، أو بقية من بقاياكم فتتعذبوا.)وآتوا اليتامى(يتامى قواكم الروحانية، المنقطعين عن تربية الروح القدسى الذى هو أبوهم :)أموالهم(أى : معلوماتهم و كمالاتهم، وربوهم بها :)ولا تتبدلوا الخبيث(من المحسوسات والخياليات والوساوس ودواعى الوهم وسائر قوى النفس التى هى أموالها :)بالطيب(من أموالهم :)ولا تأكلوا أموالهم إلى أموالكم(أى : لا تخلطوها بها، فيشتبه الحق

بالباطل وتستعملوها فى تحصيل لذاتكم الحسية و كمالاتكم النفسية، فتنتفعوا بها فى مطالبكم الخسيسة الدنيوية وتجعلوها غذاء نفوسكم :)إنه كان حوبا كبيرا (حجبة وحرماناً. (تفسير سورة النساء من آية 31 إلى آية 36) :)إن تجتنبوا كبائر ما تنهون عنه (من إثبات الغير فى الوجود الذى هو الشرك ذاتاً وصفة وفعلاً، فإن أكبر الكبائر إثبات وجود غير وجوده تعالى كما قيل : (وجودك ذنب لا يقاس به ذنب) ثم إثبات الإثنينية فى الذات بإثبات زيادة الصفات عليها، كما قال أمير المؤمنين. و كما قال : ' الإخلاص له نفى الصفات عنه '. :)نكفر عنكم سيئاتكم (بظهور النفس والقلب بصفة من صفاتها أحياناً، فإنها بعد ظهور نور التوحيد لا تثبت :)وندخلكم مدخلا كريما (أى : حضرة عين الجمع لا كرم إلا فيها :)ولا تتمنوا ما فضل الله به بعضكم على بعض (من الكمالات المرتبة بحسب الاستعدادات الأولية، فإن كل استعداد يقتضى بهويته فى الأزل كمالاً وسعادة تناسبه، وحصول ذلك الكمال الخاص لغيره محال. ولذلك ذكر بلفظ التمنى الذى هو طلب ما يمتنع حصوله للطالب لامتناع سببه :)للرجال (أى : الأفراد الواصلين :)نصيب مما اكتسبوا (بنور استعدادهم الأصلى :)وللنساء (أى : الناقصين القاصرين عن الوصول :)نصيب مما اكتسبن (بقدر استعدادهن :)واسألوا الله من فضله (أى : اطلبوا منه إفاضة كمال يقتضيه استعدادكم بالتزكية والتصفية حتى لا يحول بينكم وبينه فتحتجبوا وتتعذبوا بنيران الحرمان منه :)إن الله كان بكل شىء (مما يخفى عليكم، كامناً فى استعدادكم بالقوة :)عليما (فيجيبكم بما يليق بكم كما قال : :)وءاتكم من كل ما سألتموه ((إبراهيم، الآية : 34) أى : بلسان الاستعداد الذى ما دعاه أحد به إلا أجاب، كما قال : :)ادعونى أستجب لكم ((غافر، الآية : 40). :)واعبدوا الله (خصصوه بالتوجه إليه، والفناء فيه، الذى هو غاية التذلل :)ولا تشركوا به شيئا (بإثبات وجوده :)وبالوالدين إحسانا (وأحسنوا بالروح والنفس اللذين تولد القلب منهما وهو حقيقتكم، لستم إلا إياه، ووفوا حقوقهما وراعوهما حق المراعاة بالاستفاضة من الأول، والتوجه إليه بالتسليم والتعظيم وتزكية الثانية، وحفظها من أدناس محبة الدنيا، والتذلل بالحرص والشره وأمثالها، ومن شر الشيطان وعداوته إياها وأعينوها بالرأفة والحمية بتوفير حقوقها عليها، ومنع الحظوظ عنها :)وبذى القربى (الذى يناسبكم فى الحقيقة بحسب القرب فى الاستعداد الأصلى والمشاكلة الروحانية :

)واليتامى(المستعدين المنقطعين عن نور الروح القدسى الذى هو الأب الحقيقى بالاحتجاب عنه :)والمساكين(العاملين الذين لا مال لهم، أى : لا حظ من العلوم والمعارف والحقائق، فسكنوا ولم يقدروا على المسير وهم السعداء الصالحون الذين مآلهم إلى جنة الأفعال. :)والجار ذى القربى(الذى هو فى مقام من مقامات السلوك قريب من مقامك :)والجار الجنب(الذى هو فى مقامه بعيد من مقامك. :)والصاحب بالجنب(والرفيق الذى هو فى عين مقامكم ويرافقكم فى سيركم :)وابن السبيل(أى : السالك فى طريق الحق، الداخل فى الغربة عن مأوى النفس الذى لم يصل إلى مقام من مقامات أهل الله :)وما ملكت أيمانكم(من أهل إرادتكم ومحبتكم، الذين هم عبيدكم كلاً بما يناسبه ويليق به من أنواع الإحسان، وإن شئت أولت ذى القربى بما يتصل به من الملكوت العالية من المجردات واليتامى بالقوى الروحانية كما مر. والمساكين بالقوى النفسانية من الحواس الظاهرة وغيرها. والجار ذى القربى بالعقل. والجار الجنب بالوهم، والصاحب بالجنب بالشوق والإرادة، وابن السبيل بالفكر، والمماليك بالملكات المكتسبة التى هى مصادر الأفعال الجميلة. :)إن الله لا يحب من كان مختالا(يسعى فى السلوك بنفسه لا بالله، معجباً بأعماله :)فخورا(مبتهجاً بأحواله ومقاماته و كمالاته، محتجباً برؤيتها ورؤية اتصافه بها.)الذين يبخلون(أولاً بإمساك كمالاتهم وعلومهم فى مكامن قرائحهم ومطامير غرائزهم، لا يظهرونها بالعمل بها فى وقتها ثم بالامتناع عن توفير حقوق ذوى الحقوق عليهم، لا يبذلون صفاتهم وذواتهم بالفناء فى الله لمحبتهم لها، ولا ينفقون أموال علومهم وأخلاقهم و كمالاتهم على ما ذكرنا من المستحقين. :)ويأمرون الناس بالبخل(يحملونهم على مثل حالهم :)ويكتمون ما آتاهم الله من فضله(من التوحيد والمعارف والأخلاق والحقائق فى كتم الاستعداد وظلمة القوة كأنها معدومة :)وأعتدنا للكافرين(المحجوبين عن الحق :)عذابا مهينا(فى ذل وجوههم وشين صفاتهم. :)والذين ينفقون أموالهم رئاء الناس(أى : يبرزون كمالاتهم من كتم العدم، ويخرجونها إلى الفعل، محجوبين برؤيتها لأنفسهم، يراؤون الناس بأنها لهم :)ولا يؤمنون بالله(الإيمان الحقيقى فيعلمون أن الكمال المطلق ليس إلا له، ومن أين لغيره وجود حتى يكون له ؟ فيتخلصون عن حجاب رؤية الكمال لأنفسهم، وينجون عن إثم العجب. :)ولا باليوم الآخر(أى : الفناء فى الله

والبروز للواحد القهار، فيتبرؤون من ذنب الشرك، وذلك لمقارنة شيطان الوهم إياهم :)ومن يكن الشيطان له قرينا فساء قرينا(لأنه يضله عن الهدى، ويحجبه عن الحق :)وماذا عليهم لو آمنوا بالله(أى : لو صدقوا الله بالتوحيد والفناء فيه، ومحو كمالاتهم التى رزقهم الله بإضافتها إلى الله ؟ :)وكان الله بهم عليما(يجازيهم بالبقاء بعد الفناء، وكونهم مع تلك الصفات والكمالات بالله لا بأنفسهم. :)إن الله لا يظلم(أى : لا ينقص من تلك الكمالات بالفناء فيه :)مثقال ذرة(بل يضاعفها بالتأييد الحقانى :)وإن تك حسنة يضاعفها(ولا تكون حسنة إلا إذا كانت له :)ويؤت من لدنه أجرا عظيما(هو ما أخفى له من قرة أعين، أى : الشهود الذاتى الذى لا حجبة معه عن تفاصيل الصفات. :)فكيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد(إلى آخره. الشهيد والشاهد : ما يحضر كل أحد مما بلغه من الدرجة فى العرفان، وهو الغالب عليه، فهو يكشف عن حاله وعمله وسعيه ومبلغ جهده مقاماً كان أو صفة من صفات الحق أو ذاتاً. فلكل أمة شهيد بحسب ما دعاهم إليه نبيهم وعرفه لهم وما دعاهم إلا إلى ما وصل إليه من مقامه فى المعرفة، ولا يبعث نبى إلا بحسب استعداد أمته فهم يعرفون الله بنور استعدادهم فى صورة كمال نبيهم. ولهذا ورد فى الحديث : إن الله يتجلى لعباده فى صورة معتقدهم. فيعرفه كل واحد من الملل والمذاهب، ثم يتحول عن تلك الصورة، فيبرز فى صورة أخرى فلا يعرفه إلا الموحدون الداخلون فى حضرة الأحدية من كل باب. وكما أن لكل أمة شهيداً، فكذلك لكل أهل مذهب شهيد، ولكل واحد شهيد يكشف عن حال مشهوده. وأما المحمديون فشهيدهم الله المحبوب الموصوف بجميع الصفات لمكان كمال نبيهم وكونه حبيباً مؤتى جوامع الكلم، متمماً لمكارم الأخلاق. فلا جرم يعرفونه عند التحول فى جميع الصور إذا تابعوا نبيهم حق المتابعة، وكانوا أوحديين محبوبين كنبيهم. (تفسير سورة النساء من آية 42 إلى آية 43) :)يومئذ يود الذين كفروا(بالاحتجاب عن الحق :)وعصوا الرسول(بالاحتجاب عن الدين :)لو تسوى بهم(أرض الاستعداد، فتنطمس نفوسهم أو تصير ساذجة لا نقش فيها من العقائد الفاسدة الرذائل الموبقة :)ولا يكتمون الله حديثا(أى : لا يقدرون على كتم حديث من تلك النقوش حتى لا يتعذبون بعقابه. :)يا أيها الذين آمنوا(بالإيمان العلمى، فإن المؤمن بالإيمان العينى لا يكون فى صلاته غافلاً :)لا تقربوا الصلاة(أى : لا تقربوا مقام الحضور والمناجاة مع الله فى حال كونكم :

)سكارى(من نوم الغفلة، أو من خمور الهوى ومحبة الدنيا :)حتى تعلموا ما تقولون(فى مناجاتكم، ولا تشتغل قلوبكم بأشغال الدنيا ووساوسها فتذهلوا عنه، ولا فى حال كونكم بعداء عن الحق بشدة الميل إلى النفس ومباشرة لذاتها وشهواتها وحظوظها والركون إليها :)إلا عابرى سبيل(أى : مارين عليها، سالكى طريق من طرق تمتعاتها بقدر الضرورة والمصلحة كعبور طريق الاغتذاء بالمطعم والمشرب لسد الرمق وحفظ القوة، والاكتساء لدفع الحر والبرد وستر العورة، والمباشرة لحفظ النسل لا منجذبين إليها بالكلية بمجرد الهوى فتنطبع فيكم فلا يمكن زوالها أو يتعذر :)حتى تغتسلوا(أى : تتطهروا عن تلك الهيئة الحاصلة من الانجذاب إلى الجهة السفلية بماء التوبة والاستغفار وعيون التنصل والاعتذار :)وإن كنتم مرضى(القلوب، فاقدى سلامتها بأمراض العقائد الفاسدة والرذائل المهلكة :)أو على سفر(فى تيه الجهل والحيرة لطلب لذة النفس ومادة الرجس بالحرص :)أو جاء أحد منكم(من الاشتغال بلوث النهال وكسب الحطام ملوثاً بهيئة محبته وميله راسخة فيه تلك الهيئة :)أو لامستم النساء(لازمتم النفوس وباشرتموها فى لذاتها وشهواتها :)فلم تجدوا ماء(علماً يهديكم إلى التفصى منها ويهذبكم بالتطهر عنها :)فتيمموا صعيدا طيبا(فتوجهوا صعيد استعدادكم الطيب، واقصدوه وارجعوا إلى أصل الاستعداد الفطرى :)فامسحوا(من نوره :)بوجوهكم وأيديكم(أى : ذواتكم الموجودة وصفاتكم بالنزول ومحو هيئات التعلق بها، والتصرف فيها، فإن ذلك التراب يمحو آثارها ويذرها صافية كما كانت :)إن الله كان عفوا(يعفو عن تلك الهيئات المظلمة ورسوخ تلك الملكات الحاجبة بتركها والإعراض عنها، فيزيلها بالكلية فيصفو استعدادكم وتستعدوا للقائه ومناجاته :)غفورا(يستر صفاتكم وذواتكم بصفاته وذاته. (تفسير سورة النساء من آية 44 إلى آية 46) :)ألم تر إلى الذين أوتوا نصيبا من الكتاب(أى : بعضاً هو اعترافهم بالحق مع احتجابهم عن الدين :)يشترون الضلالة(يستبدلون الاحتجاب عن الدين الذى هو طريق الحق بنور هداية استعدادهم ويريدون بكم ذلك أيضاً وهم أعداؤكم، علم الله عداوتهم إياكم إذاً :)وكفى بالله وليا(يلى أمركم بالتوفيق لطريق التوحيد. ونصيراً ينصركم على أعدائكم بالقمع. (تفسير سورة النساء آية 47) :)يا أيها الذين أوتوا الكتاب(كتاب الاستعداد :)آمنوا(إيماناً حقيقياً عيانياً بإخراج ما فى كتاب

استعدادكم إلى الفعل من توحيد الذات :)من قبل أن نطمس وجوها(بإزالة استعدادها ومحوه :)فنردها على أدبارها(التي هي أسفل سافلي عالم الجسم الذي هو خلف كل عالم :)أو نلعنهم(نعذبهم بالمسخ كما مسخنا :)أصحاب السبت(:)وكان أمر الله مفعولا(أي : مقضياً إلى الأبد لا يغيره أحد ولا ينقضه. تفسير سورة النساء من آية 48 إلى آية 55) :)إن الله لا يغفر أن يشرك به(إشارة إلى أن الشقاوة العلمية الاعتقادية مخلدة لا تتدارك أبداً دون العملية، أي : لا يستتر بوجوده ولا يفنى بذاته من يثبت غيره في الوجود وكيف وأنه يناوبه بوجوده. :)ألم تر إلى الذين يزكون أنفسهم(أي : يزيلون صفات نفوسهم بنفوسهم. وذلك غير ممكن كما لا يمكن لأحدنا حمل نفسه إذ هي لوازم النفس باقية لازمة لها، ولهذا قال تعالى : :)ومن يوق شح نفسه((الحشر، الآية : 9)، إذ الرذائل معجونة فيها، باقية ببقائها. وقال عليه : ' شر الناس من قامت عليه القيامة وهو حي ' أي : يقف على علم التوحيد ونفسه لم تمت بالفناء حتى تحيي بالله. فإنه حينئذ زنديق قائل بالإباحة في الأشياء. :)بل الله يزكي من يشاء(بمحو صفاته وإزالتها بصفاته تعالى :)ولا يظلمون فتيلا(أي : لا ينقصون شيئاً حقيراً من صفاتهم وحقوقها فإن الله لا يأخذ شيئاً منها مع ضعفها وسرعة انقضائها حتى يعطي بدله من صفاته مع قوتها ودوامها :)انظر كيف يفترون على الله الكذب(بادعاء تزكية نفوسهم من صفاتها وما تزكت، أو بانتحال صفات الله إلى أنفسهم لوجود نفوسهم. :)ألم تر(إلى آخره. :)يؤمنون بالجبت والطاغوت(لإثباتهم وجود الغير، وذلك إضلالهم عن الدين الذي هو طريق التوحيد :)ويقولون(لأجل الذين حجبوا عن الحق :)هؤلاء أهدى(من الموحدين :)سبيلا(لموافقتهم في الشرك دون المؤمنين، فإنهم يخالفونهم في الطريق والمقصد، إذ المعترفون بالتوحيد لما ضلوا السبيل لم يصلوا إلى المقصد الذي اعترفوا به فلزمهم شرك خفي قريب من حال المحجوبين عن الحق الذين أشركوا شركاً جلياً فناسبوهم وصوبوهم وزعموا انهم أهدى الموحدين على ما نرى عليه بعض الظاهريين من الإسلاميين :)أولئك الذين لعنهم الله(بمسخ الاستعداد. ومن طرده الله فلا يمكن لأحد نصرته بالهداية والتقريب والإنجاء.)إن الذين كفروا بآياتنا(أي : حجبوا عن تجليات صفاتنا وأفعالنا : إذ مطلع الآية كونه متجلياً بالعلم والحكمة والملك في آل إبراهيم :)سوف نصليهم(نار شوق الكمال لاقتضاء غرائزهم وطبائعهم بحسب

استعدادهم ذلك مع رسوخ الحجاب ولزومه، أو نار قهر من تجليات صفات قهره تناسب أحوالهم، أو نار شره نفوسهم وحدة شوقها وطلبها لما ضريت بها من كمالات صفاتها وشهواتها مع حرمانها عنها :)كلما نضجت جلودهم(رفعت حجبهم الجسمانية بانسلاخهم عنها :)بدلناهم(حجباً غيرها جديدة :)ليذوقوا العذاب(نيران الحرمان :)إن الله كان عزيزا(قوياً يقهرهم ويذلهم بذل صفات نفوسهم، ويحرقهم بنيران توقانها إلى كمالاتهم مع حرمانهم أبداً :)حكيما(يجازيهم بما يناسبهم من العذاب الذى اختاروه لأنفسهم بدواعيهم الغضبية والشهوية وغيرها، وميولهم إلى الملاذ الجسمانية فلذلك بدلوا حجباً ظلمانية بعد حجب. :)والذين آمنوا(بتوحيد الصفات :)وعملوا(ما يصلحهم لقبول تجلياتها :)سندخلهم جنات(الاتصاف بها ومقاماتها :)تجرى من تحتها الأنهار(أى: أنهار علوم تجلياتها من علوم القلب. والأزواج ههنا الأرواح المقدسة التى هى مظاهر الصفات الإلهية المطهرة بالهيئات البدنية :)وندخلهم ظلا ظليلا(أى : ظل الصفات الإلهية الدائم روحها بمحو الصفات البشرية. :)إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها(أى : حق كل ذى حق إليه بتوفية حق الاستعداد أولاً، ثم بتوفية حقوق القوى كلها من كمالاتها التى تقتضيها، ثم بتوفية حق الله تعالى من أداء الصفات إليه، ثم أداء الوجود فتكونوا فانين فى التوحيد. فإذا رجعتم إلى البقاء بعد الفناء، وحكمتم بين الناس، كنتم قائمين فى الأشياء بالله، قوامين بالقسط، متصفين بعدل الله بحيث لا يمكن صدور الجور منكم. وأقل الدرجات فى العدل هو المحو فى الصفات، إذ القائم بالنفس لا يقدر على العدل أبداً :)إن الله كان سميعا(بأقوالكم فيما بين الناس من المحاكمات، هل هى صائبة بالحق أم فاسدة بالنفس ؟ :)بصيرا(بأعمالكم، هل تصدر من صفات نفوسكم أو من صفات الحق ؟.)يا أيها الذين آمنوا(بتوحيد الصفات :)أطيعوا الله(بتوحيد الذات والفناء فى الجمع :)وأطيعوا الرسول(بمراعاة حقوق التفصيل فى عين الجمع وملاحظة ترتيب الصفات بعد الفناء فى الذات :)وأولى الأمر منكم(ممن استحق الولاية والرياسة كما مر فى حكاية طالوت. :)ألم تر(أى : تعجب من :)الذين يزعمون أنهم آمنوا بما أنزل إليك(من علم التوحيد :)وما أنزل من قبلك(من علم المبدأ والمعاد :)يريدون أن يتحاكموا إلى الطاغوت(وهو ينافى ما ادعوه إذ لو كان إيمانهم صحيحاً لما أثبتوا غيراً حتى يكون له حكم، فإنهم بحكم

الإيمان الحقيقي مأمورون بالكفر بغيره، ومن لم ينسلخ عن صفاته وأفعاله ولم تنطمس ذاته فى الله تعالى فهو غيره، ومن توجه إلى الغير فقد أطاع الشيطان ولا يريد الشيطان بهم إلا الضلال البعيد الذى هو الانحراف عن الحق بالشرك، إذ الزيغ عن الدين هو الضلال المبين. (تفسير سورة النساء من آية 64 إلى آية 56) :)وما أرسلنا من رسول إلا ليطاع بإذن الله(الآية، الفرق بين الرسول والنبى هو : أن الرسالة، باعتبار تبليغ الأحكام : :)يا أيها الرسول بلغ((المائدة، الآية : 67) والنبوة باعتبار الإخبار عن المعارف والحقائق التى تتعلق بتفاصيل الصفات والأفعال. فإن النبوة ظاهر الولاية التى هى الاستغراق فى عين الجمع والفناء فى الذات، فعلمها علم توحيد الذات ومحو الأفعال والصفات. فكل رسول نبى، وكل نبى ولى، وليس كل ولى نبياً، ولا كل نبى مرسلاً، وإن كانت رتبة الولاية أشرف من النبوة، والنبوة من الرسالة كما قيل : (مقام النبوة فى برزخ دوين الولى وفوق الرسول) فلا يرسل الرسول إلا للطاعة. إذ حكمه حكم الله باعتبار التبليغ فيجب أن يطاع، ولا يطاع إلا بإذنه. فإن من حجب عنه بقصور الاستعداد كالكافر الأصلى والشقى الحقيقى، أو بالرين ومحو الاستعداد كالمنافق ليس بمأذون له فى الطاعة فى الحقيقة. :)ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم(بمنعها عن حقوقها التى هى كمالاتها الثابتة فيها بالقوة، وتكدير الاستعداد بالتوجه إلى طلب اللذات الحسية والأغراض الفانية :)جاؤوك(بالإرادة التى هى مقتضى استعدادهم :)فاستغفروا الله(طلبوا من الله ستر صفات نفوسهم التى هى مصادر تلك الأفعال الحاجبة لما فى إستعدادهم بنور صفاته :)واستغفر لهم الرسول(بإمدادهم بنور صفاته التى هى صفات الله لرابطة الجنسية التى بينهم وبين نفسه، ومكان الإرادة والمحبة التى تستلزم قربهم منه وامتزاجهم به :)لوجدوا الله توابا(مطهراً، مصفياً لاستعدادهم بنوره، إذ قبول التوبة هو إلقاء نور الصفات عليهم، وتنوير بواطنهم بهيئة نورية تعصمهم من الخطأ فى الأفعال لبعد النور عن الظلمة :)رحيما(يفيض عليهم رحمة الكمال اللائق بهم من الإيقان العلمى أو العينى أو الحقى. :)فلا وربك لا يؤمنون(الإيمان الحقيقى التوحيدى :)حتى يحكموك(لكون حكمك حكم الله، وإنما حجبت الذات بالصفات، والصفات بالأفعال، فإذا تشاجروا وقفوا مع صفاتهم محجوبين عن صفات الحق أو مع أفعالهم محجوبين عن أفعال الحق، فلم يؤمنوا حقيقة. فإذا حكموك انسلخوا عن أفعالهم، وإذا

لم يجدوا فى أنفسهم حرجاً من قضائك انسلخوا عن إرادتهم فصاروا إلى مقام الرضا. وعن علمهم وقدرتهم فصاروا إلى مقام التسليم فلم يبق لهم حجاب من صفاتهم واتصفوا بصفات الحق فانكشف لهم فى صورة الصفات فعلموا أنك هو قائم به. لا بنفسك. عادل بالحقيقة بعدله. فتحقق إيمانهم بالله.)ولو أنا كتبنا(أى: فرضنا:)عليهم أن اقتلوا أنفسكم(بقمع الهوى الذى هو حياتها وإفناء صفاتها:)أو اخرجوا من دياركم(مقاماتكم التى هى الصبر والتوكل والرضا وأمثالها. لكونها حاجبة عن التوحيد كما قال الحسين بن منصور قدس الله روحه لإبراهيم بن أدهم رحمه الله. لما سأله عن حاله. وأجابه بقوله: أدور فى الصحارى، وأطوف فى البرارى، حيث لا ماء ولا شجر ولا روض ولا مطر. هل يصح حالى فى التوكل أم لا؟. فقال: إذا أفنيت عمرك فى عمران بطنك فأين الفناء فى التوحيد؟. :)ما فعلوه إلا قليل منهم(وهم: المحبون المستعدون للقائه. الأكثرون قدر الأقلون عدداً كما قال تعالى: :)وقليل ما هم((ص. الآية: 24). :)لكان خيرا لهم(بحسب كمالهم الحاصل لهم عند رفع حجب صفات النفس بالاتصاف بصفات الحق أو بالوصول إلى عين الجمع:)وأشد تثبيتا(بالاستقامة فى الدين عند البقاء بعد الفناء:)وإذا لآتيناهم من لدنا أجرا عظيما(من تجليات الصفات عند قتل النفس:)ولهديناهم صراطا مستقيما(عند الخروج عن الديار. أى: منازل النفس والمقامات. وهو طريق الوحدة والاستقامة فى التوحيد:)ومن يطع الله(بسلوك طرق التوحيد والجمع :)والرسول(بمراعاة التفصيل:)فأولئك مع الذين أنعم الله عليهم(بالهداية:)من النبيين والصديقين(الذين صدقوا بنسبة الأفعال والصفات إلى الله. بالانخلاع عن صفاتهم والاتصاف بصفاته ولو ظهروا بصفات نفوسهم لكانوا كاذبين:)والشهداء(أى :أهل الحضور:)والصالحين(أى: أهل الاستقامة فى الدين. :)ذلك الفضل(أى: التوفيق لتحصيل الكمال الذى ناسبوا به النبيين ومن معهم فرافقوهم. :)عليماً(يعلم ما فى استعدادهم من الكمال فيظهره عليهم :)خذوا حذركم(أى: ما تحذرون من إلقاء الشيطان ووساوسه وإهلاكه إياكم بالإغواء. ومن ظهور صفات نفوسكم واستيلائها عليكم. فإنها أعدى عدوكم:)فانفروا ثبات(اسلكوا فى سبيل الله جماعات. كل فرقة على طريقة شيخ كامل عالم:)أو انفروا جميعاً(فى طريق التوحيد والإسلام على متابعة النبى:)وإن تصبهم حسنة يقولوا هذه من عند الله(إلى آخره. ثبت أنهم قدريون

يضيفون الخيرات إلى الله والشرور إلى الناس، يتشبهون بالمجوس فى الثبات، مؤثرين مستقلين فى الوجود، وإضافتهم الشرور إلى الرسول لا إلى أنفسهم، كانت لأنه باعثهم ومحرضهم على ما يلقون بسببه الشر عندهم. فأمر الرسول بدعوتهم إلى توحيد الأفعال ونفى التأثير عن الأغيار والإقرار بكونه فاعل الخير والشر بقوله : :)قل كل من عند الله فمال هؤلاء القوم لا يكادون يفقهون حديثاً(لاحتجابهم بصفات النفوس وارتجاج آذان قلوبهم التى هى أوعية السماع والوعى. ثم بين أن لله فضلاً وعدلاً. فالخيرات والكمالات كلها من فضله، والشرور من عدله، أى : يقدرها علينا ويفعلها بنا لاستعداد واستحقاق فينا يقتضى ذلك. وذلك الاستحقاق إنما يحدث من ظهور النفس بصفاتها وارتكابها المعاصى والذنوب الموجبة للعقاب لا بفعل آخر كما نسبوا ما أصابهم من الشر إلى الرسول، لأن الاستحقاق مرتب على الاستعداد، ولا يعرض ما يقتضيه استعداد أحد لغيره. كما قال تعالى : :)ولا تزر وازرة وزر أخرى((الأنعام، الآية : 164)، فكذبهم وخطأهم فى قدريتهم بإثبات أن : السبب الفاعلى للخير والشر ليس إلا لله وحده بمقتضى فضله وعدله. وأما السبب القابلى فهو وإن كان أيضاً منه فى الحقيقة إلا أن قابلية الخير هو من الاستعداد الأصلى الذى هو من الفيض الأقدس الذى لا مدخل لفعلنا واختيارنا فيه، وقابلية الشر من الاستعداد الحادث بسبب ظهور النفس بالصفات والأفعال الحاجبة للقلب، المكدرة لجوهره، حتى احتاج إلى الصقل بالرزايا والمصائب والبلايا والنوائب لا من قبل الرسول أو غيره.)إن الذين توفاهم الملائكة(إلى آخره، التوفى هو : استيفاء الروح من البدن بقبضها عنه، وهو على ثلاثة أوجه : توفى الملائكة، وتوفى ملك الموت، وتوفى الله. أما توفى الملائكة فهو لأصحاب النفوس وهم إما سعداء أهل الخير والصفات الحميدة والأخلاق الحسنة من الصالحين المتقين :)الذين تتوفاهم الملائكة طيبين يقولون سلام عليكم ادخلوا الجنة بما كنتم تعملون 32((النحل، الآية : 32) فمعادهم إلى جنة الأفعال، وإما أشقياء أهل الشر والصفات الرديئة والأخلاق السيئة فلا يقبض أرواحهم إلا القوى الملكوتية التى هى للعالم بمثابة قواهم التى هم فى مقامها، محتجبون بصفات النفس ولذات القوى الخيالية والوهمية والسبعية والبهيمية من الكافرين : :)الذين تتوفاهم الملائكة ظالمى أنفسهم((النحل، الآية : 28) فمعادهم إلى النار، وأما توفى ملك الموت فهو لأرباب القلوب الذين

برزوا عن حجاب النفس إلى مقام القلب، ورجعوا إلى الفطرة، فتنوروا بنورها، فتقبض أرواحهم النفس الناطقة الكلية التى هى قلب العالم باتصالهم بها. هذا إذا قبض أرواحهم ملك الموت بنفسه. أما إذا قبض بأعوانه وقواهم فهم الفريق الأول. وقد يقبض بنفسه ويذرهم فى ملكوت العذاب حتى يحاسبوا ويعاقبوا بحسب رذائلهم ويتخلصوا، وذلك للكمال العلمى والنقصان العلمى كما خلص من الجهل والشرك وتحلى بالعلم والتوحيد، ولكن تراكمت على قلبه الهيئات المظلمة والملكات الرديئة بسبب الأعمال السيئة والأخلاق الذميمة. وللعلم بالتوحيد والجهل بالمعاد كالموحد المنكر للجزاء، فينهمك فى المعاصى كما قال تعالى : :)قل يتوفاكم ملك الموت الذى وكل بكم ((السجدة، الآية : 11). وأما توفى الله تعالى، فهو للموحدين الذين عرجوا عن مقام القلب إلى محل الشهود فلم يبق بينهم وبين ربهم حجاب، فهو يتولى قبض أرواحهم بنفسه ويحشرهم إلى نفسه :)يوم نحشر المتقين إلى الرحمن وفدا 85((مريم، الآية : 85)، كما قال تعالى : :)الله يتوفى الأنفس حين موتها ((الزمر، الآية : 42).:)ظالمى أنفسهم (بمنعها عن حقوقها التى اقتضتها استعداداتهم من الكمالات المودعة فيها :)فيم كنتم (حيث قصرتم فى السعى لما قدرتم وفرطتم فى جنب الله، وقصرتم عن بلوغ كمالكم الذى هيئ لكم وندبتم إليه :)قالوا كنا مستضعفين(فى أرض الاستعداد الذى جبلنا عليه باستيلاء قوى النفس الأمارة وغلبة سلطان الهوى بشيطان الوهم، أسرونا فى قيودهم، وجبرونا على دينهم، وأكرهونا على كفرهم.)قالوا ألم تكن أرض الله واسعة(ألم تكن سعة استعدادكم بحيث تهاجروا فيها من مبدأ فطرتكم خطوات يسيرة، بحيث إذا ارتفعت عنكم بعض الحجب انطلقتم عن أسر القوى وتخلصتم عن قيود الهوى، وتقويتم بإمداد أعوانكم القوى الروحانية، ونصرتم بأنوار القلب، فخرجتم عن القرية، الظالم أهلها، التى هى مدينة النفس إلى بلد القلب الطيبة، فتداركتكم رحمة ربكم الغفور :)فأولئك مأواهم جهنم (نفوسهم الشديدة التوقان مع حصول الحرمان :)وساءت مصيرا إلا المستضعفين من الرجال(أى : أقوياء الاستعداد الذين قويت قواهم الشهوية والغضبية مع قوة استعدادهم فلم يقدروا على قمعها فى سلوك طريق الحق ولم يذهبوا لقواهم الوهمية والخيالية. فيبطلوا استعداداتهم بالعقائد الفاسدة فبقوا فى أسر قواهم البدنية مع تنور استعدادهم بنور

العلم وعجزهم عن السلوك برفع القيود :)والنساء(أى : القاصرين الاستعداد عن درك الكمال العلمى، وسلوك طريق التحقيق، الضعفاء القوى والأحلام، الذين قال فى حقهم : "أكثر أهل الجنة البله". :)والولدان(أى : الناقصين القاصرين عن بلوغ درجة الكمال لغيرة تلحقهم من قبل صفات النفس :)لا يستطيعون حيلة(لعدم قدرتهم وعجزهم عن كسر صفات النفس وقمع الهوى بالرياضة :)ولا يهتدون سبيلا(لعدم علمهم بكيفية السلوك وحرمانهم عن نور الهداية الشرعية :)فأولئك عسى الله أن يعفو عنهم(بمحو تلك الهيئات المظلمة لعدم رسوخها وسلامة عقائدهم :)وكان الله عفوا(العفو عن الذنوب ما دامت الفطرة لم تتغير :)غفورا(يستر بنور صفاته صفات نفوسهم. (تفسير سورة النساء آية 100) :)ومن يهاجر(أى مقار النفس المألوفة فى سبيل طريق الحق بالعزيمة :)يجد(فى أرض استعداده مهاجر ومساكن ومنازل كثيرة فيها رغم أنوف قوى نفسه الوهمية والخيالية والبهيمية والسبعية وإذلالها :)وسعه(وانشراحاً فى الصدر عند الخلاص من ضيق صفات النفس وأسر الهوى :)ومن يخرج(من المقام الذى هو فيه سواء كان مقر استعداده الذى جبل عليه أو منزلاً من منازل النفس أو مقاماً من مقامات القلب :)مهاجرا إلى الله(بالتوجه إلى توحيد الذات :)ورسوله(بالتوجه إلى طلب الاستقامة فى توحيد الصفات :)ثم يدركه(الانقطاع قبل الوصول :)فقد وقع أجره على الله(بحسب ما توجه إليه، فإن المتوجه إلى السلوك له أجر المنزل الذى وصل إليه، أى : المرتبة من الكمال الذى حصل له إن كان، وأجر المقام الذى وقع نظره عليه وقصده. فإن ذلك الكمال وإن لم يحصل له بحسب الملك والقدم لكنه اشتاق إليه بحسب القصد والنظر، فعسى أن يؤيده التوفيق بعد ارتفاع الحجب بالوصول إليه :)وكان الله غفورا(يغفر له ما يمنعه عن قصده من الموانع :)رحيما(يرحمه بأن يهب له الكمال الذى توجه إليه ووقع نظره عليه. (تفسير سورة النساء من آية 101 إلى آية 104) وإذا سافرتم فى أرض الاستعداد بالطريق العلمى لطلب اليقين :)فليس عليكم جناح أن تقصروا(أى : تنقصوا من الأعمال البدنية وأداء حقوق العبودية من الشكر والحضور لقوله عليه : "من أوتى حظه من اليقين فلا يبالى بما انتقص من صلاته وصومه". :)إن خفتم أن يفتنكم(أى : يغويكم ويضلكم :)الذين كفروا(أى : حجبوا من قوى الوهم والتخيل وشياطين الإنس الضالين المضلين لما علم من قوله : "لفقيه

واحد أشد على الشيطان من ألف عابد'. (تفسير سورة النساء من آية 105 إلى آية 108):)أنا أنزلنا عليك الكتاب(أي: علم تفاصيل الصفات وأحكام تجلياتها بالحق ملتبساً بالعدل والصدق أو قائماً بالحق لا بنفسك لتكون حاكماً بين الخلق:).بما أراك الله(من عدله:)ولا تكن للخائنين(الذين لا يؤدون أمانة الله التي أودعها عندهم في الأزل بما ركز في استعدادهم من إمكان كمال معرفته وخانوا أنفسهم وغيرهم بنهب حقوقهم وصرفها في غير وجهها:)خصيما(يدفع عنهم العذاب وتسليط الله الخلق عليهم بالإيذاء ويحتج عنهم على غيرهم أو على الله بالاعتراض بأنه لم خذلهم وقهرهم فإنهم الظالمون لا حجة لهم بل الحجة عليهم:)واستغفر الله(لنفسك بترك الاعتراض والاحتجاج عنهم لنغفر تلوينك الذي ظهر عليك بوجود قلبك وبصفاته:)ولا تجادل(ظهر تأويله من هذا:)يستخفون من الناس(بكتمان رذائلهم وصفات نفوسهم التي هي معايبهم عنهم:)ولا يستخفون من الله(بإزالتها وقلعها وهو شاهدهم يعلم بواطنهم:)إذ يبيتون(أي: يقدرون في عالم ظلمة النفس والطبيعية:)ما لا يرضى من القول(من الوهميات والتخيلات الفاسدة التي يلفقونها في تحصيل أغراضهم من حطام الدنيا ولذاتها:)وكان الله بما يعملون محيطا(يجازيهم بحسب صفاتهم وأعمالهم. (تفسير سورة النساء من آية 109 إلى آية 112):)ها أنتم هؤلاء(ظاهر مما مر:)ومن يعمل سوءا(بظهور صفة من صفات نفسه:)أو يظلم نفسه(بنقص شيء من كمالاته التي هي مقتضى استعداده بتقصير فيه وارتكاب عمل ينافيه ثم يطلب من الله ستر تلك الصفة والهيئة الساترة لكماله بالتوجه إليه والتنصل عن الذنب:)يجد الله غفورا(يستر ذلك السوء والهيئة المظلمة بنور صفته:)رحيما(يهب ما يقتضيه استعداده.:)ومن يكسب خطيئة(بظهور نفسه:)أو إثما(يمحو ما في استعداده وكسب هيئة منافية لكماله:)ثم يرم به بريئا(بأن قال: حملني على ذلك فلان، ومنعني عن طلب الحق فلان، وهذا جريمة فلان، كما هو عادة المتعللين بالأعذار:)فقد احتمل بهتانا(بنسبة فعله إلى الغير إذ لو لم يكن في نفسه ميل لما يضاد كماله ومناسبة لمن وافقه وأطاعه لما قبل ذلك منه. فما كان إلا من قبل نفسه كما قال لهم الشيطان::)إن الله وعدكم وعد الحق ووعدتكم فأخلفتكم وما كان لي عليكم من سلطان إلا أن دعوتكم فاستجبتم لي فلا تلوموني ولوموا أنفسكم((إبراهيم. الآية: 14) إذ لو لم يكن في نفوسهم ظلمة بكسبها وظهور صفاتهم

لم يكن فيهم محل لوسوسته وقابلية لدعوته :)وإثما مبينا(ظاهراً متضاعفاً لتركبه من هيئة الخطيئة والامتناع من الاعتراف، ونسبة التقصير إلى أنفسهم لتنكسر فتضعف عن الاستيلاء على القلب وحجبه عن الكمال.)ولولا فضل الله عليك(أى : توفيقه وإمداده لسلوك طريقه بما يخرج كمالك إلى الفعل ويبرز ما فيك كامناً من العلم :)ورحمته(هبته لذلك الكمال المطلق الذى أودعه فيك فى الأزل وهى الرحمة التى ليس وراءها رحمة :)وما يضلون إلا أنفسهم(لكون الضلال ناشئاً من أصل استعدادهم لكونهم مجبولين على الشقاوة أزلاً فكيف يرجع ذلك الضلال المعجون فيهم إلى غيرهم. :)وأنزل الله عليك الكتاب(أى : العلم التفصيلى التام بعد الوجود الموهوب :)والحكمة(وعلم أحكام التفاصيل وتجليات الصفات مع العمل به :)وعلمك ما لم تكن تعلم(لأنه علم الله لا يعلمه إلا هو. فلما كشف لك عن ذاته بفنائك فيه ثم أبقاك بالوجود الحقانى فصار قلبك وحجبك بحجاب ذلك القلب علمك علمه، إذ الصفة تابعة للذات :)وكان فضل الله(فى إظهار هذا الكمال عليك بالتوفيق للعمل الذى أوصلك إلى ما أوصلك :)عظيما(:)لا خير في كثير من نجواهم(فإنها فضول، والفضول يجب تركها على السالك كما قال عليه : "من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه".:)إلا من أمر(أى : إلا نجوى من أمر :)بصدقة(أى : بفضيلة السخاء التى هى من باب العفة :)أو معروف(قولى كتعليم علم وحكمة من باب فضيلة الحكمة، أو فعلى كإغاثة ملهوف وإعانة مظلوم من باب الشجاعة :)أو إصلاح بين الناس(من باب العدالة :)ومن يفعل ذلك(أى : يجمع بين الكمالات المذكورة :)ابتغاء مرضات الله(لا لطلب المحمدة أو الرياء والسمعة، فتصير به الفضيلة رذيلة :)فسوف نؤتيه أجرا عظيما(من جنات الصفات.)إن يدعون من دونه إلا إناثا(أى : نفوساً، إذ كل من يشرك بالله فهو عابد لنفسه بطاعة هواها، وعابد لشيطان الوهم بقبول إغوائه وطاعته، أو كل ما يعبد من دون الله لأنه ممكن وكل ممكن فهو متأثر عن الغير قابل لتأثيره محتاج إليه وهى صفة الإناث :)نصيبا مفروضا(أى : غير المخلصين الذين أخلصوا دينهم بالتوحيد :)ولآمرنهم(بالعادات الفاسدة والأهواء المردية والأفعال الشنيعة المخالفة للعقل والشرع :)والذين آمنوا(الإيمان الحقيقى التوحيد، لأنهم فى مقابلة المشركين :)وعملوا(ما يصلح لهم فى الوصول إلى الجمع أو يصلح للناس أجمعين بالاستقامة فى الله وبالله بعد الفناء

وحصول البقاء :)سنتخلهم(الجنات الثلاثة المذكورة :)ليس(حصول الموعود :)بأمانيكم ولا أماني أهل الكتاب(أي : ما بقيتم مع نفوسكم وصفاتها وأفعالها، فإرادتكم مجرد تمن والتمني طلب ما يمتنع وجوده في العادة. :)ومن أحسن دينا(أي طريقاً :)ممن أسلم وجهه(أي : وجوده :)لله(وأخلص ذاته من شوب الآنية والإثنينية بالفناء المحض :)وهو محسن(مشاهد للجمع في عين التفصيل، مراع لحقوق تجليات الصفات وأحكامها، سالك طريق الإحسان بالاستقامة في الأعمال :)واتبع ملة إبراهيم(في التوحيد :)حنيفا(مائلاً عن كل شرك في ذاته وصفاته وأفعاله، وعن كل دين باطل، أي : طريق يؤدي إلى إثبات فعل لغيره أو صفة أو ذات، إذ دينه دين الحق، أعني : سيره حينئذ سير إلى الله لا سير في الله بسلوك طريق الصفات، ولا إلى الله بقطع صفات النفس ومناهل صفات القلب، فلا دين أحسن منه دينه. :)واتخذ الله إبراهيم خليلا(يخاله أي : يداخله في خلال ذاته وصفاته بحيث لا يذر منها بقية، أو يسد خلله ويقوم بدل ما يفني منه عند تكميله وفقره إليه. فالخليل وإن كان أعلى مرتبة من الصفي، لكنه أدون من الحبيب، لأن الخليل محب يوشك أن يتوهم فيه بقية غيرية، والحبيب محبوب لا يتصور فيه ذلك. ولهذا ألقي في نار العشق دونه.)من كان يريد ثواب الدنيا(بالوقوف مع هوى النفس فما له يطلب أخس الأشياء ويقف في أدنى المراتب :)فعند الله ثواب(الدارين جميعاً، بالفناء فيه لأنه الوجود المحيط بالكل فلا يفوته شيء :)وكان الله سميعاً(بأحاديث نفوسكم :)بصيرا(بنياتكم وإرادتكم بأعمالكم :)يا أيها الذين آمنوا(بالتوحيد العلمي وإرادة ثواب الدارين :) كونوا(ثابتين في مقام العدالة التي هي أشرف الفضائل :)قوامين(بحقوقها بحيث تكون ملكة راسخة فيكم لا يمكن معها صدور جور وميل منكم في شيء، ولا ظهور صفة نفس لاتباع هوى في جذب نفع دنيوي أو دفع مضرة. :)يا أيها الذين آمنوا(بالإيمان التقليدي :)آمنوا(بالإيمان التحقيقي أو آمنوا بالإيمان العلمي، أو آمنوا بالإيمان العيني. :)إن الذين آمنوا ثم كفروا(إلى آخره، أي : تحيروا وترددوا بين جهتي الربوبية العلوية والسفلية لشدة النفاق وغلبة نور الفطرة تارة واستيلاء ظلمة النفس والهوى أخرى، لاستواء الحالتين فيهم حتى استحكمت الهيئات المظلمة وازدادت الحجب ورسخت العقائد الفاسدة والملكات الكاسدة باستيلاء صفات النفس واستعلائها مطلقاً فرانت على قلوبهم :)ما كان الله ليغفر

لهم(لمكان الرين الحاجب وفساد جوهر القلب وزوال الاستعداد :)ولا ليهديهم سبيلا(إلى الحق ولا إلى الكمال ولا إلى الفطرة الأصلية لعدم قبولهم الهداية وصرف عذابهم بالإيلام لمكان استعدادهم فى الأصل. :)الذين يتخذون الكافرين أولياء(لمناسبتهم إياهم فى الاحتجاب :)من دون المؤمنين(لعدم الجنسية :)أيبتغون(التعزز بهم فى الدنيا والتقوى بمالهم وجاههم فلا سبيل إلى ذلك. وهم قد أخطأوا لأن العزة كلها صفة من صفات الله تعالى منيع القوى والقدر. له قوة القهر والغلبة للكل فبقدر القرب منه وقبول نوره وقوته والاتصاف بصفاته تحصل العزة فهى بأهل الإيمان أولى وأهل الحجاب والكفر بالزلة أولى (قاموا كسالى(لعدم شوقهم إلى الحضور ونفورهم عنه لظلمة استعدادهم باستيلاء الهوى.)لا تتخذوا الكافرين أولياء(لئلا يتعدى إليكم كفرهم واحتجابهم بالصحبة والمخالطة فإنه لا شىء أقوى تأثيراً من الصحبة والميل إلى ولايتهم لا يخلو عن جنسية بينهم لوجود هوى كامن فيهم وضراوة بعادة رديئة تشملهم لا يؤمن عليهم الوقوع فى الكفر بغلبة الهوى والنفس. :)سلطانا مبينا(حجة ظاهرة فى عقابكم برسوخ الهيئة التى بها تميلون إلى ولايتهم بصحبتهم ومجالستهم :)فى الدرك الأسفل(باعتبار زيادة عذابه وشدة إيلامه وإحراقه لا باعتبار كونه أدون مرتبة. إذ تأثير النار فى المنافق أشد وأكثر إيلاماً لبقية استعداد فيه. وأما الكافر الأصلى البهيم فلعدم استعداده لا يتألم بعذابه كما يتألم المنافق وإن كان أسوا حالاً منه وأعظم عذاباً وهواناً :)نصيرا(ينصرهم من عذاب الله لانقطاع وصلتهم وارتفاع محبتهم مع أهل الله :)إلا الذين تابوا(رجعوا إلى الله ببقية نور الاستعداد وقبول مدد التوفيق :)وأصلحوا(ما أفسدوا من استعدادهم بقمع الهوى و كسر صفات النفس ورفع حجب القوى بالزهد والرياضة :)واعتصموا بالله(بالتمسك بحبل الإرادة وقوة العزيمة فى التوجه إليه :)وأخلصوا دينهم لله(بإفناء موانع السلوك من صفات النفس وإزالة خفاء الشرك وقطع النظر عن الغير فى السير :)فأولئك مع المؤمنين(الموقنين :)أجرا عظيما(من مشاهدة تجليات الصفات وجنة الأفعال. :)إن الذين يكفرون(يحتجبون عن الحق والدين وعن الجمع والتفصيل :)ويريدون أن يفرقوا بين الله ورسله(بالاحتجاب عن الدين دون الحق والتفصيل دون الجمع. فينكرون الرسل لتوهمهم وحدة منافية للكثرة وجمعاً مبايناً للتفصيل. وذلك هو إيمانهم بالبعض و كفرهم بالبعض. :

)ويريدون أن يتخذوا(بين الإيمان بالكل جمعاً وتفصيلاً والكفر بالكل طريقاً :)أولئك هم الكافرون(المحجوبون :)حقا(بذواتهم وصفاتهم فإن معرفتهم وهم وغلط وتوحيدهم زندقة ليسوا من الدين ولا من الحق فى شىء :)مهينا(يهينهم بوجود الحجاب وذل النفس وصفاتها.)والذين آمنوا بالله ورسله(جمعاً وتفصيلاً :)أجورهم(من الجنات الثلاثة :)وكان الله غفورا(يستر عنهم ذواتهم وصفاتهم التى هى ذنوبهم وحجبهم بذاته وصفاته :)رحيما(يرحمهم بتمتيعهم بالجنات الثلاثة وبالوجود الموهوب الحقانى والبقاء السرمدى :) كتابا من السماء(علماً يقينياً بالمكاشفة من سماء الروح :)أكبر من ذلك(لأن المشاهدة أكبر وأعلى من المكاشفة :)بظلمهم(بطلبهم المشاهدة مع بقاء ذواتهم إذ وجود البقية عند المشاهدة وضع الشىء فى غير موضعه وطلب المشاهدة مع البقية طغيان من النفس ينشأ من رؤيتها كمالات الصفات لنفسها وذلك ظلم :)سلطانا(تسلطاً بالحجة عليهم بعد الإفاقة :)بل رفعه الله إليه(إلى قوله :)ليؤمنن به(رفع عيسى اتصال روحه عند المفارقة عن العالم السفلى بالعالم العلوى. وكونه فى السماء الرابعة إشارة إلى أن مصدر فيضان روحه روحانية تلك الشمس الذى هو بمثابة قلب العالم ومرجعه إليه وتلك الروحانية نور يحرك ذلك الفلك بمعشوقيته وإشراق أشعته على نفسه المباشرة لتحريكه ولما كان مرجعه إلى مقره الأصلى ولم يصل إلى الكمال الحقيقى وجب نزوله فى آخر الزمان بتعلقه ببدن آخر وحينئذ يعرفه كل أحد فيؤمن به أهل الكتاب أى : أهل العلم العارفين بالمبدأ والمعاد كلهم عن آخرهم قبل موت عيسى بالفناء فى الله، وإذ آمنوا به يكون يوم القيامة أى يوم بروزهم عن الحجب الجسمانية وقيامهم عن حال غفلتهم ونومهم الذى هم عليه الآن :)شهيدا(شاهدهم يتجلى عليهم الحق فى صورته كما أشير إليه.)فبظلم(عظيم :)من الذين هادوا(أى : بعباداتهم عجل النفس واتخاذه إلهاً وامتناعهم عن دخول القرية التى هى حضرة الروح واعتدائهم فى السبت بمخالفة الشرع والاحتجاب عن كشف توحيد الأفعال ونقضهم ميثاق الله واحتجابهم عن تجليات الصفات الذى هو كفرهم بآيات الله والانغماس فى الرذائل كلها. كقتل الأنبياء والافتراء على الله بكون قلوبهم غلفاً أى : مغشاة بحجب خلقية لا سبيل إلى رفعها وبهتانهم على مريم. وادعائهم قتل عيسى من الخصال التى اجتماعها ظلم لا يعرف كنهه :)حرمنا عليهم طيبات(جنات النعيم من تجليات

الأفعال والصفات وشهود الذات التى هى طيبات لا يعرف كنهها :)أحلت لهم (بحسب قابلية استعدادهم لولا هذه الموانع :)وبصدهم (الناس بصحبتهم ومرافقتهم ودعوتهم إلى الضلال أو بصد قواهم الروحانية :)عن سبيل الله وأخذهم (ربا فضول العلوم كالخلاف والجدل واللذات البدنية والحظوظ التى نهوا عنها :)وأكلهم أموال الناس بالباطل (برذيل الحرص والطبع كأخذ الرشا وأجر التزويرات والتلبيسات أو استعمال علوم القوى الروحانية بين الفكر والعقل النظرى والعلمى فى تحصيل المآكل والمشارب وكسب الحطام، وتحصيل اللذات والشهوات الحسية والمآرب السبعية والبهيمية عذاباً مؤلماً لوجود استعدادهم.:)لكن الراسخون فى العلم (أى : المحققون :)منهم والمؤمنون (بالإيمان التقليدى المطابق الثابت :)يؤمنون بما أنزل إليك (إلى آخره. أى : يتصفون بالتزكية والتحلية :)والمؤمنون (الموحدون بالتوحيد العينى :)واليوم الآخر (المعاينون لأحوال المعاد على ما هو عليه :)أجرا عظيما (من حظوظ تجليات الصفات وجناتها. :)رسلا مبشرين (بتجليات صفات اللطف :)ومنذرين (بتجليات صفات القهر :)لئلا يكون للناس على الله حجة (ظهور وسلطنة بوجود صفة ما بعد رفعها ومحوها بإمداد الرسل :)وكان الله عزيزا (قوياً يقهرهم بمحو صفاتهم وإفناء ذواتهم :)حكيما (لا يفعل ذلك إلا بحكمة اتصافهم بصفاته أو بقائهم بذاته.)لكن الله يشهد بما أنزل إليك (لكونك فى مقام الجمع وهم محجوبون لا يقرون به بل هو يشهد :)أنزله بعلمه (ملتبساً بعلمه أى : فى حالة كونه عالماً به بحيث إنه علمه الخاص لا علمك ولا علم غيرك من غيره. :)والملائكة يشهدون (لكونك مراعياً للتفصيل فى غير الجمع فهو الشاهد بذاته وبأسمائه وصفاته :)وكفى بالله شهيدا (أى : الذات مع الصفات تكفى فى الشهادة إذ لا موجود غيره :) كفروا (حجبوا عن الحق لكون ضلالهم بعيداً :)إن الذين كفروا (حجبوا عن الدين :)وظلموا (منعوا استعداداتهم عن حقوقها من الكمال بارتكاب الرذائل وتسليط صفات النفس على قلوبهم :)لم يكن الله ليغفر لهم (لرسوخ هيئات الرذائل فيهم وبطلان الاستعداد :)ولا ليهديهم طريقا (لجهلهم المركب واعتقادهم الفاسد وعدم علمهم بطريق ما من طرق الكمال :)إلا طريق جهنم (نيران أشواق نفوسهم إلى ملاذها مع حرمانهم عنها :)وكان ذلك (سهلاً على الله لانجذابهم إليها بالطبيعة. تفسير سورة النساء من آية 171 إلى آية 173) :)يا أهل الكتاب لا تغلوا

فى دينكم (أما اليهود فبالتعمق فى الظاهر ونفى البواطن وحط عيسى عن درجة النبوة ومقام الاتصاف بصفات الربوبية. وأما النصارى فبالتعمق فى البواطن ونفى الظواهر ورفع عيسى إلى مقام الألوهية :)ولا تقولوا على الله إلا الحق(بالجمع بين الظواهر والبواطن والجمع والتفصيل كما هو عليه التوحيد المحمدى، والقول : بكون عيسى مظهر الصفات الإلهية، حيا بحياته داعياً إلى مقام توحيد الأوصاف و :)كلمته(نفساً مجردة هى كلمة من كلمات الله، أى : حقيقة من حقائقه الروحانية وروحاً من أرواح :)فآمنوا بالله ورسله(بالجمع والتفصيل :)ولا تقولوا ثلاثة(بزيادة الحياة والعلم على الذات، فيكون الإله ثلاثة أشياء ويكون عيسى جزء من حياته بالنفخ أو بالتفرقة بين ذات الحق وعالم النور وعالم الظلمة، فيكون عيسى متولداً من نوره. بل قولوا بالكل من حيث هو كل فيكون العلم والحياة عين الذات و كذا عالم النور والظلمة. ويكون عيسى فانياً فيه موجوداً بوجوده، حياً بحياته، عالماً بعلمه، وذلك وحدته الذاتية المعبر عنها بقوله :)إنما الله إله واحد سبحانه(نزهه عن أن يكون موجود غيره، فيتولد منه وينفصل ويجانسه بأنه موجود مثله، بل هو الموجود من حيث هو وجود. :)له ما فى السماوات(الأرواح :)والأرض(الأجساد بكونها أسماءه وظاهره وباطنه :)وكيلا(يقوم مقام الخلق فى أفعالهم وصفاتهم وذواتهم عند فنائهم فى التوحيد، كما قال أمير المؤمنين على : ' لا إله إلا الله بعد فناء الخلق '. :)لن يستنكف المسيح أن يكون عبداً لله(فى مقام التفصيل، إذ باعتبار الجمع لا وجود للمسيح و لا لغيره فلا ممكن أصلاً، وأما باعتبار التفصيل فكل ما ظهر بتعين فهو ممكن. والممكن لا وجود له بنفسه فضلاً عن شيء غيره فيكون عبداً محتاجاً ذليلاً مفتقراً غير مستنكف عن ذلة العبودية وإن كان غنياً عن تعلق الأجسام بالتجرد المحض والتقدس عن دنس الطبائع كالملائكة المقربين الذين هم الأرواح المجردة والأنوار المحضة :)ومن يستنكف عن عبادته(بظهور أنيته :)ويستكبر(بطغيانه فى الظهور بصفاته :)فسيحشرهم إليه جميعا(بظهور نور وجهه وتجليه بصفة قاهريته حتى يفنوا بالكلية فى عين الجمع، كما قال تعالى : :)لمن الملك اليوم لله الواحد القهار((غافر، الآية : 9)، وقال النبى : ' إن لله تعالى سبعين ألف حجاب من نور وظلمة، لو كشفها لأحرقت سبحات وجهه ما انتهى إليه بصرة من خلقه '. :)فأما الذين آمنوا(بالفناء فى عين الجمع بمحو الصفات وطمس الذات :)وعملوا

الصالحات(بالاستقامة فى الأعمال ومراعاة تفاصيل الصفات وتجلياتها :)فيوفيهم أجورهم(وصفاتهم من جنات صفاته :)ويزيدهم من فضله(بالوجود الموهوب بعد الفناء فى الذات :)وأما الذين استنكفوا(بظهور أنيتهم :)واستكبروا(طغوا عند تجليات الصفات وتنورهم بنورها، فظهروا بها ونسبوها إلى أنفسهم كمن قال : أنا ربكم الأعلى.)فيعذبهم عذابا أليما(باحتجابهم ببقايا ذواتهم وصفاتهم وحرمانهم عن مقام الجمع :)ولا يجدون(غير الله :)وليا(يواليهم برفع حجاب الذات :)ولا نصيرا(ينصرهم فى رفع حجاب الصفات البرهانى وهو التوحيد الذاتى والنور المبين وهو التفصيل فى عين الجمع، أى : القرآن الذى هو علم الجمع والفرقان الذى هو علم التفصيل. (تفسير سورة النساء من آية 174 إلى آية 176) :)فأما الذين آمنوا(بالتوحيد الذاتى واعتصموا به أى : فى كثرة الصفات وتفرقها وراعوا الجمع فى التفاصيل :)فسيدخلهم فى رحمة(من جنات الصفات التى لا يعرف كنهها :)وفضل(من جنات الذات :)ويهديهم إلى صراطاً مستقيماً(بالاستقامة إلى الوحدة فى تفاصيل الكثرة أو رحمة من جنات الأفعال وفضل من جنات الصفات، :)ويهديهم إليه صراطا مستقيما(من تفاصيل الصفات إلى الفناء فى الذات، والأول أولى بهذا المقام، ولك التطبيق على تفاصيل وجودك وأحوالك فى نفسك حيث أمكن من هذه السورة على القاعدة التى مرت فى سورة (آل عمران) والله تعالى أعلم.

سورة المائدة

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(تفسير سورة المائدة من آية 1 إلى آية 2) :)يا أيها الذين آمنوا (بالإيمان العلمى :)أوفوا بالعقود(أى : العزائم التى أحكمتموها فى السلوك. والفرق بين العهد والعقد ههنا : أن العهد هو إيداع التوحيد فيهم فى الأزل كما مر، والعقد هو إحكام عزائم التكليف عليهم ليتأدى بهم إلى الإيفاء بما عاهدوا عليه. فالعهد سابق والعقد لاحق، فكل عزيمة على أمر يوجب إخراج ما فى الاستعداد بالقوة إلى الفعل عقد بينه وبين الله يجب الوفاء به والامتناع عن نقضه بفتور أو تقصير :)أحلت لكم (جميع أنواع التمتعات والحظوظ بالنفوس السليمة التى لا تغلب عليها السبعية والشره، كالنفوس التى هى على طباع الأنعام الثلاثة :)إلا ما يتلى عليكم (من التمتعات المنافية للفضيلة والعدالة فإنها منهى عنها لحجبها عن الكمال الشخصى والنوعى :)غير محلى الصيد وأنتم حرم (أى : لا متمتعين بالحظوظ فى تجريدكم للسلوك وشروعكم فى الرياضة عند السير إلى الله لطلب الوصول فإنه يجب حينئذ الاقتصار على الحقوق، إذ الإحرام فى الظاهر صورة الإحرام الحقيقى للسالكين فى طريق كعبة الوصال، والقاصدين لدخول الحرم الإلهى وسرادقات صفات الجلال والكمال :)إن الله يحكم ما يريد(على من يريده من أوليائه. :)لا تحلوا شعائر الله(من المقامات والأحوال التى يعلم بها حال السالك فى سلوكه كالصبر والشكر والتوكل والرضا وأمثالها، أى : لا ترتكبوا ذنوب الأحوال ولا تخرجوا عن حكم المقامات فإنها شعائر دين الله الخالص. وكما أن المواضع المعلومة المعلمة بما يفعل فيها كالمطاف والمسعى والمنحر وغيرها والأفعال المعلومة فى الحج شعائر يشعر بها الحاج. فهذه المقامات والمراتب والأحوال شعائر يشعر بها حال السالك وكما أنه لا يجوز فى ظاهر الشرع تغييرها عن موضعها والخروج عن حكمها فكذلك هذه فى شرع المحبين كما يحكى عن أحدهم أنه كان يتكلم فى الصبر فدب عقرب على ساقه وأخذت تضربه وهو على حاله لا ينحيها فسئل عنه فقال : أستحى من أن أتكلم فى مقام وأنا أفعل ما ينافيه :)ولا الشهر الحرام (أى : وقت الإحرام بالحج الحقيقى وهو وقت السلوك والوصول بالخروج عن حكمه والاشتغال بما ينافيه ويصده عن وجهته ويثبطه

فی سیره :)ولا الهدی(ولا النفس المستعدة المعدة للقربان عند الوصول إلی فناء الحضرة الإلهية علی ما أشير إليه باستعمالها فی شغل يصرفها عن طريقها أو يضعفها أو حمل فوق طاقتها من الرياضة، فينقطع دون البلوغ إلی المحل :)ولا القلائد(ولا ما قلدته النفس من شعار أهل السلوك والسنن والأعمال الظاهرة بتركها وتغييرها عن وضعها :)ولا آمين البيت الحرام(ولا القاصدين المجدين فی السلوك المجتهدين بتغيرهم ومنعهم عن الرياضة وإيهان عزائمهم بالمخالطة وتقليل السعی وإيهامهم أنه لا حاجة بهم إليه وشغلهم بما يصدهم أو يكسلهم :)يبتغون فضلا من ربهم(بتجليات الأفعال :)ورضوانا(بتجليات الصفات. :)وإذا حللتم(بالرجوع إلی البقاء بعد الفناء والاستقامة :)فاصطادوا(أی : فلا حرج عليكم فی الحظوظ بل ربما كان تمتيع النفس بالحظوظ إعانة لها فی مشاهداتها ومكاشفاتها لشرفها وذكائها وشدة صفائها :)ولا يجرمنكم شنآن قوم(إلی آخره. أی : لا يكسبنكم بعض القوی النفسانية المانعة عن سلوككم أن تقهروها بالكلية بمنعها عن الحقوق التی تقوم بها فتبطلوها أو تضعفوها عن منافعها وما يحتاج إليه من أفعالها بسبب صدها إياكم، فإن وبال ذلك عائد إليكم. أو عداوة قوم من أهليكم وأقاربكم وأصدقائكم بسبب منعهم إياكم عن التجريد والرياضة فی السلوك :)أن تعتدوا(عليهم بإضرارهم ومقتهم وإرادة الشر بهم فإنه أضر بكم فی السلوك من منعهم إياكم :)وتعاونوا علی البر والتقوی(بتدبير تلك القوی وسياستها بالإحسان إليها بحقوقها ومنعها من حظوظها أو بمراعاة الأهلين والأقارب والأصدقاء بمواساتهم والإحسان إليهم، والمعروف فی حقهم مع مخالفتهم إلی ما يمنعكم عنه والاجتناب عن ذلك، كما قال تعالی : :)فلا تطعهما وصاحبهما فی الدنيا معروفا((لقمان، الآية : 15)، :)واتقوا الله(واجعلوه وقاية لكم فی هذه الأمور واحذروه فی خلافها :)أن الله شديد العقاب(يعاقبكم بالصد والحرمان. تفسير سورة المائدة آية 3)حرمت عليكم الميتة(هذه هی الأمور المستثناة من أنواع التمتعات المحللة، وهی الميتة أی : خمود الشهوة التی هی رذيلة التفريط المنافية للعفة كالخنوثة والعجز عن الإقدام علی القدر الضروری من التمتعات والتمتع بفقدان اعتدال القوة الشهوانية علی ما يفعله الخناثی وبعض المغزلين والمتقشفين والمتزهدين بالطبع، القاصرين عن السلوك لنقصان الاستعدادات :)والدم(أی : التمتع بهوی النفس فی الأعمال فإن

مزج الهوى وشوبه يفسد الأعمال كلها :)ولحم الخنزير(ووجوه التمتعات الحاصلة بالحرص والشره. فإن قوة الحرص أخبث القوى وأسدها لطرق الكمال والنجاة:)وما أهل لغير الله به(أى : الرياضات والأعمال بالرياء وكل ما يفعل لغير الله. فإن كسر النفس وقمعها ومخالفتها لا يكون فعلاً جميلاً وفضيلة ومعيناً فى السلوك إلا إذا كان لله. فأما إذا كان لغير الله فهو شرك والشرك أكبر الكبائر :)والمنخنقة(أى : حبس النفس عن الرذائل ومنعها عن القبائح بحصول صور الفضائل وصدور الأفعال الحسنة صورة من كمون الهوى فيها. فإن الأفعال النفسية إنما تحسن بقمعها وقهرها لله وخروج الهوى الذى هو قوتها وحياتها عنها وقيامها بإرادة القلب كخروج الدم الذى هو قوة الحيوان وحياته منه بذبحه لله :)والموقوذة(أى : صدور الفضائل فى الظاهر عن النفس مع كره منها وإجبار عليها :)والمتردية(التى تتعلق بالتفريط والنقصان والميل إلى الجهة السفلية وانحطاط النفس عن الهمم العلية والدرجة القوية :)والنطيحة(التى تصدر عن خوف وقهر من مثله كالعفاف الحاصل بواسطة زجر المحتسب وخوف الفضيحة :)وما أكل السبع(كفضائل العفة التى تحصل لشدة القوة الغضبية من الأنفة والحمية واستيلاء الغضب. فإن الغضب إذا استولى منع الشدة عن فعلها أو لقهر من قهار كالملك والأمير :)إلا ما ذكيتم(إلا ما قرنت واعتادت وانقادت لكم بعد قهر من غير، فكانت تصدر عنها الفضائل بإرادة قلبية من غير مزج الهوى. :)وما ذبح على النصب(ما يفعل بناء على العادات التى يجب رفعها إلا لغرض عقلى أو شرعى :)وأن تستقسموا بالأزلام(وأن تطلبوا السعادات والكمالات بالرسوم والطوالع اتكالاً على ما قضى الله وقدر وتتركوا السعى والجد فى الطلب، وتجعلوا ذلك علة للتقصير بأن تقولوا : ليس لنا نصيب فيها، ولو كان لنا نصيب لحصل. فإنه ربما كان مجرد تعليل وقد علق فى القدر كماله بسعيه. فإنه لم يطلع على ذلك :)ذلكم فسق(خروج عن الدين الذى هو طريق الحق :)اليوم(أى : وقت حصول الكمال بتمرن النفس بالفضائل، وتثبتها فى العزائم :)يئس الذين كفروا(أى : حجبوا من قوى نفوسكم أو من أبناء جنسكم وأهل جلدتكم من الطبيعيين والمتزندقين :)من دينكم(أى : من أن يصدوكم عن طريق الحق :)فلا تخشوهم(فإنهم يستولون عليكم بعد ذلك :)واخشونى(بأن لا تقفوا عند تجلى صفة من صفاتى وتهيبوا عظمة ذاتى حتى تصلوا إلى مقام الفناء. :)اليوم أكملت لكم دينكم(

ببيان الشعائر و كيفية السلوك :)وأتممت عليكم نعمتى(بالهداية إلى :)ورضيت لكم(الاستسلام والانقياد بالانمحاء عند تجليات الأفعال والصفات أو إسلام الوجه للفناء عند تجلي الذات :)دينا فمن اضطر(إلى أمر من هذه الأمور المحرمة التى عددناها :)فى مخمصة(فى هيجان شديد من النفس وغلبة لظهور صفة من صفاتها :)غير متجانف لإثم(غير منحرف عن الدين والوجهة إلى رذيلة مانعة لقصد منه وعزيمة :)فإن الله غفور(يستر ذلك عنه بنور صفة من صفاته تقابلها :)رحيم(يرحم بمداد التوفيق لإظهار الكمال ورفع موانعه. (تفسير سورة المائدة من آية 4 إلى آية 5) :)قل أحل لكم الطيبات(من الحقائق والمعارف الحقية والفضائل العلمية التى تحصل لكم بعقولكم وقلوبكم وأرواحكم :)وما علمتم(من جوارح حواسكم الظاهرة والباطنة وسائر قواكم وآلاتكم البدنية فى اكتساب الفضائل والآداب. مكلبين :)تعلمونهن مما علمكم الله(من علوم الأخلاق والشرائع التى تبين طريق الاحتظاء من الحظوظ على وجه العدالة :)فكلوا مما أمسكن عليكم(مما حصلن لكم بتعليمكم على ما ينبغى بنية وإرادة قلبية وغرض صحيح يؤدى إلى كمال الشخص أو النوع لا يهجن ويثبن وينزن عليه بميلهن وحرصهن لطلب لذتهن وشهوتهن :)واذكروا اسم الله عليه(واحضروا بقلوبكم أنها للصورة الإنسانية الكاملة تقصد وتراد، لا لغرض آخر. واجعلوا الله وقاية لكم فى فعلها حتى تكون حسنة :)إن الله سريع الحساب(يحاسبكم بها فى آن لا فى أزمنة، لحصول هيآتها فى أنفسكم عند ارتكابها.)يا أيها الذين آمنوا(الإيمان العلمى :)إذا قمتم إلى الصلاة(انبعثتم عن نوم الغفلة وقصدتهم إلى صلاة الحضور والمناجاة الحقيقية والتوجه إلى الحق :)فاغسلوا وجوهكم(أى : طهروا وجود قلوبكم بماء العلم النافع الطاهر المطهر من علم الشرائع والأخلاق والمعاملات التى تتعلق بإزالة الموانع عن لوث صفات النفس :)وأيديكم(أى : وقدركم عن دنس تناول الشهوات والتصرفات فى مواد الرجس :)إلى المرافق(إلى قدر الحقوق والمنافع :)وامسحوا برؤوسكم(بجهات أرواحكم عن قتام كدورة القلب وغبار تغيره بالتوجه إلى العالم السفلى ومحبة الدنيا بنور الهدى. فإن الروح لا يتكدر بالتعليق، بل يحتجب نوره عن القلب فيسود القلب ويظلم ويكفى فى انتشار نوره صقل الوجه العالى من القلب الذى إليه. فإن القلب ذو وجهين أحدهما : إلى الروح والرأس ههنا إشارة إليه. والثانى : إلى النفس وقواها. فأحرى

بالرجل أن تكون إشارة إليه :)وأرجلكم(وجهات قواكم الطبيعية البدنية بنفض غبار الانهماك فى الشهوات والإفراط فى اللذات :)إلى الكعبين(إلى حد الاعتدال الذى يقوم به البدن. فعلى هذا من انهمك فى الشهوات فى اللذات احتاج إلى غسلها بماء علم الأخلاق وعلم الرياضات حتى ترجع إلى الصفاء الذى يستعد به القلب للحضور والمناجاة. ومن قرب حوضه فيها من الاعتدال كفاه المسح ولهذا مسح من مسح وغسل من غسل :)وإن كنتم جنبا(بعداء عن الحق بالانجذاب إلى الجهة السفلية والإعراض عن الجهة العلوية والميل الكلى إلى النفس :)فاطهروا(بكليتكم عن تلك الهيئة المظلمة والصفة الخبيثة الموجبة للبعد والاحتجاب. :)وإن كنتم مرضى(إلى آخره مكرر. :)ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج(من ضيق ومشقة بكثرة المجاهدات والمكابدات :)ولكن يريد(أن يطهركم من الهيآت المظلمة والصفات الخبيثة :)وليتم نعمته عليكم(بالتكميل :)ولعلكم تشكرون(نعمة الكمال بالاستقامة والقيام بحق العدالة عند البقاء بعد الفناء :)نعمة الله عليكم(بالهداية إلى طريق الوصول :)وميثاقه(أى : عقود عزائمه المذكورة إذ قبلتموها من معدن النبوة بصفاء الفطرة :)هو أقرب للتقوى(أى : العقل أقرب للتجرد عن ملابس صفات النفس واتخاذ صفات الله تعالى وقاية لأنه أشرف الفضائل الذى إذا حصل تبعه الجميع :)واتقوا الله(واجعلوه وقاية لكم فى صدور العدل منكم فإن منبع الكمالات والفضائل ذاته تعالى :)إن الله خبير بما تعملون(أنه من صفات نفوسكم أو منه. :)وعد الله الذين آمنوا(منكم بالتوحيد العلمى :)وعملوا الصالحات(التى توصلهم إلى التوحيد العينى وتعدهم لذلك :)لهم مغفرة(من صفاتهم :)وأجر عظيم(من تجليات صفاته تعالى. :)إذ هم قوم(من قوى نفوسكم المحجوبة وصفاتها :)أن يبسطوا إليكم أيديهم(بالاستيلاء والقهر والاستعلاء لتحصيل مآربها وملاذها فمنعها عنكم بما أراكم من طريق التطهير والتنزيه :)واتقوا الله(واجعلوه وقاية فى قهرها ومنعها :)وعلى الله فليتوكل المؤمنون(برؤية الأفعال كلها منه. (تفسير سورة المائدة من آية 12 إلى آية 13) :)ميثاق بنى إسرائيل(هو العهد المذكور والنقباء الإثنا عشر هم الحواس الخمس الظاهرة والخمس الباطنة والقوة العاقلة النظرية والعاقلة العلمية :)وقال الله إنى معكم(أى : فى العقد اللاحق أوفقكم وأعينكم لئن قمتم بحقوق التزكية والتخلية من الإعراض عن

السعادات البدنية بالعبادة وترك السعادات الخارجية بالزهد، وإيثار الثالثة التى هى الإيمان برسل العقل والإلهامات والأفكار الصائبة والخواطر الصادقة من الروح والقلب، وإمداد الملكوت وتعزيرهم أى : تعظيمهم بتسليطهم على شياطين الوهم وتقويتهم ومنعهم وساوسها وإلقاء الوهميات والخياليات والخواطر النفسانية :)وأقرضتم الله قرضا حسنا(بالبراءة من الحول والقوة والعلم والقدرة إلى الله بالجملة من الأفعال والصفات كلها ثم من الذات بالمحو والفناء وإسلامها إلى الله :)لأكفرن عنكم سيئاتكم(أى : وجودات هذه الثلاث التى هى حجبكم وموانعكم عنكم :)ولأدخلنكم جنات(من أفعالى وصفاتى وذاتى :)تجرى من تحتها الأنهار(علوم التوكل والرضا والتسليم والتوحيد. وبالجملة علوم تجليات الأفعال والصفات والذات، فمن احتجب بعد ذلك العهد وبعث النقباء منكم :)فقد ضل(السبيل المستقيم بالحقيقة. :)قاسية(قست باستيلاء صفات النفس عليها وميلها إلى الأمور الأرضية الجاسية الصلبية فحجبت عن أنوار الملكوت والجبروت التى هى كلمات الله واستبدلوا قوى نفوسهم بها، واستعملوا وهمياتهم وخيالياتهم بدل معارفها وحقائقها من المعانى المعقولية أو خلطوها بها، وذلك هو تحريف الكلم عن مواضعه. :)ونسوا حظا(أى : نصيباً وافراً مما أوتوه فى العهد السابق من الكمالات الكامنة فى استعدادهم بالقوة، فذكروا به فى العهد اللاحق :)ولا تزال تطلع على خائنة منهم(أى : على نقض عهد ومنع أمانة لاستيلاء صفات النفس والشيطان عليهم وقساوة قلوبهم :)المحسنين(الذين يشاهدون ابتلاء الله إياهم فلا يقابلونهم بالعقاب فيستعملون معهم الصفح والعفو.)فأغرينا بينهم العداوة والبغضاء(أى : ألزمناهم ذلك لتخالف دواعى قواهم السبعية والبهيمية والشيطانية وميلهم إلى الجهة السفلية الموجب للتضاد والتعاند لاحتجابهم عن نور التوحيد وبعدهم عن العالم القدسى الذى فيه المقاصد كلية لا تقتضى التجاذب والتعاند إلى وقت قيامهم بظهور نور الروح والقيامة الكبرى بظهور نور التوحيد :)ينبئهم الله(بعقاب ما صنعوا عند الموت وظهور الحرمان والخسران بظهور الهيآت القبيحة المؤذية الراسخة فيهم. :)لقد كفر الذين قالوا إن الله هو المسيح(بأن حصروا الألوهية فيه وقيدوا الإله بتعينه :)أن يهلك المسيح ابن مريم(إلى قوله :)جميعا(بالإفناء فى التوحيد والطمس فى غير الجمع كما قال : :)كل شىء هالك

إلا وجهه((القصص، الآية : 88). :)ولله ملك السماوات(أى : عالم الأرواح :)والأرض(عالم الأجساد :)وما بينهما(من الصور والأعراض كلها ظاهرة وباطنة أسماؤه وصفاته وأفعاله :)ادخلوا الأرض المقدسة(أى : حضرة القلب التى هى مقام تجلى الصفات، فإنه بالنسبة إلى سماء الروح أرض :) كتب الله لكم (عين لكم فى القضاء السابق وأودع فى استعدادكم الوصول إليها والمقام بها :)ولا ترتدوا على أدباركم (فى الميل إلى مدينة البدن والإقبال عليه بتحصيل مآربه ولذاته وطلب موافقته وتزيين هيآته فإنه مقام خلف مقامكم وأدنى وأسفل من رتبتكم :)فتنقلبوا خاسرين(باستبدال ظلمات البدن بأنوار القلب وخبائثه بطيباته :)إن فيها قوما جبارين(من سلطان الوهم وأمراء الهوى والغضب والشهوة وسائر صفات النفس الفرعونية أخذوها عنوة وقهراً واستولوا عليها مستعلين يجبرون كلاً على هواهم ما لنا بهم يدان ولا نقدر على مقاومتهم، قالوا ذلك لاعتيادهم باللذات الطبيعية والشهوات الجسمانية وغلبة الهوى عليهم، فلم يقدروا على الرياضة وقمع الهوى و كسر صفات النفس بالمجاهدة :)وإنا لن ندخلها حتى يخرجوا منها(أى : يصرفهم الله عنها بلا رياضة منا ومجاهدة أو ينصرفوا بالطبع مع إحالته أو يضعفوا عن الاستيلاء كما فى الشيخوخة مع امتناع دخولهم فيها حينئذ.)قال رجلان من الذين يخافون(كانا من النقباء الإثنى عشر وهم : العقل النظرى والعقل العلمى يخافون سوء عاقبة ملازمة الجسم ووبال العقوبة بهيآته المظلمة :)أنعم الله عليهما(بالهداية إلى الطريق المستقيم والدين القويم :)ادخلوا عليهم الباب(باب قرية القلب وهو التوكل بتجلى الأفعال كما أن باب قرية الروح هو الرضا :)فإذا(دخلتم مقام التوكل الذى هو باب القرية)فإنكم غالبون(بخروجكم عن أفعالكم وعن أحوالكم وبكونكم فاعلين بالله، وإذا كان الحول والقوة بالله يهرب شيطان الوهم والتخيل والهوى والغضب منكم فغلبتم عليهم. ويدل على أن الباب هو التوكل قوله : :)وعلى الله فتوكلوا إن كنتم مؤمنين(بالحقيقة، إذ الإيمان بالغيبة عن المؤمن به أقل درجات حضور تجلى الأفعال :)قالوا يا موسى(أى : أصروا على إبائهم وامتناعهم عن الدخول :)فاذهب أنت وربك(أى : إن كنت نبياً فادفعهم عنا بقوة نفسك، واقمع الهوى، وتلك القوى فينا بلا رياضة ومجاهدة منا، وسل ربك يدفعها عنا كما يقول الشطار والوغود عند موعظتك إياهم، وزجرك وتهديدك لهم. ادفع بهمتك

عنا هذه الشقاوة إما استهزاء وعناداً وإما جداً واعتقاداً :)إنا ها هنا قاعدون(ملازمون مكاننا فى مقام النفس، معتكفون على هوى نفوسنا ولذات أبداننا كما قالوا : حطاً سمقاثاً. :)قال فإنها محرمة عليهم أربعين سنة يتيهون فى الأرض(هى مدة بقائهم فى مقام النفس، أى : بقوا فى تيه الطبيعة يتحيرون أربعين سنة إلى قرية القلب، فإن دخول مقام القلب مع استيلاء جبابرة صفات النفس عليه حرام ممتنع، ولهذا قال تعالى : :)بلغ أشده وبلغ أربعين سنة((الأحقاف، الآية : 15)، فإنه وقت البلوغ الحقيقى. وقيل فى قصة التيه : إنهم كانوا يسيرون جادين طول النهار فى ستة فراسخ، فإذا أمسوا كانوا على المقام الذى ارتحلوا عنه، أى : كان سعيهم فى تحصيل المناجح الجسمانية والمباغى البدنية المحصورة فى الجهات الست ولم يخرجوا عن الجهات بالتجرد، فكانوا على المقام الأول لعدم توجههم إلى سمت القلب بطلب التجرد والتنزه عن الهيآت البدنية والصفات النفسانية. وكانت ينزل من السماء بالليل عمود من نار يسيرون وينتفعون بضوئه، أى : ينزل عليهم نور عقل المعاش من سماء الروح فيهتدون به إلى مصالحهم. وقيل : من نار لأنه عقل مشوب بالوهم ليس عقلاً صرفا، وإلا لاهتدوا به إلى طريق القلب. وأما الغمام والمن والسلوى فقد مر ذكرها وتأويلها وقيل : كان على كل مولود ولد فى التيه قميص بقدر قامته يزيد بزيادته، يعنون به : لباس البدن والله أعلم. وإن شئت أن تطبق القصة على حالك أولت موسى بالقلب وهارون بالروح، فإنه كان أخاه الأكبر، ولهذا قال : :)هو أفصح منى لساناً((القصص، الآية : 34) وبنى إسرائيل بالقوة الروحانية، والأرض المقدسة بالنفس المطمئنة، ثم أجريت القصة بحالها إلى آخرها :)فلا تأس(أى : لا تهتم بهدايتهم، ولا تغتم على عقوبتهم، فإنهم فسقوا وخرجوا عن طريق القلب بهواهم وطغيانهم. تفسير سورة المائدة آية 27 :)واتل عليهم نبأ ابنى آدم(القلب للذين هما هابيل القلب وقابيل الوهم، إذ كان لكل منهما توأمة. أما توأمة العقل فالعاقلة العلمية المدبرة لأمور المعاش والمعاد بالآراء الصلاحية المقتضية للأعمال الصالحة والأخلاق الفاضلة المستنبطة لأنواع الصناعات والسياسات. وأما توأمة الوهم : فالقوة المتخيلة المتصرفة فى المحسوسات والمعانى الجزئية لتحصيل الآراء الشيطانية، فأمر آدم القلب بتزويج الوهم توأمة العقل التى هى العاقلة العلمية لتتسلط عليه بالقياسات العقلية البرهانية وتدربه بالرياضات الإذعانية والسياسات

الروحانية، وتسخره للعقل فيطيع أب القلب، ويحسن إليه، ويبره بأنواع الرجاء الصادقة ويعينه فى الأعمال الصالحة ويمتنع من عقوقه بالتسويلات والتزيينات الشيطانية الفاسدة، وإغراء النفس عليها بالهيئات الفاسقة والأفعال السيئة، وتزويج العقل توأمة الوهم ليجعلها صالحة ويمنعها عن شهوات التخيلات الفاسدة وتهيج أحاديث النفس الكاذبة فيستريح أبوها منها ويستعملها فى المعقولات والمحسوسات والمعانى الكلية والجزئية، فتصير مفكرة عاملة فى تحصيل العلوم فينتفع أبوها. فحسد قابيل الوهم هابيل العقل لكون توأمته أجمل عنده وأحب لمناسبتها إياه. فأمر أبوهما القلب بأن يقرب كل واحد منهما قرباناً أى : نسكاً يتقرب به إلى الله بإفاضة النتيجة وإفناء صورة القياس وقبول الصورة المعقولة الكلية المطابقة لما فى نفس الأمر التى هى نسيكته التى يتقرب بها إلى الله منه، وعدم قبول قربان الوهم الذى هو صورة المغالطة أو الصورة الموهومة الجزئية امتناع اتصال العقل به بإفاضة النتيجة إذ لا نتيجة لها أو امتناع قبول الصورة الوهمية إذ لا تطابق ما فى نفس الأمر فزاد حسده عليه.)قال لأقتلنك(أى : لما زاد قرب العقل من الله وبعده عن رتبة الوهم فى مدركاته وتصرفاته كان الوهم أحرص على إبطال عمله ومنعه عن فعله كما ترى فى التشكيكات الوهمية ومعارضاته العقل فى تحصيل المطالب النظرية العميقة الغور وقتله عبارة عن منعه عن فعله وقطع مدد الروح ونور الهداية الذى به حياة العقل عنه :)من المتقين(الذين يتخذون الله وقاية فى صدور الخيرات منهم أو يحذرون آثام الهيئات المظلمة البدنية والأكاذيب الباطلة والأضاليل المغوية الأهواء المردية والتسويلات المهلكة. تفسير سورة المائدة من آية 28 إلى آية 31) :)ما أنا بباسط يدى إليك لأقتلك(لأنى لا أبطل أعمالك التى هى شديدة فى مواضعها من المحسوسات ولا أقطع عنك حياتك التى هى مدد النفس والهوى ولا أمنعك عن فعلك الخاص بك إذ العقل يعلم أن المصالح الجزئية وأحكام المحسوسات والمعانى الجزئية المعلقة بها وترتيب أسباب المعاش كلها لا تحصل ولا تتيسر إلا بالوهم ولولا الرجاء وحصول الأمانى والآمال الصادرة عن الوهم لم يتيسر لأحد ما يتمعش به :)إنى أخاف الله رب العالمين(لأنى أعرفه، وقال : :)إنما يخشى الله من عباده العلمؤا((فاطر، الآية : 28) واعلم بأنه إنما خلقك لشأن وأوجدك لحكمة. فلا أتعرض له فى ذلك :)إنى أريد أن تبوء(بإثم قتلى وإثم قتلك من الآراء الباطلة

والتصورات الفاسدة التى لم يتقبل قربانك لأجلها :)فتكون من أصحاب(نار الحجبة والحرمان :)وذلك جزاء الظالمين(الواضعين الأشياء فى غير موضعها كوضعك الأحكام الحسية فى المعقولات. :)فطوعت(فسهلت وسولت :)له نفسه قتل أخيه فقتله(بمنعه عن أفعاله الخاصة وحجبه عن نور الهداية :)فأصبح من الخاسرين(لتضرره باستيلائه على العقل واستبدال ضلالته وخطئه بهداية العقل وصوابه. فإن الوهم إذا انقطع عن معاضدة العقل حمل النفس بأنواع التسويلات والتزيينات على إقدام أمور يتضرر به النفس والبدن جميعاً كالإسرافات المذمومة من باب اللذات البهيمية. والسبعية مثل شدة الحرص فى طلب المال والجاه والإفراط فيضعف الوهم أيضاً أو يبطل :)فبعث الله(غراب الحرص :)يبحث فى(أرض النفس :)ليريه كيف يوارى سوأة أخيه(أى : الوهم. إذ بقطع العقل عن نور الهداية وحجبها عن السير فى العالم العلوى لتحصيل الكمال وطلب سعادة المآل تحير فى أمره. فانبعث الحرص فهداه فى تيه الضلالة وأراه كيف يوارى ويدفن عورته أى : جثته المقتولة التى حملها الوهم على ظهره حتى أنتنت فصار عقل المعاش فى تراب الأرض وهو صورة العقل المنقطع عن حياة الروح المشوب بالوهم والهوى المحجوب عن عالمه فى ظلمات أرض النفس المدفون فيها تأكله ديدان القوى الطبيعية باستعمالها فى تحصيل لذاتها ومطالبها :)أعجزت أن أكون مثل هذا الغراب(الذى دفن فرخه أى : داعيته أو كماله فى أرض النفس بإفناء ما يحصل له وكتمانه فيها :)فأوارى سوأة أخى(بإخفائها فى ظلمة النفس فأنتفع بها :)فأصبح من النادمين(عند الخسران وحصول الحرمان.)فكأنما قتل الناس جميعا(لأن كل شخص يشتمل على ما يشتمل عليه جميع أفراد النوع وقيام النوع بالواحد كقيامه بالجميع فى الخارج ولا اعتبار بالعدد فإن النوع لا يزيد بحسب الحقيقة بتعدد الأفراد ولا ينقص بانحصاره فى شخص. :)يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله(بالتزكية :)وابتغوا إليه الوسيلة(بالتحلية :)وجاهدوا فى سبيله(بمحو الصفات والفناء بالذات :)لعلكم تفلحون(من ظهور بقايا الصفات والذات :)ما فى الأرض(أى : ما فى الجهة السفلية لأنها أسباب زيادة الحجاب والبعد ولا ينجع ثمة إلا فى الجهة العلوية من المعارف والحقائق النورية. :)وأنزلنا إليك الكتاب(علم الفرقان الذى هو ظهور تفاصيل كمالك :)بالحق مصدقا لما بين يديه من الكتاب(أى : علم القرآن وهو العلم الإجمالى الثابت فى استعدادك

وحافظاً عليه بالإظهار أو لما بين يديه العلوم النازلة على الأنبياء السابقين زماناً فإن الغالب على موسى عند الرجوع إلى البقاء عند الفناء بالوجود الموهوب قوة النفس وسلطانها، ولهذا بطش بأخيه كما قال تعالى : :)وأخذ برأس أخيه يجره إليه((الأعراف، الآية : 150)، وقال عند طلب التجلى : :)أرنى أنظر إليك((الأعراف، الآية : 143) فكان أكثر التوراة علم الأحكام الذى يتعلق بأحوال النفس وتهذيبها ودعوته إلى الظاهر والغالب على عيسى قوة القلب ونوره، ولهذا تجرد عن ملابس الدنيا وأمر بالترهب. وقال لبعض أصحابه : إذا لطمت فى خدك فأدر الخد الآخر لمن لطمك. وكان أكثر الإنجيل علم تجليات الصفات والأخلاق والمواعظ والنصائح التى تتعلق بأحوال القلب وتصفيته وتنويره ودعوته إلى الباطن والغالب على محمد عليه سلطان الروح ونوره، فكان جامعاً لمكارم الأخلاق متمماً لها، عادلاً فى الأحكام، متوسطاً فيها. وكان القرآن شاملاً لما فى الكتابين من العلوم والأحكام والمعارف مصدقاً له، حافظاً عليه، مع زيادات فى التوحيد والمحبة ودعوته إلى التوحيد. :)فاحكم بينهم بما أنزل الله(من العدل الذى هو ظل المحبة التى هى ظل الوحدة التى انكشفت عليك :)ولا تتبع أهواءهم(فى تغليب أحد الجانبين، إما الظاهر وإما الباطن :)عما جاءك من الحق(من التوحيد والمحبة والعدل، فإن التوحيد يقتضى المحبة، والمحبة العدل، ويقع ظله من سماء الروح على القلب بالمحبة، وعلى النفس بالعدالة :)لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا(مورداً كمورد النفس ومورد القلب ومورد الروح، وطريقاً كعلم الأحكام والمعاملات التى تتعلق بالقلب وسلوك طريق الباطن الموصل إلى جنة الصفات، وعلم التوحيد والمشاهدة الذى يتعلق بالروح وسلوك طريق الفناء الذى يوصل إلى جنة الذات :)ولو شاء الله لجعلكم أمة واحدة(موحدين على الفطرة الأولى، متفقين على دين واحد :)ولكن(ليظهر عليكم ما آتاكم بحسب استعداداتكم على قدر قبول كل واحد منكم فتتنوع الكمالات :)فاستبقوا الخيرات(أى : الأمور الموصلة إلى كمالكم الذى قدر لكم بحسب استعدادكم المقربة إياكم إليه بإخراجه إلى الفعل :)إلى الله مرجعكم جميعا(فى عين جمع الوجود على حسب المراتب لا عين جمع الذات :)فينبئكم بما كنتم فيه تختلفون(أى : يظهر عليكم ما اختلفتم فيه بحسب اختلاف استعداداتكم من طلب إحدى الجنان الثلاث، والوصول إليها، والحرمان بموانعها التى احتجبتم بها عما فى استعدادكم من

الكمال :)ببعض ذنوبهم(ذنوب اليهود حجب الأفعال وذنوب النصارى حجب الصفات ففسق اليهود هو الخروج عن حكم تجليات الأفعال الإلهية برؤية النفس وأفعالها وفسق النصارى خروجهم عن حكم تجليات الصفات الحقانية برؤية النفس صفاتها واحتجابها بها كما أن فسق المحمديين هو الالتفات إلى ذواتهم والخروج عن حكم الوحدة الذاتية.)أفحكم الجاهلية يبغون(أى : ما يطلبون بجهلهم إلا حكماً صادراً عن مقام النفس بالجهل لا صادراً عن علم إلهى :)من يرتد(من يرجع عن طريق الحق إلى الاحتجاب ببعض الحجب، أى حجاب كان وخرج عنه فهو من المردودين لا من أهل المحبة ولا ينثلم ولا ينتقض دين الحق بارتداده. فإن الله سوف يأتى بقوم يحبهم بحسب العناية الأولى لا لعلة بل لذواتهم، ويحبون ذاته لا لصفة من صفاته ككونه لطيفاً أو رحيماً أو منعماً فإن محبة الصفات تتغير باختلاف تجلياتها ومن يحب اللطيف لم تبق محبته إذا تجلى بصفة القهر، ومن يحب المنعم انمحت محبته إذا تجلى بصفة المنتقم. وأما محبة الذات فهى باقية ببقائها لا تتغير باختلاف التجليات فيحب محبها القهار عند القهر كما يحب اللطيف عند اللطف، ويحب المنتقم حالة الانتقام كما يحب المنعم حالة الإنعام فلا تفاوت فى الرضا وعدمه، ولا تختلف محبته فى أحواله ويشكر عند البلاء كما يشكر عند النعماء. وأما من يحب المنعم فلا يشكر عند البلاء بل يصبر ومثل هذه المحبة يلزم المحبة الأولى التى هى لله ولأوليائه فيحبونه بحبه إياهم، وإلا فمن أين لهم المحبة لله، ما للتراب ورب الأرباب. :)أذلة على المؤمنين(لينين حانين عليهم، عطوفين فى تواضعهم لهم لمكان الجنسية الذاتية ورابطة المحبة الأزلية والمناسبة الفطرية بينهم :)أعزة(أشداء غلاظ :)على(المحجوبين لأضداد ما ذكر :)يجاهدون فى سبيل الله(بمحو صفاتهم وإفناء ذواتهم التى هى حجب مشاهداتهم :)ولا يخافون لومة لائم(من نسبتهم إلى الإباحة والزندقة والكفر، وعذلهم بترك الدنيا ولذاتها، بل بترك الآخرة ونعيمها كما قال أمير المؤمنين : ' اعبدوا الله لا لرغبة ولا لرهبة '، فهم من الفتيان الذين قيل فيهم : (وإذا الفتى عرف الرشاد لنفسه هانت عليه ملامة العذال) إنما وليكم الله ورسوله(والمؤمنون لا هم للتنافى الحقيقى بينكم وبينهم، أى : يتولى الله ورسوله والمؤمنون إياكم أو لا يتولى الله وأولياءه من الرسول والمؤمنين المحجوبون للتضاد الحقيقى بينهم، إنما تتولون الله ورسوله والذين آمنوا أنتم : جمع أولاً فى إثبات

ولايتهم لله مطلقاً ثم فصلها بحسب الظاهر. فقال : :)ورسوله والذين آمنوا (. كما فعل في الشهادة في قوله تعالى : :)شهد الله أنه لا إله إلا هو ((آل عمران، الآية : 18). . :)الذين(آمنوا :)يقيمون(صلاة الشهود والحضور الذاتي :)ويؤتون(زكاة البقايا :)وهم راكعون(خاضعون في البقاء بالله بنسبة كمالاتهم وصفاتهم إلى الله كأمير المؤمنين النازل في حقه هذا القائل : لا إله إلا الله بعد فناء الخلق، لا منتصبون في مقام الطغيان بنسبتها إلى أنفسهم. . :)ومن يتول الله ورسوله والذين آمنوا (فهو من أهل الله، وإن أهل الله :)هم الغالبون(بالله. :)وترى كثيرا منهم يسارعون(أي : يقدمون على جميع الرذائل بالسرعة لاعتيادهم بها وتدربهم فيها و كونها ملكات لنفوسهم فالإثم رذيلة القوة النطقية لأنه الكذب، والعدوان رذيلة القوة الشهوية.)ولو أن أهل الكتاب آمنوا(آمنوا الإيمان التوحيدي الحقيقي :)واتقوا(واجتنبوا عن شرك أفعالهم وصفاتهم وذواتهم :)لكفرنا عنهم سيئاتهم(من بقاياهم :)ولأدخلناهم(الجنات الثلاث :)ولو أنهم أقاموا التوراة(بتحقق علوم الظاهر والقيام بحقوق تجليات الأفعال والمحافظة على أحكامها في المعاملات :)والإنجيل(بتحقق عنوان الباطن، والقيام بحقوق تجليات الصفات، والمحافظة على أحكامها :)و(احكموا :)ما أنزل إليهم(من علم المبدأ والمعاد وتوحيد الملك والملكوت من عالم الربوبية الذي هو عالم الأسماء :)لأكلوا من فوقهم(أي : لرزقوا من العالم العلوي الروحاني العلوم الإلهية والحقائق العقلية اليقينية، والمعارف الحقانية التي بها اهتدوا إلى معرفة الله ومعرفة الملكوت والجبروت :)ومن تحت أرجلهم(أي : من العالم السفلي الجسماني العلوم الطبيعية والمدركات الحسية التي اهتدوا بها إلى معرفة عالم الملك، فعرفوا الله باسمه الظاهر والباطن، بل بجميع الأسماء والصفات ووصلوا إلى مقام التوحيدين المذكورين :)منهم أمة مقتصدة(عادلة واصلة إلى توحيد الأسماء والصفات :)و كثير منهم(لم يصلوا إلى توحيد الأفعال بعد فضلاً عن توحيد الصفات، فساء عملهم لأنه من صفات نفوسهم فهو حجابهم الأكثف. :)وأرسلنا إليهم رسلا(على حسب مراتبهم فلما كانوا محجوبين من جميع الوجوه أرسلنا موسى لرفع حجاب الأفعال والدعوة إلى توحيد الملك، فما هوته أنفسهم لأن دعوته كانت مخالفة لهواها لضراوتها بأفعالها وبتجمعها بها وبلذاتها وشهواتها فكذبوه وعبدوا عجل النفس واعتدوا في السبت وفعلوا ما فعلوا حتى إذا آمن به من آمن

وبرز من حجاب الأفعال حسب أنه الكمال المطلق، فأرسلنا عيسى برفع حجاب الصفات والدعوة إلى الباطن، وتوحيد الملكوت فما هوته أنفسهم لمخالفة دعوته هواها من حسبان الكمال، فكذبوه وفعلوا ما فعلوا حتى إذا آمن به من آمن وبرز عن حجاب الصفات بقي على حاله، حاسباً لنفسه الكمال المطلق فأرسلنا محمداً برفع حجاب الصفات والدعوة إلى توحيد الذات فما هوته أنفسهم فكذبوه. :) وحسبوا أن لا تكون فتنة(شرك عند توحيد الأفعال وظهور الدعوة العيسوية :)فعموا(عن تجليات رؤية الصفات :) وصموا(عن سماع علمها :)ثم تاب الله عليهم(بفتح أسماع قلوبهم وأبصارها، فتابوا، فقبل توبتهم :)ثم عموا وصموا(عند الدعوة المحمدية عن مشاهدة الوجه الباقي وسماع علم توحيد الجمع المطلق :)والله بصير(بعملهم فى المقامات الثلاث ورد الدعوات وإنكار الأنبياء فيجازيهم على حسب حالهم. (تفسير سورة المائدة آية 72) :) اعبدوا الله ربي وربكم(أي : خصصوا عبادتكم بالذات الموصوفة بجميع الصفات والأسماء التى هى الوجود المطلق، ولا تعينوه باسم وصفة، فإن نسبة ربوبيته إلى الكل سواء ومن حصر ألوهيته فى صورة وخصصها باسم معين وكلمة معينة وصفة معينة، فقد أثبت غيره ضرورة وجود ما سواه من الأسماء والصور والصفات. ومن أثبت غيره فقد أشرك به ومن أشرك به :)فقد حرم الله عليه(جنة شهوده بذاته وصفاته وأفعاله أي : الجنة المطلقة الشاملة، يعني : فقد حجبه مطلقاً :)ومأواه(نار الحرمان لظلمه بالشرك :)وما للظالمين من أنصار(ينصرونهم فينقذونهم من العذاب.)لقد كفر(حجب :)الذين قالوا إن الله ثالث ثلاثة(واحد من جملة ثلاثة أشياء : الفعل الذى هو ظاهر عالم الملك، والصفة التى هى باطن عالم الملكوت، والذات التى تقوم بها الصفة ويصدر عنها الفعل، إذ ليس هو ذلك الواحد الذى توهموه بل الفعل والصفة فى الحقيقة عين الذات، ولا فرق إلا بالاعتبار، وما الله إلا الواحد المطلق، وإلا لكان بحسب كل اسم من أسمائه إله آخر، فتتعدد الآلهة سبحانه وتعالى عما يقول الظالمون علواً كبيراً :)وإن لم ينتهوا عما يقولون(من كون الصفة والفعل غير الذات :)ليمسن(المحجوبين :)عذاب(مؤلم لقصورهم فى العرفان مع كونهم مستعدين :)أفلا يتوبون إلى الله(بالرجوع عن إثبات التعدد فى الله إلى عين الجمع المطلق، ويستغفرونه عن ذنب رؤية وجودهم ووجود غيرهم :)والله غفور(يسترهم بذاته :)رحيم(يرحمهم بكمال العرفان والتوحيد :)ما

لا يملك لكم ضرا ولا نفعا (إذ لا فعل له فيضر أو ينفع، بل لا وجود فضلاً عن الفعل. وقال : ما لا يملك دون من، وإن كان المراد عيسى للتنبيه على أنه شىء يعتبر اعتباراً من حيث تعينه ولا وجود له حقيقة :)قد ضلوا من قبل (بالاحتجاب عن أنوار الصفات :)وأضلوا كثيرا وضلوا (الآن :)عن سواء السبيل (طريق الوحدة الذاتية التى هى الاستقامة إلى الله. (تفسير سورة المائدة من آية 82)لتجدن (إلى آخره، الموالاة والمعاداة إنما يكونان بحسب المناسبة والمخالفة، فكل من والى أحداً دل على رابطة جنسية بينهما، وكل من عاداه دل على مباينة ومضادة بينهما. ولما كان اليهود محجوبين عن الذات والصفات ولم يكن لهم إلا توحيد الأفعال كانت مناسبتهم مع المحجوبين المشركين مطلقاً أقوى من مناسبتهم مع المؤمنين الموحدين مطلقاً. ولما كان النصارى برزواً من حجاب الصفات ولم يتولهم إلا حجاب الذا ت كانت مناسبتهم مع المؤمنين أقوى، فلذلك كانوا أقرب مودة لهم من غيرهم. والمشركون واليهود أشد عداوة لقوة حجابهم، أما ترى كيف علل قربهم فى المودة بعلمهم وعبادتهم وعدم استكبارهم ؟، فإن العبادة توصل إلى جنة الأفعال لتجردهم فيها عن أفعال نفوسهم فاعلين ما أمر الله، والعلم يوصل إلى جنة الصفات لتنزههم به عن جنة النفوس والوصول إلى مقام القلب الذى هو محل المكاشفة وقبول العلم الإلهى، وعدم الاستكبار يدل على أنهم ما رأوا نفوسهم موصوفة بصفات العبادة والعلم ولا نسبوا فعلهم وعلمهم إليها بل إلى الله وإلا استكبروا وأظهروا العجب. :)